

یک صد "احادیث انا" کا ایمان افروز مجموعہ

شانِ مصطفیٰ ﷺ زبانِ مصطفیٰ ﷺ

"بَلَفْظِ اَنَا"

تالیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور



عطیہ

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ سب سے بالا و والا ہمارا نبی

شانِ مصطفیٰ ﷺ و مصطفیٰ ﷺ

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالہ سے
لفظ اُنکے شروع ہونے والی ایک سو احادیث مبارکہ کا ایمان افروز
مجموعہ جس میں بیشمار موضوعات پر بصیرت افروز ابحاث صرف
اسی کتاب میں ملیں گی۔ علماء کرام و عوام الناس کے لیے یکساں مفید،
بالخصوص مقررین و اعظمین کیلئے از حد مفید۔

از
مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

مشاق بہک کارنر الکرم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ "بلفظ آنا"
تالیف	مفتی غلام حسن قادری حزب الاحناف لاہور
نظر ثانی	حافظ رضاء الحسن قادری
حسب فرمائش	الحاج قاری اصغر علی نورانی خطیب جامع مسجد قباغوالی محلہ چوہالہ اندرون بھائی گیٹ لاہور۔
ناشر	مشتاق احمد
با اہتمام	سلمان خالد
ٹائٹل	خطاط الملک محمد علی زاہد محمد ریاض
کمپوزنگ	گل گرافکس
پرنٹرز	اسلم عصمت پرنٹرز۔ لاہور
ہدیہ	400 روپے

استدعا

پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمارت
29	انتساب	
30	بنگاہِ رحمت	
30	بفیضانِ کرم	
31	تقریظِ جلیل (علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب)	
33	تقریظِ جمیل (الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی صاحب)	
35	تقریظِ حسین (مفتی عبدالقیوم خاں صاحب)	
37	تقریظِ متین (سید شبیر حسین شاہ حسینی صاحب)	
39	تقریظِ عظیم (پروفیسر محمد اکرام صاحب)	
41	اظہارِ تشکر	
45	مختصر حالاتِ زندگی مصنف کتاب	
53	پیش لفظ	
55	سبب تالیف	
59	نقطہ آغاز	
62	عقیدت کے پھول	
65	تم پہ لاکھوں سلام	
67	انا حبیب اللہ ولا فخر۔	1-

68	2-	انا حامل لواء الحمد يوم القيمة.....ولا فخر۔
69	3-	انا اول من يحرك حلق الجنة.....ولا فخر۔
70	4-	انا اكرم الاولين والآخرين على الله ولا فخر۔
74	5-	انا قائد المرسلين ولا فخر۔
74	✽	سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
76		حضرت آدم و محمد علیہما السلام
78		حضرت سلیمان اور فخر سلیمان علیہما السلام
80		حضرت کلیم و حبیب علیہما السلام
83		حسن یوسف و حسن مصطفیٰ علیہما السلام
86		حضرت خلیل و حبیب علیہما السلام
88		ایک اعتراض کے دو جواب
89		حضرت عیسیٰ و مصطفیٰ علیہما السلام
91		معراج مصطفیٰ ﷺ کی دلیل
91		حضرت نوح و محمد علیہما السلام
93	✽	ختم نبوت
93	6-	انا خاتم النبیین ولا فخر۔
93	7-	انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔
94		خاتم کا معنی و مفہوم
94	✽	مرزائیت
95	8-	انا سدّدت موضع اللبنة و انا خاتم النبیین۔

95	انا اللبنة وانا خاتم النبيين۔	9-
99	لطيفہ	
101	ایک سوال کے دو مفصل جواب	
103	انا دعوة ابراهيم وبشارة عيسى۔	10-
103	انا احمد۔	11-
104	انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی۔	12-
104	مرزا قادیانی کے کفریات	✽
105	مرزا کی بکواسات	
105	اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی	
106	نبی پاک ﷺ کی توہین	
107	حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین	
108	صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین	
108	توہین قرآن	
108	توہین حدیث	
109	مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین	
109	مسلمانوں کو گالیاں	
109	اے عاشقان مصطفیٰ ﷺ!	✽
110	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا فتویٰ	✽
111	انا اول شافع واول مشفع يوم القيمة ولا فخر۔	13-

111	شفاعت مصطفیٰ ﷺ	✽
114	شفاعت کی اقسام	
115	احادیث شفاعت	
117	نکات شفاعت	
119	ضروری بات	
121	انا اول الناس خروجا اذا بعثوا۔	14-
122	انا قائد هم اذا وفدوا۔	15-
123	انا خطيبهم اذا انصتوا۔	16-
125	انا مستشفعهم اذا احبسوا۔	17-
126	انا مبشرهم اذا يئسوا۔	18-
127	انا اكرم ولد آدم.....	19-
129	انا سيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر۔	20-
131	انا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر۔	21-
133	انا اكثر الانبياء تبعا يوم القيمة۔	22-
134	انا اول شفيع في الجنة۔	23-
134	فضائل امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور احادیث نبویہ	
137	نکات فضائل امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)	
141	تورات میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے تذکرے	
142	ایک ایمان افروز مکالمہ	
146	تنبیہ اور بشارت	

148	24-	انا اول من يقرع باب الجنة.
149	25-	انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب.
151	26-	انا خير هم نفسا و خير هم بيتا.
152	27-	انا هو.
154	28-	انا محمد و انا احمد
155		لفظ محمد کا معنی
155		لفظ اللہ اور محمد میں مناسبت
156		فضائل اسم محمد (ﷺ)
158		نبیوں کے نام
158		نکتہ عجیبہ۔
160		بگڑنے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد (ﷺ)
162		جنت کی ہر شے پہ نام محمد (ﷺ)
163		نکات اسم محمد (ﷺ)
170	29-	انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر.
172	30-	انا العاشر الذی یحشر الناس علی قدمی.
173	31-	انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی.
174	32-	انا نبی الرحمة و نبی التوبة.
176		نکات رحمة للعالمین
178	33-	انا المقفی.
179	34-	انا اجود بنی آدم.

181	سخاوت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)	
185	انا اخذ بعجز کم عن النار۔	-35
187	انا قاسم واللہ يعطی۔	-36
188	علمی لطیفہ	
188	نکتہ	
190	انا فرطهم علی الحوض۔	-37
190	ایک وضاحت	
191	حوض کوثر	
192	انا اول من یوذن له بالسجود یوم القیمة۔	-38
193	انا اول من یوذن له ان یرفع راسہ۔	-39
195	انا لکم مثل الوالد لولده۔	-40
196	نکتہ	
197	انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الاولی والاخرۃ۔	-41
199	انا اشبه ولده۔	-42
200	انا اولیٰ بکل مومن من نفسه۔	-43
203	انا اولیٰ به فی الدنیا والاخرۃ۔	-44
204	انا مولیٰ من لا مولیٰ له۔	-45
205	انا وارث من لا وارث له۔	-46
206	انا شہید علیکم۔	-47
207	ایک سوال کا جواب	

208	حاضر و ناظر کی بحث	✽
208	حاضر و ناظر پر سوالات و جوابات	
209	اہم نکتہ	
212	انا نائم رایتنی اتیت بمقاتیح خزائن الارض۔	-48
212	ایک قرض خواہ یہودی کا دلچسپ واقعہ	
216	انا فرط امتی لن یصابوا بمثلی۔	-49
217	ایک حسین واقعہ	
220	انا اول من قال بلی فی الميثاق۔	-50
223	انا الخازن اضع حیث امرت۔	-51
223	اختیارات مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)	
227	اختیارات کی چند مثالیں	
228	عام حکم کو خاص اور خاص کو عام فرما دیا	
229	ایک سوال اور اس کا جواب	
232	انا اعظمکم اجرا یوم القیمة۔	-52
234	انا اسیر فی الجنة اذا انا بنهر.....	-53
236	انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب۔	-54
237	طاقت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)	✽
238	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو روک دیا	
239	ولی کی طاقت یہ ہے تو نبی کی کیا ہوگی؟	
242	حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت	

243	رکانہ سے کشتی	
244	ابوالاسود الجمعی سے مقابلہ	
244	طاقت اتنی اور حوصلہ	
245	رحمت عالم ﷺ اور مصائب و آلام	
247	شب اسری کا دولہا طائف میں	✽
248	تین کافروں کی بدتمیزی	
249	طائف میں آپ کی حسین دعا کے الفاظ	
249	ایک غلام کا واقعہ	
250	طائف سے مکہ واپسی	
251	احسان کا بدلہ احسان	
251	مشکل ترین دن	
252	جب پہاڑوں کا فرشتہ آیا	
253	قانون قدرت	
255	انا والساعة کھاتین۔	55-
256	ایک بزرگ کا واقعہ	
257	عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی	
259	مسلمانو! ہوش کرو	
261	قرآن کی فریاد	
262	وقت کی قدر کرو	
264	انا رحمة مہداة۔	56-
266	انا بشر اغضب کما یغضبون۔	57-

267	بشریت مصطفیٰ ﷺ۔	
268	آپ ﷺ کی ہر چیز بے مثال ہے۔	
269	احکام شرع اور حضور ﷺ۔	
269	حضور علیہ السلام کا کھانا پینا	
270	فضلات مبارکہ	
273	حضور علیہ السلام کا بھولنا	
273	انما انا بشر مثلكم	
274	اللہ تعالیٰ نے بشر مثلكم کے اعلان کا حکم کیوں فرمایا؟	
276	کس کس نے نبیوں کو بشر کہا؟	
277	نور انیت و بشریت	
278	مسئلہ بشریت کے متعلق علمی و تقریری نکتے	
284	آخری بات	
287	58- انا اول من یدخل الجنة و معی.....	
290	59- انا لها۔	
292	60- انا اعر بکم عربیة و انا قرشی۔	
292	فصاحت نبوی	✽
295	جوامع الکلم	
296	چند جامع کلمات	
298	61- انا ابن العواتک من سلیم۔	
298	حضرت ثویبہ	✽
299	حدیث ثویبہ	

300	حدیث ثوبیہ پر سوالات	
305	حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	✽
308	حضرت حلیمہ کے گھر آمد مصطفیٰ ﷺ	
310	حضور علیہ السلام کا پہلا کلام	
311	علامت نبوت کا ظہور	
316	حضرت حلیمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم	
318	انا رسول اللہ الذی ان اصابک.....	62-
319	سلام کے مروجہ غلط طریقے۔	
321	اخلاقیات کی تعلیم (گالی دینا)	
322	تکبر دوزخی کی علامت	
322	حسن خلق	
324	پردہ پوشی	
325	صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی چند مثالیں	
325	ایک اور انداز اطاعت	
326	حضور علیہ السلام کی دعا کا اثر	
330	دعا کی اہمیت و افادیت	✽
332	دعا کے چند آداب	
333	ایک جامع دعا	
335	انا و هو هكذا و ضم اصابعہ۔	63-
337	دنیہ کلبی کا واقعہ	

340	انقلاب محمدی ﷺ اور خواتین	✽
341	آج کی عورت	
343	اولاد کی تربیت پر ایک لطیفہ	
343	فرق صاف ظاہر ہے	
344	عورت کی قبر پر حضور (ﷺ) کی دعا	
344	عورت اور پردہ	
346	عبرت	
347	پردہ عورت کی عزت ہے	
347	شریعت نے گناہوں کے اسباب سے کیوں روکا ہے؟	
349	غیرت کا جنازہ	
350	علامہ اقبال کی عورت کو نصیحت	
352	پردہ کے بارے میں چند واقعات	
353	سوچنے کی باتیں	
354	باشکری اچھی نہیں	
354	عورت کے بارے میں نکات	
355	لطائف نسواں	
356	آخری گزارش	
357	انا وامرأة سعاء الخدين كهاتين يوم القيمة۔	64-
359	انا و هو في الجنة كهاتين و قرن بين اصبعيه۔	65-
361	انا و كافل اليتيم له و لغيره في الجنة هكذا.....	66-
363	انا ابن امرأة من قريش تاكل القديد۔	67-

365	انا حبیبہ يوم القيمة۔	68-
367	انا النبی الامی الصادق الزکی.....	69-
367	لفظ امی کا معنی و مفہوم	
370	ایک سوال کا جواب	
372	اکتسابی اور وہبی ولد فی علم	
373	انا عبد اللہ ورسولہ لن اخالف امرہ.....	70-
375	انا اقول ذلک انت احدہم۔	71-
377	انا کفیل علی قومی۔	72-
380	انا واللہ احبکم انا واللہ احبکم انا واللہ احبکم۔	73-
382	انا انظر الیہ۔	74-
384	رفقاریت	
385	نگاہ نبوت بمعہ مسائل خمسہ	
390	ایک سوال کا الزامی اور تحقیقی جواب	
392	انا و امتی علی تل ویکسونی ربی حلة خضرہ.....	75-
394	انا اول من تنلق الارض عن جمجمتہ ولا فخر۔	76-
395	انا اریدان اؤخر دعوتی شفاعۃ لامتی يوم القيمة۔	77-
395	حضور عالیہ السلام کی قبولیت دعا کے چند مناظر	
402	انا رسول الرحمة و رسول الراحة و رسول الملاحم۔	78-
402	رسول رحمت و راحت	
405	رحمت کا لازمی نتیجہ	

406	رسول الملاحم	
408	لمحة فكريه! عالم اسلام کے قدرتی وسائل اور بے حسّی و بے بسی کی انتہا	✽
411	جہاد اور قرآن پاک	
412	ایک نظر اپنے اعمال کی طرف	
413	ایک سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ	
414	ہماری ذمہ داری	
415	شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے	
417	جہاد احادیث کی روشنی میں	
422	انا قیم (والقیم الجامع الکامل)۔	-79
425	انا امانة لا صحابی۔	-80
433	انا احب اسامة بن زيد۔	-81
433	حضرت اسامہ بن زید کا ایمان افروز واقعہ	
436	انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اخرها۔	-82
437	اصلاح احوال	✽
438	ہماری حالت کیا ہے؟	
438	خدا سے دوری کا سبب	
440	نفس و شیطان کا علاج	
441	عمر اک دن ہو کہ سو سال گزر جاتی ہے	
443	شکر اور شکوہ	
446	انا اخر الانبیاء و انتم اخر الامم۔	-83

448	حضرت خضر علیہ السلام اور پچھو کا واقعہ	
450	انا حظکم من الانبیاء و انتم حظی۔	-84
451	انا اکل کما یا کل العبد۔	-85
453	انا امرکم بخمس امرنی اللہ بہن.....	-86
455	انا ابن الذبیحین۔	-87
458	انا ابو القاسم، اللہ یرزق و انا اقسام۔	-88
460	تقسیم مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں	
463	انا احرم المدينة۔	-89
466	یعفور گدھے کا واقعہ	
469	اے خٹک شہرے کہ دروے دلبر است	
472	لا تشدوا الرحال الی ثلثة مساجد۔	
474	مکہ و مدینہ	
476	مثال (میزاب رحمت)	
478	علامہ اقبال اور حاضری مدینہ	
479	حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا حجاج کو جواب	
480	مدینہ میں رحمت ہی رحمت	
481	مکہ اور بکۃ کا معنی	
482	مکہ اور مدینہ کی نماز	
483	نبی کا جس جگہ پر آستاں ہے زمین کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے	
484	جب پتھر کی مثل پتھر نہیں تو نبی کی مثل بشر کیسے؟	
486	مکہ جلال والا مدینہ جمال والا	

488	مدینہ کی جدائی	
490	بزرگانِ دین و ملت اور احترامِ مدینہ منورہ	✽
490	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	
491	امام مالک علیہ الرحمۃ	
491	امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ	
492	قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ	
492	حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ	
492	اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	
496	حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ	
496	اولیاء اللہ اور سگانِ مدینہ	
499	گنبدِ حضرتؐ	
500	اسمائے مدینہ	
501	مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں	
501	مدنی احادیث	
510	صدقے اس انعام کے	
511	قربان اس اکرام کے	
514	90- انا اقتلک ان شاء اللہ تعالیٰ۔	
516	91- انا اعلمکم بحدود اللہ و اتقاکم۔	
517	علم نبوت کی وسعتیں	
518	چند احادیث علمِ مصطفوی کے متعلق	
524	علمی لطیفہ نمبر 1	

524	علمی لطیفہ نمبر 2	
528	سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ	
528	بعض باتیں حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بتائیں؟	
530	اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی	
531	ایک سوال کے دو جواب	
532	ایک مثال علم مصطفیٰ ﷺ پر	
533	ایک دلچسپ شیطانی مکالمہ	
536	عقیدۂ اہل سنت اور علم غیب	✽
539	ایک علمی نکتہ	
541	دین و دنیا کی بھلائی پر ایک ایمان افروز مکالمہ (25 مسائل کا حل)	
544	مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش اور علم نبوت	
548	علم نبوت اور علامات الساعة (قیامت کی نشانیاں)	
551	انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔	92-
552	اہل علم آیات قرآنیہ کی روشنی میں	
558	علماء حق احادیث نبویہ کی روشنی میں	
560	مقام غور و فکر	
562	علماء حق کی قربانیاں	
563	علماء کی ضرورت	
564	علماء حق کا مذاق اڑانے والوں کے لئے لمحہ فکریہ!	
565	ایک بادشاہ اور ایک عالم ربانی	
565	امام مالک علیہ الرحمۃ اور ہارون الرشید	

567	بزرگانِ دین اور علم شریعت
570	لطیفہ
571	حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا تقویٰ
572	ایک ایمان افروز حدیث
573	ایک عظیم نکتہ
574	ایک ضروری بحث
589	ائمہ مساجد اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچائیں
591	علماء سے دوری اور نفرت کا نتیجہ
593	لطائف
599	علماء سوء
600	دین کا مذاق اڑانا کفار اور مشرکین کا کام ہے
601	طالب علم کے لئے
602	اہل علم کے لئے ایک علمی بحث
605	مذاق (تمسخر) اور مزاح میں فرق
607	جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا تو پھر مسلمان کیوں اسلام کا مذاق اڑاتا ہے؟
608	کتے کی پسندیدہ خصلتیں
611	قیامت کے دن! کون کس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا؟
613	لواء الحمد کیسا ہوگا؟
616	93- انا اعرفکم باللہ واشدکم له خشية۔
616	معرفت الہی

619	دل کی امیری
620	علم و معرفت
623	خوف خدا
624	زندگی کا حاصل
626	94- انا من نور اللہ والخلق کلہم من نوری۔
627	چند روایات ملاحظہ ہوں
632	امام ابن جوزی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
634	مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
635	تین روایات نور محمدی ﷺ کے بیان میں
639	حضور علیہ السلام نور ہیں، نظر آتے ہیں مگر کس کو.....؟
639	نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟
640	نور تھے تو شادی کیوں کی؟
641	کیا بشر نور نہیں ہو سکتا؟
642	ایک اہم نکتہ
645	ایک علمی نکتہ
649	ایک غلط فہمی کا ازالہ
654	احادیث در بیان بدعت
658	بدعت کا لغوی معنی
658	بدعت کی تعریف
658	بدعت کی اقسام
661	اچھی بدعت کی اقسام

661	1- بدعت واجبہ
661	2- بدعت مستحبہ
661	بری بدعت کی اقسام
661	1- بدعت محرمہ
662	2- بدعت مکروہہ
662	بدعت مباحہ
667	قیام تعظیسی (کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا)
670	ایک اعتراض کا جواب
674	با ادب بیٹھنا
675	95- انا اغیر منه واللہ اغیر منی۔
676	غیرت نبوی
679	غیرت ایمانی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان
682	96- انا بین خیر تین۔
685	علم مصطفیٰ ﷺ نبوت کے بارے میں سوالات و جوابات
698	97- انا امین من فی السماء یا تینی خبر السماء
700	گستاخ رسول کو قتل نہ کرنے کی وجوہات
702	ایک غلط فہمی کا ازالہ
705	98- انا وضعت الرکن بیدی۔
705	کعبۃ اللہ
710	حضور علیہ السلام کی حکمت و بصیرت اور راہنمایان عالم
714	کبھی اے نوجوان مسلم! تدبیر بھی کیا تھوئے؟

717	حکمت و دانائی جہاں سے ملے حاصل کرلو	
718	یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو	
722	حضور علیہ السلام ہی معیار حق ہیں	
724	دین اسلام کسی کامرہون منت نہیں ہے	
725	تاتاریوں کا قبول اسلام	
726	پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے	
730	چند مسلمان بادشاہ	✽
738	اسلام کا دامن رحمت ہی آخری سہارا ہے	
741	وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے	
741	اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لے پھر ساری خدائی تیری ہے	
744	اسلام کی خیر خواہی کی عبادت میں چند مثالیں	
746	انار عیتھا لاهل مکة بالقراریط۔	99-
747	قراریط کی تحقیق	
750	انبیاء کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں کارفرما حکمت	
752	محنت کی عظمت اور حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ	
755	تعمیر ملت، اصلاح امت، تعمیل سنت اور تکمیل ہدایت و نعمت کیلئے چند مفید باتیں	
761	حکایت	
761	قابل رشک ایمان	
762	ہمارے ایمان کی خامیاں	
763	ایمان کامل کی ایک مثال	
764	ایمان کامل کا ایک معیار	

764	کمزور اور ناقص ایمان کے نتائج	
766	قبول اسلام کا ایک انقلاب آفرین واقعہ	
772	اصلاح احوال کے لئے علم و حکمت کے چند درخشندہ موتی	❁
772	بہترین عمل	
772	شکر	
772	علم دین	
773	جنت کی چابی	
773	نفاق	
773	بدعت	
773	قرآن پر عمل کرنا	
774	تکلم نبوی	
774	علم و علماء	
744	خیر و شر	
776	تعصب	
777	شرم و حیاء	
778	چار چیزیں چار چیزوں سے ملتی ہیں	
778	قبر کے چار پیغامات	
779	حضور علیہ السلام کی نماز	
779	وفاداری	
779	قیامت کے دن انسان کے چار گواہ	

780	توحید و رسالت کی گواہی اور ایک گنہگار	✽
782	حضرت ابراہیم اور عزرائیل علیہما السلام	
782	اقسام ہدایت بمعدا مثله	
783	گائے سنا منافقت ہے	
783	رحمت حق پہانہ می جوید۔ بہانہ می جوید	
785	100- انا وهو کنا الی غیر ہذا منک اخرج یا عمر۔	
786	زید بن سعہ کا عجیب ترین واقعہ قبول اسلام	
788	آخری نبی اور آخری امت کی شان بزبان اشعیاء علیہ السلام	
790	کعب بن لوی اور شوق دیدار نبی ﷺ	
793	صاحب خلق عظیم نبی ﷺ	✽
795	گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں	
795	جو دوستھا	
798	تیرے رب کی عطا، ربک	
801	حضور ﷺ کی شجاعت و بہادری	
802	حضور ﷺ کی حیا اور چشم پوشی	
803	حسن معاشرت و حسن اخلاق	
805	شفقت و رحمت	
806	وعدہ وفائی اور صلہ رحمی	
809	عاجزی و انکساری	
811	عدل و امانت، عفت و صداقت	
814	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف	

815	وقار، خاموشی، نیک بختی	
817	زہد و تقویٰ	
819	خوف خدا اور مشقت عبادت	
822	حسن و جمال	
826	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تہاداری	
828	عاشقانِ اوز خوباں خوب تر	محمد
831	آپ کا چہرہ کھلا قرآن ہے	
834	کیا حضور علیہ السلام ہم جیسے تھے؟ استغفر اللہ	
837	نکات بہ متعلقہ حسن مصطفیٰ ﷺ	
838	سِرَاجاً مُنِيراً	
841	سوالات و جوابات	
843	سراج کے دو معنی	
844	نور مصطفیٰ ﷺ کی مثال	
845	آفتاب نبوت کا فیض	
846	لفظ سِرَاجاً مُنِيراً کی مزید وضاحت	
851	فضل و کمال	
855	خاتمة الكتاب سرِ پائے اقدس کے بیان میں	✽
855	قد مبارک اور جسم بے سایہ	
860	سِرِ انور	
862	موئے مطہر	
866	موئے مبارک کا ایک حسین واقعہ	

867	چہرہ اقدس
872	سُرگیں آنکھیں
881	یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا؟
884	گوش مبارک
887	دور و نزدیک کے سنتے والے وہ کان
888	حضور علیہ السلام درود شریف سنتے ہیں
893	مردے بھی سنتے ہیں
897	کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
900	اوپنچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
901	لبہائے مبارکہ
904	دندان مبارک
906	دہن مبارک
908	لعاب دہن شریف
914	انکی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
915	وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
920	خطابت نبوی کی جلوہ سامانیاں
927	داڑھی مبارک
929	ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
933	گردن مبارک
933	کندھے مبارک
935	پشت مبارک

937	مہر نبوت
939	بغل مبارک
940	دست و بازو
942	کف دست رحمت میں ہے سارا جہاں
946	دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
949	سینہ اقدس
950	قلب مبارک
951	شکم مبارک
952	زانوئے مقدس اور قدم مبارک
959	خفتہ اور ناف مبارک
959	فضلات مبارکہ
960	پسینہ مبارک
962	چودہ صدیاں بعد بھی بول و براز کی خوشبو
964	لباس مبارک
964	عمامہ شریف
965	چادر مبارک
966	قمیص مبارک
967	جبہ مبارکہ
968	حالیہ دور کا ایک ایمان افروز واقعہ
969	تہبند مبارک
70	لحاف مبارک

970	چار پائی مبارک	
970	پیالہ مبارک	
972	عصاء مبارک	
972	تعلین مبارک	
973	کبھی عرش پر کبھی فرش پر	
974	تعلین محمد ﷺ کی مٹی کی برکت	
975	صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کامیابی کا راز	
977	صحابہ کرام اور تبرکات نبوی	✽
977	ایک کافر کی گواہی	
978	ابو محمد ورہ کے بال	
978	ابن منکدر کی عقیدت	
978	منبر شریف کا ادب	
979	حضور ﷺ کے نام مبارک کا ادب	
980	حضور علیہ السلام کے تبرکات اور عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ	
981	حضور علیہ السلام سے منسوب ہر چیز قابلِ تعظیم ہے	
981	کمان مبارک کا ادب	
982	تبرکات کی بے ادبی کی سزا	
985	درود شریف	
986	دعائے صدیق اکبر بدرگاہِ رب اکبر	
988	ماخذ و مراجع	



انتساب

اپنے والدِ گرامی محمد حسین بھٹی ولد علی محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نام
 جن کا وصال باکمال کتاب لکھنے کے دوران
 یعنی ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲ نومبر ۲۰۰۳ء کو
 پیر کی بابرکت رات تقریباً دس بجے میوہسپتال لاہور میں ہوا۔
 اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہما کے نام جو نصف صدی قرآنی تعلیمات
 کو عام کرتی رہیں اور جن کا انتقال پر ملالِ الد صاحب کی فاتحہ سرت آیات کے
 تقریباً آٹھ ماہ بعد ۵ جولائی ۲۰۰۴ء بروز پیر
 بوقت گیارہ بجے دن چک کھل میں ہوا۔
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔
 انہی کی دُعاؤں کے صدقے
 احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔
 قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ
 جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرماتے
 میرے والدین ماجدین کی رُوح پر فتوح کے لیے
 دُعا فرما کر مجھ حقیر پر احسان فرمائے ۔
 اللہ تعالیٰ والدینِ کریمین کو کدوٹ کدوٹ جنت الفردوس میں
 اپنے محبوب (علیہ السلام) کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے ۔
 آمین ثم آمین ، بجاہِ المشبى الکریم الامین
 ۷۰ ایں دُعا از من و از جُسد جہاں آمین باد

بنگاہِ رحمت

سلطانُ العارفين، بُرہانُ الواصلين، مُجتہدُ الکاملين، قُدودُ السالکين،
زبدۃ العارفين، سلطانُ الفقراء، حضرت سخی

سلطانِ باہو۔ فنا فی عین ذاتِ یاہو
قَدَسَ اللہُ سِرُّہُ

اللہ بس ما سوی اللہ ہو س
ایں قال من، بر حال من

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو



بفیضانِ کرم

قطبُ العالم، مُرشدِ رِیگانہ، فنا فی اللہ
حضرت حافظ سلطان غلامِ باہو رحمۃ اللہ علیہ
جمعہ شریف۔ ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد)
مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

تقریظِ جلیل

شرفِ ملت، محسنِ اہل سنت، زویٰ وقت، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا

محمد عبدالحکیم شرف قادری

دامت فیوضہ القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے بڑی ہستی اور سب سے زیادہ محبوب ذات اللہ کریم جل مجدہ کی ہے، اذان، تکبیر اور نماز میں کتنی بار ہم کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے، لیکن ہم اس کی کبریائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اسے مستحضر نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ای شیئی اکبر شہادۃ گواہی میں کون سب سے بڑا ہے؟ پھر خود ہی فرماتا ہے: قل اللہ شہید بینی و بینکم آپ فرمادیجئے کہ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔ کہیں ارشاد فرماتا ہے: والذین آمنوا اشد حبا لله اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہستی اور محبوب ترین شخصیت حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ محبت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ محبوب کا عزت و تکریم کے ساتھ کثرت سے ذکر کیا جائے اور محبوب کی اطاعت کی جائے۔ قابلِ صدر شک ہیں وہ لوگ جن کے شب و روز قرآن و حدیث پڑھنے اور ان کے احکام پر عمل کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔

فاضلِ نوجوان مولانا علامہ قاری غلام حسن زید مجدہ مدرس و مفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، امام و خطیب جامع مسجد مولانا روحی اندرونی بھائی گیٹ لاہور ان جوان سال فضلاء میں سے ہیں جن کی تلاوت، گفتگو، نشست و برخاست اور مہمان نوازی سے اسلاف کی

مہک آتی ہے، انہوں نے نبی اکرم شفیع محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت، رفعت و منزلت پر دلالت کرنے والی وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو کلمہ ”آنا“ سے شروع ہوتی ہیں، ایسے جملوں کی تعداد سو ہے عام ازیں کہ وہ مستقل حدیث ہوں یا حدیث کا حصہ ہوں۔

گویا یہ نثر میں ”نعتِ نبی“ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بہترین انتخاب ہے، یہ وہ نعت ہے جو زبانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوئی، علامہ غلام حسن نے احادیث کی روشنی میں عقائد، مسائل اور اخلاق بھی بیان کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۲۲۔ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۵ھ

۹۔ اگست ۲۰۰۴ء



اللہ علیہ وسلم
صلی علیہ وسلم
فحی
امان بایہ

تقریظِ جمیل

از قلم حقیقت رقم: پاسبانِ مسلکِ رضا، نباضِ قوم، نائبِ محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا الحاج

ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

دامت برکاتہ العالیہ

امیر جماعتِ رضائے مصطفیٰ و خطیبِ مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد، گوجرانوالہ

مولانا علامہ حافظ قاری مفتی غلام حسن صاحب مدظلہ، کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بڑی صفات سے متصف فرمایا ہوا ہے۔ جب کہ انہوں نے کتاب ہذا تصنیف فرما کر ایک اور بہت بڑی سعادت حاصل فرمائی ہے۔

”شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ“

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سبحان اللہ! کتاب کیا ہے۔ ایک ایمان افروز، روح پرور، معلومات افزا، شان رسالت و عظمتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سدا بہار مہکتا ہوا گلستان ہے۔ اور اہل عشق و محبت، عوام و خواص کے لئے ایک دائمی، تاریخی، علمی و ایمانی روحانی ذخیرہ و سرمایہ ہے۔ اور کتاب کا نام بھی کیا علمی و تحقیقی منتخب فرمایا ہے۔

”شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ“

ورنہ بعض کم علم و کم فہم لوگوں نے اپنی بعض کتب کا نام

”شانِ مصطفیٰ بزبانِ خدا“

رکھا اور شائع کیا ہے۔ اور اتنا بھی نہیں سمجھا۔ کہ خدا تعالیٰ جسم و زبان وغیرہ اعضاء سے پاک ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

فقیر اس عظیم کتاب کی اشاعت پر حضرت مصنف مدظلہ اور تمام اہل محبت اہل سنت کو صد ہا مبارکباد پیش کرتا ہے۔

المخلص: ابوداؤد محمد صادق

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

۱۳۔ اگست ۲۰۰۴ء



صَلَّى

تقریظِ حسین

از رشحاتِ قلم، فقیہہ دوراں، محقق العصر، استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالقیوم خاں

مدظلہ العالی، مفتی اعظم منہاج القرآن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

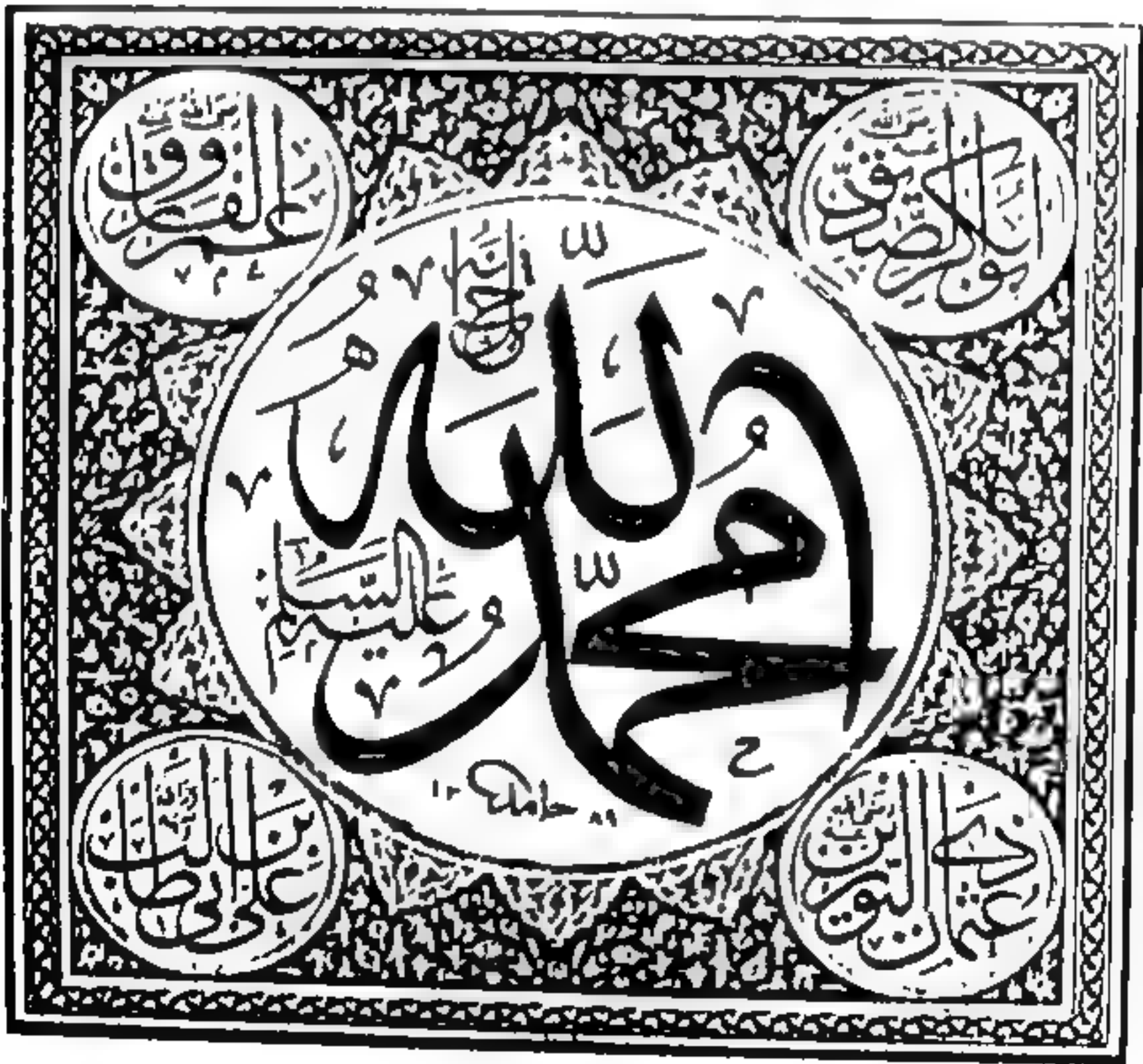
حامدا و مصلیا و مسلما

فاضل جلیل، عزیزم محترم علامہ حافظ قاری مَقْرٰی، مفتی غلام حسن قادری عم فیوضہ ان معدودے چند فضلاء کرام میں سے ایک ہیں، جن پر علم و تقویٰ کو ناز ہے اللہ پاک نے حسین و جمیل شخصی و جاہت کے ساتھ ساتھ، علم قرآن و سنت، فنِ کتابت و خطابت، فنِ تجوید و قرآن، وسعتِ قلب و نظر، جود و سخا، مہمان نوازی، حسن اخلاق، قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت، جہد مسلسل، درس و تدریس میں مہارت، جذب و شوق، درد و سوز، ہر ایک سے خیر خواہی کے جذبات رکھنے، حسد، کینہ، نخوت و تکبر سے پاک، نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار، فہم و فراست سے مالا مال، تواضع و منکسر المزاجی سے متصف، اور بہت سی خوبیوں سے اس نوجوان فاضل کو مزین فرمایا ہے۔

درس و تدریس، افتاء، افہام و تفہیم، وعظ و تلقین، کتابت، خطابت و ارشاد اور دیگر مصروفیات کو نبھانے کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی بڑی محنت سے کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت یہ عظیم و ضخیم کتاب ہے، جس میں عام و خاص سبھی کے لیے کارآمد مسائل و مباحث کو آسان و شستہ

زبان میں بیان کیا گیا ہے، جس سے ان شاء اللہ کم اور زیادہ علم رکھنے والا ہر شخص مستفید ہوگا۔ عربی عنوانات کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا جائے تو افادیت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کے علم و عمل میں برکت دے۔ صحت و سکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دین و ملت کی یونہی تادیر خدمات انجام دیتے رہیں، آمین۔

— ایں دعا از ہمن، و از جملہ جہاں آمین باد۔
 ناکارہ خلافت: عبدالقیوم خاں، جامعہ المنہاج، لاہور۔
 ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ
 ۱۱۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ متین

خطیبِ زمان، مقبولِ جہاں، مفسرِ قرآن حضرت صاحبزادہ پیر

سید شبیر حسین شاہ حسینی

عم فیوضہ حافظ آبادی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف، مرکزی امیر مجلس تاجدار ختم نبوت پاکستان،
مہتمم جامعہ تبلیغ الاسلام، خطیب مرکزی جامع مسجد الفاروق۔ حافظ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ“ میری نظر سے گزری اگرچہ وقت کی کمی کے باعث لفظ بلفظ تو نہیں پڑھ سکا مگر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ مولانا غلام حسن قادری صاحب کی یہ ایک اچھی کوشش ہے جو ان کی عقیدہ میں پختگی، محنت، اخلاص اور سب سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی وہ سوچ ہے جو اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ ایسے دورِ قحطِ الزوال میں ایسے لوگ مسلک کے لیے قیمتی اثاثہ اور امید کی کرن ہیں اور یہ یقین بڑھ جاتا ہے کہ مسلک اہل سنت جس کا اثاثہ یہی تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے، کی شمع اللہ کے فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے ہمیشہ روشن رہے گی اور ایسے عالمِ دین یقیناً لائقِ صدا احترام ہیں جن کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔ مجھے خاص طور پر اس لیے بھی مولانا پر ناز ہے کہ یہ میرے ہی علاقے کے رہنے والے ہیں۔

اس کتاب میں جہاں دعوتِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہاں موجودہ دور کی بدعقیدگی اور فتنوں سے آگاہی کے ساتھ اخلاقی تربیت کے حوالے سے بھی کافی رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ

حافظ آباد

۱۔ رجب ۱۴۲۵ھ

۱۸۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ عظیم

محترم المقام واجب الاحترام پروفیسر
محمد اکرام قادری رضوی اشرفی برکاتی
سابق صدر شعبہ زوالوجی اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور۔
ادارہ قاضی پبلی کیشنز لاہور پاکستان۔ امریکہ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ
کتاب مستطاب ”شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ“ مولانا غلام حسن قادری
صاحب کی عظیم کاوش ہے اگرچہ موصوف میرے لیے ویسے ہی قابلِ صدا احترام ہیں کیوں کہ
میرے مرشد و مربی مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے
ادارے میں آپ ہی کی جگہ فریضہ تدریس سرانجام دے رہے ہیں، موصوف کو بھی میری طرح
سارا فیض قبلہ سید صاحب کے قدموں سے حاصل ہوا ہے، انہوں نے درس نظامی کا نصاب از
اول تا آخر دارالعلوم حزب الاحناف سے ہی مکمل کیا ہے ازاں بعد عرصہ تقریباً بیس سال سے اہل
سنت کے اس عظیم مرکب طریقت و شریعت میں مصروف کار ہیں۔

زیر نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اگرچہ فضائل کی کتاب ہے تاہم مصنف نے
اس میں دیگر بیسیوں ضمنی موضوعات پہ بھی قلم اٹھایا ہے اور ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔

۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

الغرض یہ کتاب اہل علم حضرات کے لئے عظیم سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ عوام الناس
کے لئے اس میں عقائد و نظریات کی پختگی کا کافی سامان موجود ہے بالخصوص مقررین اور طلباء کے

لئے مذہبی موضوعات پہ تقاریر کرنے کے سلسلہ میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے اور مصنف محترم کی اس کوشش کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

ثم آمین بحرمة سيد المرسلين عليه و على آله و اصحابه افضل الصلوة والتسليم.

پروفیسر محمد اکرام قادری
۲۰۔ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ
۷۔ اگست ۲۰۰۴ء



اظہارِ تشکر

اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں بہت سارے احباب نے کسی نہ کسی انداز میں اپنی محبتوں سے نوازا، ان سب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بالخصوص شیخ الحدیث محسن اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب دام ظلہ، پاسبانِ مسلک رضا الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی صاحب دامت برکاتہ، مفتی اعظم منہاج القرآن استاذی المکرم مفتی عبدالقیوم خان صاحب مد اللہ ظلہ العالی، مقبول عرب و عجم خطیب بے بدل صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی مد ظلہ العالی مدامت الایام واللیالی اور حیکرِ خلوص و شرافت محترم المقام واجب الاحترام پروفیسر محمد اکرام قادری رضوی برکاتی صدیقی صاحب کا کہ جنہوں نے بڑی محبت کے ساتھ تقاریظ لکھ کر اس حقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

استاذ الخطاطین بحسبہ اخلاص و محبت بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ جناب محمد علی زاہد صاحب نے بڑا ہی خوبصورت ٹائٹل اور پشتہ لکھ کر میری پشت پناہی فرمائی۔ حیکرِ شرافت محترم محمد ریاض صاحب، مخلص و مہربان حافظ محمد اصغر قادری صاحب، عزت مآب محمد ارشد سلیم قادری صاحب (سیالکوٹ) اور معنی القاب جناب محمد شریف صابری صاحب ارباب علم و فن اور فکر و دانش کا ممنون احساس ہوں کہ ان تمام احباب نے خطاطی کے حوالے سے میرے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا۔ اور زائرِ مکہ و مدینہ انجی فی الاسلام جناب حافظ محمد زبیر مجددی صاحب (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) نے میرے حالات زندگی کسی حد تک مبالغے کے ساتھ لکھے اور مجھ پر احسان فرمایا (فجزاہم اللہ احسن الجزاء الیٰ یوم الجزاء)۔

ٹائٹل کی ڈیزائننگ کے سلسلہ میں محترم محمد نعیم صاحب نے خوب محنت فرمائی اللہ تعالیٰ

ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مندرجہ ذیل حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے آغاز کتاب سے لے کر اختتام کتاب تک مسلسل میری حوصلہ افزائی کا سلسلہ جاری رکھا۔

استاذی المکرم مفسر قرآن حضرت قاری محمد طیب صاحب نقشبندی (لندن) استاذ المدرسین مولانا حافظ محمد یعقوب نقشبندی (لاہور) استاذ الاساتذہ مصنف کتب کثیرہ علامہ محبت علی قادری صاحب (مدرس جامعہ حنفیہ قصور)، استاذ العلماء علامہ محمد شریف سعیدی صاحب (صدر مدرس حزب الاحناف لاہور)، صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب (جگر گوشہ شارح بخاری و ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور)، صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی صاحب (جگر گوشہ مفتی اعظم پاکستان)، مناظر اسلام علامہ قاری محمد یوسف سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی صاحب (جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)، علامہ صاحبزادہ اشفاق المصطفیٰ صاحب (لنڈا بازار لاہور)، مولانا صاحبزادہ محمد وجہ اللہ قادری صاحب (شیخوپورہ) صاحبزادہ محمد فیض رسول قادری صاحب (شیخوپورہ)، پروفیسر محمد یار سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، زینت القراء قاری خدابخش بصری صاحب، (لاہور) برادر اصغر الحاج قاری اصغر نورانی صاحب (لاہور) علامہ مولانا قاری غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب (لاہور)، مولانا عابد عمران صاحب (متعلم بھیرہ شریف)، حافظ قاری اعجاز حسین صاحب (لاہور) قاری حافظ محمد ریاض فریدی صاحب (متعلم جامعہ جمویریہ)، جناب قاری محمد ریاض فاروقی سیوٹی صاحب، مولانا محمد اقبال تجرووی صاحب، محترم قاری عبدالرزاق نقشبندی صاحب (حافظ آباد)، حضرت قاری محمد جمال الخیری صاحب (مدرس حزب الاحناف لاہور)، قاری محمد عظیم جان صاحب، قاری محمد فاروق عباسی صاحب (لاہور)، مولانا شباب القادری صاحب (لندن)، محترم ابو محمد خلیفہ محمد انجم سعید بیگ صاحب (لاہور)، عزیز القدر رانا ساجد محمود قادری (بسطامی پریس لاہور)، محترم شیخ تجل حسین صاحب، عزیزم قاری عاشق حسین نقشبندی صاحب (سکھکی)، مولانا محمد افضل صاحب (منڈی سکھکی)، اور اپنے استاذ بھائی اور ہم سبق دوستوں میں سے حضرت مفتی سعادت علی قادری صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ قصور)، حضرت مفتی محمد نعیم اختر نقشبندی صاحب (کامونکے)، مولانا مسعود احمد رضا صاحب (چھانگانا)، حضرت سید نور الحسن گیلانی صاحب اور اپنے بر خوردار حافظ محمد رضاء الحسن قادری، معنا اللہ بطول حیاتکم۔ اللہ تعالیٰ

ان تمام حضرات کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ادھوری رہ جائے گی، اور انتہائی ناشکری ہوگی کہ اس میں "مشتاق بک کارنر" کا ذکر خیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیوی و اخروی انعامات سے نوازے محترم مشتاق بٹ صاحب کو جنھوں نے میری خواہش کے مطابق کتاب کی اشاعت فرما کر میری کاوش کی قدر فرمائی۔ اور بڑی زیادتی ہوگی اگر کتاب کی کمپوزنگ کرنے والے محمد باہر صاحب (گل گرافکس کمپوزنگ سنٹر، اردو بازار لاہور) کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جنھوں نے بڑی جاں فشانی اور محنت سے کتاب کو کمپوز کیا۔ بلاشبہ وہ قابلِ صد مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کے اس نذرانہ محبت کو اپنے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

بجاء حبیبہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ اصحابہ الراشدین و
الہ الطاہرین و ازوجہ المطہرات امہات المؤمنین و علی اولیاء امتہ و علماء
ملتہ و سائر امتہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔ یا رب العالمین۔

غلام حسن قادری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّاهِرِیْنَ وَارْحَمْہُمْ
وَاغْنِنَا عَنْ کُلِّ شَیْءٍ سِوَاکَ

نعتِ نبیؐ ہے نور کا دریا، حرفِ وِ بیاں ہے جگمگ جگمگ
خلوتِ دل ہے مہکی مہکی، قریۂ جاں ہے جگمگ جگمگ

چشمِ تصور کے میں صدقے، دل اُجیلے مجوروں کے
نور کی چو کھٹ نور کی جالی، سارا سماں ہے جگمگ جگمگ

صلیٰ علیؐ ہے نور کا دھارا، جس پر مدارِ زلیت ہے سارا
نظمِ فلک ہے جگمگ جگمگ، نظمِ جہاں ہے جگمگ جگمگ

ما تھے پروہ دُھولِ سجا لو، شمس و قمرؑ سے آنکھ ملا لو
اُن کی گلی تو اُن کی گلی ہے خاک جہاں ہے جگمگ جگمگ

آئے آئے شافعِ معشرِ نائبِ داور، ساقی کوثر
دیکھو دیکھو نجمِ نصیبِ خشک لباں ہے جگمگ جگمگ

نظرِ کرم نے اُن کی اُتارے، نطقِ پہ میرے نعت کے تارے
اُن کی نظر ہے اُن کا کرم ہے حُسنِ بیاں ہے جگمگ جگمگ

۱۲۔ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

اسرارِ عظمیٰ

کتبہ محمد علی زاہد، لاہور

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا.

مختصر حالات زندگی مصطفیٰ کتاب

رب ذوالجلال والا کرام کا کروڑ ہا شکر ہے کہ جس نے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ کرم بالائے کرم کہ انسان کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء و رسل مبعوث فرمائے جو اپنے اپنے وقت پر ایک مخصوص علاقے میں توحید و رسالت کا پرچار فرما کر لوگوں کو دعوت اسلام دے کر، ضلالت و گمراہی سے نکال کر ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے رہے۔ انبیاء و رسل کا سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر حضور آقائے نامدار، مدنی تاجدار، حبیب کردگار، نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ جیسا کہ قرآن و حدیث سے اس کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔ ”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ اور ”وما ارسلنک الا رحمة للعالمین“ اس پر شاہد ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔

آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آ سکتا کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ لیکن جب سورہ رد کے ان جملوں پر نظر پڑتی ہے کہ ”لکل قوم ہاد“ کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں تو رب کا یہ کہنا کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے اس کا کیا مطلب؟ تو اس کے دو جواب ہیں وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی قیامت تک بنی نوع انسان کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ کہ حضور کا فرمان عالی شان ہے کہ ”العلماء ورثة الانبیاء“ کہ علمائے کرام ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

تو یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فیضان اور عطا ہے۔ فی الحقیقت علماء ہی انبیائے

کرام کے وارث ہوتے ہیں۔

اور اگر علمائے کرام کے کارہائے نمایاں کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو خدا کی قسم ان کے کارہائے نمایاں کو آبِ زر سے لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ اس قدر محنت شاقہ کے بعد رب کائنات ان کو اس مقام پر فائز فرماتے ہیں کہ لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

ان ہی نفوس قدسیہ میں مصنف کتاب ہذا عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی حیات مقدسہ کے چیدہ چیدہ احوال قارئین کرام کی ضرورت عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت:-

آپ تین اکتوبر انیس سو باسٹھ (1962ء) کو میاں محمد حسین ابن میاں علی محمد بھٹی رحمہما اللہ کے ہاں چک کھرل ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر سعادت مندی و خوش بختی کے آثار نمایاں تھے۔

ابتدائی تعلیم:-

آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ عرصہ بچاس (50) برس سے اپنے گاؤں چک کھرل کے ساتھ ساتھ قریبی دیہات کے طلبہ و طالبات کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی خدمت سر انجام فرما رہی تھیں اس لئے ناظرہ قرآن کریم ختم کرنے کی سعادت اپنی والدہ ماجدہ سے ہی حاصل کی۔ اللہ کریم آپ کی والدہ محترمہ کی بخشش و مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پھر پرائمری تک تعلیم بھی اپنے گاؤں چک کھرل کے پرائمری سکول میں ہی حاصل کی جب کہ چھٹی کلاس میں داخلے کے لئے ہیڈ کوارٹر آباد کے قریب قصبہ سوئیاں والا کے ہائی سکول میں رجوع کیا۔ چھٹی اور ساتویں تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے سکول چونکہ گھر سے بہت دور تھا اور پھر سفر بھی سائیکل پر کرنا پڑتا تو موسم کی شدت و جدت کے سبب آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہو گیا جس کے باعث آپ کو سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ صحت یابی کے بعد کچھ عرصہ اپنے والد گرامی کے ساتھ دکان داری کرتے رہے پھر سلسلہ تعلیم شروع کیا۔

حفظ القرآن:

قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق بھی چل رہا تھا اپنے گاؤں چک کھرل میں ہی حفظ قرآن شروع کر دیا ابھی آپ نے ڈیڑھ پارہ ہی حفظ کیا کہ ایک مخلص عزیز کے مشورہ پر یکم رمضان المبارک (1977ء) کو تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ میں داخل ہو گئے۔ اس قدر ذوق و شوق کا مظاہرہ فرمایا کہ ڈیڑھ سال میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ پھر اسی سال نماز تراویح میں مکمل قرآن کریم سنا دیا۔ الحمد للہ آج تک آپ نماز تراویح میں بائیس (22) مرتبہ قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو متعدد بار نماز تراویح میں آپ سے قرآن کریم سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ انتہائی عمدہ انداز میں تلاوت کلام اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ اور چک کھرل کے جن اساتذہ سے آپ نے قرآن کریم کی دولت حاصل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حافظ بشیر احمد صاحب۔ قاری امانت علی صاحب۔

قاری محمد بنیامین صاحب۔ قاری سعید الرحمن صاحب۔

حافظ فتح محمد صاحب مرحوم۔ اور حافظ محمد اکرم صاحب۔

جب کہ جامعہ حنفیہ رضویہ کے مہتمم اور ناظم حضرت مولانا غلام رسول قادری سروری المعروف فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء آمین۔

درس نظامی:-

جس دن حضرت قبلہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سالانہ عرس مبارک تھا اسی دن حضرت فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرماتے ہوئے بذات خود ساتھ آکر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ سات سال میں درس نظامی کا مکمل کورس دارالعلوم حزب الاحناف میں ہی کیا اور سند فراغت حاصل کی جن اساتذہ کرام سے آپ سے درس نظامی کی تکمیل کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مہر دین رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حزب الاحناف۔
حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی مدظلہ العالی شیخ الحدیث منہاج القرآن
لاہور۔

حضرت علامہ حافظ محمد یعقوب نقشبندی اور حضرت مفتی احمد دین تو گروی۔
علوم و فنون کی جو کتب رہ گئیں وہ بعد نماز ظہر جامعہ جماعتیہ پاڑ منڈی میں حضرت مفتی
عبدالقیوم خاں ہزاروی صاحب سے پڑھیں۔

امامت و خطابت :-

آپ انیس سو بیسی (1982ء) سے تا حال اندرون بھائی گیٹ جامع مسجد مولانا
روحی رحمۃ اللہ علیہ میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام فرما رہے ہیں اور اسی دوران ہی دورہ
تفسیر القرآن مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سعادت حرمین شریفین :-

آپ شب و روز حرمین شریفین کی حاضری کے لئے ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہا
کرتے تھے بالآخر ستارہ قسمت طلوع ہوا۔ بیت اللہ شریف اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت اور عمرہ کی سعادت بھی آپ کو (1989ء) میں حاصل ہو گئی۔

خوش نویسی :-

زمانہ قدیم میں علمائے کرام جہاں دیگر علوم و فنون میں کمال اور مہارت حاصل کرتے
وہاں علم طب اور علم خطاطی بھی ضرور حاصل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان ہی نفوس قدسیہ کے قلمی
نسخے لے کر کتب کو نیا انداز دیا جا رہا ہے۔

علمائے قدیم کی اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے بھی علم خطاطی سیکھا۔ امام
الخطاطین حضرت صوفی عبدالجبار پرویں رقم (جو پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی
تھے) آپ کے شاگرد رشید استاذ الخطاطین حضرت الحاج محمد اعظم منور رقم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ
نے خط نستعلیق میں مہارت اور کمال حاصل کیا۔ خط کوئی میں مفردات سے لے کر نیل وغیرہ تک
محترم جناب استاد غلام رسول صاحب سے مہارت اور کمال حاصل کیا۔

خط نسخ۔ ثلث۔ اجازہ۔ رقعہ۔ دیوانی اور طغریٰ میں زینت الخطاطین حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ دو سال میں کمال حاصل کیا۔ اور خطوط میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے بالخصوص خط ثلث میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آج کل آپ مایہ ناز خطاط محترم جناب محمد علی زاہد صاحب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب کا خط اتنا مضبوط ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے راقم الحروف کا نام خط نستعلیق اور خط طغریٰ میں تحریر فرمایا جس کو دیکھ کر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ محمد اشرف مجددی (مہتمم مدینہ العلم جامعہ مجددیہ نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ) جو خود بھی کاتب ہیں اور کتابت کیا کرتے تھے، وہ فرمانے لگے بہت عمدہ اور مضبوط لکھا ہے یہ کس نے لکھا؟ فقیر نے مصنف سب ہذا کا تعارف کرایا۔ تو بے حد خوش ہوئے۔

تجوید و قرأت:-

بچپن ہی سے آپ کے دل میں قرآن کریم تجوید و قرأت کے عین مطابق پڑھنے کی آرزو چل رہی تھی اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آپ کو جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں داخلہ لینے کی سعادت ملی۔ جہاں استاد القراء محترم جناب قاری محمد طیب صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع میسر آیا قبلہ قاری محمد طیب صاحب سے آپ نے روایت حفص مکمل پڑھی اور سب سے مشہور و معروف کتاب غماطیہ کا مکمل درس لے کر اس فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ پھر تو آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز ہی کچھ اور تھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ آپ تلاوت کلام اللہ فرماتے جائیں اور سامعین سماعت کرتے جائیں۔ لاہور کی مشہور و معروف شخصیت عمدۃ المحققین، استاذ العلماء والفقلاء حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب اور کبھی نماز عشاء فقط اس لئے مولانا مفتی غلام حسن قادری کی اقتداء میں پرہنے آتا ہوں کہ آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز بڑا دلکش ہوتا ہے۔ سامع کو ایک کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے جب کہ آپ کے پیرومرشد قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مولوی صاحب آپ سے قرآن سنتا ہوں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اس لئے کہ

حرین شریفین کا منظر سامنے آ جاتا ہے کیوں کہ آپ اسی انداز میں تلاوت کرتے ہو۔

(اسی طرح کے خیالات کا اظہار ایک مرتبہ آپ کے استاذ محترم خطاط الملک صوفی خورشید عالم خورشید محمود سیدی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا)
مزید تعلیم:-

آپ نے 1987ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول اردو بازار لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا چونکہ تنظیم المدارس میں حزب الاحناف شامل نہیں تھا اس لئے تنظیم المدارس کا امتحان اپنی مدد آپ کے تحت جامعہ نعیمیہ کی طرف سے دیا۔ امتحان دینے والے چار ساتھی تھے۔ جن میں تین تو ناکام ہو گئے جب کہ مصنف کتاب ہذا اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہو کر سند فراغت حاصل کر گئے۔

تدریسی خدمات:-

1987ء میں ہی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کا آغاز کیا جو تا حال جاری ہے۔ دوران تدریس موقوف علیہ تک کی کتابیں متعدد بار پڑھانے کا آپ کا اتفاق ہوا۔ درسی کتب کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید و قرأت بھی آپ کے ذمہ ہے یعنی تجوید کی کلاس بھی آپ ہی لیتے ہیں۔

درس قرآن وحدیث:-

جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں ربیع الاول (1983ء) میں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمادیا جب کہ جون (1987ء) میں آپ نے درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

جمعہ، ہفتہ اور رمضان المبارک کے علاوہ بلا ناغہ ایک دن درس قرآن اور ایک دن درس حدیث آپ ہی دیتے ہیں۔

درس حدیث کے لئے آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا انتخاب فرمایا۔

تقریباً ایک سال میں ایک ہی پارہ قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ اب چھبیسواں (26) پارہ چل رہا ہے اور مشکوٰۃ شریف کا باب الاستعیدان چل رہا ہے دعا ہے کہ اللہ کریم قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو اس اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتویٰ نویسی:-

(1995ء) سے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں دارالافتاء کی تمام تر ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ (1995ء) سے تاحال ہزاروں سوالات اندرون اور بیرون ممالک سے آتے ہیں جن کے شافی و دافی جوابات آپ دیتے ہیں۔

بیعت:-

علم چونکہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علم سفینہ اور ایک علم سینہ۔ علم سفینہ تو آپ نے مدارس میں اساتذہ سے حاصل کر لیا مگر علم سینہ جو کسی اہل نظر کی وساطت سے ہی حاصل ہوتا ہے علم سینہ سے پیاس بجھانے کے لئے انعام یافتگان کی راہ پہ چلنے کے لئے اور اپنے اس روحانی مشن کی تکمیل کے لئے قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ راقم الحروف کو بھی ان بزرگوار کی زیارت و معیت کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب نے آپ کے دستِ حق پر بیعت کی اور سلوک کی منازل آپ ہی سے طے کیں۔ یہ وہ ہی ہستی ہیں جو غازی کشمیر حضرت سلطان غلام دستگیر علیہ الرحمۃ اور ابیات باہو کے شارح پروفیسر سلطان الطاف علی مدظلہ العالی کے برادر اکبر اور مناظر اسلام فاضل جلیل عالم نبیل حضرت صاحبزادہ نور سلطان مدظلہ العالی آف بھکر کے آپ والد گرامی ہیں۔

اخلاق و کردار:-

یوں تو بے شمار علماء اور فضلاء نظر آتے ہیں مگر وہ علماء اور فضلاء جو علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالتے ہیں وہ کم ہیں۔

مہمان کی تواضع اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا اخلاق ہی کہلاتا ہے فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ مکتہ المکرمہ کے مشہور و معروف عالم دین الشیخ محمد علی الصابونی نے نماز تراویح پر کتاب لکھی جس میں بیس تراویح ہونے کے عقلی و نقلی دلائل تھے کتاب چونکہ عربی میں تھی اس کا ترجمہ استاذی و استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی مدظلہ العالی نے کیا تھا جب کمپوزنگ مکمل ہو گئی تو فقیر اس کی طباعت کے لئے لاہور آیا اور قبلہ والد گرامی حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی (مہتمم دارالعلوم مجددیہ مجدد آباد (چرٹڈ) کے حکم کے مطابق قبلہ مفتی غلام حسن

قادری صاحب کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ کل اس کو چھوٹا ہے لہذا رات ہی رات میں نظر ثانی فرمادیں تو آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود رات ہی رات میں کتاب پر نظر ثانی فرمادی اور فرمایا کہ بہت عمدہ ترجمہ ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کی تواضع فرمانے کا واقعہ بھی یاد آ رہا ہے کہ گذشتہ رمضان المبارک میں فقیر راقم الحروف لاہور میں حاضر ہوا تو جانشین حسان پاکستان حضرت صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب اور معروف نعت خواں حضرت الحاج حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

فقیر نے عرض کیا کہ آؤ آپ کو ایک درویش کی زیارت کراؤں قبلہ حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب اور صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب دونوں تیار ہو گئے فقیر بغیر اطلاع کے ان دونوں بزرگوں کو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کے دولت کدے پر لے آیا بس ان دونوں کا قبلہ مفتی صاحب کی لائبریری میں داخل ہوتا ہی ہوا تو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور ایک ان کے بے مثال شاگرد رشید ہیں۔ نماز تراویح کے بعد ملاقات ہوئی پر تکلف چائے کا انتظام ہو گیا بس پھر مختصری محفل نعت کے بعد حضرت حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ جن علماء و مشائخ سے ملنے جلتے تھے اور جو علماء و مشائخ ان سے محبت فرمایا کرتے تھے ان کا تذکرہ چھڑ گیا حتیٰ کہ سحری کا وقت ہو گیا۔ موسم سرما کی طویل رات نہ سردی کا احساس نہ غند کا احساس صبح سحری تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہ تمام معاملات اخلاق، کردار، گفتار اور مہمان نوازی میں آئے ہیں، رب کائنات نے جہاں حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو مختلف علوم و فنون سے نوازا ہے وہاں اعلیٰ اخلاق و کردار اور اچھی گفتار جیسی نعمتوں سے بھی مالا مال کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کی عمر میں، علم میں، عمل میں، اخلاق و اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حقیر فقیر محمد زبیر مجددی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا باب تو اتنا وسیع ہے کہ کہنا ہی نہیں
اس گلشن کی سیاحتی میں زندگیاں گزار دیں ان کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا

۔ دفتر تمام گشت پیاں رسید عمر

ما ہجناں در اول وصف تو ماندہ ام

یعنی

۔ زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

کسی نے سینکڑوں کتابیں اپنے آقا کی شان میں لکھ کر یوں اپنے عجز کا اعتراف کیا

۔ جو کچھ کہا حضور کے شایانِ شاں نہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے ساری عمر حضور کی عظمت کے ڈنکے بجا کر آخر کار

یوں عرض کر دیا

۔ سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

کہتے مہر علی کہتے تیری شا گستاخ اکھیں کہتے جاڑیاں

کوئی یوں کہتا ہوا نظر آیا۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنے لفظوں میں یوں بیان فرمایا

۔ سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصفِ عیبِ تنہا سے ہیں نری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سرکار کی تعریف کرنے والے تمام خوش نصیبوں کے سردار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس کا ترجمہ حسان پاکستان اعظم چشتی مرحوم نے یوں فرمایا۔

اعظم میری زبان کہاں اور کہاں وہ ذات

نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

جب ان آسمان تو صیف و نعت کے ماہتابوں کی یہ حالت ہے تو میں کس کھیت کی مولی

ہوں کہ ان کی کما حقہ شاخوانی کا دعویٰ کر سکوں۔ لیکن

۔ جب بھی نعتِ حضور کہتا ہوں ذرے ذرے کو طور کہتا ہوں

بوریا جو تری عنایت ہے اس کو تختِ سمور کہتا ہوں

رند اور مدحتِ نبی یارو شانِ ربِّ غفور کہتا ہوں

ایک انی نبی کو اے ساغر تاجدارِ شعور کہتا ہوں

اللهم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد املح

من نظرت الیہ العیون و اول من حققت لیدیہ الظنون و

افضل من نطق بذكره الناطق و اجل من خلقه فی الوجود

الخالق۔



سببِ تالیف

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا صرف ایک گوشہ اس کتاب میں عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے جن احادیث میں لفظ ”آنا“ کے ساتھ اپنی فضیلت خود اپنی زبانِ اقدس سے بیان فرمائی۔ ان احادیث میں سے صرف سوا حدیث کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے اگرچہ کچھ دیگر الفاظ سے شروع ہونے والی احادیث کے اندر بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے (مثلاً اِنْسِی. اُوْتِیْتُ، اُعْطِیْتُ، کنت نبیاً، وغیرہ) مگر میں نے اپنے شوق کے مطابق صرف لفظ انا سے شروع ہونے والی احادیث اور وہ بھی صرف وہ جو عظمتِ مصطفیٰ سے تعلق رکھتی ہیں، کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں مثلاً یہ کہ بعض لوگ ”میں“ کا لفظ بولنا تکبر کی علامات جانتے ہیں اور اس ضمن میں کئی واقعات بھی سنائے جاتے ہیں کہ شیطان نے ”میں“ کہا تو مردود ہو گیا، فلاں بزرگ نے ساری عمر ”میں“ نہ کہا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بعض لوگ ایک حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ پر قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا فد قفت الباب فقال من ذا فقلت انا فقال انا انا کانه کرھھا (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۰۰) میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا کون؟ میں نے کہا ”میں“ آپ نے فرمایا میں میں کیا ہوا؟ گویا کہ حضور علیہ السلام نے ناپسند فرمایا۔ حالانکہ اس حدیث سے یہ استدلال بہت کمزور ہے لان کلمة انا عند المشاهدة لا عند الغيبة و کان حق الجواب ان يقول جابر او انا جابر۔ کیوں کہ بندہ سامنے ہو تو میں کہنا درست ہے اور سامنے نہ ہو تو نام بتانا چاہیے کہ میں کے اندر تو سب ہی شامل ہو جاتے ہیں اس سے تعارف و پہچان کا حق حاصل نہیں ہوتی لہذا اس موقع پر حضرت جابر کو انا جابر یا پھر

صرف جابر کہنا چاہیے تھا۔ گویا یہ تو مسئلہ ہی اور ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ تکبر کی نیت سے تو کچھ بھی کہا جائے یا نہ بھی کہا جائے بہر حال خالی نیت کر لی جائے تو مذموم ہے۔

لیکن تحدیثِ نعمت کے لئے اگر آنا (میں) بھی کہہ لیا جائے اور پھر اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی عطاؤں کا ذکر بھی کر لیا جائے تو یہ بھی سرکار علیہ السلام کی سنت مبارکہ کے ضمن میں آ جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ فضائل کے ہزاروں گوشے ہی مگر بلفظِ آنا جو حضور علیہ السلام نے اپنی تعریف فرمائی ہے اس کی رفعتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے جو دیگر انبیاء کرام بالخصوص حضرت یونس علیہ السلام پر اپنی ذات کو فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے، اس کا وہ مطلب نہیں جو منکرینِ شانِ رسالت، توحید کی آڑ میں، تنقیصِ رسالت کر کے بیان کرتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو مفسرین و علماء حق نے بیان فرمایا ہے کہ انبیاء کرام نبوت و رسالت کے لحاظ سے برابر ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔ (القرآن)

ہم نے بعض (نبیوں) رسولوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔

لہذا اس طرح کسی نبی کو کسی پر فضیلت دینا ناجائز ٹھہرا کہ مفضول کی تنقیص کا پہلو نکلے، یا کسی نبی کی تعریف میں اتنا غلو کیا جائے کہ من گھڑت اور موضوع روایات کو بیان کیا جائے، اگر ایسی بات نہ ہو تو صرف درست ہی نہیں بلکہ سنتِ خدا و مصطفیٰ ہے (جل جلالہ، علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سارے نبیوں، رسولوں پر امام الانبیاء کی فضیلت بیان فرمائی ہے، تو پھر ہم کیوں نہ کہیں۔

لیتا ہوں نامِ خلد کا طیبہ نگر کے بعد

کعبے کو چومتا ہوں تیرے سنگِ در کے بعد

دستورِ مصطفیٰ پہ کرو ناز و دستو

منزلِ ہمارے ساتھ ہے اس راہبر کے بعد

ساغر وہ غلغلہ ہے نبی کے درود کا

اکلا ہے آج چاند بھی خوف و خطر کے بعد

ان احادیث کو کتابی شکل دینے کے محرک میرے برادرِ اصغر حاجی الحرمین الشریفین مولانا قاری اصغر علی نورانی زید مجدہ بنے ہیں جو عشقِ مصطفیٰ کا سچا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں وہ مجھ سے بار بار محبت بھرا اصرار کرتے رہے تا آنکہ ان کی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور میں نے اس خاص موضوع پر احادیث کو جمع کر کے گلدستہ بنا کر عاشقانِ مصطفیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ان احادیث کے ضمن میں بیسیوں موضوعات پر تفصیلاً اور سینکڑوں موضوعات پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے، فیصلہ قارئین کرام فرمائیں گے کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

اس موضوع پر کوئی اور بھی طبع آزمائی کرنا چاہے تو میدان کھلا ہے اور خود میرے ریکارڈ میں سینکڑوں احادیث اسی موضوع کی ان احادیث کے علاوہ بھی ہیں لیکن یہ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

اگرچہ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ صحیح احادیث کو ہی شامل کتاب کیا جائے تاہم جیسا کہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر سمجھی گئی ہے، ویسے بھی اکثر محدثین کے نزدیک ایک حدیث صحیح ہو اور ایک دو کے نزدیک ضعیف ہو تو اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہذا بعض جگہ اس رعایت سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے تفصیلی موضوعات میں جید علماء سے خود سنئے ہوئے نکات بھی کہیں کہیں شامل کئے گئے ہیں (اگرچہ علماء کرام کی تقاریر کے اقتباسات و نکات کا ایک معتد بہ ذخیرہ میرے پاس موجود ہے جس کی الگ کتاب مرتب کرنے کا پروگرام ہے) (انشاء اللہ) تاہم اس کتاب میں بھی حضرت سیدی ابوالبرکات سے لے کر علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا سردار احمد صاحب، علامہ عبدالغفور ہزاروی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک کی تقاریر کے اقتباسات (جو زمانہ طالب علمی سے لے کر آج تک اپنی ڈائری میں محفوظ کرتا رہا کہیں کہیں آپ کو دکھائی دیں گے) کوئی اگر کمزور بات نظر آئے تو اس کو میری خطا سمجھا جائے، بزرگوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے کہ میں نے ہی اخذ کرنے میں غلطی کی ہوگی اور ان کے فرمودات عالیہ کو کما حقہ نہیں سمجھ سکا ہوں گا۔

حصولِ برکت اور تکمیلِ موضوع کے لئے قرآن مجید کی اسی موضوع سے متعلقہ ایک آیت کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا آخری جملہ بھی لفظ "آنا" سے شروع ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ مجھ پرچندوں کی اس سعیِ ناتمام کو اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ بنائے۔

ایک میں کیا میرے عصیان کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
آمین ثم آمین بحرمۃ طہ وینس، سید الانبیاء والمرسلین۔
دعا گو و طالبِ دعا: غلامِ حسن قادری۔



فروغِ اسرارِ شریکِ کمال

کہ سوارِ چوں منزلِ پیادہ شود

کمال تک پہنچنے والوں کی علامت عاجزی و انکساری ہے
کیونکہ سوار جب منزل پر پہنچتا ہے تو پیادہ ہو جاتا ہے

نقطہ آغاز

ارشاد باری تعالیٰ ہے: آپ فرمادیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے تمام جہان وادوں کا، نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔

و انا اول المسلمین ۵ (الانعام، نمبر ۱۶۳)

اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (ترجمہ کنز الایمان)۔

اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو صراحتہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام تشریف لائے کیا وہ آپ سے پہلے مسلمان نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے حضور معنی چونکہ اول الخلق ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم (دنیا میں آنے کے لحاظ سے) آخری ہیں اور قیامت کے دن سابق (پہلے) ہوں گے۔

(کنز العمال ج ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۱۲۶، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۳۰۹ صحیح مسلم ۸۵۵، ۹ صحیح بخاری ج ۱ حدیث ۸۷۶)

قال قتادة رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال

كنت اول الانبياء في الخلق و اخرهم في البعث۔ (قرطبي)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تخلیق میں

سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

علماء دیوبند میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے

ہیں ”عموماً مفسرین و انا اول المسلمین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اعتبار سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اول المسلمین ہیں، لیکن جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ رتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں اول نمبر اور سب سے آگے ہوں (تفسیر عثمانی حاشیہ آیت نمبر ۲۶۳ سورۃ الانعام)

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے میں سب سے اول ہیں اور آپ کے بعد آپ کی دعوت سے آپ کی امت اس شرف سے مشرف ہوئی۔ تاہم اس اولیت رتبی سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا جب کہ اولیت زمانی پر بھی دلائل بے شمار ہیں، منجملہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا! اس وقت کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (ترمذی حدیث نمبر ۳۶۲۹، دلائل النبوة لابن نعیم حدیث نمبر ۸) علاوہ ازیں بکثرت احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں کما لا یخفی علی اہل العلم۔

کھینے کہ چرخ فلک طور او ست
ہم نور نما پر تو نور او ست
چوں عزمش بر آ میخت شمشیر بیم
بمجز بیاں قمر زد دو نیم
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے مہی الوری
بلند آسمان پیش قدرت خجل
تو مخلوق و آدم منور آب و گل
تو اصل وجود آدمی از نخست
در سر چہ موجود شد فرع تست

ندانم کدا میں سخن گویمت
 کہ والا تری زانچہ من گویمت
 ترا عزّ لو لاک تمکین بس است
 ثنائے تو طے و یس بس است
 چہ و صفت کند سعدی تا تمام
 علیک الصلوٰۃ اے نبی واستلام



وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَى غَاوِيهِ وَسَلَامٌ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقیدت کے پھول

بمطابق حروفِ تہجی

محبوبِ خدا، خواجہ ہر دوسرا، شفیع روزِ جزا، پشتِ پناہِ ہر بے نوا،
 عظیم الجود والعطارد، عظیم الرحی، نبی الانبیاء، حبیبِ کبریا، احمد مجتبیٰ، شبِ سری
 کے دولہا، تاجدارِ انبیاء، دُعا عالم کے داتا، بے کسوں کے حاجت روا، وسیلۃ العظمیٰ
 من آیات ربِّہ الکبریٰ، مطلوب رب الارض والسماء، علیہ الوفاء التَّحیۃ والثناء
 فلکِ نبوت کے آفتاب، حُسنِ یوسف کے شباب، جنابِ رسالت مآب
 منبعِ انوارِ ماہتاب، محبوبِ ربِّ الارباب، افضل الخطابِ المستطاب، سید
 السادات، مرکزِ دائرۃ موجودات، رُوحِ دُجانِ کائنات، فاتحِ بابِ شفاعت،
 قاسمِ عزّت، مقیمِ سُنّت، شاہکارِ تخلیقِ قدرت، رازدارِ روزِ مشیت، مرقیِ بِلّت،
 شفیعِ اُمت (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات)

سیدِ الاغیاث، انبیاء کے سر تاج، بے کسوں کی لاج، حدوثِ وقدم کے
 منہاج، صاحبِ التَّج والمِعراج، السیدِ الافصح، صاحبِ المِشرح،
 نورِ الایضاح، مرقیِ الفلاح، امدادِ الفلاح، فلکِ رسالت کے قوسِ قزح۔
 مختارِ شش جہات وچرخ، مشفقِ اہلِ برزخ، انوارِ فطرتِ مریم، مایہِ مویخ و تیارخ،
 برہانِ واجبِ الوجود، صاحبِ مقامِ محمود، منشاءِ ربِّ ودود، حامدِ احمد و
 محمد و محمود۔

حضورِ پر نور، شافعِ یومِ النُّشور، نورِ علی نور، حبیبِ ربِّ غفور،
 مخزنِ اسرار، منبعِ انوار، معدنِ اہلِ بیتِ اطہار، شبِ اسرار کے راز دار،

سیدہ آمنہ کے دلدار، دستِ قدرت کے شاہکار، مطلوبِ احجار و
 اشجار، دستِ قدرت کے اعجاز، ملکِ رُسل کے عز و دناز، غیبِ لاہوت کے
 پوشیدہ راز، سایہ قنیلِ مقدس، قہ فلکِ اطلس، زیورِ یوب و یونس،
 بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، باعثِ شرفِ روح القدس، دبستانِ
 اُلوہیت کے مدرس۔

زینتِ مناظرِ فرش، نورِ تجلیاتِ عرش، برقِ ظلمتِ کُش، سلطانِ جہاںِ
 مخزنِ اخلاص، مصدرِ خلوص، رسولِ مخصوص، حاکمِ مخلص، نبیِ فیاض،
 مبینِ روضۂ منِ بیاض، قلمِ ربِّ قدیر کے بیاض، نافع و دافع و شافع و
 رافع، رسولِ مطاع، عبدِ مطیع، عاصیوں کے شفیع، فصیح و بلیغ، کلماتِ
 اللہ کے مبلغ، مولائے چشمِ مازع، صاحبِ السیف، مختارِ کم و کیف،
 شاہدِ کائنات کمثل کف، مکملِ مکارمِ الاخلاق، راکبِ پشتِ براق،
 صاحبِ صدیق و عتیق، تلامذہِ عرفانِ عمیق۔

عارفِ علم و ادراک، مصداقِ حدیثِ لولاک، کائناتِ شریعت کے
 فلکِ الافلاک

دائے سُبُل، مولائے کُل، ختمِ الرُّسل، آبروئے قیل و قال، بوستانِ
 فصاحت کا جمال، قاسمِ کوثر و سبیل، حاضرِ بارگاہِ ربِّ جلیل،
 مقصودِ وجودِ عالم، مطلوبِ قلوبِ بنی آدم، نورِ مجسم، شفیعِ مُعظم،
 خطیبِ اُمم، حبیبِ محترم۔

کنزِ الایمان، صاحبِ بُرہان، نورِ العین، جدِ الحسن و الحسین،

سبب کون و مکان، مالک زمین و آسمان، ہر ذرہ ہزار عالم کی روح رواں
 تتمہ دوراں، بزم جانان، رحمت یزداں، موجود ہر زمان و ہر مکان،
 حاضر این و آن، مخدوم و سجدہ گاہ قدسیاں،
 واقف اسرار چہار سو، غنچہ راز وحدت کی خوشبو، دل موجودات
 کی آرزو، مقصود آیۃ صلوا علیہ وسلموا، معصوم آمنہ
 سید و ہادی، مولائے حجازی، مظہر کمالات الہی، النبی المکی المدنی،
 ہاشمی و مطلبی۔ النبی الاُمّی، فداہ رُوحی و جدی و اُمّی و مالی و عرضی،
 و اقربائی و احبابی و رفقاء فی و سائر عیشی، صلوا علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین
 کثیرا کثیرا کثیرا کثیرا۔

فَاحْشَايَا مَا فِي الْقُبُورِ وَآلِ الْيُسُفُورِ

تم پہ لاکھوں سلام

آفتابِ ہدیٰ۔ ماہتابِ عطار۔ درِ بحرِ صفا۔ معدنِ اِیقار۔ سیدِ الاصفیاء۔ جلوۂ حق نما
عکسِ نورِ حُشا۔ صاحبِ گلِ آتی۔ احسدرِ مُجتبٰی۔ تم پہ لاکھوں سلام
شرحِ اُقیم الکتاب۔ راستی کے نصاب۔ کذب کے سدِ باب۔ دفترِ اِکتساب
سارے نبیوں کے خواب۔ رحمتِ بے حساب۔ اے درِ مُستجاب۔
اے رسالتِ باب۔ تم پہ لاکھوں سلام

عالمِ ہست و بود۔ بزمِ غیبِ شہود۔ زندگی کا وجود۔ بندگی کی قیود۔ تم سے
سب کی نمود۔ اے امیرِ جنود۔ اے قیام و قعود۔ اے رکوع و سجود۔

تم پہ لاکھوں درود۔ تم پہ لاکھوں سلام
نورِ شمس و قمر۔ ظلمتوں کی سحر۔ راکبِ بحرِ دبر۔ مالکِ خشک و تر۔ سطوتِ بامِ دُر۔
راہِ داں راہبر۔ صادق و معتبر۔ نطقِ شیریں اثر۔ ذاتِ والا گہر۔

تم پہ لاکھوں سلام
ردِ ہر قال و قیل۔ حق پہ محکمِ دلیل۔ دین کے سنگِ میل۔ عادلِ بے عدیل
بحرِ یاکے دکیل۔ انبیاء کے کفیل۔ بے مثال و مثیل۔ باکمال و جمیل۔ تیرا
دشمنِ ذلیل۔ تم پہ لاکھوں سلام

بدحتِ خاصِ عام۔ مقتِ ہر غلام۔ عاجزانہ پیام۔ ذکرِ خیرِ الانام
سب درود و سلام۔ ذاتِ والا کے نام۔ خودِ خدا سے کرام
روز و شب صبح و شام۔ بھیجتا ہے مدام۔ تم پہ لاکھوں سلام

سیدِ نیک نام۔ ذوالمنن ذوالکرام۔ ہر قدم اک مقام۔ ہر نفس
اک پیام۔ مرجعِ خاصِ عام۔ اے ذویِ الاِخترام۔ ایک ادنیٰ غلام
کر رہا ہے سلام۔ شاہِ خیرِ الانام۔ تم پہ لاکھوں سلام

شہرِ یارِ ارم۔ تاجدارِ حرم۔ شاہِ والا حشم۔ غارِ کیف و کرم۔
ذاتِ قدسی شیم۔ اے سپہرِ نعم۔ اے اسبابِ کرم۔ تم کو ہر اک کا
غم۔ تم شفیعِ اُمم۔ تم پہ لاکھوں سلام۔

فخر کون و مکاں۔ نکتہ ورنکتہ داں۔ حق نگر حق رساں۔ رحمتِ ہر
زماں۔ دل بہ دل جاں بہ جاں۔ راحتِ عاشقاں۔ رافتِ عاصیاں
مونسِ بے کساں۔ تم پہ لاکھوں سلام۔

فَلَا رُوحَ لَكَ إِلَّا بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

أَنَا خَالِدُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

مَدَقَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ

میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)



اَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ

(7)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا حَامِلٌ لَوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ

أَدَمُ وَذُرِّيَّتُهُ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ (ساری مخلوق) ہوگی، فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)



ح
طین میں آگیا
الحمد للہ

(۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ
 اللَّهُ لِي فَيْدَ خُلَنِيهَا وَمَعِيَ فَقَرَاءُ
 الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا زنجیر (دروازہ) کھٹکھاؤں گا اور (کسی اور کیلئے نہیں
 بلکہ صرف) میرے لیے ہی جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، پس اللہ مجھے
 جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہونگے، کوئی فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مُحَمَّدٌ أَحْمَدٌ مُصْطَفَى
 يَا اللَّهُ
 أَنَا الْمُسْتَجِبُ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَجَلٍ الْمَطْلُبُ

(۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی اگلوں پچھلوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوں، فخر نہیں ہے
(ترمذی داری مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

مذکورہ چاروں جملے ایک ہی حدیث سے لیے گئے ہیں جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام مختلف انبیاء کرام کی عظمت و شان کے بارے میں تذکرہ فرما رہے تھے۔ کسی صحابی نے کہا کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا (واتخذ الله ابراهيم خلیلاً) ایک نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا (کلم الله موسى تکلیماً) ایک بولے کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں (النساء ۱۷۱) اور ایک صحابی نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا (ان الله اصطفى ادم و نوحاً)

اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے آپ نے فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی اور (انبیاء کرام کی عظمت و شان کے معاملہ میں) تمہارا تعجب کرنا بھی ملاحظہ کیا یقیناً جیسا تم کہہ رہے تھے وہ (انبیاء کرام) ایسے ہی تھے مگر سنو!

میں اللہ کا محبوب ہوں فخر نہیں

میں قیامت کے دن لواء الحمد اٹھانے والا ہوں۔

میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا ہوں۔ الخ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی آپس میں گفتگو اتنی بابرکت اور پاکیزہ ہوتی کہ اس میں ذکر خدا ہوتا یا ذکر انبیاء بلکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی جب آپس میں ملاقات ہوتی تو ان کے کلام کا آغاز ہی عظمتِ مصطفیٰ کے حوالے سے ہوتا چنانچہ ایمان افروز

حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن عطاء بن یسار قال لقیْتُ عبدَ اللہ بن عمرو بن العاص قلت اخبرنی عن صفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة قال اجل واللہ انه لموصوف فی التوراة ببعض صفته فی القرآن یا ایہا النبی انا ارسلک شاهدا و مبشرا و نذیرا و حرز اللامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لیس بلفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسینة السینة ولكن یعفو ویغفر ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملة العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح بہا اعیناً عمیا و اذانا صما و قلوبا غلفا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عطار بن یسار (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے ملاقات کی اور ان سے (پہلا سوال ہی یہ) عرض کیا کہ مجھے حضور کی وہ شان سنائیں جو تورات میں بیان فرمائی گئی (آپ چونکہ تورات کے بڑے عالم تھے کہ قرآن والی شان تو ہم پڑھتے ہی رہتے ہیں) فرمایا ہاں کیوں نہیں اللہ کی قسم انکی شان تورات میں بیان کی گئی جس کی ایک جھلک قرآن میں بھی ہے یا ایہا النبی انا ارسلک الخ اور آپ امی (ان پڑھا ہل مکہ) کے لیے پناہ گاہ ہیں (اللہ نے اپنے حبیب کو تورات میں یہ بھی فرمایا کہ اے میرے محبوب!) تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے (ان الفاظ میں جو چاشنی ہے وہ کوئی صاحب محبت ہی جانے کہ ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ ہم تیرے بندے ہیں یہ نہیں پتہ کہ اس کو قبول بھی ہے کہ نہیں مگر ان کو اللہ خود فرماتا ہے کہ محبوب تو میرا بندہ ہے خالی عبد عبد کی رٹ لگا کر ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ بھی دیکھیں کہ وہ صرف عبد نہیں عبدی ہیں عبدنا ہیں عبدہ ہیں اور عبدہ ہیں

عبد	دگر	عبدہ	چیزے	دگر
ایں	سراپا	انتظار	او	منتظر
				(اقبال)

عبد اور عبدہ کا فرق سمجھ نہ آئے تو ان سے پوچھ لو جو ہو ہو کرتے سلطان باہو بن گئے آپ نے فرمایا وہ ایسے عبدہ ہیں

۔ نال شفاعت سرور عالم چھٹی عالم سارا ہو

ہر کوئی کہے حضور میرے رسول جانوروں نے کہا ہمارے رسول فرشتوں نے کہا ہمارے رسول نبیوں نے کہا ہمارے رسول خدا نے فرمایا تم سب کے بھی رسول اور و لکن رسول اللہ میرے بھی رسول) میں نے آپ کا نام متوکل رکھا نہ بد اخلاق ہیں نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور شرابا کرنے والے نہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ

۔ گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

معاف کرنے والے درگزر فرمانے والے اور اللہ تعالیٰ انکو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو انکے ذریعے سیدھا نہیں کر دے گا کہ ہر طرف سے آوازیں آئیں گی لا الہ الا اللہ اس کلمہ کے ساتھ وہ نبی اندھی آنکھوں کو روشن بہرے کانوں کو قوت سماعت اور مردہ دلوں کو زندگی عطا فرمائے گا۔

معلوم ہوا جنت کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی فرمائیں گے۔ ہمارے دفاتروں کا افتتاح وزراء کرتے ہیں اللہ نے جنت بنائی بھی حضور علیہ السلام کے لیے اور اس کا افتتاح بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہوگا اور جنت جس کو بھی ملے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ملے گی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا جنت میرے لیے ہی کھولی جائے گی۔

کیسا انصاف والا کلام فرمایا کسی کی شان کا انکار نہیں موجودہ دور کے نام نہاد توحید پرست سب کو رگڑا لگا کر بس اللہ ہی اللہ کہہ کر سب کی شانوں کا انکار کر کے کس توحید کی بات کرتے ہیں جب کہ محبوب خدا سب کی شانوں کا اظہار فرما رہے ہیں حضور علیہ السلام تو آئے ہی سب کی شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ کسی نے اعلیٰ حضرت کے سامنے ایک مصرعہ پڑھا

۔ شان یوسفی بھی گھٹی تو اسی در پہ گھٹی

آپ سخت ناراض ہوئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی شان کو گھٹانے نہیں سب کی شانوں کو بڑھانے آئے ہیں لہذا یوں کہیے۔ شان یوسفی بھی بڑھی تو اس در سے بڑھی۔

اس حدیث میں بار بار ذوالفخر کیوں فرمایا گیا اس میں ایک حسین نکتہ علماء بیان کرتے

ہیں کہ فخر میں کیوں کروں فخر تو وہ کریں جن کو میری سیادت و امامت ملی۔ میں موسیٰ و عیسیٰ و سلیمان علیہم السلام پہ بھلا کیوں فخر کروں فخر وہ کریں جن کو میرے جیسا امام مل گیا اور کہتے پھر میں

۔ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

جیسے ہر دن کا مالک اللہ ہے لیکن بالخصوص فرمایا مالک یوم الدین۔ کیوں کہ آج اگرچہ کوئی انکار کر بھی سکتا ہے لیکن قیامت کے دن تو کوئی نہیں کر سکے گا جب اعلان ہوگا لمن الملک الیوم (القرآن) مگر وہاں ماننے کا ان کو فائدہ نہ ہوگا ایسے ہی آج کئی عظمت رسالت کا انکار کرتے ہیں اس دن جب اپنی آنکھوں سے سارا کچھ دیکھ لیں گے تو انکار کی گنجائش تو نہیں ہوگی مگر وہاں کا ماننا فائدہ نہ دے گا لہذا امام اہل سنت کی آواز پہ کان دھرو۔

۔ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

حدیث نمبر ۲ کا ترجمہ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے سلام میں تمام و کمال دیکھیں فرماتے

ہیں

۔ جس کے زیرِ لبوا آدم و من سوا

اس سزائے سعادت پہ لاکھوں سلام

نوٹ: ترجمہ میں ہر جگہ ”میں ہی“ کلمہ حصر اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ نحو کا اصول

ہے جب مبتداء ضمیر ہو تو جملہ میں حصر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں بالخصوص جب خبر

معرف باللام ہو جیسے۔ هو الله ”وہی اللہ“ هو الاول والاخر والظاہر

والباطن و هو بکل شئی علیہم۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے

وہی باطن ہے وہی ہر شے کو جاننے والا ہے۔ (الحمد ۳)



(۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی تمام رسولوں کا قائد (سر دار) ہوں گا فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص ۵۱۴ عن جابر)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

نبوت و رسالت کے لحاظ سے لانفراق بین احد من رسلہ۔ مگر عظمت و شان کے لحاظ سے خود اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ لہذا اسی حدیث کے ضمن میں دیگر انبیاء کرام پر اپنے آقا کی فضیلت ملاحظہ فرمائیں۔

جتنے کمالات محاسن و معجزات از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیے وہ تمام کے تمام (اور ان کے علاوہ بھی) حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات میں بطریق اتم موجود ہیں۔ (۱) ہر نبی نے خدا کی وحدانیت کی گواہی جبریل امین سے سن کر دی ہمارے آقا نے دیکھ کر گواہی دی۔ (۲) ہر نبی کسی خاص علاقے، قوم، بستی کی طرف تشریف لایا مگر اپنے حبیب کو فرمایا میں رب العالمین ہوں تو رحمۃ اللعالمین ہے جہاں جہاں تک میری خدائی ہے وہاں وہاں تک تیری مصطفائی ہے کوئی ذرہ کائنات میری ربوبیت سے باہر نہیں تیری رسالت و نبوت سے باہر نہیں۔ (۳) دوسرے انبیاء اور انکی امتوں کے لیے عبادت کرنے کو خاص مقامات متعین کیے گئے کہ ان جگہوں کے علاوہ عبادت قبول نہیں، حضور نے زمین پہ قدم رکھا تو پہلا انعام اس امت کو یہ دیا گیا جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً (بخاری جلد ۱ ص ۶۲) یعنی۔ ہر کجا باشد نمازی گئی گویا۔ ہزاروں بن گئے کعبے جیں تو نے جہاں رکھ دی۔

(۴) بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا مطلب اگرچہ یہی ہوتا ہے ایک کو افضل دوسرے

لو مفضل بنا کر ایک کو زیادہ شان دی دوسرے کو کم، مگر اللہ نے یہ نہیں فرمایا بعض کو بعض سے کم رتبہ بنایا کیوں کہ اللہ کی غیرت کو یہ گوارہ ہی نہیں ہے کہ کسی کو خود نبی بنائے اور پھر اس کی طرف کی نسبت فرمائے جب مولیٰ ایسا نہیں کرتا تو مولوی کو کس نے اختیار دیا ہے کہ امام الانبیاء کی ذات میں کیا تلاش کرتا پھرے۔ (۵) انبیاء کرام میں سے ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا فرمائے کسی کو ایک کسی کو دو حضرت موسیٰ کو سب سے زیادہ اور وہ بھی نو تھے (تفسیر نعیمی) ولقد اتینا موسیٰ تسع ایات بینت ج ۳ ص ۸) سب کے معجزات ملا دیں تو پھر بھی حد ہے مگر و رفع بعضهم درجات جمع کثرت سے معلوم ہوا کہ محبوب کے معجزات کی حد ہی نہیں

۔ اللہ نے نبیوں کو دیے معجزے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

تین تین نبیوں کو ایک ایک گاؤں کی طرف بھیجا گیا اذا رسلنا الیہم اثنین فکذبوہما فعزنا بثالث (سورۃ یسین) مگر حضور کے حوالے ساری کائنات کر دی فرمایا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمعیناً۔ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں پھر کیا ہوا۔

۔ کچھ ان کے خلق نے کچھ ان کے پیار نے کر لی

مُسخر ساری دنیا سیدِ ابرار نے کر لی

بعض نبیوں کی ذمہ داری صرف تبلیغ تھی جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور بعض کی تبلیغ بھی اور ساتھ ساتھ فرعونوں و مردودوں سے ٹکر بھی جیسے حضرت موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام اور بعض کو ساتھ ساتھ اقتدار و حکومت بھی ملی جیسے حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت یوسف علیہم السلام مگر حضور کی زندگی کا مطالعہ کر دو تو معلوم ہوگا۔ آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تہاداری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا انی جاعلک للناس اماما۔ میں آپ کو لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ بنانے والا فرمایا بنا کر بھیجا نہیں فرمایا اور پھر لوگوں کے لیے عالمین کے لئے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ زمین میں خلیفہ بنانے کی بات کی مگر حضور علیہ السلام کے لیے نہ تو یہ فرمایا بنانے والا ہوں اور نہ ہی صرف زمین کی قید، بلکہ ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ مبشر بنا کر بھیجا نذیر

بنا کر بھیجا۔ داعی الی اللہ بنا کر بھیجا اور چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ

میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد (ﷺ)

الغرض سب کو بھیج کر بتایا اور مصطفیٰ کو بنا کر بھیجا وہ کمالات جو سارے نبیوں میں متفرق تھے حضور میں یکجا کر دیے انکو بکھیر دیا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش بنیں اور جمع کرو تو سراپائے مصطفیٰ بنے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل

سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

(۶) آیت میثاق میں فرمایا لتؤمنن بہ و لتصرنہ کہ تم ضرور ضرور میرے نبی پہ ایمان لانا اور ضرور ضرور انکی مدد فرمانا اگر نہیں کرو گے فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون (جو وعدے سے پھر جائے گا وہ نافرمانوں میں سے ہوگا۔ آل عمران ۸۲) یہ کن کو فرمایا جا رہا ہے جو خطا سے بھی معصوم ہیں اور جنگی اپنی اپنی امتیں ہیں تو امتوں کو حکم تھا کہ جب تک تمام نبیوں کو نہیں مانو گے تم مسلمان نہیں ہو سکتے اور نبیوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب تک میرے حبیب کو نہیں مانو گے تم نبی نہیں ہو سکتے۔

باقی انبیاء کرام خود معجزات دکھاتے رہے کہ یہ دیکھو معجزہ میں اللہ کا نبی ہوں حضور نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا سلونی عما شتمتم تم مانگتے جاؤ میں دکھاتا جاتا ہوں۔

آدم و محمد علیہما السلام

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے ایک بار سجدہ کیا ہمارے آقا پر قیامت تک سارے فرشتے درود پڑھتے رہیں گے اور یہی حضرت آدم قیامت کے دن میرے سرکار کے جھنڈے کے نیچے ہونگے بلکہ فرمایا۔ ما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی (ترمذی مشکوٰۃ)۔

حضرت آدم اور تمام انبیاء کرام اور انکی امتیں بروز قیامت میرے جھنڈے کے نیچے

ہونگے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وان جبریل علیہ السلام اخذ برکاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج وهذا اعظم من السجود الملائکۃ) (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۰۱) کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے معراج کی رات حضور علیہ السلام کے براق کی رکاب تھامی اور یہ اعزاز فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے بڑا ہے۔ اور سرکار نے حضرت آدم علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا کنت نبیا و ادم بین الماء والطين کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی علت بھی بیان فرمادی ”ان الملائکۃ امر و ابالسجود لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی جبهۃ آدم“ کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لیے کیا کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام بتائے ”وعلم ادم الاسماء کلها“ اور اپنے محبوب کو ابتداء سے انتہا تک ازل سے ابد تک جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونا تھا سب کا سب قرآن میں رکھ کر الرحمن علم القرآن سارا کچھ ہی سکھا دیا رحمن پڑھانے والا ہو اور رسول ذیشان پڑھنے والا ہو تو کیا کوئی کلی اور جزئی اس کے علم سے باہر رہ جاسکتی ہے گویا خدا نے سب کچھ قرآن میں بند کر کے محبوب کی جھولی میں ڈال دیا اور فرمایا و علمک ما لم تکن تعلم سب کچھ ہی آپ کو سکھا دیا، و کان فضل اللہ علیک عظیما۔ ساری دنیا کو قلیل فرمایا اور محبوب پر جو فضل فرمایا اس کو عظیم فرمایا یعنی ساری دنیا قلیل ہے اور حبیب کا خلق عظیم ہے۔ بد نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت آدم علیہ السلام کیلئے کسلھا مان لیتے ہیں اور جب فخر آدم کی بات آتی ہے تو کھلی ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

مگر نہ نبودے ذات حق اندر و جود

آب و گل را کے ملک کردے سجود

الغرض آدم صلی اللہ علیہ السلام کو تمام انسانوں کا باپ بنایا اور اپنے حبیب علیہ السلام کو آدم کی بھی اصل بنایا۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یاد کرتے تو فرماتے یا ابنی صوره و ابائی معنی
اسی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا شعر میں فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان اور فرسلیمان علیہما السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنوں انسانوں اور پرندوں کا لشکر عطا فرمایا

و حشر لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر فہم
یوزعون۔ (النمل ۱۷)

”اور سلیمان کیلئے جنوں۔ انسانوں اور پرندوں کا بھاری لشکر جمع کر دیا گیا۔“

لیکن بدر میں اپنے حبیب کے صحابہ کے لشکر میں ہزاروں فرشتوں کو سپاہی بنا کر شامل کر
دیا گیا۔

انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین۔

یہاں ایک ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجنے کی بات کہی۔ (الانفال)

کہیں بللۃ الاف تین ہزار کی کہیں بلخمسۃ الاف پانچ ہزار کی کہیں
مسمومین فرمایا اور کہیں منزلین اور پھر فرمایا انی معکم بے شک اے فرشتو! تم بھی چلو اور
میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اگرچہ ایک فرشتہ بھی کافی تھا مگر
ہزاروں کیوں بھیجے امام زمخشری کے بقول تاکہ حضور علیہ السلام کی تمام نبیوں پر فضیلت ثابت ہو
جائے کہ دوسروں کی مدد کے لئے ایک ایک فرشتہ اور حضور کی مدد کو ہزاروں اور پھر انی معکم۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں (النمل نمبر ۱۶) لیکن ہمارے
آقا کو درختوں۔ پتھروں اور گونگوں کے ساتھ کلام کرنے کا کمال عطا کیا گیا فرمایا

انی لا عرف حجربعکۃ کان یسلم علی قبل ان ابعث۔

(مسلم شریف۔ ترمذی)

میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا۔
کہیں پتھر سلام پڑھیں اور کہیں مفسر فتوے لگائیں۔ ہر کسے بر خلقت خودی کند
حضرت علی فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے باہر جا رہا تھا جو پہاڑ یا
درخت راستہ میں آیا

وہو يقول السلام عليك يا رسول الله۔ (مسلم شریف)
لکڑی کا بنا ہوا منبر حضور کی جدائی میں رو رہا ہے اور ابو جہل کی مٹھی میں کنکریاں کلمہ پڑھ
رہی ہیں۔ زہر آلود بکری، بھٹنی ہوئی بول رہی ہے۔ پرندے فریادیں لے کر آرہے ہیں۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر حکومت، حضور علیہ السلام کے حکم سے بادل برسیں۔
چاند ٹکڑے ہو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
تخت سلیمانی سے براق محمدی کہیں افضل کہ وہ ہوا میں اڑے آسمان سے نیچے اور براق
محمدی آسمانوں کے اوپر پرواز کرتا نظر آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور چیونٹی کی آواز سن لی اور ہمارے آقائے
ماں کے بطن میں لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سن لیا۔ فرش کیا عرش پر جاری ہے حکومت
تیری۔ ابن کو ہوا پہ حکومت دی حضور نے فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پہ ہیں دوزمین پہ آسمانوں
کے جبریل و میکائیل علیہما السلام زمین کے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، وزیر وہیں ہوتے ہیں جہاں
حکومت ہو یہ نہیں کہ حکومت پاکستان میں ہو اور وزیر بھارت جا کر بیٹھ جائے۔ ثابت ہوا آپ کی
حکومت آسمانوں پہ بھی ہے زمینوں پہ بھی۔ فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری۔

وزیرای فی السماء و وزیرای فی الارض
ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)
(غلام حسن)

کلیم و حبیب علیہما السلام

جتنا ذاتِ کلیم و ذاتِ حبیب میں فرق ہے اتنا ہی ان کے کلام میں فرق، کلیم عرض کرتے ہیں۔ انا معی ربی بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے۔ پہلے اپنا ذکر پھر رب کا اور حبیب فرماتے ہیں ان اللہ معنا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اپنا ذکر بعد میں اللہ کا پہلے۔

حضرت موسیٰ سے قوم نے پانی مانگا تو پتھروں سے چشمے جاری کر دیے اور ادھر

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت)

اگرچہ وہ بھی مجزہ ہے لیکن پتھروں سے پھر بھی پانی کا نکلنا ممکن ہے حبیب کو فرمایا تو حبیب ہے تیرے غلاموں کو ضرورت پڑی ہے تو تجھے اٹھاؤں پتھر کے پاس بھیجوں پھر کہوں ڈنڈا مارا تھی تکلیف کیوں دوں پیالے میں ہاتھ رکھ دے یہاں ہی چشمے جاری کر دوں گا۔ پینے والے لاکھوں بھی ہوتے تو ختم نہ ہوتا یہ تو پندرہ سوتھے۔

فجعل الماء یفور بین اصابعہ کامثال العیون

پانی انگلیوں سے چشموں کی طرح بہہ رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر دریا کا سینہ چاک کر دیا حضور نے اشارہ کر کے

چاند کو ٹکڑے فرما دیا ان کو زمین والی چیزوں میں اختیار دیا گیا ان کو آسمان والی چیزوں میں بھی

فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اُن کا ڈنڈا کام کرتا ہے ان کی انگلی کام کر رہی ہے اور روز قیامت ہم گنہ گاروں کی اسی

انگلی کے۔ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا حالانکہ ساتھ ہارون علیہ السلام بھی تھے لیکن

عرض کیا انا نخاف ان یفرط علینا ڈر لگتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا کو جس قوم کی طرف بھیجا اس

میں موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے بڑے فرعون تھے مگر ذرے نہیں سب کو ڈھیر کر دیا۔

ان کو طور پر بلایا حکم دیا فاخلع نعلیک جوتے اتار کر آؤ اُن کو عرش پہ بھی بلایا تو بھی

جوتے اتارنے کا حکم نہ دیا۔

وہ چالیس دن کیلئے قوم سے جدا ہوئے قوم کو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی یہاں صدیاں بیت گئیں فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔ (بخاری)

جہاں موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ مرکزِ تجلی بنے جہاں ابراہیم کے قدم لگیں وہ جائے مصلیٰ بنے اور جہاں سرکار کے قدم لگیں وہ جگہ عرشِ معطیٰ بنے اُن سے صرف کلام کیا دیدار کی حسرت ہی رہی ان سے کلام بھی کیا دیدار بھی کرایا۔

جاگنے والے کو محرومِ تمنا رکھا

سونے والے سے کہا ساریِ خدائی تیری

شاہ عبدالرحیم نے خواب میں سرکار کی زیارت کی پوچھا کہ حضرت موسیٰ نے تجلی دیکھی تو پردہ کرنے لگے کوئی دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا آپ نے سب کچھ دیکھا مگر پردہ نہ کیا فرمایا جمالی مستور میرے حسن کو اللہ نے لوگوں کی نگاہوں سے پردے میں رکھا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا خدا جلال میں تھا اور میں نے جب دیکھا جمال میں تھا۔ اس لیے وہ جلالی ہو گئے میں جمال والا ہو گیا اور ایسا کہ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے رب اشرح لی صدری ادھر خود ہی حکم ہوا الم نشرح لک صدرک اور ایک بار نہیں بلکہ تین بار۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی واجعل لی وزیرا من اہلی ہرون کہ ہارون علیہ السلام کو میرا بوجہ اٹھانے والا بنادے ادھر فرمایا ووضعنَا عنک وزرک ہم نے خود تیرا بوجہ اٹھالیا۔

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی سوال کیا اے اللہ! میں تیرا کلیم ہوں محمد تیرا حبیب ہے فما الفرق بین الکلیم والحبیب کلیم وحبیب میں کیا فرق ہے فرمایا کلیم وہ ہے جو خود چل کر طور پر آئے ثم یناجی ربہ اونی پھر کہے اے اللہ! مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میں کہوں لن نرا نسی اور حبیب بستر پر آرام کر رہا ہو تو میں جبریل کو حکم دیتا ہوں جا میرے محبوب کے قدم چوم کے جگا اور کہہ ان اللہ قد اشتاق الی لقائک یا رسول اللہ کلیم میرے دیکھنے کا مشتاق ہے اور میں حبیب کے دیکھنے کا مشتاق ہوں کلیم میری رضا چاہے میں حبیب کی

رضا چاہوں۔

کلیم وہ ہے جو چھٹے آسمان پہ بار بار حبیب کی زیارت کر کے خوش ہو رہا ہے اور حبیب وہ ہے جو بار بار خدا کی زیارت کر رہا ہے۔

کلیم کے لئے حکم ہے کتاب لیتی ہے تو طور پر آؤ حبیب جدھر جاتا ہے جبریل قرآن لے کر ادھر جا رہے ہے کبھی بدر میں کبھی سفر میں کبھی حضر میں کبھی غار میں۔
کلیم کی رازداری حبیب کو بتادی اور حبیب کی کسی کو نہ بتائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا گیا اور حضور کو اپنے دامن رحمت میں لے کر کہا کہ یوں دعا کیا کرو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔

ابن کثیر کہتے ہیں لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَادَةِ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ کہ حضور کا علم دن بدن بڑھتا رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں خضر علیہ السلام کو ملنے جا رہے ہیں حضور خدا کو ملنے جا رہے ہیں۔ وہ ہارون کو خلیفہ بناتے ہیں حضور نے فرمایا اللہ خلیفی علی امتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بلایا تو جلدی جلدی آتے اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں آئے ہو عرض کیا عجلت البک رب لترضی یا اللہ میں جلدی آیا کہ تو راضی ہو جائے اور حبیب کو فرمایا ولسوف يعطيك ربك فترضی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چمکتا تھا مگر حضور جس چھڑی کو ہاتھ لگاتے وہ چمکنے لگتی اور گلیوں بازاروں کو روشن کر دیتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی کی نوعیت بدلی اور سانپ بن گئی حضور نے لکڑی کو تلواریں بنا دیں صحابی آخری عمر تک اس سے تلوار کا کام لیتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا واحلل عقدة من لساني اے اللہ! میری زبان لی ترہ کھول دے حضور کو فرمایا وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى بوحى۔ زبان تیری ہوگی کلام میرا ہوگا

اے تیری آواز آواز خدا
اور خاموشی تیری راز خدا
طور اور معراج کے قصبے سے ہوتا ہے عیاں
ان سے پردہ تھا خدا کا آپ سے پردہ نہیں
کلیم ایک تجلی کی تاب نہ لاسکے خرم موسیٰ صعبا حبیب عین ذات کو ایسے دیکھتے
رہے کہ ما زاغ البصر وما طغی۔ اور پھر یہ بھی تو دیکھو

اپنا جانا اور ہے، ان کا بلانا اور ہے
عصائے کلیم از دھائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حسن یوسف و حسن مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر حسن عطا فرمایا کہ آپ کے مبارک
قصبے کو قرآن نے احسن القصص فرمایا جن کا قصہ تمام قصوں سے حسین ہے ان کی ذات میں حسن
کے کیسے کیسے جلوے ہوں گے مگر حضرت میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جناب یوسف
بھی حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے نظر آتے ہیں

بے شک حسن زیادہ حیرا کل جہانوں نالوں
نہیں زیادہ قیمت میری تیریاں زلفاں نالوں
تن مینے رنجی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جہاں نبی محمد دیکھیا رنج گے دوئیں جہانی

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بھوک مٹی ہے اور حضور کو دیکھنے کی کیا عظمت ہے فرمایا لا
تمس النار مسلما رانی اور ای من رانی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو
دیکھا اس کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مرانِ عرب

ادھر حسن یوسف ادھر نام محمد۔ ادھر مصر کی عورتیں ادھر عرب کے جوان۔ ادھر انگلیاں خود کٹ رہی ہیں ادھر ارادۂ سر کٹائے جارہے ہیں ادھر ایک بار گئیں ادھر تا قیامت کٹاتے جا رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قیص حضرت یعقوب کی بیٹائی واپس کر رہی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعلین پاک کی خاک سے یہودی کو آنکھیں مل رہی ہیں۔

صحابہ فرماتے ہیں "ہم نے چہرہ مصطفیٰ دیکھا تو گویا کھلا قرآن تھا"۔ قرآن کی ایک ایک سورت میں اللہ کی صفات کا جزوی حسن نظر آتا ہے اگر اس کی ذات و صفات کا کلی حسن دیکھنا ہو تو صرف ایک صورت مصطفیٰ کو دیکھ لو۔ یاد آتا ہے خدادیکھ کے صورت تیری۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا

منعکس در دے ہمہ خوئے خدا

تفسیر مظہری زیرایت فلما سمعت بمکرہن قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام جس گلی سے گذرتے اتنی روشن ہو جاتی جیسے دن چڑھ گیا ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابی فرماتے ہیں فاذا هو عندی احسن من القمر (ترمذی) حضور کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین تھا۔ اس حسن کو دیکھ کر انگلیوں کے ٹکڑے ہو گئے آپ کی انگلی دیکھ کر چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔ اُن کا حسن دیکھ کر گلیاں جگمگا جاتی تھی سرکار کا حسن دیکھنے والوں کے دونوں جہاں جگمگا اٹھے

حسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفیٰ

بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

مولائے روم فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور نے جبریل سے کہا اپنی سارا حسن دکھا، تو انہوں نے چہ سو پروں کو پھیلا یا حضور علیہ السلام نے دیکھا، پھر انہوں نے مطالبہ کیا آپ بھی اپنا سارا حسن دکھائیں فرمایا اے جبریل تو نہیں دیکھ سکتا۔ فرماتے ہیں

۔ احمد ار بکشايد آں پَر جلیل

تا ابد بے ہوش ماند جبریل

اسی لیے تو معراج کی رات ساری کائنات کو سلا کر اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلایا کہ کسی میں تاب نہ تھی دیکھ سکتا۔

یہاں تو جبریل بھی کہنے پر مجبور ہیں قلبت مشارقہا و مغاربہا میں نے مشرق و مغرب کو چھان مارا۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔

۔ شب فراق میں نور سحر کی بات کرو

علی کے گھر کی محمد کے در کی بات کرو

نبی کے حسن کو دیکھے گا بو لہب کیسے

کسی بلال کے حسن نظر کی بات کرو

حسن یوسف کی ہو یا مصر کے بازار کی بات

ہے حقیقت میں محمد کے در کی بات

ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن اور معجزات کو حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل بنا کر نہ بھی بھیجا جاتا تو ان کا زرخ انوری دلیل کے طور پر کافی تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے پہلی نظر دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور فرمایا عرفت ان وجہہ لیس بوجه کذاب دیکھنے والوں سے پوچھو تو کوئی کہتا ہے۔

واحسن منك لم ترقط عینہی

واجمل منك لم تلد النساء

اور مدینہ کے لوگوں نے پہلی نظر دیکھ کر کہا۔ طلع البدر علینا ہم پہ چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا۔ کان الشمس تجری فی وجہہ گویا سورج آپ کے چہرے پہ چل رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں حضور علیہ السلام فتح مکہ کے دن دشمنوں کو معاف کر رہے ہیں یہ باب تو بہت وسیع ہے ان شاء اللہ اس پر ایک علیحدہ کتاب لکھی

جائے گی۔ یہاں تو صرف اشارات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے صرف اس لیے کہ طوالت کا اندیشہ ہے۔

خلیل و حبیب علیہما السلام

حضرت خلیل علیہ السلام کی شان یہ ہے و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض ایک پتھر پہ کھڑا کر کے تختِ العرش سے عرشِ معلیٰ تک سب کچھ دکھا دیا گیا اور حبیب کو معراج کی رات عرشِ معلیٰ پر کھڑا کر کے ساری کائنات دکھا دی۔ ثابت ہوا کہ جہاں ابراہیم علیہ السلام کی نظر پہنچی اس سے آگے ہمارے آقا علیہ السلام کے قدم پہنچ گئے (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۱۱۶) خلیل کی دعا سے مکہ میں جتنی برکت ڈالی گئی حبیب کی دعا سے اس سے ڈگنی برکت مدینہ میں ڈال دی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے تو دو دروازے کے بارے فرمایا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ اور حبیب کے قدم لگے تو جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ساری کائنات کو مسجد بنا دیا گیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم ناز و نمود میں لگے تو آگ گلزار ہو گئی حضور کے قدم زمین پہ لگے سینکڑوں سال سے جلنے والی فارس کی آگ بجھ گئی۔ حضور علیہ السلام کی امت کا مومن پل صراط سے گزرے گا تو دروازہ کی آگ ٹھنڈی ہونے لگے گی۔ اور عرض کرے گی جزیبا مؤمن ان نورک اطفأ لہبی۔ اے مومن جلدی گزر جا تیرے (ایمان کے) نور نے تو میری آگ بجھا دی ہے (تفسیر کبیر للرازی) ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے خلیل بنایا واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً اور حضور علیہ السلام نے فرمایا لو کنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لا اتخذت ابا بکر خلیلاً حضور علیہ السلام نے خدا کو خلیل (جگری یار) بنالیا۔

ابراہیم علیہ السلام کیلئے نمودی آگ کو گلزار بنایا اور حضور علیہ السلام کیلئے معراج کی رات پورے کرہ ناز کو گلزار بنایا۔ خلیل کا قدم لگا آگ گلزار ہوئی حضور نے حضرت انس کے گھر رومال سے ہاتھ پونچھے تو آگ اس کو بھی نہ جلا سکی۔ خلیل نے عرشِ معلیٰ دیکھا حبیب نے وجہ اللہ دیکھا۔ خلیل کو بھوک لگے تو فرشتے کھانا لائیں اور حبیب فرماتے ہیں یطعمنی ربی و یسفینی میرا رب مجھے خود کھلاتا پلاتا ہے اُن کو لوگوں کا امام بنایا۔ انی جاعلک للناس اماما

ان کو نبیوں کا امام بتایا انہوں نے خود کہا حسبی اللہ ان کو رب نے کہا حسبک اللہ۔
 خلیل نے عرض کیا واجعلنی من ورثة جنة النعیم حبیب کو آپ فرمایا انا
 اعطینک الکوثر وہاں دعا کی جارہی ہے واجتنبی و بنی ان نعبد الا صنم یہاں فرمایا
 جارہا ہے انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت وہاں عرض ہو رہی ہے
 واجعل لی لسان صدق فی الاخرین ”میرا ذکر باقی رہے“ یہاں فرمایا و رفعنا لک
 ذکرک۔ خلیل عطا کا منتظر اور حبیب کی ملاقات کا عرش پہ انتظار۔

خلیل خلۃ سے بنا بمعنی حاجت، حبیب حب سے بنا بمعنی محبت، خلیل وہ جو رب سے
 محبت کرے حاجت سے، حبیب رب سے محبت کرے بغیر کسی حاجت کے۔ خلیل طالب ہو، ہے
 حبیب مطلوب۔ خلیل رب کی مغفرت کا امیدوار اطمع ان یغفر لی خطیبتی حبیب کو فرمایا
 کیا لیغفر لک اللہ۔ خلیل رب کی رضا چاہے حبیب کی رضا رب چاہے۔ خلیل عرض کرے
 لا تخزنی یوم یبعثون اور حبیب کو فرمایا یوم لا ینحزی اللہ النبی والذین امنوا۔

خلیل نے نیکوں کو اپنے لیے جن لیا حبیب نے شفاعتی لا اهل الکبائر من امتی
 کہہ کر کہا یا اللہ نیکوں کو ان کی نیکیوں کے طفیل بخش دے اور بُرے میری شفاعت کے حوالے کر
 دے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

خلیل کا منصب خلّت صرف ان کی ذات تک منحصر، حبیب کی جو بھی اتباع کرے گا وہ
 منصب محبوبیت پہ فائز ہو جائے فاتبعونی یحبکم اللہ۔ خلیل خدائی دیکھیں، حبیب خدا کو
 دیکھتے ہیں۔ خلیل کا آخری وقت آئے تو فرشتوں سے کہیں کبھی خلیل بھی خلیل کی جان لیتا ہے ”تو
 اللہ فرمائے اہل رایت خلیلا یکرہ لقاء خلیله کیا بھلا کوئی خلیل بھی اپنے دوست سے ملنے
 کو ناپسند کرتا ہے مگر حبیب کو قیامت تک غلاموں میں رہنے کا اختیار بھی دیا جائے تو وہ کہتے ہیں
 اللهم بالرفیق الاعلیٰ (ملکوتہ)۔ میں تو اپنے رب کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔

اعتراض:

لفظ حبیب کو حضور علیہ السلام کی ذات کے لئے اور خلیل کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے خاص کیا گیا حالانکہ خلیل صرف ابراہیم علیہ السلام ہیں جب کہ حبیب ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کا متبع ہوگا جیسا کہ فاتبعونی بحبیکم اللہ سے ثابت ہے۔

جواب:

خلیل بروزن فعلیل بمعنی فاعل (مسند ہے) جب کہ حبیب بمعنی فاعل و مفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں محمد حبیب اللہ واللہ حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلیل کی شان میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابراہیم خلیل اللہ واللہ خلیل ابراہیم۔

دوسرا جواب:

خلیل کو ہر تقرب الی اللہ بواسطہ حاصل ہے اور حبیب کو ہر تقرب بلا واسطہ حاصل۔
پھر خلیل کو جو کچھ بھی ملے مانگنے پر ملے اور حبیب کو سب کچھ بے مانگے ملے۔
اور آخری بات یہ کہ خلیل اپنے رب کی رضا کے لئے اپنے اکلوتے فرزند کی گردن پر بٹھری چلائے اور حبیب کی رضا کے لئے قبلہ بھی تبدیل کر دیا جائے فلنولینک قبلۃ ترضها
۔ قبلہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاض
جس طرف رُخ وہ موڑ دیتے ہیں
جس طرف وہ نظر نہیں آتے
ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں
۔ دیکھو محبوباں دی مرضی تے قبلہ بدلانے جاندے نہیں
انہی وجوہات کی بنا پر لفظ حبیب کے ساتھ حضور کو خاص کیا گیا اور پھر بحبیکم اللہ
میں محبوبیت کا درجہ مجازی اور حضور کے توسط سے ملے گا جب کہ محبوب حقیقی صرف حضور کی ذات
ہے۔ ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
ان کی امت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری

ہزاروں گناہوں کے باوجود بھی سرکار کی امت کو خیر امت فرمایا گیا ہے صرف آپ کی نسبت کی وجہ سے کہ فرمایا تمہارے گناہوں کو دیکھوں کہ اپنے نبی کے ساتھ نسبت کو دیکھوں لہذا گناہوں کی بات چھوڑو کنتم خیر امت تم بہترین امت ہو کہ تمہیں بہترین نبی مل گیا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

عیسیٰ و مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا جن میں ایک عرصہ روح رہ چکی تھی جبکہ حضور علیہ السلام نے پتھروں لکڑیوں میں جان ڈالی دی فرمایا اُحد جبل یسجد و نجہ (بخاری)۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔

روح اللہ کی ماں پہ تہمت لگے تو عیسیٰ علیہ السلام خود ان کی عصمت کی گواہی دیں اور حبیب اللہ کی بیوی پہ تہمت لگے تو خود ذات باری ان کی عصمت کا گواہ بن کر قرآن کی اٹھارہ آیات نازل کر دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمینی معجزات عطا فرمائے گئے اور حضور علیہ السلام کو آسمانی معجزات سے بھی نوازا گیا۔

ان کا ہاتھ لگے اندھے پنا ہو جائیں اور سرکار کے پاؤں کی خاک آنکھوں میں پڑ جائے اندھے یہودی کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و اذ تخلق من الطین کھینۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکھ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی۔ (المائدہ آیت نمبر ۱۱)

یعنی اے عیسیٰ! تو نے مٹی کا پرندہ بنا کر میرے اذن سے اڑا دیا، لا علاج مریض کو

شفادی میرے اذن سے، مردوں کو زندہ کیا میرے اذن سے۔

ہر کمال کے ساتھ بسا اذنی کی قید لگائی اور بار بار لگائی۔ اور محبوب علیہ السلام کے

بارے فرمایا و داعیا الی اللہ باذنہ یعنی ایک ہی مرتبہ سارے اذن دے کر بھیج دیا۔ چاند توڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں اور ڈوبا ہوا سورج موڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں، ایک بار کے اذن میں ہی پتھر کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں، درخت حکم مانتے جا رہے ہیں، اذن ایک ہے کام سارے ہوتے جا رہے ہیں۔

عیسیٰ خاک او سے دے در دی گھن تیمم کرا

جبریل جہے جس چاکر نبیاں دا سر کردہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار کو ہاتھ لگاتے شفا یاب ہو جاتا حضور کا ہاتھ جس کو لگتا وہ آگے جس کو چھو لیتا وہ مریض بھی شفا پا جاتا فکان لا یمسح شیئا الا برء۔

(خصائص کبریٰ ۲/۷۴)

عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیے ہیں

ایک عیسائی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں ان کو اللہ نے آسمان پہ اٹھایا ان کو زمین پر رکھا، کسی مسلمان نے اس کا جواب دیا۔ دیکھو ایک عورت کے دو بیٹے ہیں ایک چھوٹا بچہ جوڑ نہیں سکتا دوسرا جوان اور بہادر ہے جو شیروں سے بھی لڑ جاتا ہے۔ اگر اس عورت کے گھر پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا ہو تو وہ اس وقت چھوٹے بچے کو لے کر چھت پر چڑھ جائے گی اور نو جوان بہادر بیٹے سے کہے گی کہ تلوار لے کر ڈاکوؤں کا مقابلہ کرو۔ یہی مثال حضرت عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ کفار نے دین پر حملہ کیا تو اللہ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پہ اٹھالیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔

اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین سے جہاد فرمائیں۔ (سورہ توبہ)

تو جو ایک بچے اور بہادر جوان کی قوت میں فرق ہے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہے ہمارا نبی
کسی عیسائی نے یہ شعر کہا تھا۔

فلک پر ابن مریم کا مکاں ہے
ملا رتبہ یہ احمد کو کہاں ہے
ایک مسلمان نے شعر ہی میں اس کا جواب دیا۔

ترازو کو پکڑ کر دیکھ پاداں
جو نیچے ہے وہی پلہ گراں ہے
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پہ ہونا نبی ﷺ سے افضل ہونے کی دلیل
نہیں۔ کیوں کہ ترازو کا جو پلہ بھاری ہوتا ہے وہی جھکتا ہے۔

معراجِ مصطفیٰ ﷺ کی دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئے، عیسیٰ
علیہ السلام گئے لیکن ابھی آئے نہیں۔ آدم علیہ السلام آئے لیکن گئے نہیں۔ سید الانبیاء ﷺ ایک
ہی رات میں سرعرش گئے بھی اور آئے بھی۔

نوح و محمد علیہما السلام

اگر نام محمد رانیا وردے شفیق آدم

نہ آدم یا فتنے توبہ نہ نوح از غرق مچینا

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے ہیں چالیس مرد چالیس عورتیں
مسلمان ہوتے ہیں مگر ایک جنگ سے واپسی پر کوہِ معصیم کے دامن میں اتنی کافر چپے ہوئے۔
حضور کی ایک نگاہ پڑھتی ہے اتنی کے اتنی مسلمان ہو جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام بدعا فرماتے ہیں رب لا تذر علی الارض من
لکفرین دیارا یا اللہ زمین میں کوئی کافر زندہ نہ رہے۔ حضور جانی دشمنوں کو لا تشریب علیکم
الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء کہہ کر معاف فرما رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نظر نسلوں تک جاتی ہے * اور حضور علیہ السلام کی نظر خدا تک
جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان پہ تیرتی ہے جبکہ حضور علیہ السلام اشارہ کرتے
ہیں تو پتھر پانی پہ تیرتے ہوئے آتے ہیں **۔

* کیوں کہ آپ نے عرض کیا تھا۔ "اے اللہ اگر تو ان کو زندہ چھوڑ دے گا تو ان کی فلیس بھی تیری فرمانبری
رہیں گی" (انک ان لنرہم..... سورۃ طوح)۔

** امام رازی فرماتے ہیں ایک دن حضور پانی کے کنارے کھڑے ہیں ابو جہل کا بیٹا مکرہ کہنے لگا ان کنت
صادقا فادع ذلک الحجر الذی فی الجانب الاخر اگر آپ سچے ہیں تو پانی کے دوسرے
کنارے پہ جو پتھر ہے اس کو بلائیں وہ تیرتا ہوا آئے اور آکر آپ کی نبوت کی گواہی دے لے لے لے
الرسول الہ لا تطلع الحجر الذی من مکانہ و شہد بالرسالہ پس حضور نے اسے اشارہ فرمایا تو
پتھر تیرتا ہوا آیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی فرمایا کافی ہے؟ کہنے لگا وہی بھی اسی طرح جائے چنانچہ
پتھر تیرتا ہوا اپنی جگہ چلا گیا۔

ختم نبوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

(۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ

میں آخری نبی ہوں فخر یہ نہیں کہہ رہا

(مشکوٰۃ شریف)

(۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

(مشکوٰۃ - ترمذی)

اس حدیث میں مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ تین غیب کی خبریں بھی ارشاد فرمائی گئیں۔

نمبر ۱- میرے بعد جھوٹے مدعیین نبوت پیدا ہوں گے۔

نمبر ۲- وہ جھوٹے میرا متی ہونے کا بھی دعویٰ کریں گے نی امتی حدیث کے اگلے الفاظ اسی

بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیوں کہ اگر امتی نہ کہلائیں تو کوئی ان کے دھوکے میں نہ آئے گا۔

نمبر ۳- ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے لہذا کسی کے دجال و کذاب ہونے کے

لئے بھی کافی ہے کہ وہ دعوائے نبوت کرے اس لیے اس سے دلیل مانگنا اور بحث

مباحثہ فضول ہے کہ دعوائے نبوت کر کے وہ دجال و کذاب تو ہو چکا۔

خاتم کا مفہوم

تا کے فتح سے بھی اور کسرہ سے پڑھنا بھی ثابت ہے کسرہ سے ہو تو اسم فاعل ہو گا ختم کرنے والا۔ اور تا کے فتح سے اسم آلہ بمعنی (ماید ختم بہ) انگٹھی اور مہر ہو گا، دونوں صورتوں میں ختم نبوت کا مفہوم بڑی وضاحت سے اس لفظ میں موجود ہے زیادہ معروف روایت چونکہ تا کے فتح کی ہے لہذا اس پر تھوڑی سی بحث کرتے ہیں کہ جب کوئی چیز بند کر کے اوپر مہر لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس کے اندر سے کوئی شے باہر نہ آنے پائے اور باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے پائے، اگر رجسٹری شدہ خط کی مہر کو توڑنے والا تعزیرات پاکستان کے قانون کے مطابق سزا کا مستحق ہے تو پھر آقاؐ کے دو جہاں کی ختم نبوت کی مہر توڑنے والا کیوں سزا کا مستحق نہیں۔ ایک عام کاغذ ایک نوٹ والا کاغذ ہے مگر ان کی قدر و قیمت میں فرق ہے کیوں کہ نوٹ کی حفاظت ہوتی ہے عام کاغذ کو پھینک دیا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس پر حکومت کی مہر لگ چکی ہے تو جس کاغذ پر حکومت کی مہر لگ جائے وہ دوسرے کاغذوں سے افضل و اعلیٰ ہو جاتا ہے اگر کوئی حکومت کی مہر خود بنانا شروع کر دے تو مجرم و مستحق سزا ہے تو ختم نبوت کی مہر توڑنے والے کی کیوں سزا نہیں۔

مرزائیت

تیرے بغیر ہو نہ سکی رونق چمن
پھولوں کو لاکھ بار سجایا بہار نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک عمارت بنائے اور انتہائی خوبصورت ہو لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے اینٹ نہ لگے تو عمارت نامکمل ہے لگ جائے تو اس کا حسن اپنے کمال کو پہنچ جائے فرماتے ہیں دیکھنے والے اس عمارت کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں مگر خالی جگہ اس عمارت کے حسن میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

(۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
**أَنَا سَدَدُ مَوْضِعِ النَّبِيَّةِ وَ أَنَا خَاتَمُ
 النَّبِيِّينَ**

میں نے ہی اس جگہ کو مکمل کیا اور اس محل کی آخری اینٹ میں ہی ہوں
 اور خاتم النبیین ہوں
 (مشکوٰۃ ص ۵۱۱)

(۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا النَّبِيَّةُ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

میں ہی وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں
 (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۱)

یہ احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث ہیں عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص ختم نبوت کے لئے ان دلائل کو کافی و دانی سمجھے گا کہ جب قصر نبوت جس کی پہلی اینٹ آدم علیہ السلام اور آخری محمد رسول اللہ ہیں اب جو کوئی اس مکمل ہو جانے والے محل پر فالتوا میٹیں لگانے کی کوشش کرے گا تو دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ یہ اینٹ معمار کی لگائی ہوئی نہیں کسی غدار کی لگائی ہوئی ہے جو محل کو بد صورت بنانا چاہتا ہے جب خدا نے قصر نبوت مکمل کر دیا جس کی آخری اینٹ محمد رسول اللہ ہیں تو اب مرزا قادیانی جو انگریز کی بیٹائی ہوئی گویہ و پاخانے کی بدبودار اینٹ ہے اس کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین نبی کے بعد ایک کانے دجال کو نبی مانا جائے "نہ منہ نہ معنہ جن

پہاڑوں لٹھا، کہاں ابن مریم کہاں ابن کسبٹی۔ کیوں کہ ہمارا نبی دل نشیں ہے، ماہ جبیں ہے، بہتریں ہے، بالیقین ہے، صادق و امین ہے، جب کہ مرزا العین ہے، بے دیں ہے، بدترین ہے، جہنم کا شوقین ہے، جس کے مرنے کی جگہ لیٹیں ہے، مرزا نبی نہیں غبی ہے، ظلی نہیں شیخ چلی ہے، نگرین کی ملی ہے، بروزی نہیں موزی ہے، یک چشم گل ہے، بد شکل ہے، بے عقل ہے، نہ اس کی اصل ہے نہ نسل ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا

اگر مرزا ہوتا خدا کا پیغمبر

تو مٹی میں گر کر نہ مارتا وہ کنجر

الحمد للہ ہمارے ملک پاکستان میں تو ایک جی والے ٹرک کو نہیں چلنے دیا جاتا تو ایک آنکھ والے کی نبوت یہاں کیسے چلے گی۔

— جب کسی دفتر میں جس کے دروازے پر لکھا ہو، بغیر اجازت اندر آنا منع ہے، کوئی بے اجازت اندر جائے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا تو وہ قصر نبوت جس پر لانی بعدی کا بورڈ لگا ہوا ہے اس کی دیوار پھلانگنے کی کوشش کرنے والا ایسی سزا کا مستحق ہو گیا کہ قیامت تک لعنتیں برستی رہیں گی۔ چیز مکمل ہونے کے بعد اس میں کمی بیشی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے خدا نے انسان کو دو ہاتھ۔ دو پاؤں دو کان دو آنکھیں ایک سر اور ایک ناک عطا کی اور احسن تقویم کا تاج اس کے سر پر سجایا اب کوئی شخص تیسرا پاؤں۔ کان یا آنکھ لگانا چاہے یا دوسرا سر اور ناک لگانے کی بات کرے تو اندازہ لگالیں وہ انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے مرزا کا معاملہ بھی اسی طرح کا سمجھ لیں۔ انسان تکفیر الاشارة۔

— مرزا صاحب کا اپنا فرمان ہے مجھے نبی نہ ماننے والے کنجریوں کی اولاد ہیں جب کہ مرزا جی کے بیٹے فضل احمد نے مرزا جی کو نبی نہیں مانا حالانکہ وہ مرزا کی اولاد ہے تو نتیجہ نکال لو کہ مرزا صاحب کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ مرزا کا بیٹا فضل احمد مرزا کی زندگی میں فوت ہوا اور مرزا نے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا لہذا بھول مرزا وہ کنجری کی اولاد ہوا تو پھر کنجری کون ہوئی۔ اور جس کے گھر کنجری ہوئی وہ خود کتنا

شریف ہوگا۔

✽ — مرزا جی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر آسمانوں میں ہیں تو پیشاب کہاں کرتے ہوں گے کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے اس سے بندہ پوچھے تجھے عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی فکر ہے ان کو تو اللہ نے آسمان پہ اُٹھایا بل دفعہ اللہ الیہ لیکن تو نو ماہ تک کہاں سے کھاتا رہا اور پیشاب کہاں کرتا رہا تیرے لیے انتظام ہو سکتا ہے ان کے لئے کیوں نہیں۔

✽ — پھر فرمایا میں نے پٹواری کا امتحان دیا اور فیل ہو گیا جو پٹواری نہ بن سکا وہ نبی کیسے بن گیا۔ نبوت کسی نہیں عطا ئی اور وہی نعمت ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے سکول میں کان پکڑ کر ماسٹر کے جوتے کھاتا رہے پھر فیل ہونے کے باوجود پٹواری بن جائے پھر اسی ماسٹر کو کہے میں تیرا نبی ہوں ظالم نے ہاتھ دہاں ڈالا جہاں ایمان کا رہتا ہی کچھ نہیں۔

خیال زاغ کو بلبل کی ہمسری کا ہے

غلام زادہ کو دعویٰ پیبری کا ہے

اب بتاؤ اس کو ظلی کہا جائے یا انگریز کی بلی کہا جائے بروزی کہیں یا بزوری کہیں یا شیطان کی کتوری کہیں پنجاب کا مسلمان کہیں یا قادیان کا دجال کہیں۔

✽ — اگر کوئی بعد میں نیانی آنا ہوتا تو پورا قرآن حضور کے ذکر کے لئے نازل ہوا وانہ لذكر لك ایک لفظ تو مرزا کے لئے بھی نازل ہو جاتا ہے بما انزل الیک وما انزل من قبلک فرمایا ومن بعدک فرما دیا جاتا۔

✽ — کہتا ہے میں ہی عیسیٰ ہوں اس سے پوچھو حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے مہدی عیسیٰ کا زمانہ ایک ہوگا اور عیسیٰ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے جامع مسجد دمشق میں تو کیا تو نے دمشق دیکھا بھی ہے یا صرف عیسیٰ بننے کا ہی شوق ہے۔ کیا پدی کیا پدی کا شور با۔

حضرت یوسف علیہ السلام جو اللہ کے اصل نبی تھے ان پر زلیخا عاشق ہو گئی پھر ان کی شادی بھی ہوئی مرزا چونکہ نقلی تھا وہ خود محمدی بیگم پر عاشق ہو گیا اور پٹن گویوں کے باوجود شادی نہ ہو سکی کبھی کہا آسمان پہ نکاح ہو چکا ہے جب زمین پہ بھی نہ ہو سکا تو کہا مطلب یہ ہے کہ اس کی

بیٹی سے میرے بیٹے کا نکاح ہوگا آخر کار کہا قیامت کو ہوگا اور یہ یاد نہ رہا کہ میرے منکر دوزخ میں جائیں گے حالانکہ وہ برملا کہتی تھی مجھے مرزا سے نفرت ہے تو وہ تو بقول مرزا پکی دوزخی لہذا مان لو کہ قیامت کو نکاح ہوگا تو دلہن دوزخ میں ہوگی تو مرزا کی بارات کہاں گئی پھر اس کو وہاں ہی گھر داماد رکھ لیا جائے گا۔

✽ — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بغیر تورات کا ایک ورق پڑھنا شروع کیا تو حضور علیہ السلام نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ عرض کیا رضیت باللہ و بالاسلام دینا و بمحمد نبینا۔ ناراض حضور ہوئے مگر رضیت باللہ کہہ کے راضی پہلے اللہ کو کیا جا رہا ہے ثابت ہوا۔

وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
حضور کی رضا خدا کی رضا۔ حضور کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی۔ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت حضور کی بیعت اللہ کی بیعت آپ نے حضرت عمر کو فرمایا لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے جب آج موسیٰ کی اتباع گمراہی ہے تو مرزا کی اتباع کیسے ہدایت ہو سکتی ہے۔

فرما گئے ہیں ختم نبوت کے تاجدار
تا حشر میرے بعد نبوت نہ آئے گی
✽ — مرزا کہتا ہے نبوت اگر نعمت ہے تو نعمت ختم نہیں ہونی چاہیے حالانکہ نعمت بھی ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو نعمت نہیں رہتی زحمت بن جاتی ہے آگ، پانی نعمت ہیں، لیکن اگر آگ مکان کو لگ جائے یا پانی کا سیلاب آجائے تو نعمت نہ رہے گی پانچ انگلیاں ایک ہاتھ میں نعمت ہے لیکن اگر چھٹی بھی آگ آئے تو فوراً کسی ماہر ڈاکٹر سے اپریشن کرا کے کٹا دیا جاتا ہے حضور علیہ السلام پہ نبوت کی نعمت مکمل ہو گئی اتھمت علیکم نعمتی مرزا کی صورت میں زحمت آگ آئی تو ابو بکر صدیق کی تلوار سے اپریشن کر کے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

✽ — نبوت کے لئے قانون ہے جہاں نبی فوت ہو وہیں دفن کیا جائے۔ مرزا یو! اگر مرزا نبی

ہے تو اس کو ٹی خانے میں واپس لاؤ۔

الجھا ہے پاؤں مرزے کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں مرزا ہی آ گیا

— ❁ — مرزائی کہتے ہیں ہمیں سینے پہ کلمہ نہیں لگانے دیتے میں عرض کروں گا کہ تمہیں کوئی نہیں روکے گا لیکن سینے کے اوپر لگانے سے پہلے سینے کے اندر لگاؤ تو سینہ مدینہ بن جائے گا۔

— ❁ — مرزائیوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ نبی بھی مانا تو کس کو۔ ہر نبی پہ جبرائیل امین آتے تھے مرزا جی پر آنے والے فرشتے کا نام پوچھا تو فرمایا ”ٹی جی ٹی“ اور وحی کیا لے کر آیا ”آئی کو یو“ یعنی انگریزوں نے ہی نبی بنایا تھا تو ظاہر ہے فرشتہ بھی تو انگریز ہی ہونا چاہیے تھا اور وحی بھی انگریزی میں ہی مناسب تھی ”آئی شیل ہیلپ یو“۔ وحی کے الفاظ پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے خود جناب نکلے ہیں فرشتہ بھی مڈل فیل ہے۔

لطیفہ

مرزا کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے بھوک کے مارے نے نبوت کا اعلان کر دیا بادشاہ سمجھ گیا اس نے کہا اس کو باورچی خانے میں قید کر دیا جائے چند ماہ کے بعد بلایا گیا خوب موٹا ۳۰ زہ ہو گیا پوچھا گیا کوئی وحی آئی ہے اس نے سوچا کہیں آزاد ہی نہ کر دے ہاں آئی ہے۔ پوچھا کیا؟ کہنے لگا یا ایہا النبی دو تین ماہ اور باورچی خانے رہو۔ اتنے حسن والے نبی کے بعد ایسے بد صورت کانے ٹھہنے کی اللہ کو ضرورت کیا پیش آتی۔

جیہڑے قیدی نہیں زلفِ محمد دے

ادہ غیراں دے جال چہ پھسدے نہیں

چنانچہ ایک سکھ کے ساتھ مرزائیوں نے بڑی رواداری کا مظاہرہ کیا اس کو کاروبار کرایا، اس کی ضروریات کو پورا کرتے رہے کہ مرزائی ہو جائے آخر ایک دن اس کو کہہ ہی دیا کہ سردار جی اب ہمارے نبی کو مان لو اور مرزائی ہو جاؤ سردار جی نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور کہا

”دیکھو اوئے میرے بھراؤ! اساں تے مسلماناں دے سچے نبی نوں نہیں منیاں، تے تہاڈے جوٹھے نبی نوں کوں من لیتے۔“

✽ — ذرا تھوڑی سی سیرت تو پڑھو ہمارے نبی کی زندگی میں امت کے لئے اسوۂ کامل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۂ حسنۃ۔

مرزائی کبھی بھی اپنے مرزے کی سیرت پر بحث نہیں کریں گے کیوں کہ اس میں یہ بھی ہے نیچے والا بن اوپر لگا لیتے تھے اوپر والا نیچے۔ دایاں جوتا بائیں پاؤں میں بایاں دائیں پاؤں میں۔ پیشاب فرماتے تو استنجا گڑ کے ساتھ کر لیتے اور مٹی کا ڈھیلا گڑ کی جگہ کھا لیتے ہر دونوں چیزیں سرکار جیب میں رکھا کرتے۔ ایک بار ماں سے کہا روٹی کس سے کھاؤں اس نے یعنی کسیٹی نے غصے میں کہا خاک سے کھا حضرت اتنے فرماں بردار تھے روٹی لی اور چولہے سے راکھ لے کر کھانے لگے۔ پھر یہ بندہ کہے۔ میں ہی محمد ہوں میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی داؤد ہوں تو اس کو پاگلوں کا سردار نہ کہیں تو کیا کہیں۔

اے پیٹ تیرے واسطے ہم کیا سے کیا بنے
مہدی بنے مسیح بنے مقتداء بنے
بے شرم تو بھرا نہیں گو ہم خیال میں
ناک بنے کرشن بنے اور خدا بنے

سوال:

قرآن پاک میں ہے ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين۔ (الحاقة آیت ۴۴-۴۶)

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے اور پھر ان کی رگِ دل کاٹ لیتے، یعنی اگر نبی علیہ السلام پورا قرآن تو کیا ایک آیت بھی اپنی طرف سے بناتے تو اللہ کی پکڑ میں آجاتے۔ مرزائی کہتے ہیں اگر مرزا نے بھی اللہ پر بہتان لگایا ہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا یا وحی آئی وغیرہ وغیرہ تو اللہ نے پکڑا کیوں نہیں۔

جواب نمبر ۱:

پکڑا تو ہے پاخانے میں مرا۔ لوگوں نے میت پر گندگی ڈال دی۔ اس کے تمام دعوے جھوٹے ہوئے۔

جواب نمبر ۲:

یہ آیت تو سچے نبی کے بارے میں ہے اگر حکومت اپنے مجسٹریٹ کے لئے قانون بنائے کہ تو ایسا کرے گا یہ سزا ہوگی ادھر ڈاکو جنگل میں اپنے میں سے ایک کو مجسٹریٹ بنالیں اور وہ سب کچھ کرتا پھرے۔ تم کہو دیکھو جی! مجسٹریٹ کے لئے جب یہ قانون ہے تو اس کو سزا کیوں دی جاتی تو یہی کہا جائے گا یہ ڈاکوؤں کے مجسٹریٹ کے لئے نہیں حکومت کے مجسٹریٹ کے لئے ہے ورنہ تو فرعون نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا یعنی فرمایا یہ قانون پیاروں کے لئے ہے مرزا جیسے بھونکتے رہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ۔ آواز سگاں کم نکلند رزق گدارا۔

مشرک بھی تو یہی کہتے تھے ولو شاء اللہ ما اشرکنا اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے اگر اللہ نہ چاہتا تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا نہ ہوتی کس نے آپ کو کہا ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ مرزا نبوت کا اعلان کرے اگر اللہ چاہتا تو اس کو ایسے معجزے دیتا؟ جو کہ معرکہ الآرامعجزہ محمدی بیگم کا ہے خوبصورت تھی رشتہ دار تھی دعوائے نبوت کے بعد رشتہ دار متنفر ہو گئے کہنے لگا نکاح اس سے میرا ہی ہوگا جو میرے علاوہ نکاح کرے گا مر جائے گا بلکہ اس کا باپ دادا بھی مر جائے گا مگر کچھ بھی نہ ہوا پھر تاویل میں کرنے لگا۔ کبھی کہتا ایک سال بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا (مرزا مبارک) تین سال کے بعد ہوا (آخر کچھ تو ہونا ہی تھا) پوچھا گیا آپ نے تو ایک سال بعد فرمایا تھا فرمایا! بلکہ اس کرتے ہو! ایک سال تو کہا تھا اور ایک سال درمیان میں گزرا ہے اس سال ہو گیا ابتداء انتہا کو چھوڑ دو درمیان کی بات کرو۔

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

— حضور علیہ السلام کی حدیث ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو چادروں میں ملبوس ہو کر آئیں گے مرزا سے پوچھا گیا اگر آپ عیسیٰ ہیں تو دو چادریں کون سی ہیں کہا اوپر والی چادر میرے دماغ کی کمزوری ہے اور نیچے والی پیشاب کی بیماری ہے کہ رات میں حضرت سو

سوار پیشاب کرتے (پتہ نہیں دہی کس وقت آتی تھی) جیسا نبی ویسے معجزے فرعون کو لوگوں نے کہا بارش نہیں ہوتی تو ہمارا رب الاعلیٰ بنتا ہے تجھے نہ کہیں تو کس کو کہیں اب اس نے تو شیطان کو بھی کہنا تھا سب شیطان مل کر پیشاب کرنے لگے ہر طرف بدبو پھیل گئی پھر لوگ آئے اور پوچھا یہ کیسی بارش ہے؟ اس نے شیطانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا جیسا تو خدا ویسی بارش ہے۔

✽ — مرزا جی نے ایک اور آیت سے دلیل پکڑی مایاتہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن جو بھی نبی آیا اس کا مذاق اڑایا گیا میرا بھی تم مذاق اڑاتے ہو لہذا میں بھی نبی ہوں (یہ ہے ان الشیطنین لیوحون الی اولیئہم شیطان اپنے چیلوں کی طرف اسی طرح کی وحی کرتا رہتا ہے) جواب: پھر تو ہر پاگل گدھانہی ہو جائے کہ ان کا مذاق سب سے زیادہ اڑایا جاتا ہے۔

ہر نبی کا نام مفرد ہے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ ایوب۔ یعقوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ عیسیٰ محمد۔ علیہم السلام اور مرزا اباجو اس کے کہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قرآنی ارشاد کا مصداق قرار دیتا ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (نزول اتح صفحہ ۹۹) یہ کہتا ہے میں ہی احمد ہوں۔ حالانکہ آیت میں بھی مفرد ہی آیا ہے جب کہ مرزا کا نام دنیا جانتی ہے غلام احمد ہے (مربک اضافی)۔

اور پھر حضور علیہ السلام کو معلوم تھا ایک دجال ایسی بات کرے گا لہذا آپ نے اس بشارت کے بارے پہلے ہی فرما دیا۔ کیا؟ اگلی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ فرشتہ
آبروئے مازنامہ مصطفیٰ ﷺ فرشتہ

﴿۱۰﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى
 (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

میں ہی ہوں جس کے لئے ابراہیم دعائیں کرتے رہے اور جس کی خوشخبریاں عیسیٰ
 علیہ السلام سناتے رہے

اور اپنے نام ارشاد فرماتے ہوئے خود فرمایا کوئی اور احمد نہیں وہ احمد میں ہی ہوں

﴿۱۱﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا أَحْمَدُ

میں ہی احمد ہوں
 (مشکوٰۃ)



(۱۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ

میں ہی عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔
(مشکوٰۃ)

لہذا اگر مرزا ابشارۃ والا احمد بنے گا تو ایسے ہی ہوگا کہ جیسے ایک کاغذ پہ کوئی افسر دستخط کرے تو بعد میں چپڑا سی بھی اپنے آپ کو وہی افسر ظاہر کر کے دستخط کر دے تو اس کو سزا ہوگی جیسے مرزا کو جہنم کی سزا ہو رہی ہے۔

❀ — ظلی و بروزی کی اصطلاح مرزا کی اپنی اختراع ہے اس کے پردے میں اس نے عوام کو دھوکہ دیا اس سے پہلے اس طرح کی اصطلاح کا کہیں نام و نشان نہیں ہے یہ تو ایسے ہی ہے کہ خاوند والی عورت کو کوئی دوسرا شخص کہے میں بھی تیرا خاوند ہوں وہ کہے میرا خاوند تو فلاں ہے اور زندہ ہے تو کہاں سے آگیا وہ کہے اصل میں میں ظلی یا بروزی ہوں۔ ایک غیرت مند عورت یہ کیسے برداشت کرے گی اسی طرح غیرت مندا متی بھی مرزا کی اس بکواس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک بچہ اپنے حقیقی باپ کے مقابلے میں ظلی بروزی باپ کا لفظ تو سننا گوارہ نہیں کرتا تو غیرت مندا متی حضور کے ہوتے ہوئے اس ظلی انگریز کی بلنی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی کے کفریات

مرزا قادیانی لعنتی کردار، بے غیرت، شیطان کا چیلہ، خبیث، مردود، بے حیا، کذاب 1836ء کو بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک گاؤں قادیان میں

پیدا ہوا۔ 1901 میں نبوت کا دعویٰ کیا 26 مئی 1908ء بروز منگل ساڑھے دس بجے رات مرکز جہنم رسید ہوا مرزا خبیث نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر آوارہ گرد گھر سے بھاگ آیا سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار تنخواہ پر بطور مٹھی ملازم ہو گیا۔

اس کے بعد اس خناس نے انگریزوں سے مل کر جھوٹی نبوت کا منصوبہ بنایا۔

اس کا نے دجال بے غیرت نے آہستہ آہستہ مذہبی تقریریں شروع کر دیں انگریز کی سرپرستی میں کام کرتا رہا۔ اپنے آپ کو بڑا عالم اور محدث ظاہر کیا پھر کہا میں مجدد ہوں پھر کہا میں مہدی ہوں پھر مسیح پھر کہا میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پھر کہا میں ہی محمد ہوں پھر کہا میں محمد رسول اللہ سے افضل ہوں (معاذ اللہ) اس لعنتی کردار، ذلیل شخص نے اللہ تعالیٰ، نبی پاک ﷺ انبیائے کرام، صحابہ کرام، مکہ، مدینہ، بزرگان دین قرآن مجید اور عام مسلمانوں کی توہین میں ایسی باتیں لکھیں اور کہیں جسے پڑھ کر غیرت مند مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔

مرزا کی بکواسات

(اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی)

- (1) وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانے والی آگ ہے۔ (معاذ اللہ) سراج منیر ص ۵۵
- (2) میں (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (معاذ اللہ) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ کتاب البریہ ص ۷۸
- (3) وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ (معاذ اللہ) تجلیات الہیہ ص ۴
- (4) اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سن (معاذ اللہ) البشری جلد ۱ ص ۴۹
- (5) مجھ سے میرے رب نے بیعت کی (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۶
- (6) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنے رسول بھیجا (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۱۱
- (7) اے مرزا تو مجھے میری اولاد جیسا ہے۔ (معاذ اللہ) حاشیہ ص ۲۳ از بعین نمبر ۴

(8) کیا کوئی عقل مند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے۔ (معاذ اللہ) ضمیر براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۴

نبی پاک ﷺ کی توہین

(1) نبی پاک ﷺ کو کئی الہام سمجھ نہ آئے نبی سے کئی غلطیاں ہوئیں۔ (معاذ اللہ) (ازالہ الاوهام مطبع لاہور)

(2) نبی پاک ﷺ اشاعت دین مکمل طور پر نہ کر سکے میں نے پوری کی۔ (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گوڑویہ ص ۱۶۵)

(3) آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔ (تحفہ گوڑویہ ص ۶۷)

(4) میرے نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ ص ۵۶)

(5) آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پیڑ کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ (معاذ اللہ) (الفضل قادیان) ۲۲ فروری ۱۹۲۳

(6) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(7) میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منهم لما یلحقو بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ (معاذ اللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)

(8) محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(معاذ اللہ) (اخبار قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

- (1) میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔ (معاذ اللہ) (تمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵)
- (2) آپ (مرزا) کا درجہ رسول کریم ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء سے بلند ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۶ جون ۱۹۳۳ء)
- (3) جس (مرزا) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ رتھی۔ (معاذ اللہ) (الفضل ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء)
- (4) اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم و عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ (معاذ اللہ)
- (5) میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں۔
- نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار (معاذ اللہ) (درخشن ص ۱۲۳)
- (6) پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۹)
- (7) خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں اسمعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (معاذ اللہ) (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳)
- (8) خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ غرق نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ) (تمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷)
- (9) یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

(معاذ اللہ) (کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵)

(10) مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (معاذ اللہ) (مکتوبات احمدیہ ص ۱۲ تا ۲۲ جلد ۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین

(1) جیسا کہ ابو ہریرہؓ جو غمی تھا اور اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۱۸)

(2) ابو بکرؓ و عمرؓ کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (مرزا) کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ (معاذ اللہ) (ماہنامہ الہدی جنوری فروری ۱۹۱۵)

(3) پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؓ کی تلاش کرتے ہو۔ (معاذ اللہ) (ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص ۱۳)

(4) جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (معاذ اللہ) (ص ۱۷ خطبہ الہامیہ)

توہین قرآن

(1) قرآن خدا کی کتاب اور میری (مرزا) کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۱۰۲-۱۰۳)

(2) میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں۔ (معاذ اللہ) (ازالہ احام ص ۸ ص ۱۳)

توہین حدیث

(1) میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم روڈی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۳۱)

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین

- (1) تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ۔ مدینہ۔ قادیان۔ (معاذ اللہ) (ازالہ اوہام ص ۳۲)
- (2) میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (معاذ اللہ) (بشیر محمود الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)
- (3) (مرزا) نے فرمایا کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ) (انوار خلافت ص ۱۱۷)

مسلمانوں کو گالیاں

- (1) ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (یعنی مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)
- (2) جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو دلد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار الاسلام ص ۳۰)
- (3) میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الہدیٰ ص ۵۳)
- (4) میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (کنجریوں) کی اولاد نے تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴۷)

اے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ!

کیا ایسے مرتدوں اور خبیثوں کے ساتھ اب بھی دوستیاں اور تعلقات رکھو گے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کسی مرزائی کو اپنا دوست نہ بناؤ

مرزائیوں کا بایکاٹ کر دو۔

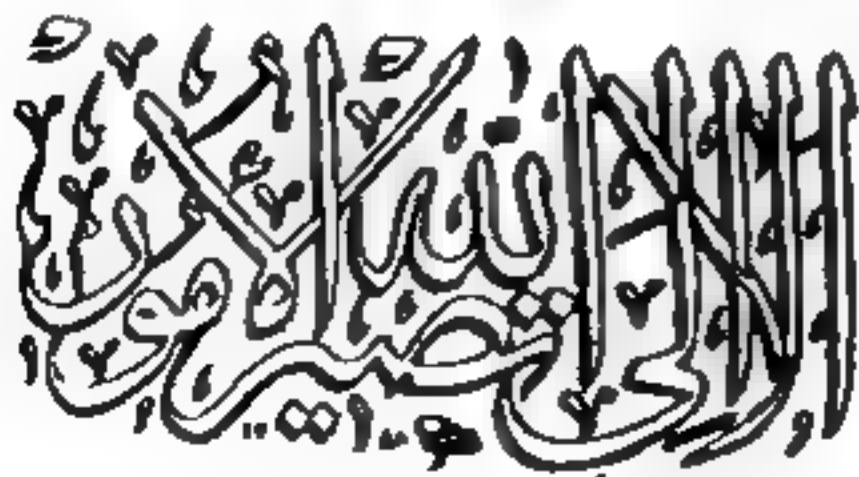
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

(آپ فرماتے ہیں) قادیانی مرتد و منافق ہیں۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرنا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے اس کا ذبح محض نجس مردار حرام قطعی ہے مسلمانوں کے بایکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور ان سے میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ (احکام شریعت)۔

(مزید فرمایا) اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے ان سے قطع کر دیں بیمار پڑنے پر پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان (قبرستان) میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ)۔

اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے بلکہ ابھی بہت سے گوشے باقی ہیں تاہم چونکہ دیگر موضوعات بھی اس کتاب میں شامل کرنے کا ارادہ ہے لہذا چیدہ چیدہ باتیں عرض کر دی ہیں اور مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ ”یہ مرہ دعا کریں۔“

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے



(۱۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وَلَا فَخْرَ

میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی فخر یہ نہیں کہتا

(ترمذی)

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن
 خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
 اوڑھ کر کالا کبل وہ آ جائیں گے
 تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوَالٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

شفاعت جس کو کہتے ہیں وہ عید ہے اہل سنت کی

اُردو دیدار رب ہو گا ادھر صورت محمد کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

شفاعت، نبا ہے طلب العفو معافی طلب کرنا۔ ہمارے حضور کی شفاعت قرآن

مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے محقق دوانی فرماتے ہیں حضور تمام جن و انس کی شفاعت

فرمائیں گے۔ مومنین کے لئے تو عفو معافی اور ترقی درجات حضور کی شفاعت سے ہوگی اور کفار

پر بھی احوال قیامت کی تخفیف آپ کی شفاعت سے ہوگی اسی لیے وما ارسلک الا رحمة للعالمین سب سے حضور کی شفاعت عامہ ثابت کی گئی ہے۔ امام نووی نے تو شفاعت کی پانچ اقسام بیان فرمائیں مگر امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم بھی بیان کی اس کے علاوہ صاحب مواہب نے ایک ساتویں قسم بھی لکھی ہے۔

نمبر ۱۔ الاراحة من هول الموقف و تعجيل الحساب و هي اعظمها و اعمها میدان محشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف نیز حساب و کتاب میں جلدی یہ شفاعت سب سے بڑی اور عام ہے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے جلد حساب ہوگا اور قیامت کی حساب سے قبل ہولناکی سے کفار کو بھی چھٹکارا ملے گا۔

یہ شفاعت صرف حضور ہی کریں گے اور کوئی نہیں کرے گا بخاری شریف کی معروف حدیث کہ تمام نبیوں کے پاس باری باری لوگ جائیں گے تو ہر کوئی کہے گا اذهبوا الی غیری اور پھر عیسیٰ علیہ السلام حضور کی طرف راہنمائی کریں گے۔ میرے حبیب کے لب پر انا لہا ہوگا۔

وہ لوگ جو نبیوں ولیوں کے پاس جانے سے روکتے ہیں اور رب کے پاس ڈار ایکٹ جانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو خدا غائب ہے مگر وہاں تو سامنے ہوگا لیکن کسی کی جرأت نہ ہوگی سیدھا چلا جائے جب آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نہ جاسکے گا تو اور کون جائے گا شاید خدا نے یہ انتظام اس لیے کرنا ہے تاکہ اہل محشر جان جائیں کہ دنیا میں وہی جماعت حق پر تھی جو ڈار ایکٹ میرے پاس آنے کی نہیں بلکہ میرے حبیب کے پاس جانے کی بات کرتی تھی۔

چھت پہ جڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
حق کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

اس سے شفاعت کا دروازہ کھلے گا اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ اس سے جہاں نبیوں ولیوں کو حصہ ملے گا وہاں کافروں کو بھی، کہ حساب میں تاخیر سے بچ جائیں گے اور جس حدیث کے تحت یہ بحث کی جا رہی ہے انا اول شافع و اول مشفع ولا فخر سے یہی مراد ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

يُعْطِيكَ رَبُّكَ دَاسَ ثَمَّاسَ

فَتَرْضَى تَهْمِیں پوری آسِ اسام

لُج پال کر یسی پاسِ اسام

وَأَشْفَعُ تُشَفِّعُ صَحِّح پڑھیاں

اور جب حضور علیہ السلام باب شفاعت کھول دیں گے تو پھر دیگر انبیاء، اولیاء، شہداء، قرآن، نماز روزہ، کعبہ، حجر اسود، مؤذن، امام، چھوٹی اولاد بلکہ فقراء و مساکین اور کچا بچہ جو حمل کے اسقاط کے سلسلہ میں پورے دنوں کا نہ ہونے کی وجہ سے ماں کے لپٹن سے نکلا اور زمین کے لپٹن میں چلا گیا حدیث میں آتا ہے کہ وہ خدا سے اپنے والدین کی بخشش کے لئے تکرار کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی فیقال ایہا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنة فیجرهما بسورہ حتی یدخلہما الجنة۔ (مشکوٰۃ)۔ پس کہا جائے گا اے اپنے رب سے جھگڑا کرنے والے! اپنے والدین کو جنت میں داخل کر لے تو وہ ناف کے ناڑو سے باندھ کر والدین کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جہنمیوں کی صفیں کھڑی ہوں گی ان کے پاس سے ایک جنتی گذرے گا تو ایک جہنمی اسے کہے گا اما تعرفنی انا الذی سفیتک شربة آپ مجھے پہچانتے نہیں میں نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا وقال بعضهم انا الذی وھبت لک وضوء فیشفع لہ فیدخلہ الجنة ایک کہے گا میں نے آپ کو ایک بار وضو کے لئے پانی دیا تھا پس اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک ایک آدمی ستر ستر ہزار کی شفاعت کرے گا رابعہ بصریہ بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں۔

حضرت اولیس قرنی کے بارے سرکار نے فرمایا کہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ میری امتی امت بخشے گا جتنی قبیلہ ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے سنا کہ قیامت کے دن گدڑی پوشوں کو بلایا جائے گا اور ان پہ بھی گدڑی کا لباس ہوگا اور ایک ایک گدڑی میں لاکھوں

لاکھوں طنائیں ہوں گی مریدین ایک ایک طناب پکڑ لیں گے اللہ تعالیٰ انہیں اتنی طاقت عطا فرمائے گا کہ ایک ایک بزرگ لاکھوں مریدوں کو کھینچ کر بل صراط سے پار کر دے گا ان کو جنت میں چھوڑ کر پھر واپس آ جائیں گے اور اعلان کریں گے مریدین تو چلے گئے اب وہ آ جاؤ جنہوں نے دنیا میں ہماری مخالفت نہیں کی پھر لاکھوں کو لے جائیں گے۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا؟

❀ — الصواعق المحرقة میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (صفحہ ۱۰۸)

شفاعت کی دیگر اقسام

نمبر ۲۔ فی ادخال القوم الجنة بغير حساب۔

اپنے غلاموں کو بلا حساب جنت میں داخل کرنا۔

نمبر ۳۔ الشفاعة لقوم استوجب النار۔ ان لوگوں کے حق میں شفاعت جو مستحق نار قرار پا چکے۔

نمبر ۴۔ فیمن دخل النار من المذنبین۔ جو گنہگار جہنم میں جا چکے ہیں ان کو شفاعت کر کے نکلوانا۔

نمبر ۵۔ الشفاعة فی زیادة الدرجات فی الجنة لا ہلہا۔ (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۴)۔ جنتیوں کے درجات کی ترقی کروانا۔

نمبر ۶۔ امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم یہ بیان فرمائی کہ تخفیف عذاب ان لوگوں کے لئے جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہیں۔

نمبر ۷۔ اور صاحب مواہب نے ساتویں قسم یہ لکھی کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام اہل مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں گے یہ اہل مدینہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

احادیث شفاعت

۱- فرمایا قیامت کو لوگ گروہ درگروہ، پھر رہے ہوں گے کل امة تتبع نبیا ہر کوئی اپنے نبی کو تلاش کر رہا ہوگا جب کہیں نہ سنی جائے گی تو بات مجھ تک پہنچے گی میں شفاعت کروں گا فذلک يوم یبعث اللہ المقام المحمود یہی وہ دن ہے کہ حضور کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا۔ بخاری میں ہے کہ سرکار سے پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے فرمایا ”الشفاعة“ وہ شفاعت ہے۔

۲- فرمایا جواذان سن کر اذان کی دعا پڑھے حلت له شفاعتی يوم القيمة۔ (بخاری ص ۲ ص ۶۸۶) یعنی ہماری دعا تو حضور علیہ السلام کیلئے تھی فائدہ ہمیں ہی مل گیا۔

۳- حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا خیرت (جو بد بخت کہے جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اس کا کیا علاج کیا جائے) بین الشفاعة و بین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانہا اعم و اکفی۔ کہ آدھی امت بخشوالو یا شفاعت لے لو تو میں نے شفاعت لے لی کہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنیوالی ہے یعنی آدھی میں تو حد بندی ہے اس کے بعد اگر کسی نے پکارا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کا گنہ گار امتی ہوں تو کیا کروں گا پھر فرمایا تم سمجھتے ہو یہ پرہیزگاروں کے لئے ہے ترو نہا للمقتین۔ لا ولكنها للمذنبین الخطائین المتلوثین (ابن ماجہ) نہیں بلکہ گناہوں میں لتھڑے ہوؤں کیلئے ہے۔

۴- فرمایا میں اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے پوری زمین پہ درخت ہیں جتنے پتھر ہیں جتنے ڈھیلے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)۔

۵- جب اللہ نے فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضی کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے فرمایا اذن لا ارضی و واحد من امتی فی النار۔ (تفسیر مظہری)

یعنی میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۸، معارف القرآن ج ۸ ص ۷۶۶)

۶۔ فرمایا میں اس وقت تک شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ یسادی ربی رضیت یا

محمد اے محمد! راضی ہو؟ میں کہوں گا یا رب رضیت ہاں مولیٰ میں راضی ہو گیا۔

روح المعانی۔ درمنثور ج ۶ ص ۳۶۱

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا

۔ کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت میں اتنی لذت و سرور ہوگا کہ وہ پرہیز گار جن کے پاس گناہ نہ ہوگا وہ گناہ گاروں کو کہتے پھر میں گے کہ دو چار گناہ قرض دے دو ہم بھی حضور کی شفاعت میں شامل ہو جائیں۔

نمبر ۷۔ فرمایا نبیوں کے لئے منبر بچھاتے جائیں گے وہ بیٹھ جائیں گے اپنے اپنے منبروں پر حتیٰ یسقی منبری ولم اجلس۔ میں منبر پہ نہیں بیٹھوں گا عرض کیا حضور آپ کہاں ہوں گے فرمایا قائما بین یدی ربی منتصبا۔ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں گا یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ میں خود جنت میں چلا جاؤں اور امت پیچھے دیکھتی رہ جائے بلکہ سب کو بھیج کر جاؤں گا۔ فرمایا میرا منبر رب کے عرش کی دائیں طرف ہوگا۔ ذرا تصور تو کرو

۔ ادھر دیدار رب ہوگا ادھر صورت محمد کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ پوچھے گا یا محمد! ما ترید ان اصنع لامتك تیری امت سے کیا سلوک کروں؟

اللہ پوچھ رہا ہے، لہذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ

۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں کہوں گا یا اللہ! عجل حسابہم یا اللہ! ہمارا کھاتہ کھول اور جلدی فارغ کر باقی

تو جانے اور تیری مخلوق۔ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ محقق)۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزمِ محشر کا کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نکاتِ شفاعت

مکرینِ شفاعت متوجہ ہوں!

✽۔ جنازہ میں ہر کوئی اپنے چھوٹے سے بچے کو بھی شفیع کہتا ہے جب تیرا شفیع ہو سکتا ہے تو خدا کے محبوب کے بارے کیا خیال ہے جو فرماتے ہیں میری شفاعت بڑے بڑے پاپیوں کے لیے ہے۔ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی۔ اور فرمایا اللہ! نیک تیرے۔ گنہگار میرے الصالحون للہ والطالحون لی

۔ گر بدھیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ

اخبار میں الطالح لی ام نے پڑھا ہے

✽۔ سارے نبی اذہبوا الی غیری کہیں گے اذہبوا الی اللہ کوئی نہیں کہے گا حضور بھی اذہبوا الی اللہ نہیں فرمائیں گے، اس لیے کہ سب جانتے ہیں آج اللہ کے پاس جانے سے بات نہیں بنے گی جس کو دنیا میں لوگ غیر اللہ کہہ کے اس کے پاس جانے سے روکتے رہے آج۔ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے۔

✽۔ تم ہزار سال بھی سجدہ کرتے رہو تمہیں نہیں کہا جائے گا ارفیع داسک حضور ایسا سجدہ کریں گے کہ۔ ایک سجدے میں سب کی نجات ہو کے رہی۔

✽۔ حدیث میں ہے جہنمی جب نکلنا چاہیں گے جہنم سے اُعبدوا فیہا حضرت جابر بن عبد اللہ سے کہا گیا اللہ فرماتا ہے من تدخل النار فقد اخذتہ فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ عرض کیا پڑھا ہے فرمایا فہل سمعت بمقام محمد عرض کیا ہم سوال کیا کرتے ہیں آپ کہتے ہیں مقام محمد نہیں سنا فرمایا یہی تو مقام محمد ہے جو جہنم میں جل رہے ہوں گے ان کو پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔

✽۔ دیگر انبیاء کی بارگاہ میں اس لیے لے جایا جائے گا تاکہ مکروں کا شک ختم ہو اور

عاشقوں کو دیدار نصیب ہو کیوں کہ یہ دیدار کے بھوکے ہوتے ہیں کبھی فلاں بزرگ کے پاس کبھی فلاں کے پاس آخر میں سرکار کا دیدار ہوگا کہ جو حسن کے جلوے ایک لاکھ چوبیس ہزار میں متفرق دیکھتے رہے ہو زرخ مصطفیٰ پہ سارے اکٹھے دیکھ لو۔ پھر اسی حدیث میں ہے کہ حضور سے کہا جائے گا اپنی امت کو نکال لائیں دوزخ سے، تا کہ اب نکلنے والے جان لیں کہ پہلوں کو تو خدا نے نکالا ہوگا ہمیں تو مصطفیٰ نکال رہا ہے جنت میں داخل بھی حضور کر رہے ہیں دوزخ سے خارج بھی حضور کر رہے ہیں۔

وہ ساں کیا ذی شان ہو گا
جب خدا مصطفیٰ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اٹھا لو
آپ کی ساری امت بری ہے

حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں عیس و تولی میں اللہ نے حضور علیہ السلام پر عتاب فرمایا ہے میں کہتا ہوں اس میں اللہ نے شفاعت کا مسئلہ حل فرمایا ہے کہ قیامت کو جب اللہ گنہگاروں کو دوزخ میں جانے کا کہے گا تو حضور عرض کریں گے یا اللہ میں ایک نے مونہ موڑا تو نے اتنا محسوس کیا کہ سورت نازل کر دی اب تو خود کروڑوں سے منہ موڑ رہا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ لوگوں کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کر لے گا اور وہ جہنم میں چلے جائیں گے حضور پھر شفاعت کریں گے پہلے کیوں نہیں کی؟ میں عرض کروں گا شفاعت ہوئی ہی فیصلے کے بعد ہے اگر پہلے ہی کر دیں اور لوگوں کو جہنم میں جانا ہی نہ پڑے تو کئی کہیں گے اللہ نے فیصلہ ہی یہ کیا ہے حضور کا اس میں کیا ہے فرمایا جو بھی جائے میرے حبیب کے در کی خیرات سے جائے ویسے بھی جب زمین مکان کا فیصلہ ہو جائے تبھی شفعہ کا حق ہوتا ہے پہلے نہیں ہوتا۔ شفعہ میں فیصلے کو نہیں قرابت کو دیکھا جاتا ہے جو زیادہ قریب ہوگا اس کا شفعہ پہ زیادہ حق ہوتا ہے اور حضور تو امت کے اتنے قریب ہیں کہ جان بھی اتنی قریب نہیں ہے اور شفاعت بھی اس حد تک فرمائیں گے کہ داروغہ جہنم پکار اٹھے گا یا محمد ما ترکک لغضب ربک فی امتک۔ کہ

آپ نے تو اپنے رب کے غضب کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔

ضروری بات:

جب شفاعت کی بات کی جاتی ہے تو کئی لوگ بے باک ہو جاتے ہیں کہ جو چاہو کرتے پھر و بخشے تو جائیں گے خوف خدا ختم ہو جانا بھی کفر ہے کیوں کہ ایمان امید و خوف کی درمیانی کیفیت کا نام ہے الایمان بین الخوف والرجا۔ یہ بھی دیکھو کہ نکالے کہاں سے جا رہے ہیں؟ کیا ضروری ہے کہ پہلے ضرور ہی دوزخ میں جاؤ پھر نکالے جاؤ اور پتہ نہیں کب نکالے جاؤ جہنم کے تو نام سے بھی خدا کی پناہ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب وہ اتنے کریم آقا ہیں تو ہمیں ان کے احسانات کا کچھ نہ کچھ تو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کو ایسا بنائیں کہ قیامت کو ان کی بارگاہ میں جانے سے شرمندہ نہ ہوں۔ اس موضوع کو سرخیل اہل حدیث مولوی نور حسین کے شعروں پہ ختم کر رہا ہوں۔ حدیث شفاعت کے تحت انہوں نے یہ اشعار کہے۔

عسی نے لوکاں تائیں کہ سادناں
 ہابجھ محمد تینوں کسے نہیں چھڑاونا
 وچہ مصیبت کسے کم نہیں آوناں
 چلو کہے خاں اوہناں تائیں
 ہور پیغمبر کوئی دم دی نہ مار دا
 اٹھ محمد توں محبوب سرکار دا
 اٹھ محمد چل عرشاں نوں جان گے
 جھک کے سجدے وچہ عرض سنان گے
 ربا بخش دے امت تائیں

انہی اشعار کا مفہوم کسی اور شاعر نے یوں بیان کیا۔

گنہ گار جو محشر میں فریاد کریں گے
 آیا ہوں میں آیا ہوں سرکار کہیں گے
 سر سجدے میں ہو گا کھل جائیں گی زلفیں

امت کی بخشش کا اصرار کریں گے
خدا فرمائے گا۔

یہ قہر و غضب میرا تیرے دشمن کے لئے ہے
تیرے چاہنے والوں سے تو ہم پیار کریں گے
اور اقبال نے اعلیٰ حضرت کی نعت۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم "پر تبصرہ کرتے
ہوئے کہا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو جہنم کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ باریک وسلم۔



وَاللَّهُ أَكْبَرُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ

(۱۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا

جب لوگ اُٹھائے جائیں گے تو ان میں سب سے پہلے میں ہی روضہ اقدس سے

باہر آؤں گا

(ترمذی عن انس)

ترمذی اور حاکم کی روایت ہے کہ پہلے میں اپنے روضہ انور سے باہر آؤں گا پھر ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر ہم بقیع والوں کا انتظار کریں گے پھر مکہ معظمہ کے مدفونین کا یعنی ان سب کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ حضور نے اپنی امت کی ترتیب بیان فرمائی ورنہ حضور علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء کرام و رسل عظام اپنی اپنی قبروں سے باہر تشریف لائیں گے ان کے بعد پھر حضرت ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق الی آخرہ۔ تاہم دیگر انبیاء کرام کی امتوں کا نمبر حضور علیہ السلام کی امت کے بعد ہوگا یعنی ساری امتوں میں سب سے پہلے حضور کی امت قبروں سے نکلے گی اور جنت میں جانے میں بھی سب سے پہلے حضور ہی کی امت ہوگی (ﷺ)۔

خدا کی شان ہے کہ آخر میں آنے والے جنت میں پہلے جا رہے ہیں ان کو آخر میں بھیجا اور پہلے اُٹھایا ایک تو اس وجہ سے تاکہ قبروں میں دوسری امتوں کی بہ نسبت تھوڑا رہنا پڑے دوسرا اس لیے کہ پہلی امتوں کے عیب اور گناہ قرآن پاک میں بیان کر دیے گئے جو اس امت نے پڑھ لیے لیکن ان کو آخر میں بھیجا تاکہ پہلوں کو پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کیا کیا کرتے رہے۔ ان شاء اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فضائل الگ عنوان سے بیان کئے جائیں گے۔



(۱۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَقَدُوا

جب لوگ وفد بنیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا

(ترمذی۔ داری)

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کسی کے قائد میں ہزار عیب ہی کیوں نہ ہوں لیکن ساری زندگی اسی کے گن گاتے رہتے ہیں اور نعرے لگا لگا کر اپنے گلے کا ستیا ناس تو کر لیتے ہیں مگر اس کے خلاف بات سُننا بھی برداشت نہیں کرتے قیامت کے دن کی خوشیوں کا اندازہ کون لگائے کہ جب ساری کائنات اپنے اپنے نبیوں رسولوں کی سیادت میں مختلف ٹولیوں میں جمع ہوگی اور پھر سب نبی در رسول انہی امتوں کو لے کر جلو سوں کی صورت میں میدانِ حشر میں اکٹھے ہوں گے اور سارے رسولوں بمعہ ان کی امتوں کے سب کا متفقہ قائد ہمارے رسول کو بنا دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا کہ اس وقت اگر مجھے بھی بولنے کی اجازت ملی تو نبیوں سے عرض کروں گا اے میری جان کے مالکوا تم بھی سارے نبی ہو لیکن کیا ہمارا آقا تم سب کا بھی نبی نہیں ہے؟۔ انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو۔

کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)۔



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(۱۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا

جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا

(ترمذی)

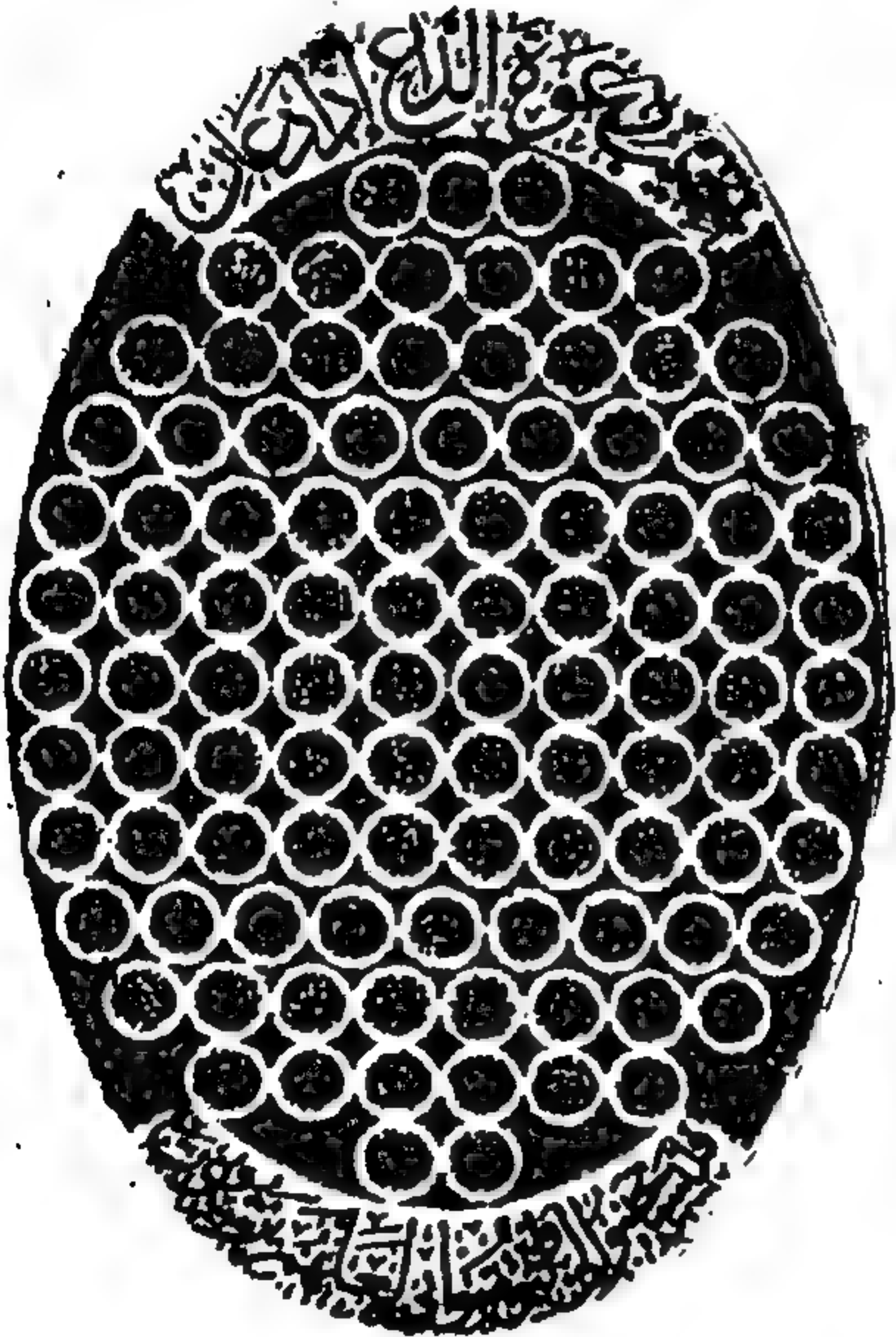
یہ جملہ شفاعت کبریٰ کا پس منظر ہے کہ جب ساری مخلوق پریشان ہو کر انبیاء کرام کی بارگاہوں میں حاضری دے رہی ہوگی اور کہیں بھی بات نہیں بن رہی ہوگی رب کی بارگاہ میں سب خاموش کھڑے ہوں گے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوگی اس لیے کہ بے اجازت الہی آج انبیاء کرام بھی لب کشائی نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ جبریل امین جیسا فرشتہ بھی خاموش کھڑا ہوگا اور ما عرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک (اے اللہ! تم تیری پہچان و معرفت کا حق نہ ادا کر سکے) قرآن مجید نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا یوم یوم الروح والملائکة صفا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن و قال صوابا۔ (النبا ۳۸)۔ جس دن روح الامین (جبریل) اور تمام فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے کوئی بھی کلام نہ کر سکے گا مگر وہ جس کو رحمن اجازت دے گا اور وہ درست بات کرے۔ اس وقت رب کی بارگاہ میں سجدہ کر کے اس کی حمد بجالانا اور بندوں کی حالت زار کا ذکر اللہ کی بارگاہ میں کرنا اور رب کا فرمان بندوں کو سنانا میرے آقا ہی کا منصب ہوگا کیا منظر ہوگا جب اولین و آخرین سب جمع ہوں گے اور سراپا گوش، مہرب لب، سرکار فرماتے ہیں ایسے عالم میں ان کے سامنے خطبہ دینے والا میں ہوں گا پھر حقیقت کھلے گی اور تمام اہل محشر کو اس بات کا احساس ہوگا جو امام الہی نے فرمائی۔

خلیل و نوحی مسیح و منی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی؟

یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

اور پھر سب کو یقین آ جائے گا کہ دنیا میں تو ہم نہیں مانتے تھے مگر واقعی آج کا ماحول یہ بتا

رہا ہے کہ زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
 جنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
 دہن میں زبان تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
 ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُنھیں بھی وہاں تمہارے لیے



(۱۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا أُحْبِسُوا

میں ہی ان کا شفیع ہوں گا جب ان کو روک دیا جائے گا

(ترمذی)

یعنی میدانِ محشر میں سب کو جمع تو کر دیا جائے گا مگر کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا سخت گرمی سے کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے لَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمًّا (القرآن) تو نہ سنے گا مگر سرسراہٹ تب اہل محشر حضور اکرم علیہ السلام سے عرض کریں گے اور حضور علیہ السلام حساب و کتاب شروع کروائیں گے گو یا حضور کی زبان ہلتی جائے گی ہر مشکل آسان ہوتی جائے گی۔
وہ زباں جس کو سب گن کی گنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام



(۱۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا يَنَسُّوْا

میں ان کو بشارت و خوش خبری سناؤں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے

(ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جب لوگ بخشش سے مایوس ہو چکے ہوں گے یہ تو پتہ ہوگا کہ اللہ نے دنیا میں فرمایا تھا لا تقنطوا من رحمة الله اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ مگر یہ حقیقت ابھی معلوم نہیں ہوگی یہ رحمت اس وقت برے کی جب رحمتہ للعلمین کے مبارک لبوں کو جنبش ہوگی۔ اہل محشر کا اولاً یہ حال ہوگا مگر جب حضور کی زبان اقدس سے رحمت و مغفرت کا مژدہ جاں فزا سن لیں گے کہ مت گھبراؤ تم بخشے جاؤ گے تو اس بشارت پہ دھڑکتے دل ٹھہر جائیں گے، روتی آنکھیں ختم جائیں گی، لبوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلنے لگیں گے اور سارے اہل محشر کی زبان پہ ہوگا۔

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجیے کہ ہے

بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

اس سے آگے حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے اس دن عزت اور گنجیاں (اللہ کی رحمت کے تمام خزانوں کی) میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اللہ دیتا جائے گا میں تقسیم کرتا جاؤں گا۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اور فرمایا اس دن حمد کا جھنڈا بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔



(۱۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
**أَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي يَطُوفُ عَلَى
 أَلْفِ خَادِمٍ كَانَتْهُمْ يَمِينٌ مَكْنُونٌ أَوْ
 نُؤُوءٌ مَنُشُورٌ**

میں ہی ساری اولاد آدم میں سے اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا
 ہوں میرے ارد گرد ایک ہزار خدام (خدمت کیلئے) گھومیں گے گویا کہ وہ محفوظ
 اٹھ رہے ہیں (سفیدی میں) یا بکھرے ہوئے موتی
 (ترمذی-داری)

اولاد آدم پر فضیلت سے مراد صرف یہی نہیں کہ ان کی اولاد سے افضل ہیں ان سے
 نہیں بلکہ آدم و حوا سے بھی، کیوں کہ پہلے اکرم الاولین والآخرین اور آدم بھی میرے جھنڈے کے
 نیچے ہوں گے گذر چکا تو جب سارے انسانوں سے افضل ہوئے تو سارے فرشتے جن وغیرہ سے
 بھی افضل کہ انسان سب سے افضل ہے لہذا حضور افضل المخلوق ہوئے کیوں کہ حضور ہی کے قدم
 مکہ کی گلیوں میں لگتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے لَا اَقْسَمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حَلَّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔
 (البلد ۱-۲)۔

اے حبیب! تیرے یہاں رہنے کی وجہ سے میں اس شہر کی قسمیں یاد فرما رہا ہوں۔

وَالْعَصْرُ ہے تیرے زماں کی قسم
 لَعْمُرُکَ ہے تیری جاں کی قسم
 وَالْبَلَدُ ہے تیرے مکاں کی قسم
 تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

مرقات میں ہے کہ انڈوں سے مراد شتر مرغ کے انڈے ہیں جن تک غبار نہ پہنچا ہو
عرب لوگ ان کو ان کی صفائی کی بنا پر بہت حسین سمجھتے تھے اس لیے انہیں سمجھانے کے لئے فرمایا
یعنی سفیدی مائل بہ زردی قرآن پاک میں حوروں کے حُسن کو بیان کرنے کے لئے بھی یہی لفظ
ارشاد فرمائے گئے کہ انہیں بیض مکنون اگرچہ دیگر علاقوں حلب شام وغیرہ میں سفیدی مائل
بہ سرخی کو زیادہ پسند کیا جاتا حضور کا حُسن مبارک ایسا ہی تھا۔



(۲۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا فخر نہیں ہے

(ترمذی)

دلائل النبوة کی روایت میں فی الدنيا والاخرة کے الفاظ بھی ہیں۔ ج ۱ ص ۶۵

ایک روایت میں ہے انا سيد الناس يوم القيمة۔ (مشق علیہ)

یہی میں ہے انا سيد العالمین۔

لغت کے اعتبار سے سید کا معنی سردار و پیشوا ہے قرآن مجید میں عزیز مصر کو سید کہا گیا و الفیاء سیدھا لدا الباب۔ مگر شریعت میں سید بمعنی دستگیر، حاجت روا ہے جب کہ نسب کے اعتبار سے سبطین کریمین یعنی امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہا جائے گا یعنی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد کو بھی سید نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ اپنے اپنے والدوں کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ (احکام شریعت)

حضور علیہ السلام قیامت کے دن ساری مخلوق کی دستگیری فرمائیں گے اگرچہ آج بھی حضور علیہ السلام اسی معنی میں سید ہیں مگر آج جو بعض لوگ اس معنی میں حضور علیہ السلام کو سید نہیں مانتے قیامت کو وہ بھی مان لیں گے اسی لیے یوم القيمة فرمایا گیا جیسے قرآن حکیم میں ہے وَلِلَّهِ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ يَا مَالِكُ يَوْمَ الدِّينِ اگرچہ دنیا میں بھی اللہ ہی کے لئے حمد اور دنیا کے دنوں کا مالک بھی اللہ ہی ہے مگر جو آج نہیں مانتے وہ قیامت کو ضرور مان لیں گے۔ تو چونکہ اس سرداری کا ظہور قیامت میں تمام و کمال ہوگا کوئی انکار نہ کر سکے گا دنیا دیکھ لے گی کہ وہ دن انہی کا دن ہے سب ان کی پناہ لیں گے لہذا یوم القيمة کی قید لگائی۔ (مرقاۃ۔ اشعۃ اللمعات) جو لوگ آج ان سے فریاد کرنے کو شرک کہتے ہیں کل وہ بھی شفاعت کی بھیک آپ ہی سے مانگیں

گے ۔ ہم بھی محشر میں خوب دیکھیں گے
نجدی آج اُن سے التجا نہ کرے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كُلُّ امْرِئٍ ذِيْ بَالٍ لَّمْ يَبْدَأْ بِدِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ ۝ (توبہ)

ہر اچھا کام جو تیری یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بغیر کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی

(۲۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلا ہوں گا جس سے زمین کھلے گی فخر نہیں ہے

(ترمذی)

مسلم شریف میں بجائے الارض کے القبر ہے کہ میری قبر سب سے پہلے کھلے گی جب کہ مشکوٰۃ میں جامع الاصول کے حوالے سے ایک روایت میں فَاكْسَى کا اضافہ ہے کہ مجھے جوڑا پہنایا جائے گا۔ حدیث نمبر ۱۴ کے تحت کچھ تشریح ان احادیث کی گذر چکی ویسے تو قبروں سے سب لوگوں کو بغیر کپڑوں کے اٹھایا جائے گا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کما بدانا اول خلق نعیدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں اس کی وضاحت بھی ہے جب کہ انہوں نے پوچھا حضور لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ تو سرکار نے فرمایا کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی قیامت کی ہولناکی ہی اتنی شدید ہوگی۔ مگر خاص خاص پیاروں کو اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھتے ہی جوڑا پہنائے گا جیسے اس حدیث کے باقی حصے میں ہے کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام کو خلتہ پہنایا جائے گا پھر مجھے، یہ جوڑا برائے ستر ہوگا اور جامع الاصول کی حدیث میں جس خلتہ مبارکہ کے پہنائے جانے کا ذکر ہے وہ خلتہ کرامت ہوگا جو کہ میدان محشر میں پہنچ کر پہنایا جائے گا۔ یہ خاص عطیہ ربانی حضور علیہ السلام کو ہی عطا ہوگا یا دوسروں کو ملے گا بھی تو حضور علیہ السلام کے بعد ملے گا۔ کیوں کہ اس کے بعد صرف حضور کو ہی عرش کی دائیں جانب کھڑا کیا جائے گا اور حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی کو اس مقام پر کھڑا نہ کیا جائے گا کھڑے ہونے سے مراد شریف فرما ہونا ہے یہ مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے مقام وسیلہ پر حضور سب کی شفاعت فرمائیں گے اور مقام محمود پر تمام اہل محشر حضور علیہ السلام کی تعریف کریں گے، اسی موقع کے لئے امام اہل سنت نے اپنے مشہور زمانہ مقطع اور ساتھ ہی مشہور عالم

مطلع میں فرمایا ہے۔

کہ جب تمام اہل محشر سرکار کی تعریف کر رہے ہوں گے تو دربار رسالت کی خدمت کے قدسیوں نے اگر مجھے بھی لب کشائی کے لئے کہا ہاں رضا تم بھی کچھ کہو تو۔
 ”جب کہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا“ تو میں وہی کہوں گا جو دنیا میں کہتا رہا اور میرے دل سے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی آواز جب نکلی تو ساری دنیا کہتی رہی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام



یا ایہا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم
 عَلَیْکُمْ خَالِقِ غَیْبِہِ
 یٰرَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
 لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَانِیْ
 تَوْفِکُوْنِ

(۲۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قیامت کے دن میں ہی تمام نبیوں سے زیادہ تبعین (امت والا) ہوں گا
(مسلم شریف)

یعنی میری امت سب سے زیادہ ہوگی نہ صرف ایک ایک نبی کی امت سے بلکہ تمام نبیوں کی تمام امتوں کی مجموعی تعداد سے بھی میری امت زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اہل محشر کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں صرف میری امت کی اسی صفیں ہوں گی باقی چالیس صفوں میں تمام نبیوں کی امتیں ہوں گی۔ ہر کوئی جانتا ہے جس کے غلام زیادہ ہوں اس آقا کی عظمت بھی زیادہ ہوتی ہے اسی لیے تو حضور نے اپنی شان کے سلسلہ میں یہ ارشاد فرمایا اسی سے علماء نے اس مسئلہ کا استنباط فرمایا کہ قراء میں امام عاصم اور ائمہ فقہ میں امام اعظم افضل ہیں کہ ان کے تبعین دوسروں سے زیادہ ہیں۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث کے بعد فضائل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بیان کیے جائیں گے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ

جنت (کے بارے) میں میں سب سے پہلا شفاعت کرنیوالا ہوں گا
(رواہ مسلم عن انس)

اس کے بعد فرمایا۔ کسی نبی کی تصدیق اتنی نہ کی گئی جتنی میری کی گئی (سب سے زیادہ امت ہونے کی وجہ سے یعنی کیت کے اعتبار سے، یا جس قسم کی تصدیق میری کی گئی کسی کی نہ کی گئی کہ میری امت مجھ پر دل و جان سے فدا ہونے والی ہے یہ معنی کیفیت کے اعتبار سے ہوگا) (اشعۃ الممعات) فرمایا نبیوں میں بعض نبی وہ ہیں جن کی کسی نے بھی ان کی امت میں سے تصدیق نہ کی سوائے ایک کے، یہ عبارت پہلے معنی (کیت والے) کی تائید کر رہی ہے کہ دیکھو نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی صرف اسی افراد ایمان لائے جن میں آٹھ اپنے گھر کے تھے اور بہتر دوسرے، اللہ فرماتا ہے وما امن معه الا قليل اور حضور نے تیس سال تبلیغ فرمائی تو کیسا گلشن آباد ہوا۔

کچھ ان کے خلق نے کچھ ان کے پیار نے کر لی

مسخر ساری دنیا سید ابرار نے کر لی

فضائل امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) اور احادیث نبویہ

جیسے حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے سردار ہیں آپ کی امت ساری امتوں کی سردار ہے اللہ فرماتا ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو اخرجت کے لفظ میں بڑی لذت ہے کہ تمہیں پیشکش بھیجا گیا ہے جیسے محفل میں مہمان خصوصی ہوتا ہے وہ عام شرکاء محفل کی طرح نہیں ہوتا تم بھی عام دوسری امتوں کی طرح نہیں ہو کیوں کہ اس امت میں آنے کے لئے تو نبیوں اور رسولوں نے تمنا کی ہے (اشعۃ الممعات) یہ

بات ذہن نشین رہے کہ امت کے سینکڑوں فرقوں میں سے یہ فضائل صرف ناجی جماعت کے ہیں جن میں اولیاء و صلحاء آتے رہیں گے اور جن کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جن کے راستے پر چلنے کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے صراط الذین انعمت علیہم۔ کونوا مع الصادقین۔ جو شاخ جڑ سے کٹ جائے جلانے کے قابل ہے، جو اہل سنت سے کٹ جائے جہنم میں جانے کے قابل لہذا۔ اہل سنت اہل جنت۔ کیونکہ اس جماعت کے علاوہ کہیں آپ کو اولیاء کا وجود نظر نہیں آئے گا دوسروں میں منطقی۔ فلسفی ڈاکٹر۔ پروفیسر۔ انجینئر۔ مولوی تو مل جائیں گے مگر غوث اعظم۔ داتا گنج بخش۔ خواجہ غریب نواز سلطان العارفین۔ بابا فرید گنج شکر۔ مجدد الف ثانی وغیرہم علیہم الرحمۃ ملیں گے تو اہل سنت میں ہی ملیں گے۔

داتا گنج بخش لاٹانی مہر علی خواجہ ہند الہی میراں غوث جلی

کیسے کیسے دیے میرے محبوب نے یہ نکلنے ہمیں روشنی کے لئے

ان نفوس قدسیہ کے قدموں سے نسبت قائم رہی تو میرے جیسے نکموں کی بھی بگڑی بن جائے گی کیوں کہ کشتی سے تعلق رہے تو بھاری لوہا بھی تر جاتا ہے ورنہ سوئی بھی ڈوب جاتی ہے اسی لیے تو انہی کے راستے پہ چلنے کی دعا کی جاتی ہے اور ان کی نمازوں کے ساتھ اپنی نماز کو شامل کر کے ایسا کہ بعد کہا جاتا ہے کہ یا اللہ ہماری اگر قبول ہونے کے قابل نہیں بھی تو میں اپنی ہی تو صرف نہیں لے کے آیا ان کے ساتھ آیا ہوں جن کی تو رد نہیں کرتا پھر اللہ یہ تو نہیں کرے گا کہ جن جن کے ان کی رکھ لے اور میری واپس کر دے یہ تو ہم بھی نہیں کرتے کہ فروٹ منڈی سے فروٹ لینا ہو تو کریٹ سے اچھے اچھے جن لیں بیچنے والا کہے گا یا سارے لے یا رہنے دے اللہ کی رحمت تو ویسے ہی بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید، بہانہ می جوید اور اس سے اچھا کیا بہانہ ہوگا۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بپا کاں بستہ ام۔ اگرچہ میں ناپاک ہوں مگر پاکوں کا غلام تو ہوں۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلے میں تمہاری عمر ایسی ہے جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کے درمیان ہے (تمہاری عمر کم ہے تو کام بھی تھوڑا ہے) اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس

شخص کی سی ہے جو مزدوروں سے کام کرائے اور کہے کہ کون شخص ہے جو میرا کام ایک ایک قیراط (خاص رقم) پر کرے تو یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا اور تم نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا تو تمہیں دو قیراط ملے یہود و نصاریٰ بگڑ گئے ہم کام زیادہ کریں اور مزدوری کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا وہ بولے نہیں تو فرمایا فانه فضلی اعطيه من شنت۔ یہ میرا فضل ہے جیسے چاہوں دوں۔

شمعون یہودی نے ہزار مہینے عبادت کی (بخاری) اور ہمیں فرمایا لبلة القدر خیر من الف شهر تمہاری ایک رات کی عبادت اس سے افضل ہے۔

حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا میری امت میں مجھ سے بہت محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اپنے گھریا اور مال کے عوض مجھے دیکھ لیتا۔ (مسلم) کوئی یہ نہ سمجھے کہ بعد والے لوگ صحابہ سے افضل ہو گئے کیوں کہ نوعیت محبت میں افضلیت بیان ہو رہی ہے نہ کہ کیفیت میں افضلیت۔ تمام امت ایک صحابی کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

حدیث

حضور علیہ السلام نے صحابہ سے پوچھا تم بہتر ایمان والا کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا فرشتوں کو فرمایا وہ کیوں نہ ایمان لائیں گے حالانکہ اپنے رب کے پاس رہتے ہیں؟ عرض کیا نبیوں کو فرمایا وہ بھلا کیوں نہ ایمان لائیں؟ ان پر تو وحی اترتی ہے۔ عرض کیا پھر ہم ہوں گے فرمایا تم کیوں نہ ایمان لاؤ گے کہ میں تمہارے درمیان میں ہوں (عرض کیا آپ ہی فرمائیں) فرمایا مجھے سب سے پیارا ایمان ان کا ہے جو میرے بعد ہوں گے (بن دیکھے مانیں گے اور) کتاب پر ایمان لائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

فرمایا اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کو پہلوں کا سا ثواب ملے گا وہ

بھائی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

طوبی لمن رانی و طوبی سبع مرات لمن لم یرانی و امن
بی۔ (رواہ احمد)

خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور سات بار خوشخبری اس کے لیے جو بن
دیکھے مجھ پر ایمان لایا۔

نکات: فضائل امت محمدیہ

— حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ساری عمر عبادت کی اور اس کے صلہ کے لئے
دعا کی فاكتبنا مع الشاهدين (ال عمران ۵۳) اے اللہ! ہمارا نام شاہدین
(حضور کے امتیوں) میں لکھ لے۔

— حضور علیہ السلام نے وضو اچھے طریقے سے کرنے کا حکم دیا فرمایا میری امت کی
خصوصیت ہے کہ اعضائے وضو سے پہچانی جائے گی لوگ کہیں گے یہ خوش نصیب
آخری نبی کے امتی ہیں جن کے اعضا چمک رہے ہیں۔

تبلغ الحلیلة من المومن حیث یبلغ الوضوء۔

جو اعضا وضو میں تر ہوں گے ان پر زیورات پہنائے جائیں گے۔

— حضرت موسیٰ علیہ السلام چند دنوں کے لئے طور پر گئے پیچھے امت باتخاکم العجل
پچھڑے کی پوجا کرنے لگی حضور علیہ السلام کو وصال فرمائے صدیاں گزر گئیں امت
آج بھی یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہی ہے۔

ہزاروں سال بھی ہو جائیں فرمایا مجھے اپنی امت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔ (بخاری)

— اُن کو بھوک لگی من دسلوئی دیا۔ دھوپ لگی بادل کا سایہ بان دیا۔ پیاس لگی پتھر سے چشمے
جاری کیے دریا کو عبور کرنے کے لئے پانی سے راستہ بنا دیا مگر جہاد کا کہا۔

تو بولی قوم اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے

خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا فاعدون (القران) یعنی اے موسیٰ! تو ہر دفعہ دعا کرتا ہے اللہ نعمت دے دیتا ہے جنگ کے لئے بھی دعا کر فتح ہو جائے گی ورنہ اللہ کو لے جا اس کو تو موت نہیں آئے گی جو اس سے لڑے گا مرجائے گا جب شہر فتح ہو جائے تو پھر فکر نہ کرنا ہم تمہارے ساتھ ہی ہیں فان یخرجوا منها فانا داخلون۔ ادھر بدر میں بھوکے پیاسے صحابہ نے کہا جب روٹی نہیں ملتی تو تمہارا نبی کہتا ہے روزہ رکھو بستر نہ ملے کہتا ہے نماز پڑھو فرمایا انہوں نے سچ کہا ہے بھوکے رہو تو روزہ، کھالو تو عید، بچ جاؤ تو غازی مرجاؤ تو شہید۔ آپ نے فرمایا مسلمان کا ہر کام خیر ہی خیر ہے نعمت ملے تو شکر کرتا ہے یہ بھی ثواب، تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے یہ بھی ثواب ہے۔

❖ پہلوں نے عبادت کرنی ہوتی تو مخصوص جگہ بھی کرنا لازمی تھا ورنہ نامقبول، حضور علیہ السلام کی امت کو فرمایا ساری زمین کو تمہارے لیے مسجد بنا دیا ہے جہاں کرو قبول ہی قبول ہے۔

❖ ان کا کپڑا یا جسم ناپاک ہوتا تو اتنا حصہ کاٹا پڑتا ہمیں فرمایا وانزلنا من السماء ماء طهورا پانی ہر قسم کی پلیدی کو پاک کر دیتا ہے۔

❖ وہ رات کو گناہ کرتے تو صبح دروازوں پہ لکھا ہوتا فلاں بندے نے رات فلاں گناہ کیا ہے اس امت کے گناہوں کو یہاں بھی چھپایا اور قیامت کو بھی چھپایا جائے گا۔

خیر الامم کی دھوم ہے دونوں جہان میں

مانا گیا حضور کو ہی سربراہ خیر

❖ قیامت کو ہر امت اپنے نبی کی گواہ بنا کر جب لائی جائے گی تو وہ انکار کر دے گی مگر

جاءنا من بشیر ولا نذیر پھر حضور کی امت کو لایا جائے گا یہ گواہی دے کر نبیوں

کی تصدیق کریں گے معلوم ہوا ہم جیسے بھی ہیں مگر انکار نہیں کریں گے، اس لیے ہر نبی

سے پوچھا جائے گا قوم نے کیا جواب دیا حضور سے نہیں پوچھا جائے گا۔

❖ کسی نبی نے اپنی امت کے بارے میں فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں

گا جب تک ایک امتی بھی جہنم میں ہو گا یہ اعزاز بھی صرف اس امت کو حاصل ہے

حالانکہ ترقی کا دور ہے جتنے پہلے لوگ گناہ کرتے تھے وہ بھی جہنم و کمال ہم میں ہیں اور

اس کے علاوہ بھی مگر پھر بھی فرمایا تم بہت اچھے ہو کہ میرے حبیب کے امتی ہو جب خدا کو ان کا حیا ہے تو ہمیں بھی حیا آنی چاہیے۔

— حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کا مطالبہ کیا حکم ہوا لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا آپ نے قوم کو بتایا تو کہنے لگے لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی پھر ہمیں دکھا دے اگر تو نہیں دیکھ سکتا، حضور نے ایک تجلی نہیں سب کچھ دیکھا لیکن ابو بکر سے لے کر بلال تک کسی نے نہ کہا ہمیں بھی دکھاؤ بلکہ امنا و صدقنا حضور! آپ نے دیکھا تو ہم نے دیکھ لیا۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

— ہر امت کو اپنے نبی کا کلمہ عطا ہوا کسی کو موسیٰ کلیم اللہ کسی کو عیسیٰ روح اللہ مگر جو کلمہ عرش پہ لکھا ہے وہ اس امت کے نبی کا کلمہ ہے ہر امت نے اپنے نبی کا کلمہ پڑھا ہر نبی نے ہمارے حضور کا کلمہ پڑھا۔

— دوسروں نے اپنے اپنے دین اور عبادت کے دن خود پسند کیے یہود نے ہفتہ نصاریٰ نے اتوار ہمیں دین دیا تو ورضیت لکم الاسلام دینا اور عبادت کے لئے جمعہ کا دن بھی خود چن کر دیا کیوں کہ یہ محبوب کی امت ہے اور محبوب امت ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسی لیے آخر میں دنیا کے اندر بھیجتا کہ تھوڑا عرصہ قبروں میں رہنا پڑے اور پہلے جنت میں جائے تاکہ محشر کی گرمی کم از کم برداشت کرنی پڑے۔ پہلوں کے گناہ ان کے سامنے بیان کر دیے اور ان کے گناہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کے لئے ان کو آخر میں بھیج دیا۔ نہ ہے بانس نہ بچے بانسری

۔ اچھے اُن کے ہیں تو اے کیف بُرے کس کے ہیں؟

اپنے محبوب کو امت ہے پیاری ساری

— حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معراج کی رات حضور سے کہا اپنی امت کو میرا سلام کہنا۔ اقرء امتک السلام اور کہا اپنی امت سے کہنا جنت کی زمین بڑی پیاری ہے اس کا مالک بنا ہو تو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا کرے (مشکوٰۃ باب فضل التسبیح) یہ ابراہیم علیہ السلام کا عطا کیا ہوا اس امت کو تبرک ہے ان کو پتا تھا تبرک بڑے شوق سے لیتے ہیں۔

— رات کو زکوٰۃ دینا کیوں نامناسب فرمایا اس لیے کہ ہر کوئی کہتا میں تو غوث پاک کی اولاد کو دوں گا غریب غیر سید امتی بھوکے مر جاتے فرمایا میرا خاندان کنگال ہوتا ہے تو ہونے دو امت کی غربت نہیں دیکھ سکتا پھر سید کو زکوٰۃ لینا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر صاحب نصاب ہے تو دینا فرض ہے تاکہ امت کا بھلا ہو۔ رسول اللہ پہ نہ لینا جائز نہ دینا فرض اس لیے کہ زکوٰۃ تو سال کے بعد فرض ہوتی ہے اور یہاں تو ایک رات بھی مال پڑا رہے تو گھر نہیں جاتے مسجد نبوی میں سو جاتے ہیں اور وفات کے وقت بار بار پوچھتے ہیں فلاں رقم کسی شخص کو دے دی ہے کہ نہیں میں اس حالت میں رب کو نہیں ملنا چاہتا کہ میرے گھر میں دنیا کا مال پڑا ہوا ہو اور اس لیے بھی کہ دیں تو کس کو دیں کہ ساری دنیا تو آپ کی زر خرید غلام ہے اور غلام پہ زکوٰۃ لگتی ہی نہیں۔

— بچہ شرارت کرے سزا دینی ہو تو موقع پردی جاتی ہے۔ معاف کرنا ہو تو کہتے ہیں اچھا جا، جا کر سو جا صبح اٹھے گا تو تیرا علاج کروں گا یوں تو نہیں کہتے کہ اچھا جا عیش کر، کیوں کہ اس کے بعد سزا کا جواز ہی نہیں بننا اللہ نے ہر امت کو موقع پہ پکڑا قرآن پاک میں کتنی ہی امتوں کی تباہی کا ذکر ہے مگر ہماری باری آئی تو فرمایا قبروں میں سو جا و محشر میں بنوں گا۔ بلا تشبیہ باپ ناراض ہو جائے تو چچا تایا کو لے جائیں تو عصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اگر اکیلا آتا تو تیرا علاج کرتا۔ ہم کوئی قیامت کو اکیلے جائیں گے دامن مصطفیٰ تمام کے جائیں گے اللہ فرمائے گا اکیلے آتے تو تمہارا علاج کرتا۔

— ایک تفسیر کے مطابق انسا اعطینک الکوثور میں کوثر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے کیوں کہ کثرت تعداد اور کثرت و شمار کے لحاظ سے، نیز شرف و فضیلت کے اعتبار سے کوئی امت اس کے برابر نہیں۔ اسی امت کے اتفاق و اجماع کو اللہ تعالیٰ نے حجت قاطع اور دلیل ساطع بنایا ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین الخ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ آیت وحدیث کا مفاد یہی ہے کہ امت کا اجماع حجت شرعیہ ہے اور اس کی مخالفت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔

❖ — اسی امت کو ایک نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور واللہ یضعف لمن یشاء۔

❖ — رمضان کے مہینے میں نیکی کئی گنا زیادہ بن جاتی ہے نفل فرض کے برابر، فرض ستر فرضوں کے برابر۔ رمضان ولیلۃ القدر بھی اسی امت کو عطا ہوئی۔

❖ — اس امت کی بھول چوک کو معاف کیا گیا اور اکراہ کی حالت میں بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیا۔

❖ — دنیا میں عظمت و عزت کا یہ عالم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ایک ہوں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

❖ — جس طرح اس امت کے آقا علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اسی طرح اس امت سے پہلے کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔

❖ — اس امت کی توبہ پر نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا جاتا ہے فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات (الفرقان)

تورات میں امت محمدیہ کے تذکرے

وعن کعب یحکی عن التورۃ قال نجد مکتوبا محمد رسول اللہ عبدی المختار لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السيئة ولكن یعفو و یغفر مولده بمکہ و ہجرته بطیبة و ملکہ بالشام و امتہ الحمادون یحمدون اللہ فی السراء والضراء و یحمدون اللہ فی کل منزلة و یکبرونه علی کل شرف رعاة للشمس یصلون الصلوة اذا جاء وقتها یتأزرون علی انصافہم و یتوضئون علی اطرافہم منادیہم ینادی فی جو السماء صفہم فی القتال و صفہم فی الصلوة سواء لہم باللیل و ن

کدوی النحل۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تورات میں لکھا ہوا پایا محمد اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ سخت دل نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور بخش دیتے ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ (مدینہ) ہوگی ان کی حکومت شام میں (بھی) ہوگی ان کے امتی بہت زیادہ حمد کرنے والے آرام و تکلیف میں اللہ کی حمد کریں گے ہر جگہ حمد الہی بجالائیں گے ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کہیں گے سورج کی رعایت کرنے والے (اوقات نماز کا تعین سورج کے ذریعے جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھیں گے) تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اعضائے وضو کو دھوئیں گے ان کے مؤذن آسمانوں کی فضاؤں میں نام خدا بلند کریں گے ان کی صف جہاد و نماز میں برابر ہوگی (جہاد بھی قیامت تک جاری رکھیں گے نماز بھی یا جس شوق سے نماز پڑھیں گے اسی شوق سے جہاد کریں گے) رات میں ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھوں کی بھنکار کی طرح ہوگی (تہجد میں رونے کی آواز)۔

امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے فضائل اتنے ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے اب آخر میں ایک ایمان افروز مکالمہ پر اس باب کو ختم کرتے ہیں یہ مکالمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اپنی قسمت پہ ناز کریں کہ نبی جس کیلئے اللہ سے دعا کرتے رہے اللہ نے وہ نعمت ہمیں بغیر دعاؤں کے عطا فرمادی جس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ایک ایمان افروز مکالمہ

(الف) تورات کے بہت بڑے عالم حضرت وہب بن معبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ان اللہ لما قرب موسیٰ نجیاً، قال: رب انی اجد فی التوراة

امۃ، خیر امۃ اخرجت للناس، یامرون بالمعروف و ینہون

عن المنکر و یومنون باللہ، فاجعلہم امتی، قال: تلک امۃ

احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

”جب اللہ تعالیٰ نے کلام فرمانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرب خاص عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب! تورات میں ایک امت کا ذکر موجود ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ تمام امتوں سے افضل ہوگی اس کے افراد نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھیں گے۔“ یا اللہ! یہ میری امت بنا دے!“ اللہ پاک کی طرف سے جواب ملا: اے موسیٰ! یہ احمد علیہ السلام کی امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

انی اجد فی التوراة امة هم الا خرون من الامم السابقون
یوم القيامة، فاجعلهم امتی، قال: تلک امة احمد صلی
اللہ علیہ وسلم۔

”یا اللہ! میں تورات میں ایک امت کے بارے میں یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ وہ سب امتوں کے بعد آئے گی اور قیامت کے روز سب پر سبقت لے جائے گی اے رب کریم! یہ میری امت بنا دے۔“

ارشاد ہوا ”اے موسیٰ! یہ احمد علیہ السلام کی امت ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی۔

رب انی اجد فی التوراة امة انا جیلهم فی صدورهم،
یقرأونہا وکان من قبلہم یقرأون کتبہم نظرا ولا
یحفظونہا فاجعلہم امتی، قال: تلک امة احمد صلی اللہ
علیہ وسلم۔

”اے رب کریم! تورات میں ہے کہ ایک امت ہوگی ان کی انجیل (یعنی قرآن) ان کے سینوں میں ہوگی وہ اسے زبانی پڑھیں گے پہلے لوگوں کو اپنی سماوی کتابیں زبانی یاد نہیں ہوتی تھیں وہ انہیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ عرض کیا: یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی احمد علیہ السلام کی امت ہے۔“

عرض کی

انی اجد فی التوراة امة یؤمنون بالکتاب الاول والاخر .و یقاتلون رؤس الضلالة حتی یقاتلوا الاعور الکذاب . فاجعلهم امتی، قال : تلک امة احمد صلی اللہ علیہ وسلم .

”اے میرے مولیٰ! تورات میں ہے ایک امت پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان لائے گی اور جو لوگ گمراہوں کے سرغنہ ہیں ان سے جہاد کرے گی یہاں تک کہ سب سے آخر میں جھوٹے کانے دجال سے نبرد آزما ہوگی یہ میری امت بنادے۔ جواب ملا! یہ محمد ﷺ کی امت ہے۔“

قال : رب انی اجد فی التوراة امة یا کلون صدقاتہم فی بطونہم و کان من قبلہم اذا اخرج صدقته بعث اللہ علیہا ناراً فاکلتہا . فان لم تقبل لم تقر بہا النار ، فاجعلہم امتی ، قال : تلک امة احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! تورات میں ہے ایک امت ہوگی جو اپنے صدقات خود کھالیا کرے حالانکہ پہلی امتوں کے لوگ جب صدقہ نکالتے تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتے تھے جو اسے بھسم کر دیتی تھی اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اسے چھوتی بھی نہیں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اسے میری امت بنا دے ارشاد ہوا: یہ احمد علیہ وسلم کی امت ہے۔

قال : رب، انی اجد فی التوراة امة اذاہم احدہم بسیئة لم تکتب علیہ فان عملہا کتبت علیہ سیئة واحدة و اذاہم احدہم بحسنة و لم یعملہا کتبت لہ حسنة، فان عملہا، کتبت عشر حسنات الی مائة ضعف فاجعلہم امتی، قال : تلک امة احمد صلی اللہ علیہ وسلم .

عرض کی: ”اے میرے رب کریم! تورات میں ایک امت کے بارے میں ہے کہ جب اس کا کوئی فرد گناہ کا ارادہ کرے گا تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر کرے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اسے کرے گا نہیں تو پھر بھی صرف ارادہ کرنے پر اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کر دیا جائے گا اور اگر اس نیک ارادے کو عملی جامہ پہنا لے گا تو اسے دس سے لے کر سو گنا تک اجر دیا جائے گا یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی میرے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“

قال: رب انی اجد فی التوراة امة هم المستجبون
والمستجاب لهم فاجعلهم امتی قال: تلک امة احمد
صلی اللہ علیہ وسلم.

عرض کیا: ”اے میرے پروردگار! تورات میں ہے کہ ایک امت قبولیت کے درجے پر فائز ہوگی اور اس کی دعائیں بھی قبول کی جائیں گی یہ میری امت بنا دے پیغام ملا: یہ بھی میرے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے یہ فضائل دیکھے تو حیران رہ گئے سوچا جن کی امت کی یہ شان ہے خود ان کی کیا شان ہوگی اسی وقت ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی جو دعا کی صورت میں ہونٹوں پر چل گئی بارگاہ خداوندی میں عرض کی: ”اے میرے مولیٰ! اگر احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی یہ قدر و قیمت ہے تو فاجعلنی من امة احمد مجھے بھی نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل کر دے۔“

فاعطی عند ذالک خصلتین فقال تعالیٰ: یا موسیٰ انی
اصطفیتک علی الناس برسالاتی و بکلامی فخذ ما
آتیتک و کن من الشاکرین قال قد رضیت یا رب.

(دلائل النبوة لابی نعیم، ۳۰-۳۱) (دلائل النبوة للبیہقی، ۳۸۹، ۱-۳۸۰) (انھاض الکبریٰ، ۱۱۱)
”اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعا کی برکت سے دو شانیں عطا کی گئیں:

حکم ہوا: اے موسیٰ! ہم نے تجھے اپنی رسالت اور اپنے ساتھ کلام کے لئے چن لیا لہذا جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔“

تنبیہ اور بشارت

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب معد بن عدنان تک پہنچتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں معد کی اولاد اپنی کثرت کے باعث غلبہ و اقتدار کی علامت سمجھی جاتی تھی یہ لوگ اس ماحول اور اس دور کے خاص اثرات کے تحت کسی مقام پر بھی اپنی قوت کے مظاہرے سے نہیں گھبراتے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی معاف نہ کیا اور یہاں بھی لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ شروع کر دیا جو موسیٰ علیہ السلام کو اچھا نہ لگا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے بددعا کی:

فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیہم فان منهم النبی الامی النذیر
البشیر و منهم الامۃ المرحومۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم الذین یرضون من اللہ بالیسیر من الرزق و یرضی
اللہ منهم بالقلیل من العمل فیدخلہم الجنة یقول لا الہ الا
اللہ نبیہم محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب المتواضع
فی ہیبة المجتمع لہ اللب فی سکوتہ ینطق بالحکمة و
یستعمل الحلم۔ (النہائص الکبریٰ، ۱۰: ۹-۱۰)

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! اس خاندان پر بددعا نہ کر کیوں کہ اسی خاندان سے نبی امی بشیر و نذیر پیدا ہوں گے اور ان ہی سے رحمت خداوندی میں ڈوبی وہ امت جنم لے گی جو میرے محمد ﷺ کی امت ہوگی اس امت کے قناعت پسند لوگ تھوڑے سے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جایا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جایا کرے گا۔ انہیں لا الہ الا اللہ پڑھ لینے کی بدولت جنت میں داخل کرے گا۔ ان کے نبی محمد ﷺ بن عبد اللہ بن

عبدال مطلب ہوں گے جو اپنی جلالتِ شان کے باوجود نہایت متواضع ہوں گے فہم و فراست کی ساری قدریں ان کے سکوت میں جمع ہوں گی حکمت آمیز باتیں کریں گے اور بہت ہی حلیم و بردبار ہوں گے۔



عبداللہ
عبداللہ
عبداللہ

۲۲/۱۳۵۰ھ

حررہ محمد علی زاہد

(۲۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَتَرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھاؤں گا
(رواہ مسلم)

دروازہ کھٹکھٹانے سے یہی مراد ہے کہ میں دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کے دروازے پر حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے نبیوں اور امتیوں کا ایک میلہ لگا ہوگا مگر دروازہ بند ہوگا کسی میں اس کو کھٹکھٹانے کی بھی ہمت نہ ہوگی کیونکہ یہ اعزاز بھی ہمارے آقا کا ہی حصہ ہے حضور علیہ السلام کی آمد کا انتظار ہو رہا ہوگا آپ کے آنے پر دھوم مچ جائے گی اور کہنے والا سب کو متوجہ کر کے کہے گا

ہُنْ ہو گیا کم سُخااا ہے اودہ آ گیا کملی والا ہے

آپ دروازہ کھلوائیں گے پہلے خود تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر حضور کی امت پھر دوسرے انبیاء کرام کی امتیں داخل ہوں گی۔ دروازہ حضور سے کھلوانے میں راز یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے اتفاقاً حضور علیہ السلام نے کھلویا ہے اگر کوئی اور نبی بھی کھلواتے تو کھل جاتا آپ نے خود وضاحت فرمادی کہ فرشتہ کہے گا بک امرت ان لا افتح لاحد من قبلک مجھے یہی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں (مسلم شریف) گویا انا فتحنالک فتحاً مبیناً کا ظہور ہو رہا ہے باب شفاعت ہو یا باب جنت ہو، باب مغفرت ہو یا باب رحمت ہو دروازہ حضور کے کرم سے ہی کھل رہا ہے۔

تم سے جہاں کا وجود تم سے کھلا بابِ جود
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں وُرود



(۲۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبد اللہ کا بیٹا، عبد المطلب کا پوتا ہوں

(ترمذی)

یہ ارشاد حضور علیہ السلام نے برسر منبر بہت سارے صحابہ کرام کے سامنے فرمایا۔ جب کچھ بد باطن منافقین نے حضور علیہ السلام کے نسب مبارک پہ طعن کیا جیسے آج عیسائی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت ہاجرہ بی بی سارہ کو لوٹڈی کے طور پر ملی تھیں لہذا حضور علیہ السلام لوٹڈی کی اولاد سے ہیں (معاذ اللہ) یا بعض نام نہاد مسلمان سرکارِ دو عالم علیہ السلام کے والدین کے بارے مسلمان نہ ہونے کی بحث کرتے ہیں ان سب کا منہ اللہ نے نبی کے اس ایک جملے سے بند کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے منافقین کی طرف سے حضور علیہ السلام کے نسب کے بارے طعن سنی جس کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور حضور علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے صرف حضرت عباس کو جواب بتانے کی بجائے پورے مجمع صحابہ کو بتا دیا تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت کرے تو ہر غلام اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر اس کا منہ توڑ سکے آپ نے مجمع سے پوچھا من انا میں کون ہوں؟ فقالوا انت رسول اللہ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا ہوں۔ بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے اچھوں میں بنایا (عربوں میں) پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے اچھی جماعت میں بنایا پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے (قریش) میں پیدا فرمایا پھر ان اچھوں کے کئی گھر بنائے تو مجھے سب سے اچھے گھر (بنی ہاشم) میں پیدا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرماتے

ہیں۔ سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس میں ایک اور بھی لطیف اشارہ موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی عظمت و شان کے بیان میں یہ ارشاد فرمایا اگر حضور کے آباؤ اجداد بالخصوص حضرت عبداللہ اور عبدالمطلب (خاکم بدہن) موحد نہ ہوتے تو ان کا نام لے کر عظمت بیان کرنے کا کوئی تکیہ نہیں بنتا کیوں کہ کافرو مشرک تو ناپاک ہوتا ہے تو کوئی بندہ اپنی شان بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس پلید کا بیٹا یا پوتا ہوں کیوں کہ یہ عظمت و شان نہیں بلکہ اپنی تذلیل ہے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جہاں اپنا تعارف کروایا وہاں حضرت عبداللہ و عبدالمطلب کی ذات سے کفر و شرک کا بھی رد فرما دیا اور ان کے موحد ہونے کا اعلان فرما دیا۔



اللہ اکبر
۱۴۲۱

(۲۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا

میں ہی ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ ارشاد گرامی گذشتہ فرمان نبوی کے تحت بیان ہونے والی حدیث مبارکہ کا آخری جملہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے حوالے سے دو شرافتوں کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ذاتی شرافت بھی عطا فرمائی اور خارجی و بیرونی شرافت بھی بخشی۔ قرآن مجید کی آیہ مبارکہ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ میں ایک قرأتِ انفسکم میں ف کے فتح کی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو سب سے زیادہ نفیس اور شریف ہیں۔

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انبیاء کرام ہمیشہ اعلیٰ نسب اور اونچے خاندانوں میں ہی جلوہ گر ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہر قل والی حدیث کے الفاظ میں وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تَبْعُثُ فِي نَسَبٍ قَوْمِهَا (ج ۱ ص ۴) اسی طرح انبیاء کرام بہترین شکل بہترین اخلاق اور عمدہ آواز والے ہوتے ہیں کیوں کہ نبوت صرف اللہ کے فضل سے ملتی اس میں کسب کو یا کسی اور شرف کو دخل نہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نبی بناتا ہے اس کو ہر شرف بھی عطا فرماتا ہے تاکہ کوئی کسی لحاظ سے بھی نبی سے بہتر ہونے کا دعویٰ کر ہی نہ سکے۔



(۲۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا هُوَ

میں وہی ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ الفاظ ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں جس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا کہ میرے لیے اللہ سے "وسیلہ" مانگا کرو حالانکہ مقام وسیلہ نہ صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کے لئے بنایا گیا ہے بلکہ نامزد کر دیا گیا ہے کہ یہ مقام صرف حضور ہی کے لئے ہے جیسے مقام محمود حضور علیہ السلام ہی کے لئے ہے پھر امت کو کیوں فرمایا کہ میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگا کرو۔ صرف اس لیے کہ ہم حضور علیہ السلام کے لئے دعائیں کریں گے تو ساتھ ساتھ ہمارا اپنا کام بھی بننا رہے گا کیوں کہ جو کریم و بچال ہوتے ہیں ان کو دعائیں دینا بھی بھیک مانگنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک اور حدیث باب الاذان میں اس معنی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا کہ تم میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو گے تو جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔ حالانکہ ہو سکتا ہے اپنے لیے ہم دعا مانگ کر جنت کے حق دار نہ بن سکیں گے مگر حضور علیہ السلام کے لیے امتی دعا کرتا ہے تو خود جنت کا حق دار ہو جاتا ہے دعا اُن کے لئے جنت اپنے لیے۔ اس سے سستا سودا دنیا و آخرت میں کوئی ہو سکتا ہے؟

قلب کی صورت غنچہ بستہ اس کو کرم سے کر دو گفتہ

دے گا دعائیں حافظِ خستہ صلی اللہ علیہ وسلم

عرض کیا گیا حضور وسیلہ کیا ہے فرمایا جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جو صرف ایک

بندے کو ہی ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ انا ہو میں ہی ہوں گا۔

یہاں پہ ارجو فرماتا کہ مجھے امید ہے بے یقینی یا بے علمی کے لئے نہیں ہے بلکہ

عاجزی و تواضع کے لئے ہے اور کریموں کی امید بھی یقینی ہوا کرتی ہے کریم ایسا نہیں کرتے کہ کسی کو امید دلا کے پھر کہیں میں نے تو ایسے ہی کہا تھا یا میرا مطلب یہ تھا یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَاءَ وَكَ هے گواہ

پھر رد ہو ۛ کب یہ شانِ کریموں کے در کی ہے

کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو خود امید دلاتا ہے کہ اگر اپنی جانوں پہ ظلم کر لو تو جَاءَ وَكَ

اے میرے محبوب! تیرے پاس آجائیں فاستغفروا اللہ پس اللہ سے معافی چاہیں

واستغفر لہم الرسول پھر رسول بھی ان کے لئے معافی کی سفارش کرے لو جدوا اللہ

تو اباً رحیماً توبہ بھی قبول اور رحمت کے بھی حق دار۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اتنی بڑی امید دلا کر جب مجرم اس کے محبوب کے دربار

میں حاضر ہوں تو ان کی دعا رد کر دے الکریم اذا وعد وفی کریم کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہے

وعدہ پورا ہو رہا ہے یہی توجہ ہے جو جاتا ہے کریم سے جھولی بھرا کے آتا ہے، گناہ بخشوا کے آتا ہے

لب واہ ہیں آنکھیں بندھیں پھیلی ہیں جھولیاں

کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے



یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ

میں ہی محمد ہوں اور میں ہی احمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(مشتق علیہ)

قرطاس کے چہرے پہ اک لفظ لکھا میں نے

اس لفظ کی خوشبو سے ہر چیز مقدس ہے

ہر چیز منور ہے ہر چیز مکمل ہے

وہ لفظ محمد ﷺ ہے وہ لفظ محمد ﷺ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے چار نام ”حمد“ سے مشتق ہیں۔ محمد۔ احمد۔ حامد و محمود۔ ”محمد“ التحمید مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں یہ سرکار کا ذاتی نام ہے جیسے لفظ اللہ ہمارے خالق و مالک کا ذاتی نام ہے باقی سب صفاتی ہیں بعض علماء کے مطابق حضور علیہ السلام کے دو ذاتی نام ہیں زمین پہ محمد اور آسمان پہ احمد۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانی الاصل اور زیادہ عرصہ آسمانوں پہ رہنے والے ہیں اس لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو حضور علیہ السلام کا تعارف احمد نام سے کرایا اور آپ کی آمد کی بشارت سنائی و مبشرا برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد (القرآن) قرآن مجید میں محمد نام چار جگہ اور احمد ایک جگہ آیا ہے۔ کلمہ طیبہ جو دین کی بنیاد ہے اس کے پہلے جز میں اسم جلالت ہے جو بمنزلہ دعویٰ ہے اور الوہیت و معبودیت کے مضمون پر مشتمل ہے اور دوسرے جز میں اسم محمد ہے جو بمنزلہ دلیل ہے اور نبوت و رسالت کے مضمون پر مشتمل ہے اور عجیب بات ہے کہ اللہ محمد (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کلمہ میں اس طرح جوئے ہوئے ہیں کہ درمیان میں واؤ کا فاصلہ بھی نہیں ہے بس لفظ اللہ کی حاشتم ہوتی ہے تو اسم محمد کی میم شروع ہو جاتی ہے۔

محمد کا معنی

بہت زیادہ بار بار تعریف کیا گیا ہے بے شمار خوبیوں والا مطلقاً سراہا ہوا جس کی خدائی بھی تعریف کرتی ہے اور خدا بھی تعریف فرماتا ہے یعنی ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا بلکہ ان کے ہر ایک وصف اور ہر ادا کی تعریف کی جاتی ہے بلکہ عشاق تو کہتے ہیں قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن جو ہوگا حساب و کتاب تو چند گھنٹوں میں ہو جائے گا باقی سارا وقت حضور کی نعت خوانی میں گزرے گا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا

کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

جتنا کچھ حضور علیہ السلام کی ذات کے بارے میں لکھا گیا اور کسی کے بارے میں اتنا نہیں لکھا گیا اور ہر زبان میں لکھا گیا۔ اسی طرح احمد بھی "حمد" سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بہت زیادہ حمد کرنے والا یعنی محمد وہ ہے جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے اور احمد بہت زیادہ تعریف کرنے والا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور اللہ حضور علیہ السلام کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہے۔ تعریف کرنے والا خود قابل تعریف ہوتا ہے اور جو قابل تعریف ہو وہ مستحق حمد کی تعریف کرتا ہے لہذا محمد ہونے کے لیے احمد ہونا لازم اور احمد ہونے کے لیے محمد ہونا ضروری ہوا اور تعریف ہمیشہ خوبی و کمال کی ہوتی ہے نہ کہ عیب کی۔ بلکہ عیب کی تو مذمت کی جاتی ہے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے محمد بنایا ہے وہ عیب و نقص سے پاک، مجسمہ حسن و جمال اور پیکر خوبی و کمال ہے کیوں کہ آپ دلیل ہیں دعویٰ توحید کی اور دعویٰ توحید بالکل بے عیب ہے لہذا دلیل بھی بے عیب ہونی چاہیے تو اسی بے عیب دلیل کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

لفظ اللہ اور محمد میں مناسبت

دونوں میں چار چار حروف۔ وہ چاروں بھی بے نقطہ یہ چاروں بھی۔ اس میں بھی ایک شد اس میں بھی۔ اس کے بھی تین حروف حرکت والے اس کے بھی، لیکن لفظ اللہ کی شد پر کھڑی زبر قائم مقام الف ہے اس پر پڑی زبر ہے کیوں کہ وہ بادشاہ ہے اور یہ اس کے وزیر اعظم۔ اللہ

بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کیوں کہ آپ اللہ سے جدا ہونے والوں کو اس سے ملانے آئے ہیں اور نیچوں کو اونچا کرنے تشریف لائے ہیں۔ ہر نام کا کوئی حرف ہٹا دو تو بے معنی ہو جاتا ہے ماسوا ان دو ناموں کے کہ اللہ سے الف ہٹا دو تو رہ گیا اللہ ما فی السموات وما فی الارض۔ پہلی لام گرا دو تو لہ رہ گیا قرآن میں ہے لہ ما فی السموات والارض۔ دوسری لام گرا دو تو ہ اور یہ بھی قرآن میں اللہ کے لیے بولا گیا۔ انہ هو الغفور الرحیم۔ هو اللہ الذی لا الہ الا هو۔

اسی طرح لفظ محمد کی پہلی میم گرا دو تو حمد رہ گیا، یہ مصدر ہے اسم فاعل کے معنی میں ہو تو بمعنی حامد تعریف کرنے والا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہو تو بمعنی محمود (تعریف کیا ہوا)۔

حاکو ہٹا دو تو باقی مد رہ گیا، جو کہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کھینچنے والا آپ بھی بندوں کو اللہ کی طرف کھینچ کر لے جانے والے۔ دوسری میم گرا دو تو دال رہ گیا اور الدال علی الخیر کفاعلہ اس کا معنی راہنمائی کرنے والا۔

اللہ میں دو لام ہیں محمد میں دو میم ہیں لام کے بعد نمبر میم کا اللہ کے بعد درجہ محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خود فرمایا اجود جودا بڑا جواد (کریم) اللہ ہے اس کے بعد میں ہوں۔ ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر

فضائل اسم محمد

سب کا نام والدین رکھتے ہیں لقب قوم رکھتی ہے خطاب حکومت مگر حضور کو نام لقب خطاب سب اللہ نے ہی عطا کیے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں آپ کی ولادت سے پہلے مجھے غیب سے آواز آئی کہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا فان اسمہ فی التوراة احمد یحمدہ اہل السماء والارض واسمہ فی الانجیل احمد یحمدہ اہل السماء والارض واسمہ فی الفرقان محمد فسمیہ فذلک (دلائل البتوت ص ۵۳ و ص ۸۲) کہ اس کا نام تورات و انجیل میں احمد ہے آسمان و زمین والے اس کی تعریف کریں گے اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے پس میں نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھ دیا۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بیس نام ہیں جن میں طہ۔ یسین بھی ہے اور پانچ انبیاء کرام کو قرآن میں ذوالکیمین بتایا گیا۔ نمبر ۱۵ یونس، ذوالنون نمبر ۲ یونس، مسیح نمبر ۳ اسرائیل، یعقوب نمبر ۴ یونس، ذوالنون نمبر ۵ الیاس، ذوالکفل۔ (دلائل النبوة ص ۱۶۵)

کوئی بد باطن حضور کا نام لے کر آپ کو بُرا کہے گا تو پڑھ لکھے لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ ادھر کہتا ہے ”محمد“ جس کا معنی ہی بہت تعریف کیا ہوا ہے ادھر ان کی بُرائی کرتا ہے چنانچہ اس بات کا خیال حضور علیہ السلام کے اپنے زمانے میں کافروں کو بھی آیا کہ ادھر ہم محمد کہتے ہیں پھر ان کی بُرائیاں کرتے ہیں لہذا یا محمد نہ کہو یا بُرائی نہ کیا کرو چنانچہ فیصلہ ہوا کہ محمد نہیں کہیں گے مذمم کہیں گے جس کا معنی بُرائی کیا ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے سنا تو یہ پریشان ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے فرمایا پریشان کیوں ہوتے ہو خوش ہونا چاہیے۔

الا تعجبون کیف يصرف الله عني شتم قريش ولعنهم
يشتمون مذمما ويلعنون مذمما وانا محمد (صلى الله
عليه وسلم) (رواه البخاری)

کیا تم تعجب نہیں کرتے ہو اللہ نے قریش کی لعن طعن کا رخ مجھ سے کس طرح پھیرا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں میں تو محمد ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

یہ وہ نام ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بھی پہلے عرش اعظم پہ اکیلا نہیں بلکہ بنام خدا لکھا ہوا تھا۔ اُس نام کا واسطہ دے کر پہلی امتیں جنگوں میں فتح حاصل کرتیں قرآن میں ہے وکانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ یوں دعا کرتے

اللهم انصرونا بالنبي المبعوث في اخر الزمان نجد صفته
في التوراه۔

یا اللہ! اس نبی کی برکت سے ہماری مدد فرما جو آخری زمانے میں آئے گا ہم اس کی صفات تورات میں پڑھ چکے ہیں۔

نبیوں کے نام

ہر نبی کا نام باعث برکت ہے مگر لغوی معنی کے اعتبار سے جو خوبیاں اور عظمتیں اسم محمد میں ہیں کسی میں نہیں مثلاً آدم کا معنی گندی رنگ والے یا مٹی سے پیدا ہونے والے، نوح نوحہ سے، یعقوب عقب سے، بعد میں آنے والے (ظاہر ہے ان لفظوں میں بحیثیت لفظ تعریف کا معنی نہیں ہے) اور محمد کا معنی الذی یحمد حمدا بعد حمد بلا انفصال۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
لسان العرب میں ہے کہ پہلی کتابوں سے پڑھ کر اور حضور علیہ السلام کی عظمتیں پہلے انبیاء سے سن کر حضور سے پہلے سات بچوں کے نام محمد رکھے گئے کہ شاید انہی میں سے کوئی نبی آخر الزماں ہو جائے مگر اللہ نے ان کو گم نام ہی کر دیا۔

لیکن اس نام کی برکات ضرور نصیب ہوں گی چنانچہ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۹۹ پہ ہے

اذا کان یوم القیمة نادى منا دیا محمد قم فادخل الجنة

بغیر حساب فبقوم کل من اسمہ محمد یتوہم ان النداء له

فلکرامة محمد لا یمنعون۔

قیامت کو آواز دی جائے گی، اے محمد اٹھ جنت میں داخل ہو جا بغیر حساب کے، تو جس کا نام محمد ہو گا وہ اٹھ کھڑا ہو گا اس گمان سے کہ شاید اسے کہا گیا ہے تو اسم محمد کی عزت کے لئے کسی کو جنت سے نہ روکا جائے گا اور نہ ان کا حساب ہو گا۔

حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال میں بالا جماع معتبر ہے اور نام پاک محمد کے ساتھ

تسمیہ اعمال سے ہے۔

نکتہ عجیبہ

حضرت سید غلام جیلانی (استاد مولانا شاہ احمد نورانی) نے البشیر الکامل شرح مائتہ عامل کے صفحہ نمبر ۲ پہ اسم محمد کے متعلق ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا "اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح اس کے مسمی (صلی اللہ علیہ وسلم) بحکم حدیث (کل الخلاق من نوری) سارے عالم کی اصل ہیں یہ نام پاک بھی ہر نام کی اصل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح فرع کا تجزیہ

کرنے سے اصل باقی رہ جاتی ہے (مثلاً آم کا درخت کٹھلی سے بنتا ہے تنا، شاخیں۔ پھل پتے نکلتے ہیں چنانچہ آم کو کھاؤ گے تو آخر کار ہاتھ میں وہی اصل کٹھلی ہی رہ جائے گی) کسی بھی نام کے اعداد نکال لو اور بقاعدہ ذیل تجزیہ کرو تو ۹۲ ہی نتیجہ آئے گا جو کہ اسم محمد کے عدد ہیں۔

(قاعدہ) عدد کو چوگنا کر لو پھر حاصل میں دو جمع کر لو پھر حاصل کو پانچ گنا کر لو پھر حاصل کو بیس پر تقسیم کر دو پھر باقی کو نو گنا کر کے اس میں دو ملا دو تو حاصل بانوے ہوگا جو کہ نام پاک محمد کے اعداد ہیں مثلاً کتاب "شرح مائے عامل" کے اعداد ۶۹۵ ہیں ان کو چار گنا کیا تو ۲۷۸۰ حاصل ہوئے اس میں دو جمع کیے ۲۷۸۲ ہوئے پھر اس کو پانچ گنا کیا ۱۳۹۱۰ بنے اس کو بیس پر تقسیم کیا تو دس ۱۰ باقی بچے دس کو نو گنا کیا تو ۹۰ ہو گئے اور دو کو ملایا تو ۹۲ ہوئے۔

بابا گرو نانک نے یہی قاعدہ ایک ہندی رباعی میں بیان کیا ہے۔

نام لیو جس انجھر کو تو کرو چوگنا
دو ملاؤ نجکن کریو کاٹو بیس بنا
نانک بچے جو نوگن کریو دو اس میں اور ملا
اس بدھر کے نام سے نام محمد بنا

لہذا ہر نام میں اسم محمد کے جلوے ہیں، اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے ایک شعر میں عجیب بات فرمائی۔

تیرے نام میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اسے مٹائے وہ خود مٹا وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

کہ عددوں میں نو کا عدد ایسا ہے کہ ختم نہیں ہوتا مثلاً نو کا پہاڑ اڑھو 9-18-27-36-45-54-63-72-81- آتے ہیں ان میں جن دو کو جمع کرو تو 9 ہی بنیں گے۔ مثلاً
9=1+8، 9=2+7۔

شیخ سعدی نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے۔

ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب
ہنور نام تو گفتن کمال بے ادنیٰ ست

لیکن یہ ادب ادب والے ہی کر سکتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار اُس نے اپنے وزیر ایاز کے بیٹے کو ان لفظوں سے بلایا ”پسر ایاز را بگو کہ باب طہارت بیارد“ ایاز کے بیٹے کو کہو وضو کے لئے پانی لائے ایاز ڈر گئے کہ ہر وقت میرے بیٹے کو نام سے پکارتے ہیں آج پسر ایاز کہا ہے خدا خیر کرے پوچھنے پر فرمایا کہ تیرے بیٹے کا نام محمد ہے اور میں یہ نام بغیر وضو کے نہیں لیا کرتا (آج میرا وضو نہیں تھا) (تفسیر روح البیان) جن دسترخوان پہ محمد نام کا آدمی ہوگا اس کھانے میں برکت ہوگی۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب توفیق الہدایۃ صفحہ ۱۰۲ پر فرماتے ہیں اسم محمد کے چار حروف ہیں جن سے دونوں جہان روشن ہیں۔

بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

بنی اسرائیل کا ایک شخص جس نے عرصہ دراز تک اللہ کی نافرمانی کی جب مر گیا تو لوگوں نے ایک گندی جگہ (زورڑی) پہ پھینک دیا۔

فاوحی اللہ علی موسیٰ ان اخرج و صل علیہ۔

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس کو وہاں سے اٹھائیے اور اس کا جنازہ پڑھیے۔

عرض کیا یا اللہ! یہ تو نافرمان و بدکار تھا۔ ارشاد ہوا

ہکذا کان الا انه کلما نشر التوراة و نظر علی اسم

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبلہ و ضعه علی عینہ و

صلی علیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۶)

ٹھیک ہے ایسا ہی تھا مگر جب بھی تورات کھولتا میرے محبوب کا نام دیکھتا تو چوم لیتا آنکھوں سے لگا کر درود پڑھتا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ایک روایت میں ہے

فغفرت ذنوبہ و زوجتہ سبعین حوراء۔

میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

کہ جب صلح نامہ حدیبیہ لکھا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ نے یہ الفاظ لکھے محمد رسول اللہ
مشرکین نے اعتراض کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی کو فرمایا امحہ اے علی! یہ الفاظ مٹا
دے حضرت علی نے عرض کیا ما انا بالذی امحاه میں وہ نہیں ہوں جو آپ کے نام کو مٹاؤں
دوسری جگہ ہے واللہ لا امحوک ابدا اللہ کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

دیکھیں حضور نے نام مٹانے کی بات کی تو حضرت علی نے کیا جواب دیا کہ میں آپ کو
نہیں مٹاؤں گا ثابت ہوا کہ نام مٹانا ذات مٹانے کے برابر سمجھا۔ حضرت علی کے جواب سے یہ
کلیہ بھی ٹوٹ گیا کہ الامر فوق الادب۔

خدا کے ساتھ محمد کا نام آتا ہے

نہ انتہائے خدا ہے نہ انتہائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

نماز۔ کلمہ۔ خطبہ۔ اذان۔ اقامت ہر جگہ خدا کے نام کے ساتھ مصطفیٰ کا نام ہے فرق یہ
ہے کہ پہلے خدا کا نام پھر مصطفیٰ کا ایسا کیوں ہے اس لیے کہ

پہلے حمد سے زباں پاک کر لو

تو پھر نام لینا حبیب خدا کا

ایک جگہ ایسی ہے کہ صرف خدا کا نام ہے مصطفیٰ کا نہیں وہ ہے جانور ذبح کرتے وقت
لہذا جن محفلوں میں ایمان ذبح ہوتے ہیں وہاں نعرہ رسالت نہیں لگایا جاتا۔ یا رسول اللہ اور یا محمد
سے اتنی چو ہے کہ چھینی ہتھوڑوں سے مٹاتے ہیں تو پھر جہنم میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس لیے
کہ جنت کے دروازے پر بھی میرے آقا کا نام لکھا ہوا ہے۔

ہندوؤں سکھوں کے نام برداشت کر لیتے ہیں، دیال سنگھ لاہری۔ گلاب دیوی
ہسپتال، قلعہ دیدار سنگھ دشمنی ہے تو صرف محبوب خدا سے ہے

ذکرِ رو کے فضل کاٹے نقص کا جو یان رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جنت کی ہر شے یہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو فرمایا

کَلِمَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ فَادْكُرَالِي جَنْبَهُ اسْمُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ جب بھی خدا کا نام لو ساتھ اس کے محبوب کا نام ضرور لینا۔ (کیوں کہ میری بگڑی اسی نام سے بنی ہے)۔

فرمایا میں نے پوری جنت پھری ہے الا ورایت اسم محمد مکتوب علیہا ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ محمد (ﷺ) کا نام لکھا ہوا پایا۔ جیسے آپ اپنے مکانوں پہ لکھتے ہیں فلاں منزل فلاں منزل اللہ نے جنت پہ حضور کا نام لکھ کر بتا دیا تم اپنے اپنے مکانوں کے مالک ہو میرا نبی جنت کا مالک ہے تم اپنے گھر اپنے دشمن کو نہیں آنے دیتے میرے حبیب کا دشمن بھی جنت میں نہ جا سکے گا۔ برتن پہ آپ اپنا نام لکھواتے ہیں پتہ چلے بنانے والی تو سٹیل ملز ہے مگر ملکیت میری ہے اللہ نے بھی جنت میں ہر جگہ نام محمد لکھ کر بتا دیا خالق میں ہوں مالک ان کو بنا دیا میں نے جنت بنا دی انہوں نے اپنی امت سے بساد

تعب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم لگائے خدا اور بجھائے محمد (ﷺ)

نکات اسم محمد (ﷺ)

جب بھی غلطی سے کوئی کام کیا ان کی رحمت نے مجھ کو تھام لیا
قدسیوں کے سلام پہنچتے ہیں جب رسول خدا کا نام لیا
عملیات کی کتاب میں اور کئی بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس کے گھر لڑکانہ ہوتا ہو وہ شروع حمل میں اپنی بیوی کے پیٹ پر انگلی سے لکھے من کان فی هذا البطن فاسمه محمد۔ کہ جو اس پیٹ میں ہے اس کا نام محمد ہوگا۔ انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا یہ عمل نرینہ اولاد کے لئے بہت ہی مجرب ہے۔

جیسے اس نام کو بولنے سے ہونٹ مل جاتے ہیں اور یہ نام خود کلمے۔ اذان خطبے میں بنام خدا ملا ہوا ہے ایسے ہی اس نام والے نے سینکڑوں سالوں کے دشمنوں کو آپس میں ملا دیا اوس و خزرج کی لڑائی ایک سو بیس سال تک جاری رہی مگر ان کو ایسا شیر و شکر کر دیا کہ

بھائی بھائی ہو گئے۔

تو جب اللہ نے ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نام کو ملایا ہے تو معلوم ہوا کہ رسول کو خدا سے ملانا شرک نہیں عین ایمان ہے

۔ ملے خدا سے تو ایسے ملے کہ مل ہی گئے

تمہارے قرب کا عالی جناب کیا کہنا

جو لوگ یہ کہتے ہیں جی تم نے تو رسول کو خدا سے ہی ملا دیا ہے ان کو غلط فہمی ہے ہم نے نہیں خدا نے ملایا ہوا ہے اور وہ فرماتا ہے۔

اللہ و رسول کے درمیان فرق کرنا کارِ کفار ہے اور فرق نہ کرنا شیوۃ اہل ایمان ہے۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسله ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسله۔

والذین امنوا باللہ ورسله ولم یفرقوا بین احد منهم ملانا کا مطلب یہ ہم بھی نہیں لیتے کہ نبی کو خدا بنا دو بلکہ

۔ نبی کو تم بھی خدا نہ سمجھو خدا کو ان سے جدا نہ سمجھو

ہے اہل سنت کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

بلکہ یوں ملاؤ جیسے لیمپ کے نور کے ساتھ چمپنی کا رنگ، جہاں لیمپ کا نور وہاں چمپنی کا رنگ، یا جیسے نوٹ کے کاغذ کے ساتھ سرکاری مہر۔ اگر مہر مٹ جائے تو نوٹ کی حیثیت ختم، اگر رسول کی عظمت دل سے نکل جائے تو تو حید بیکار یا جیسے قرآن کے کاغذ پہ حروف یا حروف میں سیاہی کہ دونوں کا احترام ضروری۔ چنبی نہ قرآن کو چھو سکے نہ کاغذ و حروف کو یعنی ربوبیت کو نبوت کے آئینے میں دیکھو۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے کوئی ساری عمر جدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور کوئی ملانے پہ لگے رہتے ہیں

۔ میں اپنی حیاتی تو قربان جاواں

احد نال احمد ملیدے گذر گئی

حضور کا نام لیا جائے تو ایسا لگتا ہے جیسے جنت کا دروازہ کھل گیا ہے مصیبت نکل جاتی

ہے حضرت ابن عمر کا پاؤں شل ہو گیا کسی نے کہا جو آپ کو سب سے پیارا ہے اس کو پکارو انہوں نے زور سے کہا یا محمد اسی وقت پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

۔ اس نام کی تعظیم تو عشاق سے پوچھو
جان آگئی تن میں جو لیا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

✽ — حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کا نام محمد علیہ السلام اس لیے رکھا ہے کہ دنیا ختم ہو جائے مگر ان کی تعریف ختم نہ ہو
۔ ایسا بیٹھا کوئی نہیں جیسا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تجربہ کرایا اور عصا کو اڑدھا بنایا پھر فرمایا اب جاؤ فرعون کے پاس انہ طغی وہ سرکش ہو گیا ہے یہ عصا تمام جادو گروں کے حملے ناکام کر دے گا اور ہر جگہ آپ کے کام آئے گا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو نام محمد بنام خدا لکھا پایا پوچھا مولیٰ یہ کون ہے؟ جواب یہ نہ دیا کہ یہ میرے نبی، رسول یا تیری اولاد سے ہوں گے بلکہ فرمایا یہ نہ ہوتا تو نہ زمین و آسمان ہوتے نہ عرش و فرش نہ لوح و قلم نہ جنت و دوزخ اے آدم! تو بھی نہ ہوتا۔ لیکن سن اس نام کو یاد کر لے تیرے کام آئے گا پھر کام آیا کہ نہیں؟ نکاح کا حق مہر ادا کرنے کی بات آئی تو پابندی لگ گئی کہ جس حوا کو آدم علیہ السلام کے لئے وہ سکون بنایا اس کے قریب نہیں جاسکتے فرمایا اس نام والے پہ درود پڑھو پابندی ختم جنت سے نکلے تین سو سال رو رو کر گزارے آخر اسی نام کے وسیلے سے دعا* کی تو جدائی ختم ہوئی اور ملاپ ہو گیا۔ جب نبیوں کا اس نام کے بغیر گزارا نہیں تو ہمارا کیسے ہو سکتا ہے

۔ ہے تو بس نام محمد ہی سہارا اپنا
ان کے صدقے سے ہی چلتا ہے گزارا اپنا
ہم کو طوفان کی موجوں کا کوئی خوف نہیں
ہم اسی نام سے پالیں گے کنارہ اپنا

* اللهم انی اسئلك بحق محمد ان تغفر لی اے اللہ! اپنے محبوب کا واسطہ مجھے معاف کر دے۔

— حضرت شاہ سلیمان تو نسوی علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے کہ نوکر کو فصل کی حفاظت پہ کھڑا کیا پھر بھی رات کو جانور پخر جاتے ایک دن فرمایا میں آج رات خود پہرہ دوں گا مصلیٰ بچھا لیا آدمی رات ہوئی تو پخر آنے والے آگے پوچھا کون؟ کہا میں محامد ہاں سائیں (اس علاقے میں محمد کا تلفظ محامد چلتا ہے) نام سنا تو مست ہو گئے فرمایا "جے محامد ایں تے پخر اسائیں ہرشی دامالک ایں" یہ کہا اور بے ہوش ہو گئے چاشت کے وقت ہوش آیا

داستان حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی

اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

— معراج کی رات جبریل علیہ السلام جس آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاتے آگے سے آواز آتی کون؟ جبریل۔ و من معک ساتھ کون؟ سوال یہ ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام آدم سے لے کر آج تک ہزاروں بار انہی دروازوں سے آیا یا نہیں؟ پھر دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت اور اگر ضرورت تھی بھی تو جب آگے سے کہا جبریل تو کھل جانا چاہیے کہ نہیں؟ مگر نہیں کھلا ثابت ہوا آرزو سخت تھا کہ اگر آج یار کے بغیر جبریل بھی آئے تو نہ کھولنا لہذا جبریل محمد محمد کہتے گئے دروازے کھلتے گئے

وہ جس کا نام خود اللہ نے آدم سے پڑھوایا

وہ جس کے نام سے آدم نے بالا مرتبہ پایا

وہ جس کے نور کو جملہ ملائک نے کیا سجدہ

وہ جس کے سامنے تعظیم سے جھکتا ہے خود کعبہ

جس جگہ احمد مختار کا نام آتا ہے

وہیں جبریل امیں لے کے سلام آتا ہے

— اسرار الاولیاء میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں جب قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو سزا کے طور پر اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا نیچے جا رہا تھا زمین کے چوتھے طبقے تک گیا تو وہاں کی مخلوق نے پوچھا تجھ سے کیا اتنا بڑا جرم ہو گیا ہے کہ اتنی سخت سزا میں ہے اب نے جواب دیا کہ مجھ سے حضرت موسیٰ کی نافرمانی ہو گئی ہے بس زبان پہ موسیٰ کا نام آیا اللہ نے فرمایا اس کو یہیں

پہ روک دو اور نیچے نہ لے جاؤ۔ عرض کیا کیوں؟ فرمایا دیکھتے نہیں ہو اس کی زبان پہ میرے موسیٰ کا نام آگیا ہے یہاں آکر بابا صاحب رو پڑے فرمایا خود اندازہ کرو جن کی زبان پہ موسیٰ کے بھی رسول کا نام رہتا ہو ان کا کتنا لحاظ کیا جائے گا اور جس کے نام میں اتنی برکت ہے اس کی ذات میں کیا برکات ہوں گی۔

زندگی میں جو کوئی سخت مقام آتا ہے
اس گھڑی لب پہ محمد کا نام آتا ہے

— آسمانوں پہ حضور علیہ السلام کا نام احمد کیوں ہے؟ کیوں کہ فرشتے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کہہ چکے ہیں فرمایا تم میری حمد کر کر کے صرف حامد سے احمد بن سکو گے مگر مجھے صرف احمد نہیں محمد چاہیے جس کو اللہ احمد و محمد کہے پتہ نہیں اس نے خدا کی کتنی تعریف کی ہوگی؟ اور خدا نے اس کی کتنی تعریف کی ہوگی۔ طالب علم کہے فلاں استاد بہت قابل ہے تو بات اور ہے اور استاد کہے فلاں طالب علم بہت قابل ہے تو دوسری بات ہے یہاں خدا احمد و محمد فرما رہا ہے فرمایا جب تو نے میری تعریف کی انتہا کر دی اب جو نماز، کلمہ، اذان، خطبہ پڑھے گا جہاں میرا نام لے گا، ساتھ تیرا بھی لے گا۔ اذا ذکرت ذکرت معی ”جب میرا ذکر ہوگا ساتھ ہی تیرا بھی ذکر ہوگا نہ صرف بندے میں خود تیری تعریف کروں گا۔ اس لیے آپ کا نام ممدوح نہیں کہ وہ مدح سے ہے۔ اور مدح نعمت کے بدلے ہوتی ہے پھر کمال غیر اختیاری پہ ہوتی ہے بلکہ حمد سے احمد۔ حامد اور محمود بنانا کہ نعمت ملے نہ ملے حمد ہوتی رہے اور خوبیاں بھی اختیاری ہو جائیں تو جو آپ کو محمد مانیں اور مختار نہ مانیں وہ محمد ہی نہیں مانتا کہ محمد حمد سے ہے اور حمد اسی کی ہوتی ہے جو اختیاری خوبیوں کا مالک ہو * موتی کی خوبی غیر اختیاری ہے لہذا حمدت نہیں کہیں گے بلکہ مدحت اللؤلؤ علی صفائها کہیں گے

— قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ہر چیز کی انتہاء ہوتی ہے لیکن حمد وہ ہیں مالا نہایہ لہ جس کی انتہاء ہی نہیں۔ کسی کی تعریف کرنی ہو تو پہلو متعین کیے جاتے ہیں علم والا حسن والا وغیرہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں کی جب حد ہی نہیں تو محمد کی انتہاء کیسے ہو

* لہذا یہ بات غلط ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا مالک و مختار نہیں۔

۔ تیرے تو وصف عیب ستاہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ آپ کی کما حقہ تعریف اللہ کے سوا کر ہی کوئی نہیں سکتا، کیوں کہ آپ کے کمالات سمندر کی طرح ہیں اور ہماری زبانیں ڈول کی طرح بھلا سمندر ڈولوں میں کیسے آسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی کسی کا ممدوح کوئی کسی کا جس نے سب کا ممدوح دیکھنا ہو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جیسے مدح کرنے والے بے شمار ہیں اسی طرح ممدوح کے کمالات بے حساب ہیں ہر زبان پہ ان کی تعریف، ہر مکان و زمان میں ان کی تعریف

۔ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

اللہ نے اپنا نام محمود رکھا حضور علیہ السلام کا محمد۔ عقل کا تقاضا ہے کہ الٹ ہوتا کہ محمود تو ایک بار بھی تعریف کرنے سے ہو گیا جب کہ محمد بار بار تعریف کا متقاضی ہے فرمایا محبوب! لا اذکر حتی تذکر تیری تعریف ہی میری تعریف ہے بلکہ ذکر ادا سولا خود میرا ذکر رسول کی ذات ہے۔ کوئی یا محمد کہتا رہے تو یوں سمجھے خدا ہی کی تعریف کر رہا ہے۔

۔ تیری حمد و ثناء الحمد للہ کہ تو میرے نبی کا خدا ہے

❀ — قیامت کے دن دو بندے اللہ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے ان کو جنت جانے کا حکم ہوگا عرض کریں گے ہمارے لیے کس چیز نے جنت حلال کی ہے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں، اللہ فرمائے گا میں نے قسم اٹھا رکھی ہے جس کا نام محمد اور احمد ہوگا اس کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔ (المواہب ص ۳۱۶ شفا شریف ج ۱ ص ۱۰۵)

❀ — اگر مرتے وقت زبان پہ صرف لا الہ الا اللہ آیا محمد رسول اللہ نہ آیا تو قبول نہیں کہ توحید ہے رسالت نہیں اور اگر محمد رسول اللہ کہہ لیا تو قبول ہے کہ اللہ بھی آگیا محمد بھی آگیا۔

❀ — ایک یہودی نے تورات میں چار جگہ حضور کا نام لکھا پایا اس نے مٹا دیا اگلے دن تورات کھولی تو آٹھ جگہ لکھا پایا تیسرے دن بارہ جگہ، آخر سوچنے لگا۔ شام سے مدینے آیا پتہ

چلا حضور کا وصال ہو گیا ہے حضرت علی سے کہا ارنی ثوب محمد کوئی کپڑا حضور کا دکھاؤ حضرت علی نے قمیص دی فشمة و قام عند القبر الشریف قبر انور کے پاس کھڑا ہو کر قمیص سو نگھی اور اسلام قبول کیا اور دعا کی اللھم ان کنت قبلت اسلامی فاقبض روحی سریعًا اے اللہ! اگر میرا اسلام قبول ہو گیا ہے تو ابھی موت دے (تا کہ تیرے محبوب کے پاس چلا جاؤں) فوق متیاف غسلہ علی و دفنہ بالبقیع۔ اسی وقت گرافوت ہو گیا حضرت علی نے غسل دے کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ (نزہۃ المجالس عن ابن عباس ص ۸۹ ج ۲)

۔ دفتر تمام گشت پایاں رسید عمر
ما پہچناں در اول وصف تو ماندہ ام
۔ زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا



الفضل علی

(۲۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُوا اللَّهُ بِى الْكُفْرَ

میں ہی مٹانے والا ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا
(متفق علیہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے دنیا کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ
اندھیروں میں پھنسی ہوئی تھی آپ کے وجود باجود کی برکت سے کفر و شرک کے اندھیروں میں
بھٹکنے والوں کو نہ صرف ہدایت کا نور نصیب ہوا بلکہ دوسروں کے لئے سراپا ہدایت بن گئے جو
ذریعے تھے وہ آفتاب بن کر چمکنے لگے جو قطرے تھے وہ سمندر نظر آنے لگے

قطرے کو سمندر کرتے ہیں ذریعے کو ستارہ کرتے ہیں

کونین کو خم آ جاتا ہے جب زلف سنوارا کرتے ہیں

تاریخ بتاتی ہے برصغیر کے لوگ کابل سے چٹاگانگ تک بت پرستی اور عجیب و غریب
رسومات میں مبتلا تھے مثلاً جس عورت کا خاوند مر جاتا سماج اس کو مجبور کرتا کہ جب تیرے خاوند کو
آگ کی نذر کیا جائے تو ساتھ تجھے بھی جل کر اپنی جان کی قربانی دینا ہوگی اگر وہ بچ بچا کر کہیں
پھاڑوں، غاروں میں زندگی گزارنا چاہتی تو اس کے گھر والے اس کو پکڑ کر جلا کر رکھ کر دیتے۔

عرب میں جس عورت کا خاوند مر جاتا پورا سال وہ نہا نہیں سکتی تھی، علیحدہ کوٹھڑی
میں اس کو رہنا پڑتا، کپڑے نہیں بدل سکتی، برتن نہیں دھو سکتی۔ بچوں کو زندہ درگور کرنا ان کا محبوب
مشغلہ تھا۔ جانور کو ذبح کرنے کی بجائے جس حصے کا گوشت کھانا چاہتے اتنا حصہ کاٹ لیتے وہ
سک سک کر مر جاتا۔ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے۔ عورت بدلنے اور جوتا بدلنے میں کوئی
فرق نہ تھا۔ عورت دوسروں کے ساتھ رات گزارنے میں فخر محسوس کرتی بلکہ خود لوگ اپنی عورت
سروں کے پاس بھیجتے تاکہ اولاد بہادر ہو۔ انجیل میں تحریف۔ دین موسوی مسخ۔ بادشاہ وقت

کو خدا کہا جاتا۔

اٹلی میں جہاں پاپائے اعظم رہتا، عیسائیوں کا مرکز تھا، قیدی کے پیچھے شیر لگا دیا جاتا بادشاہ، پوپ اور عوام ہستے تالیاں بجاتے اور وہ بے چارہ شیر کا لقمہ بن جاتا، مگر آکر اس کی موت کو ہنس ہنس کر بیان کرتے، یہاں کے خراکار براعظم افریقہ جاتے کالے انسانوں کو پکڑ کر لے آتے، ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے، گندی تالیاں صاف کرواتے اور ان سے جانوروں کا سا کام لیتے۔ الغرض ظلم ہی ظلم تھا جب لاکھوں انسانوں کی چیخ و پکار ہزاروں مظالموں کی فریادیں، بیواؤں کی آہ و بکا، مظلوم بچیوں کی چیخیں عرش پر پہنچی تو اللہ نے حضرت آمنہ کی گود میں محمد مصطفیٰ کو پیدا فرما دیا گویا حضور مظلوموں کی مدد بن کر آئے غلاموں کی پکار، سلبوں کی تمنا بن کر آئے۔ پھر کیا ہوا

خود جو نہ تھے راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے

چور ولی بن گئے۔ انسانی لباس میں بھیڑیے اُسی لباس میں فرشتوں سے افضل ہو گئے غلاظت کے پہاڑوں کو مجسمہ طہارت بنا دیا۔ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو مینارِ نور بنا دیا۔ جہالت کے پلندوں کو علم کا پیکر کر دیا۔ لات دُغری، منات کے شیدائیوں کو وحدہ لا شریک کا ذاکر بنا دیا۔ جن کے گھر سینکڑوں سالوں سے بتوں سے اٹے پڑے تھے انہی کے گھروں کو توحید کا مرکز بنا دیا اور جن کے دلوں سے شمع توحید بجھ چکی تھی ان کے دلوں کو انوار و تجلیات ربانی کا سرچشمہ بنا دیا۔ کوئی بے زرا یا تو بوذر ہو گیا، حبش کا بلال آیا تو رُحکِ قمر ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے مسراجاً منیراً فرمایا چمکتا سورج (سراج قرآن میں سورج کو کہا گیا مسراجاً و ہاجاً) اگر چہ تاریکی چاند ستاروں سے بھی دور ہو سکتی ہے مگر چاند تارے رات کو دن نہیں بنا سکتے سورج نکلتا ہے تو رات دن ہو جاتی ہے حضور علیہ السلام سے پہلے کفر و شرک کی کالی رات چھائی ہوئی تھی آپ تشریف لائے کفر مٹا اسلام کا نور پھیلا اور ایسے لگا جیسے رات کے اندھیروں سے دن کا اجالہ نمودار ہو گیا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا



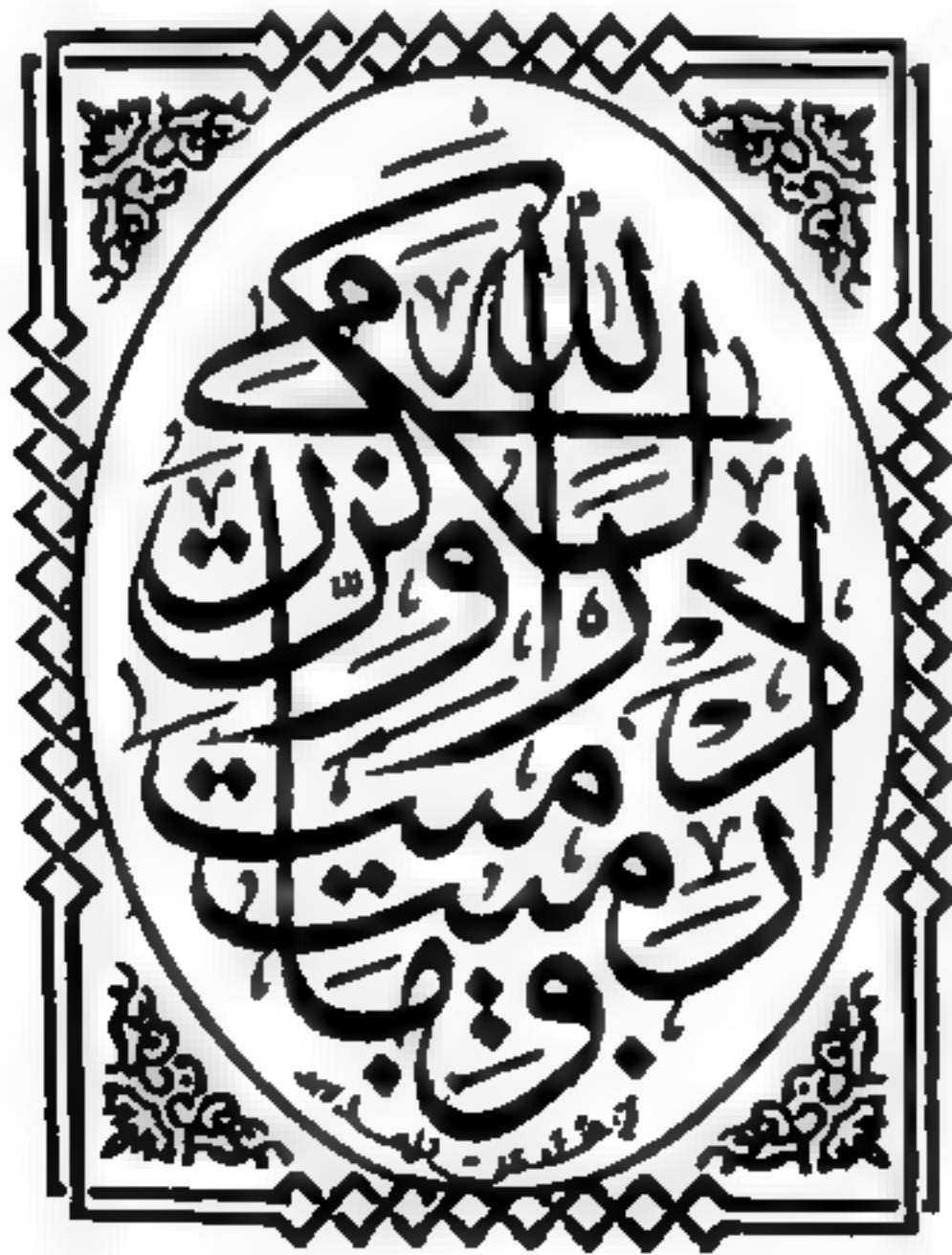
(۳۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ

میں ہی حاشر ہوں (جمع کرنے والا) لوگ میرے ہی قدموں پہ جمع کیے جائیں گے
(متفق علیہ)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام قبرانور سے باہر تشریف لائیں گے پھر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پھر حضور علیہ السلام کی امت پھر دیگر امتیں پھر شفاعت کی بھیک مانگنے کے لئے آخر کار ساری مخلوق حضور کے در پر آئے گی اس وقت حضور علیہ السلام کے اس نام پاک کا ظہور ہوگا۔



(۳۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ

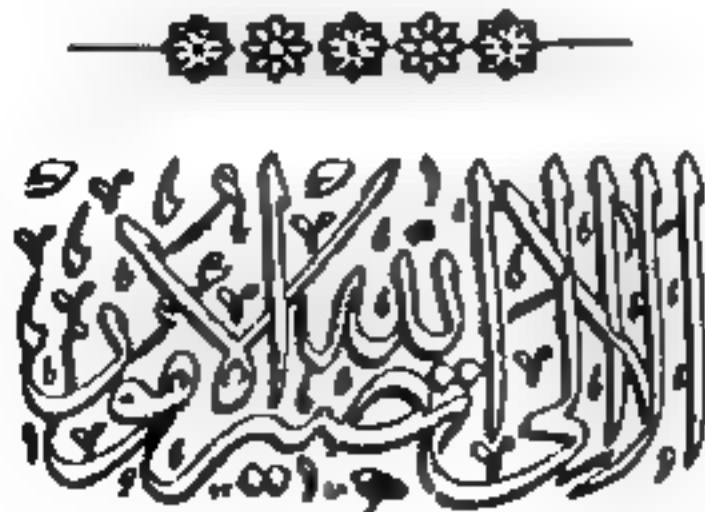
میں ہی عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

(الثفاء)

ختم نبوت کی بحث میں اس موضوع پہ لکھا جا چکا ہے۔

عاقب عقب سے بنا جس کا معنی پیچھے، چونکہ حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے بعد تشریف لائے اس لیے عاقب ہوئے اور چونکہ حضور اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے اور سب کی عاقبت حضور علیہ السلام ہی کے دم قدم سے ہے۔ اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی عاقب ٹھہرا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عاقب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ نہ تو آپ کے زمانے میں اور نہ آپ کے بعد تا قیامت کوئی نبی ہو جو نبی زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ یا حضرت الیاس و جناب خضر (بقول بعض) علیہم السلام وہ اب یہ شان نبوت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے امتی بن کر زندہ ہیں۔ اسی لیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر بھی حضور علیہ السلام کے امتی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔



(۳۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ

میں ہی رحمت کا نبی اور توبہ کا نبی ہوں
(شمائل ترمذی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ عالمین جمع ہے عالم کی، اسم آکہ کا صیغہ ہے ما یعلم بہ جن کے ذریعے کسی شے کی پہچان حاصل ہو ما سوی اللہ کو عالم کہتے ہیں کوئی چیز اللہ کی ربوبیت سے باہر نہیں اور حضور کی رحمت سے باہر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ بے شمار رحمتیں اور بھی ہیں پانی۔ ہوا۔ اولاد وغیرہ تو حضور کی رحمت میں اور دیگر رحمتوں میں فرق کیا ہے جواب یہ ہے کہ باقی ہر رحمت ایسی ہے کہ جس میں زحمت کا پہلو موجود ہے کبھی ایک شے رحمت کبھی دوسری شے زحمت پانی اگر ضرورت کے مطابق ہو تو رحمت اگر سیلاب آ جائے تو زحمت۔ ہوا ضرورت کے مطابق ہو تو رحمت طوفان بن جائے تو زحمت۔ اولاد فرمانبردار ہو تو رحمت نافرمان ہو جائے تو زحمت، لیکن وجود مصطفیٰ ایسی رحمت ہے کہ زحمت کا پہلو پایا ہی نہیں جاتا۔ طائف کے بازاروں میں کافروں نے جو سلوک کیا پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوتا ہے عرض کیا حکم کریں تو ان پہ پہاڑ گرا دوں فرمایا! مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے زحمت بنا کر نہیں السلام اهد قومی فانهم لا يعلمون یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں (کہ میں ان کا کتنا خیر خواہ ہوں)۔

ہمارے بچے کو ہم سے جسمانی تعلق ہے چوٹ اُسے لگے تکلیف ہمیں ہوتی ہے حضور علیہ السلام کو ہم سے روحانی تعلق ہے گناہ ہم کرتے ہیں غاروں میں جا جا کر آپ روتے ہیں۔
- جتلانے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر درد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

درد عضو کو ہوئی آنکھ نے رونا شروع کر دیا کہ جس جسم کا وہ عضو ہے اسی جسم کی یہ آنکھ ہے کیا یہ کم تعلق ہے؟ یا رسول اللہ! گناہ ہم کرتے ہیں آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا جس خدا کے تم بندے ہو میں اس کا نبی ہوں کیا یہ کم تعلق ہے؟

ہر نبی نے کہا یا اللہ نیک ہمیں دے دے گنہ گاروں کے ساتھ جو چاہے کر۔

قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا (القرآن)
حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ رہنے دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا

فمن تبعنی فانه منی و من عصانی فانک غفور رحیم۔
القرآن

جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمان ہے بس بے شک تو غفور رحیم (تو جان اور وہ جانے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا

ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفرلهم فانک انت العزیز
الحکیم۔ (القرآن)

اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے ہی بندے ہیں اگر معاف کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

ہمارے آقا کی باری آئی عرض کیا الطالحون لی والصالحون لله۔ اے اللہ! نیک تیرے (کہ ان کو تو تو ان کی نیکیوں کی وجہ سے بخش ہی دے گا) بُرے میرے (بُرے میری شفاعت کے حوالے کر دے)

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بُدوں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

نکاتِ رحمۃ للعالمین

نکتہ نمبر ۱

بارش ہوتی ہے گھڑے میں پانی کم جمع ہوتا ہے تالاب میں زیادہ، دریا، سمندر میں اور زیادہ اور مینار خالی رہا۔ ارے بادل! منہ دیکھ کے برستا ہے کیا؟ بادل نے کہا میرے دینے کا انداز تو ایک ہے لینے والوں کے انداز مختلف ہیں جس نے جتنا دامن پھیلا یا اتنا مل گیا مینار اکڑ گیا محروم ہو گیا بلال و سلمان نے دامن پھیلا دیا بھر پور ہو گئے ابو جہل اکڑ گیا محروم ہو گیا

دور تھے اولیں مگر ہو گئے قریب
بو جہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

نکتہ نمبر ۲

ہمارے اختیار میں ہو تو دشمن سے موقع پر بدلہ لیتے ہیں لیکن فتح مکہ کے موقع پر اختیار بھی تھا سب کچھ کر بھی سکتے تھے مگر خون کے پیاسوں کو فرمایا اذہبوا فانتم الطلقاء۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کیا میرے آقا نے دشمنوں کو معاف کر دیا

پاس سجدے بھی تھے روزے بھی زکوٰۃ و حج بھی
حشر میں کام نہ آیا کوئی رحمت کے سوا
شامیانہ نہیں خورشید قیامت کے لئے
کالی کالی کے سوا چادرِ عطرت کے سوا

نکتہ نمبر ۳

حضور علیہ السلام نے کافروں کی طرف کنکر پھینکے اللہ نے فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى۔ تو نے نہیں میں نے مارے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ کوئی یہ نہ کہے دعویٰ رحمت کرتا ہے مارتا پتھر ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں توبہ کا نبی ہوں یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصی شان ہے کہ آپ کا امتی جب بھی توبہ کرے قبول ہے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ بدل اللہ

سَيِّئُهُمْ حَسَنَاتُ (القرآن) گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے ایک دن میں ستر بار بھی توبہ کرے تو اللہ قبول کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی شان دیکھیے ایک ایک مجلس میں ستر سے سو بار تک توبہ، استغفار کرتے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں شاید یہ توبہ امت کے گناہوں کو معاف کرانے کے لئے کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام کے نام کی برکت سے نبیوں کی توبہ قبول ہو رہی ہے

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نچینا



(۳۳)

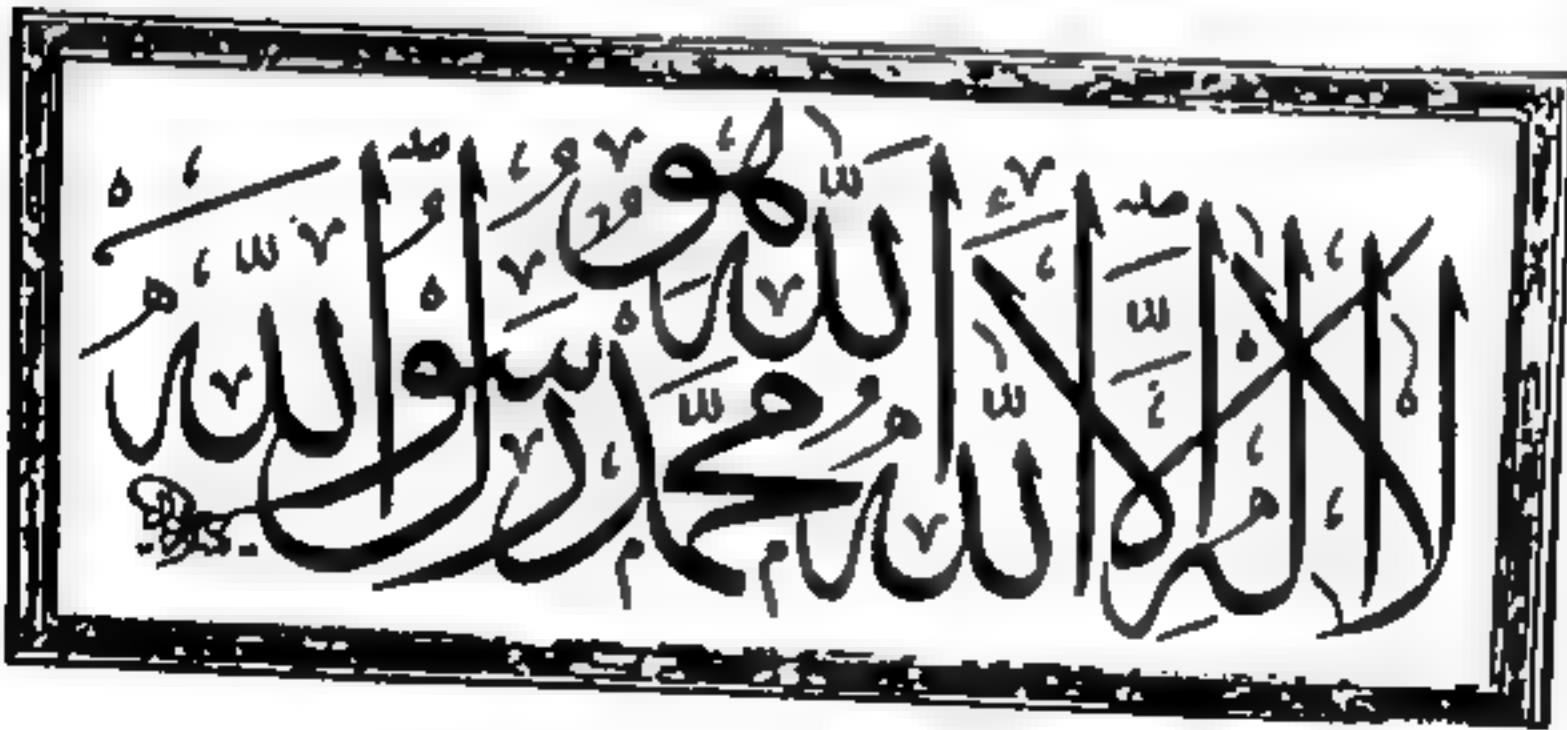
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْمُقَفَّى

میں ہی پیچھے آنے والا ہوں
(شمائل ترمذی)

الْمُقَفَّى اسم فاعل کا صیغہ ہے سب نبیوں سے دنیا میں پیچھے آنے والے اور
مُقَفَّى اسم مفعول۔ آخرت میں سب سے آگے اور ساری کائنات جس کے پیچھے ہوگی اس کا
معنی یہ بھی ہے سب کی میزبانی کرنے والا کہ ساری کائنات حضور کے دستر خوان پہ پلتی ہے
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

آسمانِ خوانِ زمینِ خوانِ زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا



(۳۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَجُودُ بَنِي آدَمَ

میں ہی اولادِ آدم میں سب سے بڑا داتا (نخی) ہوں
(مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا جانتے ہو بڑا نخی (داتا) کون ہے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا اللہ بڑا داتا (نخی - کریم) ہے پھر میں آدم کی اولاد میں سے بڑا داتا (نخی) ہوں پھر وہ بندہ (عالم دین) جو علم سیکھے، سکھائے قیامت والے دن وہ اکیلا امیر یا فرمایا جماعت بن کر آئے گا۔

اس حدیث میں بہت سارے مسائل (جن کو موجودہ دور میں نام نہاد موحّدین نے کفر و اسلام کے مسائل سمجھ رکھا ہے اور بات بات پہ شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں) کو حضور علیہ السلام نے خود ہی حل فرمادیا۔

نہرا جب حضور علیہ السلام نے پوچھا من اجود جودا بڑا (داتا) نخی کون تو صحابہ نے آگے سے یہ جواب نہیں دیا کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ بلکہ کہا اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے لہذا اللہ کے ساتھ رسول اللہ کا نام آجائے تو سنت صحابہ پر عمل ہو جاتا ہے ایسی سنت جس پر حضور علیہ السلام کی مہر تصدیق ثبت ہے حضور علیہ السلام نے بھی یہ نہیں فرمایا بس اللہ بہتر جانتا ہے کہنا کافی ہے ”بس اللہ ہی کافی ہے“ اس کے ساتھ میرا نام ملانا اور دونوں کے ساتھ اعلم لگانا، اس کی کیا ضرورت ہے کیا فرماتے ہیں نام نہاد موحّدین اس مسئلہ میں؟ ساتھ قرآن مجید کی آیات بھی ملا لی جائیں۔
اغنہم اللہ و رسولہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو غنی کر دیا من فضله اپنے فضل

ہے۔ واللہ ورسولہ احق ان یروضہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ اسے راضی کیا جائے۔ بیسیوں آیات قرآن پاک میں موجود ہیں تو کیا "اللہ ہی کافی ہے" کا مطلب نہ خدا کو آیا نہ رسول کو نہ صحابہ کو۔ حضرت سفینہ شیر کے سامنے انا مولیٰ رسول اللہ میں حضور علیہ السلام کا غلام ہوں کہہ رہے ہیں ان کو بھی یہ آیت یاد نہ آئی انا عبد اللہ ہی کہہ دیتے حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا ابقیت لہم اللہ ورسولہ۔ میں گھر میں اللہ ورسول کو چھوڑ کے آیا ہوں یاد رکھو! اللہ رسول میں جدائی کرنا تو حید کے خلاف ہے ان کو ملانا تو حید کے خلاف نہیں۔

نمبر ۲

ایک لفظ اللہ پر بولا جائے وہی اللہ کے رسول پر اور پھر رسول کے غلاموں پہ بولا جائے تو یہ شرک نہیں۔ ورنہ حضور نے اپنے آپ کو انا اجود کیوں فرمایا جب کہ یہی لفظ اللہ کے بارے بھی فرما چکے تھے اس کو شرک نہیں صرف اشتراک لفظی کہتے ہیں سمجھ۔ بصیر۔ المؤمن۔ غنی۔ اکبر۔ علی۔ رؤف۔ رحیم نور وغیرہ اللہ کے نام ہیں مگر اللہ نے یہ نام مخلوق کو دیے ہیں کہ نہیں؟ لہذا کسی بندے کو داتا۔ غوث اعظم۔ غریب نواز۔ مشکل کشا کہنا شرک نہیں کہ یہ تو الفاظ ہی فارسی کے ہیں اور اللہ کے نام تو قیفی ہیں اگرچہ یہ ساری صفات اللہ میں ہیں مگر صرف کسی پر ان الفاظ کا اطلاق کسی شرک کو لازم نہیں کرتا جب کہ جو اس کے نام ہیں وہ بندوں پر بولنے سے شرک نہیں ہوتا تو جو نام نہیں ہیں صرف مفہوم کے اعتبار سے اس کی صفات ہیں یہ بولنے سے کیسے شرک ہو گیا۔ ہم کوئی اللہ کے دشمنوں میں تو یہ صفات نہیں مان رہے انہی میں مانتے ہیں جن کے بارے وہ خود فرماتا ہے میں ان کی آنکھیں بن جاتا ہوں ہاتھ بن جاتا ہوں پاؤں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتے۔ چھوتے چلتے ہیں یہ بخاری شریف میں حدیث قدسی کا خلاصہ ہے سنو: اللہ اپنی صفات اپنے دشمنوں کو استعمال نہیں کرنے دیتا دوستوں میں خود بیان کرتا ہے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ میں یہی کیا تھا انا احی و امیت میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں اللہ نے دماغ میں پھھر ڈال دیا اپنا جوتا اپنا سر۔ تنخواہ بھی دے رہا ہے اور جوتے بھی کھار رہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھی مردے زندہ کرتا ہوں بلکہ میں شفا بھی دیتا ہوں بلکہ اندھے کو آنکھیں بھی

دیتا ہوں باذن اللہ۔ کیا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے انہی دعووں کو ایک سے زیادہ مرتبہ قرآن میں محبت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا الغرض حضور جو الہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں مخلوق کو حضور ہی کے ہاتھوں ملتی ہیں خود فرمایا اللہ دیتا ہے میں بانٹتا ہوں۔۔ اور چونکہ اس حدیث میں اللہ و رسول کی سخاوت بے قید بیان ہوئی لہذا ملکیت بھی ثابت ہوگئی اس لیے حضور مالک کو نین بھی ہوئے

مالک کو نین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تبھی تو حضرت عثمان غنی کو کئی بار جنت بیچ دی کسی کے لئے سونا حلال کر دیا کسی کو ریشم پہننے کی اجازت۔ اور صرف زمین کی نعمتیں ہی آپ کی ملکیت میں نہیں بلکہ خود فرمایا میرے دو وزیر زمین پہ ہیں، دو آسمانوں پہ، وزیر اس کے ہوتے ہیں جس کی بادشاہی و حکومت ہو اور وہیں ہوتے ہیں جہاں حکومت ہو حکومت پاکستان میں ہو تو وزیر انڈیا میں نہیں ہوں گے پاکستان میں ہی ہوں گے لہذا حضور کی حکومت زمین پہ بھی ہے آسمان پہ بھی۔

وزیرای فی السماء و وزیرای فی الارض

ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (ﷺ)

سخاوت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور علیہ السلام کی سخاوت کا اندازہ کون کر سکتا ہے حضرت ربیعہ کو خود فرما رہے ہیں مانگ کیا مانگتا ہے اس نے ایک ہی جملہ میں جنت میں ہمسائیگی مانگی یعنی جنت بھی لے لی اور معیت نبوی بھی لے لی آپ فرما رہے ہیں اور بھی کچھ مانگ لو بھلا اب کیا چیز رہ گئی جو وہ مانگیں۔ عشرہ مبشرہ کو فرما رہے ہیں ابوبکر فی الجنۃ عمر فی الجنۃ الخ۔ دوسرے نخی روپیہ پیسہ ہی دے سکتے ہیں مگر اس بارگاہ سے پہلا نگر ہی جنت کا ملتا ہے۔ بادشاہوں کی بارگاہ میں منگتے آہی نہیں سکتے آجائیں تو ان کی طلب کے مطابق ملتا نہیں کیوں کہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

مگر یہاں داتا خود بار بار پوچھتا ہے اور بھی کچھ مانگتا ہے تو مانگ لو

گٹھڑیاں بندھ گئیں ہاتھ تیرا بند نہ ہو

بھر گئیں جھولیاں نہ بھری دینے سے نیت تیری

حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں جاتے ہیں لوگ سوال کرتے ہیں حاتم طائی بڑا سخی تھا فرمایا کتنا سخی تھا انہوں نے کہا اس کے بارے مشہور ہے کہ اس کے محل کے دس دروازے تھے ایک ہی سائل دس دروازوں سے بار بار آتا وہ ہر بار عطا کرتا یہ بھی نہ کہتا کہ تو پہلے بھی آیا ہے فرمایا اس کو تم اس کی سخاوت سمجھتے ہو میں کنجوسی کہوں گا وہ کیسے؟ فرمایا اس کی ضرورت پوری نہ ہوئی تبھی بار بار آیا میرے نبی نے جس کو ایک بار دے دیا ساری عمر دوبارہ مانگنے کی حاجت نہ ہوئی

منگتے تو منگتے ہیں کوئی شاہوں میں دکھا دو

جس کو میری سرکار سے نکڑا نہ ملا ہو

آتا ہے فقیروں سے انہیں پیار کچھ ایسا

خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

سب کچھ اللہ ہی دیتا ہے مگر کچھ بھی ڈائریکٹ نہیں دیتا دولت دیتا ہے کاروبار کے ذریعے جنت ایمان و اعمال کے ذریعے۔ شفا ڈاکٹر و حکیم کے ذریعے اور یہ سب کچھ مصطفیٰ کے ذریعے۔ لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

گناہ بھی معاف کرنے ہوں تو فرماتا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم

جاءوک یا اللہ تا فرمائی تیری کریں جائیں رسول کے در پر۔ فرمایا میرا اور کوئی اور در تو نہیں ہے

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جب اللہ نے انا اعطینک الکوفر فرما کر اپنے نبی کو ہر کمال، ہر خوبی، ہر نعمت

کثرت سے عطا فرمادی ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا و اما المسائل فلا تنہر جب میں نے ہر شے

تجھے عطا کر دی ہے تو جو بھی مانگنے والا آئے اسے دیتے جاؤ جو ایمان مانگنے آئے اسے ایمان دو، جو

جنت مانگے اسے جنت دو، جو دنیا مانگے اسے دنیا دو، اور جو آخرت مانگے اسے آخرت دو، اور جو

مصطفیٰ سے مصطفیٰ کو مانگے وہ ملے، مصطفیٰ سے خدا کو مانگے وہ ملے

۔ واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

بخل یہ ہوتا ہے خود کھائے دوسروں کو نہ کھلائے شے یہ ہے نہ کھائے نہ کھلائے سخاوت یہ ہے خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے اور جود یہ ہے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلاتا رہے۔

ایک مرتبہ سات ہزار درہم حضور کی خدمت میں آئے آپ نے سب تقسیم فرما دیے بعد میں ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا اب تو کچھ نہیں بچا بازار جا میرے نام پہ جو چاہے خرید لے میں ادائیگی کر دوں گا۔

ایک دفعہ آپ کے پاس بکریوں کی بھری ہوئی وادی تھی ایک شخص نے کہا یہ ساری مجھے دے دیں تب میری ضرورت پوری ہوگی آپ نے سب دے دیں اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر اعلان کیا جاؤ محمد پہ ایمان لاؤ وہ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کی فکر ہی نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۹)

حضور علیہ السلام نماز پڑھانے کے لئے مصلے پہ کھڑے ہوئے کہ ایک سوالی نے کہا پہلے میری ضرورت پوری کرو آپ نے مصلیٰ چھوڑ کر پہلے اس کی حاجت پوری کی پھر نماز پڑھائی

۔ منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس حضور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بخشنے والے ہیں فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخير من الريح المرسلۃ۔ (بخاری ج ۱ ص ۴)

جیسے تیز ہوا ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح آپ کی سخاوت سے بھی کوئی محروم نہ رہتا تھا

۔ جو منکر ہے ان کی عطا کا وہ یہ بات بتائے تو

کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں

فرمایا ہم نے تمہیں ہر شے کی کثرت عطا کی۔ اتیناک نہیں فرمایا بلکہ اعطیناک کیوں کہ اتینا میں ملکیت نہیں ہوتی اعطا میں ملکیت ہوتی ہے اور صیغہ بھی ماضی کا کہ عطا کر

دیا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ کسی خاص زمانے سے متعلق ہے تبھی تو قاسم ہیں کہ پہلے عطا ہوتی ہے بعد میں تقسیم۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں کتنا دیا تمہیں جتنا چاہیے مانگتے جاؤ ملتا جائے گا نہ اس کی عطا میں کمی نہ ان کی تقسیم میں کمی حدیث میں ہے حضور نے کبھی کسی سائل کو لا نہیں فرمایا اس لیے کہ

۔ نہیں سُنا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اعطیناک میں ضمیر واحد مخاطب کی ہے جس میں تکلف نہیں ہوتا جہاں گہری دوستی ہو وہاں تُو تُو میں سے خطاب کیے جاتے ہیں

۔ آپ سے پھر تم ہوئے پھر تو کا عنوان ہو گئے

دوسروں کو حکم ہے خرچ کرو حضور کو فرمایا ولا تبسط کل البسط حبیب اپنا بھی خیال رکھا کرو

۔ پوچھتے کیا ہو کہ آقا ہمیں کیا دیتے ہیں

کیا یہ کم ہے کہ بندے کو خدا دیتے ہیں

دوسروں سے مانگنے والے صرف گدا ہوتے ہیں یہاں گدا بھی منگتے بادشاہ بھی منگتے

دوسروں سے مانگو تو جھڑکتے ہیں یہاں سینے سے بھی لگایا جاتا ہے عطا بھی فرمایا جاتا ہے دوسروں کو خطرہ ہوتا ہے خزانہ خالی نہ ہو جائے اس لیے کسی کو دے دیا کسی کو جھڑک دیا یہاں یہ خطرہ نہیں نہ خدا کی عطا ختم ہونے والی نہ حضور کی سخا ختم ہونے والی

۔ سرکار کا در ہے در شاہاں تو نہیں ہے

جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ

اس در پہ یہ انجام ہوا حُسنِ طلب کا

جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ



(۳۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَخَذُ بِحُجْرَتِكُمْ مِنَ النَّارِ

میں ہی تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں

(متفق علیہ)

اس حدیث میں پہلے حضور علیہ السلام نے ایک مثال بیان فرمائی کہ کوئی شخص آگ جلائے جب آگ روشن ہو جاتی ہے تو پتنگے اس میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں آگ جلانے والا ان کو روکتا ہے وہ اس پہ غالب آ جاتے ہیں فرمایا میری مثال بھی ایسے ہی ہے کہ میں تمہیں پکڑ پکڑ کر دوزخ سے نکال رہا ہوں تم ہو کہ اس میں گرنے پہ زور لگا رہے ہو۔

چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں ہم نا سمجھ پتنگوں کی طرح ان کا غلط استعمال کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا رہے ہیں ہمیں اس سے بچنے کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی ہمارے آقا کو ہے۔ اسی لیے فرمایا۔

وَالْمُؤْمِنِينَ رُؤُفٌ رَحِيمٌ۔ اہل ایمان کے لئے تو حضور سر اپا راحت و رحمت ہیں۔ گناہ ہم کرتے ہیں ہمارے لیے بخشش کی رو رو کر دعائیں آپ مانگتے ہیں پیدا ہوئے تو سجدے میں گر کر رب ہب لی امتی کہہ کر دعا مانگی جو ان ہوئے تو غاروں میں جا کر روتے رہے صرف امت کے لئے، معراج پہ گئے تو عرش کے نیچے سجدے میں گر کر دعائیں مانگیں

جن کے لب پر رہا امتی امتی

یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی

وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی

میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

کسی محبت والے نے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا منظر بڑے حسین پیرائے :

شعروں کے اندر قلم بند کیا آپ بھی پڑھیں اور حضور کے قدموں پہ قربان ہو جائیں۔

تہجہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا
 بکھر کر کے زلفوں نے یہ رنگ لایا
 یہ کہہ کر خدا نے نبی کو اٹھایا
 کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
 یہ سن کر کہا مصطفیٰ نے الہی
 یہ کہتی میرے گیسوؤں کی سیاہی
 سیاہ بخت امت کی کردے رہائی
 الہی یہ گیسو دعا مانگتے ہیں
 خدا نے کہا تو نہ گھبرا محمد
 میرے سامنے عرش ہے آ محمد
 تو چاہے جسے بخشوا یا محمد
 کہ پیارے تری ہم رضا مانگتے ہیں

(۳۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي

میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

(متفق علیہ)

۔ رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے دلاتے یہ ہیں

انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں

دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم۔ ایمان۔ مال۔ اولاد جس کو جو ملتا ہے حضور کے ہاتھوں سے ملتا ہے کیوں کہ یہاں کوئی قید نہیں لگائی کہ فلاں نعمت اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرنا ہوں اور فلاں نہیں حضور کی تقسیم دیکھنے سے اندازہ ہو جائے گا وہ کیا کیا نعمت ہے جس کو حضور نے تقسیم نہیں کیا جنت صحابہ میں تقسیم فرمائی بلکہ ایک ایک صحابی کو کئی کئی بار بیع کر دی۔ علم دیا ایمان دیا قرآن دیا حضرت قتادہ کو آنکھ عطا کر دی چھڑی کو نور کی لائٹ بنا دیا۔ کھجور کی شاخ کو تلوار بنا دیا ابو بکر کو صدیق اکبر بنا دیا عمر کو فاروق اعظم بنا دیا عثمان کو ذوالنورین بنا دیا علی کو حیدر کرار بنا دیا بے زر کو یوزر بنا دیا بلال حبشی کو رشک قمر بنا دیا حضور علیہ السلام تشریف نہ لاتے تو کیا یہ ذرے آفتاب بنتے یہ قطرے سمندر بنتے نہیں ہرگز نہیں۔

۔ ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے

حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو تھوڑی سی منطق جاننے والے غور سے پڑھیں لطف آ جائے گا صغریٰ کیا ہے المؤمن واصل بالرسول (مومن رسول کی بارگاہ میں پہنچنے والے ہیں) والرسول واصل باللہ (رسول اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے والے) حدِ اوسط گراؤ تو نتیجہ نکلے گا المؤمن واصل باللہ (مومن خدا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے والے رسول کے توسط

(ع۔)

یہ خیال غلط ہے کہ چونکہ محدثین نے اس حدیث کو باب العلم میں لکھا ہے لہذا حضور صرف علم ہی تقسیم کرتے ہیں اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دینے والا ہے۔ کیا یہ اللہ نے فرمایا تھا یا رسول نے کہ اس حدیث کو باب العلم میں لکھنا تا کہ میری عطا اور رسول کی تقسیم محدود ہو جائے اعطیت دو مفعول چاہتا ہے حضور نے ایک بھی ذکر نہیں فرمایا کیوں؟ تا کہ جاننے والے جان لیں ایک دو چیزیں ہوتیں تو ذکر کی جاتیں یہاں تو ہر نعمت عطا خدا کرتا ہے تقسیم حضور فرماتے ہیں اللہ تو سارا ملک بھی عطا فرما دے تو اس کے خزانے پھر بھی بھرے کے بھرے رہتے ہیں کیوں کہ جس کو عطا کیا وہ بھی تو اسی کا ہے پھر ہم ماننے میں کیوں بخل کریں یہ تو نہیں کہ جو چیز اللہ نے عطا کر دی یا حضور نے تقسیم کر دی وہ اللہ کے اختیار سے نکل گئی عطا کے بعد بھی اسی کی ہے یہ عجیب غلط فہمی ہے۔

علمی لطیفہ

اکبر نے پرمل سے پوچھا میری ہتھیلیوں پہ بال کیوں نہیں؟ اس نے کہا آپ سخی ہی اتنے ہیں کہ دے دے کر بال جھڑ گئے ہیں اس نے کہا تیری پہ کیوں نہیں پرمل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر، اکبر نے درباریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ان کی ہتھیلیوں پر کیوں نہیں؟ پرمل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر ان کے حسد میں ہاتھ مل کر۔ یہی حال ہمارے دور کے خشک مزاج لوگوں کا ہے دینے والا خدا لینے والا مصطفیٰ اور یہ بے چارے خواہ مخواہ جل بھن جاتے ہیں۔

برسبیل تنزل اگر مان بھی لو کہ علم مراد ہے تو علم چونکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو اس کے تحت باقی نعمتیں یقیناً شامل ہو گئیں۔ بادشاہ کا ذکر ہو جائے تو وزراء بالتبع اسی میں آ جاتے ہیں۔

نکتہ

حضور علیہ السلام کی دین برابر ہے مگر لینے والے اپنی اپنی وسعت کے مطابق لیتے ہیں۔ بجلی کا پاور ہاؤس ایک ہے مگر آگے مختلف طاقتوں کے بلب اپنی طاقت کے مطابق بجلی لیتے ہیں پھر جیسا بلب کا رنگ ہو ویسی ہی روشنی نظر آتی ہے۔ لیتے سب حضور سے ہیں کوئی ولی بن رہا

ہے کوئی غوث بن رہا ہے کوئی داتا اور غریب نواز بن رہا ہے۔ ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے نام الگ الگ ہیں۔ دینے والا ایک ہے لینے والوں کے سینے مختلف۔ کوئی روحانیت کا نور لے رہا ہے کوئی علم کی روشنی حاصل کر رہا ہے کوئی عشق کا سمندر لے رہا ہے۔

پوچھے کوئی بلال و خبیب و اولیس سے
حُبِ نبی میں زندگی کیسے گذر گئی



(۳۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ

میں ہی حوض (کوثر) پر ان کا پیش رو ہوں گا

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسلم شریف کی حدیث کا یہ آخری جملہ ہے پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لے گئے دُعا کے بعد فرمایا مجھے یہ تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملوں (یعنی آئندہ آنے والی امت سے حیات ظاہری میں ورنہ سرکار ساری امت کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ آپ نے خود فرمایا

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها

الى يوم القيمة كانما انظر الى كفى هذه۔ (معجم طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے پردے اُٹھا دیے ہیں، میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ایک وضاحت

آپ کا امت کو بھائی کہنا کرم کریمانہ ہے ورنہ امت کو جائز نہیں کہ آپ کو بھائی کہے لا تجعلوا دعاء الرسول (کیوں کہ بادشاہ رعایا سے کہتا ہے میں تمہارا خادم ہوں مگر رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہتی پھرے) عرض کیا حضور! ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا! تم تو میرے صحابہ ہو میں ان بھائیوں کی بات کر رہا ہوں جو ابھی نہیں آئے۔ عرض کیا آپ ان کو کیسے پہچانیں گے فرمایا بتاؤ اگر کسی کے پنج کلیان (ہاتھ پاؤں منہ سفید باقی سیاہ) گھوڑے ہوں اور وہ

کھل سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ ان کو پہچان لے گا کہ نہیں؟ بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا میرے امتی بھی آثار وضو سے بچ کلیان ہو کر آئیں گے (لہذا میں ان کو پہچان لوں گا)۔ اور حوض کوثر پہ ان کی انتظار کروں گا۔ بخاری شریف میں ہے انا فرطکم علی الحوض (ج ۲ ص ۹۷۵) میں حوض کوثر پہ تمہارا منتظم ہوں گا۔

حوض کوثر

حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا اور گرمی محشر میں گھبرائے ہوئے امتیوں کو، حساب و میزان کی ہولناکیوں سے پریشان غلاموں کو اس حوض پر ساقی سے وحدت کے دست اقدس سے ایک ہی جام ملے گا تو ساری تلخی اور گھبراہٹ کا فور ہو جائے گی، دل کو آرام و سکون نصیب ہوگا اور پھر کبھی پیاس نہ ستائے گی حضور علیہ السلام نے فرمایا ان موعداکم الحوض و انی لا نظر الیہ و انا فی مقامی هذا میری اور تمہاری ملاقات کا مقام موعود حوض کوثر ہے اور میں اپنے مقام پر کھڑا ہونے کے باوجود اس حوض کو دیکھ رہا ہوں و لا ینہ اکثر من نجوم السماء اس حوض پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں "زواياہ سواء" اس کے کنارے برابر اور مربع شکل کے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ لذیذ و شیریں ہے۔ کیا شان و عظمت عطا فرمائی گئی اس امت کو کہ جس حوض کوثر کا اللہ نے اپنے حبیب کو مالک بنایا حضور فرماتے ہیں میں امت سے پہلے وہاں جا کے اس کی انتظار کروں گا کسی بنگلے کا مالک اگر کسی آنے والے کی انتظار بنگلے سے باہر نکل کے کرے تو بنگلے کے مالک کی شان تو کم نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کی بندہ نوازی اور اعلیٰ ظرفی کے علامت ہے آنے والے کی عظمت کو ضرور چار چاند لگ جائیں گے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)



کلم سید الاخلاق

حشرہ امجدہ علیہ السلام

(۳۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں ہی پہلا ہوں جس کو قیامت کے دن سجدہ کرنے کی اجازت ملے گی۔

(رواہ احمد)

یہ سجدہ عبادت کا نہیں بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا جب سارے نبی بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اور حضور کی شان یہ ہوگی کہ جب سجدہ کریں گے زلفیں بکھریں گی۔ ایک اہل حدیث عالم نے اس موقع پہ کہا کہ حضور کی زلفوں کا اللہ کی بارگاہ میں یہ مقام ہوگا۔

۔ زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاؤں

اک اک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاؤں

چونکہ اللہ نے حضور کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اس لیے ہر جگہ اللہ نے اس اولیت کو قائم رکھا اور شفاعت کا تاج و سہرا بھی اولاً آپ ہی کے سر بندھا۔

۔ جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

یہ سجدہ ایک ہفتہ کی مقدار تک ہوگا جس میں حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس وقت حضور علیہ السلام کے نام نامی اسم گرامی احمد (بہت زیادہ حمد کرنے والے) کا ظہور ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔



(۳۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُؤْنَنُ لَهُ اَنْ يَّرْفَعَ رَاسَهُ

میں ہی پہلا ہوں کہ جسے (سجدے سے) سر اٹھانے کی اجازت سب سے پہلے ہوگی
(مشکوٰۃ شریف)

اس سے آگے حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا اور تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا ہر طرف لوگ ہی لوگ ہوں گے عرض کیا گیا حضور! کیسے پہچانیں گے اتنی مخلوق میں سے اپنی امت کو؟ فرمایا ان کی خصوصیت یہ ہوگی کہ آثار و ضو سے اعضاء چمک رہے ہوں گے کوئی اور ایسا نہ ہوگا اور ان کے نامہ ہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی (یعنی بچے اپنے والدین کی شفاعت کر کے ان کو جنت میں لے جا رہے ہوں گے یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے اور کسی امت کے بچے شفاعت نہیں کر سکیں گے)۔

حضور کی پہچان ان تین علامات پر موقوف نہیں آپ تو ہر شخص کے درجہ ایمان (جو کہ نہایت ہی اخفاء میں ہے) سے بھی واقف ہیں تبھی تو گواہی دیں گے ویکسون الرسول علیکم شہیدا۔ اور اللہ جب فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر، اس سے بھی کم، اس سے بھی کم ایمان ہے دوزخ سے نکال لو تو آپ نکال لائیں گے جانتے ہوں گے تو نکالیں گے آپ کی پہچان کا کیا کہنا۔

۔ وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں

غضب کی بھیڑ میں میں ان کی اس پہچان کے صدقے

ورنہ کئی آپ کی امت میں ایسے بھی ہوں گے کہ کبھی وضو بھی نہ کیا ہو گا نہ کوئی نیک عمل نہ

اولاد ایک بندہ غیر شادی شدہ ابھی ایمان لایا ابھی فوت ہو گیا اس طرح کے بھی لاکھوں ہوں گے

مگر پہچانے جائیں گے اس لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان علامات کے بغیر میں پہچان نہیں سکوں گا۔ جب دنیا میں و علمک مالک تکن تعلم آپ کی شان ہے تو قیامت کو تو اس شان میں اضافہ ہوگا وللآخرة خیر لک من الاولیٰ۔



یا صاحبِ الجلال والایمان ۛ

من جہک المنیر ۛ

لا یُکمل شئنا کما کان حقہ ۛ

تُعذر حدیثک فی مختصر ۛ

(۲۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلَادِهِ

میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ

(ابن ماجہ)

یعنی شفقت و محبت تعلیم میں تمہارے باپ کی طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کو ہر مفید و نقصان دہ چیز کا نفع و نقصان سمجھا دیتا ہے حضور علیہ السلام نے بھی امت کو ہر چھوٹی بڑی نیکی کا ثواب بتا دیا اور اس کو بجالانے کی تبلیغ فرمادی ہر گناہ کے نقصانات بتا دیے تاکہ امت اس سے بچے اور جنت کی حق دار ہو جائے۔ بلکہ باپ بھی کبھی اولاد کو وہ باتیں نہیں بتاتا جو حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو سمجھا دی ہیں کون باپ اولاد کو بتاتا ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہننا ہے اتار تے ہوئے بائیں پاؤں اتارو، کنگی ایسے کرتی ہے، پانی پینے کا یہ طریقہ ہے۔ ہر کام کی الگ الگ دعائیں بتلا دیں ہزاروں ماں باپ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ قربان۔ حضور نے امت کو یہ بھی بتا دیا کس طرح لیٹنا ہے۔ بستر جھاڑ کر سونا ہے۔ رات کو چراغ گل کر کے سونا ہے۔ کون والدین ہیں جو اولاد کو اس طرح کی باتیں بتاتے ہیں بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو استنجے کے تفصیلی مسائل بھی بتا دیے احادیث کی کتاب میں آداب الخلاء کے نام سے پورے پورے باب موجود ہیں بلکہ مذکورہ حدیث بھی باب آداب الخلاء سے لی گئی ہے۔ ایک مرتبہ بعض مشرکین نے صحابہ سے مذاق کیا کہ تمہارے نبی بڑے عجیب ہیں ہر بات تمہیں بتا دیتے ہیں حتیٰ الخراء یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے کا طریقہ بھی (اگر ہم جیسا کوئی کم ہمت ہوتا تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا مگر صحابہ کرام بنیاد پرستی کے طعنے سن کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے تھے) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اجل امرنا ان لا نستقبل القبلة ولا نستنجی بایماننا ولا نکتفی بدون ثلاثة احجار ليس فيها رجيع ولا عظم (رواہ مسلم) ہاں ہاں کیوں نہیں ہمارے نبی نے تو ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کو منہ نہ

کریں نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں نہ تین ڈھیلوں سے کم ہوں ان میں گوبر، ہڈی نہ ہونی چاہیے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا دین کتنا عظیم ہے اور ہمارا نبی کس قدر مہربان ہے کہ ہمیں استنجا تک کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے دوسرے لفظوں میں الٹا ان پر برس پڑے کہ تمہارا بھی کوئی دین ہے کہ جس میں تمہیں استنجا کرنے کا بھی طریقہ نہیں بتایا گیا۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے

یہ لوگ کیا تھے جو حبیبِ کبریا سے ملے

بات یہاں سے چلی تھی کہ محبت و شفقت اور تعلیم میں حضور علیہ السلام ہمارے باپ کی مانند ہیں اور ادب و تعظیم و اطاعت میں ہم حضور علیہ السلام کی اولاد کی طرح ہیں اسی لیے حضور علیہ السلام کی مبارک بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام بلکہ ہماری ماؤں میں شک ہو تو جو جن کو قرآن مائیں کہہ رہا ہے ان کے ماں ہونے میں کیا شک لہذا ان کا احترام اس جسمانی ماں سے ہزار درجے زیادہ لازم اور جو اس ماں کا گستاخ ہے اس پر جنت حرام ہے تو اُن بابرکت ماؤں کے گستاخ کو کہاں پناہ ملے گی جن کے بستر و پر حضور علیہ السلام پہ وحی نازل ہوتی تھی واز واجہ امہتہم (القرآن)

نکتہ

جب حضور علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لیے تمہارے باپ کی طرح ہوں تو جو یہ کہتے ہیں کہ ”حضور کا اتنا ہی احترام کرو جتنا بڑے بھائی کا کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کم کہیں شرک نہ ہو جائے“ ایسے کی بات کو ٹھکرایا جاسکتا ہے لیکن والیسل کی زلفوں والے کے ساتھ غداری نہیں ہو سکتی

۔ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حضور
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے



(۴۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ

میں ہی دنیا و آخرت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے زیادہ قریب ہوں
(متفق علیہ)

یہاں قُرب سے مراد قُرب زمانی بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان دنیا میں کوئی نئی نہیں آیا۔ حضور علیہ السلام کی ولادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں ۵۷۰ سال کا فرق ہے۔

اور قیامت میں اس طرح قریب ہوں گے کہ جب ساری مخلوق انبیاء کرام کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگ مانگ کر تھک ہار جائے گی تو آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی جو ان کو حضور علیہ السلام کی طرف راہنمائی فرمائیں گے اس طرح وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہوگا۔

اور قُرب مکانی بھی مراد ہو سکتا ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قُرب قیامت جب آسمانوں سے زمین پر تشریف لائیں گے اور دین اسلام کی خدمت کرنے کے بعد جب آپ کا وصال باکمال ہوگا تو حضور علیہ السلام ہی کے روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہ ہماری جانیں قربان جو دنیا و آخرت میں کائنات کو ہمارے آقا کے قدموں کی طرف بلانے والے ہیں اور حضور کا پتہ سمجھانے والے ہیں جیسے صبح کا ستارہ طلوع ہو کر آفتاب عالم تاب کے آنے کا پتہ دیتا ہے آپ بھی آسمان نبوت و رسالت کے آفتاب عالم تاب کی آمد کی بشارت دینے والے ہیں و مبشرا برسول یاتسی من بعدی اسمہ احمد (القرآن)

اور ایک قرب کا ذکر اسی حدیث کے اگلے حصے میں حضور علیہ السلام نے خود فرمایا

الانبياء اخوة من علات و امهاتهم شتى و دينهم واحد

و ليس بنينا نبی۔

انبیاء کرام علّاتی بھائی (جن کا باپ ایک ہو) ہیں ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں

اور ان کا دین ایک ہے اور ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

توحید و رسالت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام مشترک ہیں جب کہ فروعی مسائل میں

اختلاف ہے کیوں کہ دین اصول و قواعد ہی کا نام ہے۔ جیسے تمام ائمہ فقہ کا دین تو ایک ہی ہے مگر

فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مسلک و مشرب قدرے مختلف ہے، اسی طرح حضرات

صوفیاء کرام میں نام کسی کا قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی مگر

ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں یہ نہریں ساری

حضور علیہ السلام نے مختلف انبیاء کرام کے حلیے بھی بیان فرمائے مثلاً فرمایا کہ معراج

کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی (کئی بار، قبر میں نماز پڑھتے، بیت

المقدس میں، آسمانوں پہ بار بار) وہ درمیانے قد اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے شہنشاہ قبیلے

کے لوگ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا درمیانہ قد اور سرخ رنگ تھا جیسے

ابھی حمام سے نکلے ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔



وَفَوْقَ كُلِّ عَلَمٍ مَّرَّةٌ

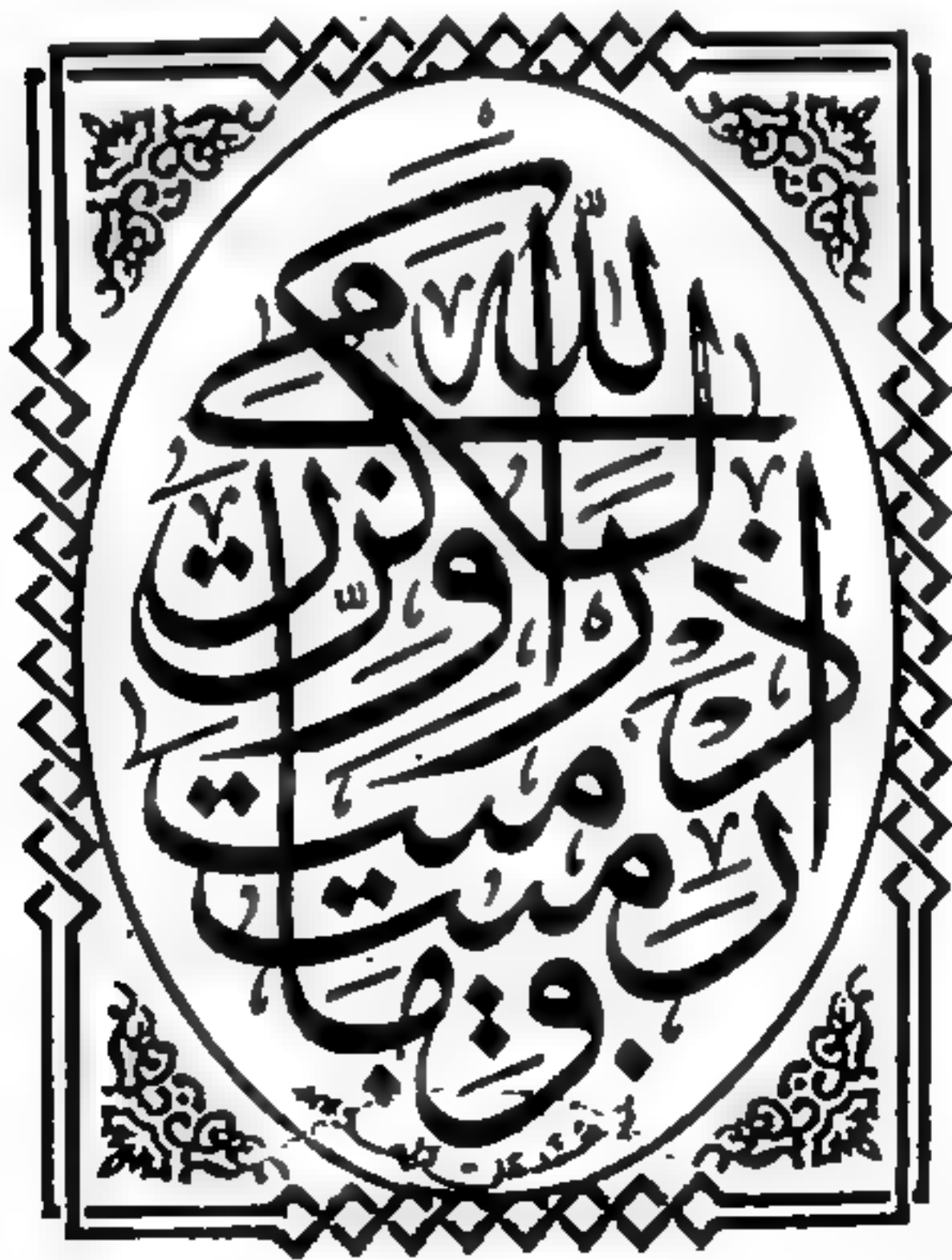
(۲۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَشْبَهُ وَدِدِهِ

میں ہی انکی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی) اولاد میں سے سب سے زیادہ انکے مشابہ ہوں
(متفق علیہ)

بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی علیہ وسلم



(۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوْلَىٰ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهِ

میں ہی ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں

(ابوداؤد)

اس جملے کے بعد حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ ہمارے سپرد ہے (اس کا قرض بھی ہم ادا کریں گے خواہ وہ مدینہ کے لوگ ہوں یا اور کہیں کے رہنے والے) اور اس کے یتیم بچے بھی ہم پالیں گے اور جو مال چھوڑ کر فوت ہو تو اس کے وارث اس کے ورثاء ہوں گے (ہم مال نہیں لیں گے) ایک روایت میں ہے جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ میرے پاس آئے یعنی میت کا وصی یا وکیل فانا مولاہ میں اس کا والی ہوں۔

من ترک مالا فلورثته و من ترک کلا فالینا۔ (متفق علیہ)

جو مال چھوڑ کے مرے تو وہ ورثاء کے لئے ہے اور جو بوجھ (قرض۔ بچے) چھوڑ

کر مرے وہ ہمارے ذمے۔

خبر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس حدیث مبارکہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورہ احزاب

میں ہے النبی اولىٰ بالمؤمنین من انفسہم نبی کریم علیہ السلام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

یعنی حضور علیہ السلام کو جو اپنے غلاموں کے ساتھ تعلق ہے اس کی نوعیت و کیفیت

بتائی جا رہی ہے کہ تمہاری خیر خواہی، اصلاح احوال، فلاح داریں اور لطف و کرم فرمانے میں میرا حبیب تمہاری جانوں سے بھی تم سے زیادہ مہربان ہے جتنا انکو تمہارا خیال، تمہاری فکر،

تمہاری عزت خوشحالی اور اخلاقی برتری کا لحاظ ہے خود تمہیں بھی نہیں ہے کیوں کہ عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ ”جو چیز تمہارے لیے نقصان دہ ہے وہ انہیں گراں گذرتی ہے وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اہل ایمان کے لیے تو وہ بڑے ہی مہربان و رحیم ہیں۔“

جب حضور علیہ السلام ہم پہ اتنے مہربان ہیں تو ہمیں بھی شرم آنی چاہیے کہ معمولی معمولی بات پہ ہم ان کی شریعت کی دھجیاں اڑاتے ہیں اور ان کی نافرمانیاں کرنے میں صرف نعرے کی حد تک ”غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے“ موت قبول ہے مگر نہ نماز قبول ہے نہ داڑھی قبول ہے نہ شریعت پہ عمل کرنا قبول ہے نہ نظام شریعت قبول ہے اور نہ ہی ان کی محبت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی شکل و صورت چھوڑنا قبول ہے آج مسلمانوں کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر ایک یہودی ایک عیسائی ایک ہندو اور ایک مسلمان کو اکٹھا کھڑا کر دیں تو پہچانا مشکل ہو جاتا ہے انہیں سے مسلمان کون ہے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں حالانکہ حضور کے غلام کی تو دور سے ہی پہچان ہو جانی چاہیے۔ سو چوکس رؤف و رحیم کا دامن رحمت چھوڑ کر کن دشمنانِ خدا و رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہو۔

۔ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں مسلمان ہو
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہودی
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
۔ تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منظرِ فردا ہو

مذکورہ آیت و حدیث کے تحت سن لیں کہ حضور کا امت کے ساتھ کیا تعلق ہے اور امت کو حضور کے ساتھ تعلق غلامی کس طرح کا ہونا چاہیے مفسرین نے لکھا ہے کہ

كونه عليه السلام اولى بالمؤمنين من انفسهم اى اراف
بهم واعطف عليهم اذ هو يدعوهم الى النجاة و انفسهم

تدعوهم الى الهلاك.

یعنی حضور کے اولیٰ بالمؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ ان پر مہربان ہیں کیوں کہ آپ انہیں نجات کی طرف بلا تے ہیں اور ان کے نفس ان کو ہلاکت کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

ہمیں آپ سے کیا تعلق ہونا چاہیے یہ بھی سن لیں۔ حضرت ہل فرماتے ہیں۔

من لم یر نفسہ فی ملک الرسول ولم یر ولا یتہ علیہ فی جمیع احوالہ لم یدق حلاوۃ سنتہ.

یعنی جو شخص اپنے آپ کو مکمل حضور کی غلامی میں نہ دے دے اور اپنے تمام حالات میں حضور کو اپنا حکمران نہ سمجھے اس نے سنت کی لذت کو چکھا ہی نہیں ہے۔

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے



دانشِ مہرِ فرنگِ مطلق ہو لے نیاز

میں جانتا ہوں موت ہے سنتِ حضور کی

(۲۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوْلَىٰ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

میں ہی اس کا (اس یتیم و بے سہارا کا) دنیا اور آخرت میں والی ہوں

(بخاری)

آگے وہی حدیث ہے جو بیان ہو چکی کیوں کہ اس جملہ میں بھی لفظ اَنَا تھا اس لیے ذکر کر دینا مناسب سمجھا ورنہ مفہوم تو وہی ہے جو تفصیلاً پہلے بیان ہو چکا ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۲۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ

میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں۔

(ابوداؤد)

یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا اور بیت المال اللہ اور اس کے رسول کا ہے اس لیے آگے ارشاد فرمایا
ارث مالہ و افک عانہ۔

میں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھڑاؤں گا۔

لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں فرمایا گیا

نحن معاشر الانبياء لا نرث ولا نورث۔

ہم نبیوں کے گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

کیوں کہ نبی دنیا میں دنیا کا سامان اکٹھا کرنے نہیں آتے بلکہ امت میں دولت ایمان

پانٹنے آتے ہیں اور بالخصوص حضور علیہ السلام کا تو فرمان ہے

ما اوحى الى ان اجمع المال و اکون من التاجرين ولكن

اوحى الى ان سبّح بحمد ربك و كن من الساجدين

واعبد ربك حتى ياتيك اليقين۔ (مکتوٰۃ شریف)

مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ یہ وحی کی گئی ہے

کہ ”اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور

اپنے رب کی عبادت کر زندگی کے آخری سانس تک۔



(۲۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ

میں ہی وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں

(رواہ ابوداؤد)

اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوں کہ اگر اس نے کسی کا نقصان کیا ہے تو دیت ادا کروں اور مال چھوڑا ہے تو (بیت المال میں جمع کر کے) اس کا وارث ہو جاؤں ویسے تو ان الفاظ کا معنی و مفہوم تفصیلاً ماقبل کی حدیث میں ہو چکا ہے یہاں پہ ایک بات ضروری ذکر کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے یا مکان یا گاڑی پہ لکھوا لیا جائے کہ اللہ نبی وارث تو بعض لوگ فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیا جاتا مگر کیا کیا جائے ماتم خود حرام ہے لہذا وہ خود بھی ایک حرام (مشرک کہنا) کے بعد دوسرے حرام (ماتم) کا ارتکاب کرایا کریں شاید نمرود کی طرح دماغ پہ چوٹیں لگیں گی تو دماغ میں درنگی پیدا ہو جائے ورنہ اس خیال است و محال است و جنون۔

اے خدا کے شرارتی بندو! اللہ کے نبی جو دنیا میں توحید پھیلانے اور شرک مٹانے آئے وہ خود فرماتے ہیں "میں وارث ہوں" اب بتاؤ کہ خدا کو وارث کہنا شرک ہے کہ مصطفیٰ کو وارث کہنا شرک ہے کہ دونوں کو ملا کر وارث کہنا شرک ہے آخر اتنے عام فہم اور سادہ الفاظ میں کیا بار بکی ہے جو اتنی مشکل اور اذق ہے جو صرف تم ہی سمجھ سکے ہو۔ اگر ہمیں سمجھا دو تو تمہارا احسان ہو گا ورنہ سنو

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے



(۲۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ

میں ہی تم پر گواہ ہوں

(بخاری شریف)

قرآن مجید میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی شہداء فرمایا گیا کیوں کہ یہ امت دنیا و آخرت میں گواہ ہے۔ اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے دنیا میں اس کا ہر قول و فعل، اس کی انفرادی و اجتماعی خوشحالی، اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بلندی ہر چیز اسلام کی گواہی دے رہی ہے۔ اور قیامت کے دن جب پہلے پیغمبروں کی امتیں اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا اس وقت حضور علیہ السلام کی امت گواہی دے گی کہ اے اللہ! یہ جھوٹ بولتے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام ان کے پاس حرف بحرف پہنچا دیا تھا۔ جب ان پر اعتراض ہوگا کہ تم کیسے گواہی دے سکتے ہو تم تو اس وقت تھے ہی نہیں تو یہ جواب دیں گے کہ اے اللہ! ہمارے حضور نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا۔ (اس وقت ان کی گواہی مان لی جائے گی) اور حضور علیہ السلام اپنی امت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے کیوں کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔

باشد رسول شامبر شامبر گواہ زیرا نکہ او مطلع است نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ در دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محبوب ماندہ است کد ام است پس اومی شناسد گناہان شمار او در جات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار۔

ترجمہ: تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیوں کہ وہ جانتے ہیں اپنے نور نبوت سے اپنے دین

کے ہر ماننے والے کے رتبے کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رُکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں۔ تمہارے ایمان کے درجوں کو، تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاق اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔

اسی عقیدے کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے کہ سرکارِ مدینہ علیہ السلام اپنے گنبدِ خضریٰ میں جلوہ گرہ کر ساری کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں اگر یہ کمال نہ مانا جائے تو گواہی نامکمل ہوگی۔

کیسے کہہ دوں وہ حاضر نہیں ہیں کیسے مانوں وہ ناظر نہیں ہیں
اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو وہ تصور میں آئے ہوئے ہیں

سوال

اگر حاضر و ناظر ہیں تو ان کو پکارنے کا کیا مطلب؟ اور پھر بار بار یا رسول اللہ کہنے کا کیا

مطلب؟

جواب

پھر تو یا اللہ کہنے پر بھی پابندی لگ گئی کہ جب حاضر و ناظر کو نہیں پکار سکتے تو اللہ تو موجود ہے۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ کسی کو کچھ کہنا ہو تبھی اس کو بلایا اور پکارا جاتا ہے کبھی اظہارِ محبت کے لئے بھی پکارتے ہیں۔ بچہ ماں کی گود میں بھی ہو تو بار بار امی کہتا ہے ماں کو پھر بھی پیار آتا ہے یہ نہیں کہتی بار بار پکارنے کا کیا مطلب؟ بچے کو سکون ملتا ہے ماں پیار کرتی ہے ہم بار بار جب یا رسول اللہ کہتے ہیں تو دل کو سکون ملتا ہے اور حضور کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے۔

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں، جو تعلق پتوں، شاخوں اور پھل کا درخت کے ساتھ ہے وہی حضور علیہ السلام کا امت کے ساتھ ہے شاخ کیوں ہری بھری ہے کہ جڑ سے تعلق قائم ہے تعلق نہ ہو تو سوکھ جائے۔ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اگر حضور کے نور سے تعلق

منقطع ہو جائے اس لیے فرمایا انا شہید علیکم میں ہر وقت تم پر گواہ ہوں۔

حاضر و ناظر کی بحث

حضور علیہ السلام کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایہا النبی انا ارسلک شاہدا۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا یا حاضر و ناظر بطور بھیجا کیوں کہ شاہد کا معنی گواہ ہے جیسا کہ نماز جنازہ میں پڑھا جاتا ہے اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاہدنا و غائبنا۔ یہاں شاہد غائب کے مقابلہ میں اور زندہ مردہ کے مقابلہ میں آیا ہے اور گواہ کے لئے حاضر بھی ہونا ضروری ہے اور ناظر بھی ورنہ گواہی نامقبول۔ اندھا گواہی نہیں دے سکتا کہ دیکھ نہیں رہا اور غائب گواہی نہیں دے سکتا کہ موقع پر موجود ہی نہیں اور حضور گواہی دیں گے کہ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں۔

۔ ہست محبوب جہاں اندر دلت چشم گرداری بیاہنما میت

حاضر و ناظر پر سوالات و جوابات

سوال: اگر حاضر و ناظر ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے؟

جواب: آپ جان ہیں جان کیا نظر آئے، ہوا نظر نہیں آتی، تم میں ایمان تو ہوگا۔ پھر دکھاؤ۔ کہاں ہے، نظر آتا ہے؟ کرانا کاتبین ہر انسان کے ساتھ ہیں کبھی نظر آتے ہیں؟ تو جب غلام نظر نہیں آتے تو آقا کیسے نظر آئیں۔

سوال: پھر مصلے پہ کیوں کھڑے ہوتے ہو؟

جواب: اگر خدا ہر جگہ موجود ہے تو تم کعبہ کیوں جاتے ہو۔ تم حکم خدا سمجھ کے کعبے جاتے ہو ہم حکم رسول سمجھ کے مصلے پہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظلم کی انتہاء ہے ایک اندھا مولوی چیخ چیخ کر تقریر کر رہا تھا اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو مجھے دکھاؤ یعنی اپنا آپ تو نظر آتا نہیں حضور تجھے کیسے نظر آئیں۔ سورج ایک ہو کر ساری کائنات میں دکھائی دے رہا ہے حضور بھی آسمان نبوت کے سورج ہیں اور ہر جگہ ان کے جلوے موجود ہیں۔ حضرت ابو بکر نے حضور کے سامنے نماز پڑھائی اس وقت تو حضور حاضر تھے اور ناظر بھی، تم بھی

مانتے ہو اب کیا اعتراض رہ گیا۔

سوال: قبر میں رہ کر باہر کیسے آسکتے ہیں؟

جواب: قبر میں رہ کر قبر میں تو آسکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تیسرا سوال ہی حضور علیہ السلام کے بارے میں ہوگا۔ کیا معراج کی رات نبی قبروں سے نہیں آئے تھے۔ تم ساتویں کوٹھڑی میں چلے جاؤ بخار وہاں پہنچ جاتا ہے موت آجائے تو عزرائیل پہنچ سکتا ہے، تمہارا ایمان برباد کرنے کے لئے شیطان پہنچ سکتا ہے تو ہمارا ایمان بچانے کے لئے حضور کیوں نہیں پہنچ سکتے۔ اگر قبر میں نہیں آسکتے تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کس کو کہہ رہے ہیں۔

ذرا چہرے سے پردہ تو ہٹاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تو اپنا کراؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈبوؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

ایک اہم نکتہ

مدینے میں رہ کر تو ہر وقت ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں مگر کرم کرنا چاہیں تو بیداری میں امام جلال الدین سیوطی کو بہتر مرتبہ زیارت کرا سکتے ہیں۔ امام بوصیری پہ کرم فرما سکتے ہیں، جمال الاولیاء (اشرف علی تھانوی) میں غوث پاک کے لئے ایک ہی افطاری اٹھارہ جگہ پر ہو سکتی ہے تو امام الانبیاء کے لئے کیسے محال ہو گیا۔ یہ بحث تو بہت طویل ہو سکتی ہے اب مذکورہ حدیث کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ و انی واللہ لا نظر الی حوضی الان اور بے شک میں اللہ کی قسم ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ ہے نگاہِ مصطفیٰ کی طاقت کہ جو چیز کسی کو نظر نہ آئے حضور اس کو بھی دیکھ رہے ہیں انی اری ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون۔ (ترمذی) میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

مسلم شریف کی حدیث ایک حضرت جابر سے دوسری حضرت عائشہ مدیقہ سے مروی

ہے سورج گرہن ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی مسجد نبوی کے مصلے پر تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں میں جنت کو بھی دیکھ رہا ہوں دوزخ کو بھی، دوزخ میں عمرو بن لُحی کو دیکھ رہا ہوں اور اس عورت کو بھی وہ عورت جس نے بلی کو بھوکا پیسا باندھ کر مار دیا تھا اور ایسا شخص بھی دیکھ رہا ہوں کسان یسرق الحجاج جو حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا۔

ما من نشی لم اکن أریته الا رایتہ فی مقامی هذا حتی الجنة

والنار۔ بخاری ج ۱ ص ۱۸

کوئی شے ایسی نہیں جسے میں نے پہلے نہیں بھی دیکھا آج اس مقام پر اس کو دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی۔

بلکہ جو چیز نظر آنے والی نہیں بھی ہوتی وہ بھی آپ کو دکھادی جاتی ہے فرمایا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم (بخاری و مسلم) تمہارے رکوع و سجدے مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتے ایک روایت میں خشوعکم بھی ہے کہ میں تمہارے دل میں چھپے ہوئے خشوع و خضوع کو بھی دیکھتا ہوں اور فرمایا میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ معراج پر کافروں کے اعتراض پر بیت المقدس حضور کے سامنے رکھ دیا گیا آپ دیکھ دیکھ کر بتاتے گئے الغرض

۔ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حدیث نمبر ۴ کا آخری مضمون یہ ہے

وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ ما اخاف

علیکم ان تشرکوا بعدی و لکنی اخاف علیکم ان تنافسوا

فیہا۔

اور مجھے زمین کے (سارے) خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم

مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرو گے ہاں یہ بات ہے (دنیا داری میں)

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲ پر حضرت ثوبان سے روایت ہے

اعطیت الكنزین الاحمر والابيض.

کہ مجھے سونے چاندی کے (سارے) خزانے عطا فرمادیے گئے

بات بات پہ شرک کا فتویٰ لگانے والے غور کریں کہ جس بات کا حضور کو خطرہ نہیں ان کو سب سے بڑا خطرہ یہی کیوں نظر آ رہا ہے یہ ذہن اللہ کے نبی کے بالکل برعکس نہیں تو اور کیا ہے۔

جس بات کا آپ اثبات فرماتے ہیں یہ نفی کرتے ہیں زمین کے خزانوں کی چابیاں تو نہیں مانتے ورنہ کیوں کہتے جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

✽ — اگر مزید عقائد وہابیہ ملاحظہ کرنے ہوں تو ”وہابی مذہب“ اور ”دیوبندی مذہب“ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اور جس کی آپ نفی فرماتے ہیں کہ مجھے امت سے شرک کا خطرہ نہیں یہ اس کا اثبات کر رہے ہیں کہ ہر جگہ شرک ہو رہا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات تو آپ نے صحابہ کو فرمائی تھی تو سنیے!

یہ بات صحابہ سے خاص نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا وہ دنیا داری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے کیوں کہ دونوں باتیں انہی کے سامنے فرمائی جا رہی ہیں ہمارا ایمان ہے وہ ان دونوں سے پاک تھے بلکہ بعد والوں کو فرمایا جا رہا ہے۔

(۲۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيْتُ بِمَفَاتِيحِ
خَزَائِنِ الْأَرْضِ

میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۰)

اس حدیث کا کچھ مضمون ماقبل والی حدیث میں گذر چکا ہے باقی یہ ہے کہ مذکورہ جملہ سے پہلے جوامع الکلم کا عطا کیا جانا اور رعب کے ساتھ مدد کا ذکر ہے اور آخر میں یہ اضافہ ہے کہ چابیاں میرے ہاتھ پہ رکھی گئیں۔

۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایک قرض خواہ یہودی کا دلچسپ واقعہ

ابن سعد نے "الطبقات" میں امام زہری سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک یہودی نے تورات میں موجود آپ ﷺ کی صفات پڑھ رکھی تھیں۔ اس نے بغور جائزہ لیا، ہر صفت بہ تمام و کمال موجود تھی، لیکن وہ بردباری کا مشاہدہ نہ کر سکا تھا اس نے اس صفت کو آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ یہودی خود بیان کرتا ہے۔

انی أسلفته ثلاثين ديناراً الى اجل معلوم.

میں نے حضور کریم ﷺ کو تیس دینار ادھار دیئے اور مدت بھی مقرر کر دی۔

دن گذرتے رہے جب مدت ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تو میں دل میں بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق دانستہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور سخت لہجے میں کہا:

يا محمد اقض حقي فانكم معاشر بني عبدالمطلب مطل.

اے محمد ﷺ! میرا قرض ادا کیجئے کیوں کہ آپ اولاد عبدالمطلب بہت مال
مٹول کرنے والے لوگ ہیں۔

عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ادب شعار حاضرین صحابہ کرام کو یہ کھر در انداز مخاطب
بہت بُرا لگا حضرت فاروق اعظم ؓ تو حسب معمول غصے کو ضبط نہ کر سکے اور سخت جلال میں آ کر
یہودی سے مخاطب ہوئے۔

یا یہودی الخبیث أنا والله لولا مكانه لضربت الذی فیہ
عیناک۔

اوخبیث یہودی! اگر حضور ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ادب مانع نہ ہوتا تو ابھی
تیرا یہ سر جدا کر دیتا جس میں دو آنکھیں چمک رہی ہیں۔

لیکن پیکرِ علم و حلم نبی ﷺ نہایت سکون و قرار سے بیٹھے رہے یہودی کی طعن آمیز
گفتگو سے آپ کو بالکل غصہ نہ آیا حسب معمول ضبط و تحمل اور وقار کے ساتھ تشریف فرما رہے الٹا
حضرت فاروق اعظم ؓ کو فرمایا۔

”اے عمر! ہمیں تم سے کسی اور سلوک کی توقع تھی وہ شخص قرض خواہ ہے اسے ہر
انداز اپنانے کا حق پہنچتا ہے تمہیں چاہیے تھا کہ ہمیں ادائیگی قرض کی تلقین کرتے اور
اسے سمجھاتے کہ اس انداز سے مطالبہ نہیں کیا کرتے ہیں۔“

اب جاؤ! جا کر اس کا قرض ادا کرو اور کچھ زائد بھی دو اور اس کا جو بھی مطالبہ ہو وہ
پورا کرو۔ یہودی اس موقع پر اپنے تاثرات بیان کرتا ہے

فلم یزدہ جہلی الا حلما۔

میری بدتمیزی اور ڈھٹائی سے نبی اکرم ﷺ کے حلم میں اور اضافہ ہوا۔
حضرت فاروق اعظم ؓ مجھے ساتھ لے کر گئے اور حکم کے مطابق قرض ادا کر دیا اور
کچھ زائد بھی دیا۔ میں یہ صورت حال دیکھ کر بے ساختہ چلا اٹھا۔

اشہد ان لا اله الا الله وانه رسول الله ما حملنی علی ما
رایتني صنعت یا عمر الا انی قد کنت رایت فی رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم صفته فی التوراة کلها الا الحلم.

فاخبرت حلمه اليوم فوجدته علی ما وصف فی التوراة.

(الطبقات الکبریٰ ۳:۱:۱)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں اے عمر! جو کچھ میں نے کہا، اس پر مجھے ابھارنے والی یہ بات تھی کہ میں نے تمام صفات سرورِ دو عالم ﷺ کی ذات میں دیکھ لی تھیں لیکن حلم والی صفت کا جائزہ نہیں لیا تھا، سو وہ آج آزمایا اور بالکل تورات کے مطابق پایا۔“

مشکوٰۃ کی روایت میں کچھ اضافہ ہے یا غالباً یہ دوسرا واقعہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم نے حضور علیہ السلام کو چند دینار قرضہ دیا اور جب واپس لینے آیا تو اس نے بڑی سختی کی کہنے لگا۔

فانی لا افارقک حتی تعطینی.

یا محمد (ﷺ)! میں آپ سے جد نہیں ہوں گا جب تک آپ میری رقم نہ دیں گے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اذا اجلس معک ثمک ہے میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں فجلس معه فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظهر والعصر والمغرب والعشاء الاخرة والغداة آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں وہیں پڑھیں صحابہ کرام کو بہت تکلیف ہوئی اشاروں سے اس کو کوستے رہے اور ڈراتے رہے۔

ففتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الذی یصنعون به

فقالوا یا رسول اللہ یحبسک.

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کی بے چینی کو سمجھ لیا کہ یہودی کو اشاروں میں ڈانٹ رہے ہیں صحابہ نے عرض کیا حضور! آپ کو اس نے روک رکھا ہے (چند دیناروں کے بدلے)۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعنی ربی ان اظلم

معاهدا وغیرہ فلما ترحل النهار قال اليهودی اشهدان لا
اله الا الله واشهد انک رسول الله و شطر مالی فی سبیل
الله۔

آپ نے فرمایا! مجھے اللہ نے ذمی وغیرہ پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے دھوپ نکلی تو
یہودی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنا آدھا مال راہِ خدا میں وقف کر دیا۔
اس کے بعد اس نے اپنے تاثرات بیان کیے۔

میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تورات میں میں نے آپ کی شان پڑھی نہ آپ کے
میں پیدا ہو کر مدینے کو ہجرت فرمائیں گے۔ آپ کا ملک شام تک ہو گا نہ بد اخلاق ہوں گے نہ
بد مزاج نہ بازاروں میں آوازیں بلند کرنے والے (گھٹیا لوگوں کی طرح) نہ نخش گو ہوں گے نہ
فضول باتیں کرنے والے (پس میں نے تمام صفات آپ میں تمام و کمال پالیں) میں ایمان
لایا یہ میرا مال ہے جیسے چاہیں خرچ کریں و کان الیہودی کثیر المال یہودی بہت مال دار
تھا۔ مشکوٰۃ ص ۵۲۱

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم



الْاٰفَلَاٰیۃِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی ہر شَیْءٍ شَہِیۡدٌ

(۴۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا فَرَطُ أُمَّتِي لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي

میں ہی اپنی امت کا سہارا ہوں گا کہ میری (جدائی کی) مثل ان کو تکلیف نہ ہوگی

(ترمذی کتاب الجنازہ ص ۲۰۴)

اس فرمان کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے نابالغ بچوں کی فوجیدگی پر والدین کو اجر و ثواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں تو وہ اپنے والدین کو جنت میں لے جائیں گے حضرت عائشہ نے عرض کیا اگر ایک فوت ہوا ہو تو؟ فرمایا اس کو ایک لے جائے گا اے نیکوں سے موافقت کرنے والی (اپنی زوجہ کو پیار کے الفاظ فرمائے) عرض کیا حضور جس کی اولاد ہی نہ ہو تو؟ فرمایا جس کا کوئی نہ ہو گا اس کا میں جو ہوں (کیوں کہ میری جدائی کا بھی تو میرے ہر امتی کو صدمہ ہوا ہے اور ایسا کہ اس جیسا اور کون سا صدمہ ہو گا لہذا جس کو کوئی بخشوانے والا نہ ہو گا میں اس کی شفاعت کروں گا)۔

رحمت میرے حضور دی و اجاں پٹی مار دی

آجا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

مرقات میں لن یصابوا بمثلی کا معنی یہ کہا گیا ہے کہ ای بمثل مصیبتی لہم فان مصیبتی اشد علیہم من سائر المصائب و اکون انا فرطہم۔ کیوں کہ میری (جدائی کی) مصیبت ان پر تمام مصائب سے زیادہ بھاری ہے۔ کیوں کہ ایک ایمان والے کو اولاد کی جدائی کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا جتنا کہ میری جدائی کا۔ یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جتنے مصائب راہ حق میں مجھے آئے ان کا ذکر تو میری امت کو بھی ہوا لہذا اس تکلیف پر میں ان کی شفاعت کروں گا۔

تیرے خَلق کو حق نے عظیم کہا
 تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
 کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا
 تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

ایک حسین واقعہ

فبینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الطواف اذ سمع
 اعرابیا یقول یا کریم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا
 کریم فمضی الی اعرابی الی جهة الیمانی و قال یا کریم
 فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفه یا کریم فمضی
 الی اعرابی الی جهة المیزاب و قال یا کریم فقال النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم خلفه یا کریم فالتفت الی اعرابی الی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم و قال یا صبیح الوجه و یا رشیق القد
 تهزأبی لکونی اعرابیا واللہ لولا صباحة وجهک و رشاقة
 قدک لشکوتک الی حبیبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم.
 فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال اما تعرف نبيک یا
 اخا العرب فقال الی اعرابی لا فقال النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فما ایمانک به فقال امنت بنبوته و لم اراه و صلت
 برسالتہ و لم اقه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اعرابی
 انی نبيک فی الدنیا و شفیعک فی الآخرة فاقبل
 الی اعرابی یقبل قدمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اخا العرب لا تفعل بی
 کما یفعل الا عاجم بملوکها فان اللہ سبحانه و تعالیٰ بعثی
 لا متکبرا ولا متجبرا بل بعثت بالحق بشیرا و نذیرا قال

(راوی) فہبط جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و
 قال یا محمد یقرءک السلام و ینخصک بالتحیۃ
 والا کرام قل للاعرابی انا نحاسبہ فقال الاعرابی یحاسبنی
 ربی یا رسول اللہ فقال نعم یحاسبک ان شاء اللہ فقال
 الاعرابی و عزتہ و جلالہ لا حاسبہ فقال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم و علی ما ذا تحاسب ربک یا اخا العرب
 فقال الاعرابی ان حاسبنی ربی علی ذنبی حاسبته علی
 مغفرته و ان حاسبنی علی معصیتی حاسبته علی عفوه و ان
 حاسبنی علی بخلی حاسبته علی کرمہ قال فبکی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلت لحیتہ فہبط جبرائیل علی
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال یا محمد یقرک السلام و
 یقول لک اقلل من بکائک فقد الہیت حملة العرش عن
 تسبیحہم و قل لا خیک الاعرابی لا یحاسبنا و لا نحاسبہ
 فانہ رفیقک فی الجنة۔ (روض الریاحین علی قصص الانبیاء صفحہ ۱۸-۲۰)

حضور علیہ السلام طواف فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے
 پایا جو پڑھ رہا تھا یا کریم حضور علیہ السلام نے بھی پیچھے پڑھنا شروع کر دیا یا
 کریم وہ اعرابی رکن یمانی کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام بھی
 پیچھے پڑھتے یا کریم وہ میزاب رحمت کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام
 بھی پیچھے پڑھتے یا کریم اعرابی نے حضور علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا اے
 روشن چہرے والے! اور خوبصورت قد والے! اللہ کی قسم! اگر تیرا اتنا روشن چہرہ اور عمدہ
 قد نہ ہوتا تو میں تیری شکایت اپنے محبوب نبی کی بارگاہ میں کرتا کہ مجھے پینڈ و سمجھ کے
 مذاق کرتا ہے۔ (اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا) حضور علیہ السلام مسکرائے
 فرمایا کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ عرض کیا! نہیں فرمایا پھر ایمان کیسے لایا! عرض کیا
 بن دیکھے ان کی نبوت کو مانا اور بغیر ملاقات کیسے ان کی رسالت کی تصدیق کی فرمایا تجھے

مبارک ہو میں دنیا میں تیرا نبی ہوں اور آخرت میں تیری شفاعت کروں گا وہ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ گرا اور بوسے دینے لگا فرمایا! میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اللہ نے مجھے متکبر و جابر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اس اعرابی کو فرمادیں ہم اس کا حساب لیں گے اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ میرا حساب لے گا فرمایا ہاں اگر چاہے گا تو لے گا عرض کیا اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں اس کا حساب لوں گا فرمایا تو کس بات پہ اللہ کا حساب لے گا اس نے کہا اگر اس نے میرے گناہوں کا حساب لیا تو میں اس کی بخشش کا حساب لوں گا (کہ میرے گناہ زیادہ ہیں کہ تیری بخشش) اگر اس نے میری نافرمانیوں کا حساب لیا تو میں اسکی معافی کا حساب لوں گا اگر اس نے میرے بخل کا امتحان لیا تو میں اسکے کرم کا حساب لوں گا۔

حضور علیہ السلام یہ سن کر اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے رونا کم کریں آپ کے رونے نے فرشتوں کو تسبیح و تحلیل بھلا دی ہے اپنے امتی کو کہیں نہ وہ ہمارا حساب لے نہ ہم اس کا حساب لیں گے اور اس کو خوش خبری سنا دیں یہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

۔ کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

کتب و طائف میں ہے کہ جو بندہ اللہ کے اس بابرکت نام کا وظیفہ رات کو سوتے وقت

پڑھے اس کو اللہ بہت عزت عطا فرماتا ہے اور حضرت علی ہمیشہ اس کا وظیفہ پڑھتے تھے۔

۔ منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے



(۵۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلَىٰ فِي الْمِيثَاقِ

میں ہی سب سے پہلا ہوں جس نے میثاق کے دن بلی کہا
(شرح شفا: ملا علی قاری)

سورة الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں میثاق کا ذکر فرمایا گیا اس کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت پہ اپنا دایاں ہاتھ پھیرا (جیسا کہ اس کے شایان شان ہے) اور ان کی اولاد نکالی پھر فرمایا کہ ان کو میں سجنّت کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے پھر ہاتھ پھیرا اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر عمل کس کھاتے میں ہے؟ (یعنی جب جنت والے اور دوزخ والے متعین ہو گئے تو عمل کی کیا ضرورت؟) فرمایا بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے اور جب اللہ کسی کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں والے کام کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

بعض احادیث میں اولاد نکالنے کا ذکر فرمانے کے بعد روحوں کا ٹکٹنا جن کو قیامت تک پیدا کیا جائے گا بیان کیا گیا۔ ہر انسان کی دو آنکھیں، جن کے درمیان نور چمک رہا تھا پھر یہ روحیں آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں انہوں نے سوال کیا یا رب یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھوں کے درمیان چمک ان کو بہت پیاری لگی۔ پوچھا اے رب ایہ کون ہے فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے ایک شخص ہے اور اس کا

نام داؤد (علیہ السلام) ہے۔

عرض کیا اس کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال عرض کیا میری عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیے جائیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت سے فرمانے لگے ابھی تو میرے چالیس سال باقی ہیں انہوں نے کہا آپ نے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟ پس آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی انہوں نے خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ (سنن ترمذی)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا کہ میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پہ ہاتھ پھیر کر ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مانند نکالا پھر ان کی زندگی، رزق اور مصائب لکھ دیے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا اور پوچھا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ (جامع البیان ج ۹ ص ۱۵۰)

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں اللہ نے روحوں کو ان کے اجسام سے پہلے پیدا فرمایا اور منشور میں ہے کہ یہ سارا پروگرام یوم عرفہ کے دن وادیِ نعمان میں ہوا۔ بعض نے سرزمین ہند کا نام لیا۔ کلبی کی روایت میں مکہ و طائف کے درمیان ایک جگہ پر میثاق لینے کا ذکر ہے۔ جب کہ الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۲۸۳ پر ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا تو وہاں ان سے میثاق لیا گیا۔

حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ میثاق یاد ہے فرمایا میرے کانوں میں اب تک اس کی آواز گونج رہی ہے اور بعض عرفاء تو اس کو کل کی بات بتاتے ہیں (روح المعانی) شرح شفا کے علاوہ، روح المعانی کے اندر بھی ہے کہ جب اللہ نے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے جس نے بلسی کہا وہ ہمارے حضور علیہ السلام کی ذات تھی اول من قال بلسی فہو محمد حضور علیہ السلام سے سن کر سب نے کہا بلسی بلسی کیوں نہیں کیوں نہیں۔ تو خدا کی پہچان عالم اوداج کے اندر بھی حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے ہو رہی ہے اور یہ حضور علیہ السلام کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ساری مخلوق کی گردنیں آپ کے اس احسان کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں کہ اگر اس وقت آپ کی راہنمائی نہ ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا

۔ نہ کیوں کر کہوں یا حَبِیْبِیْ اَغْثِیْ

اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
تیرے در کا درباں ہے جبریل اعظم
جبرائیل مدح خواں ہر نبی ہر ولی ہے
شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

روح المعانی میں ہے الست برسبکم کے جواب میں زمین کے جس ذرے نے
سب سے پہلے بلنی کہا وہ حضور علیہ السلام کی ذات تھی اور یہ کعبہ کی مٹی کا ذرہ تھا پھر اسی ذرے
کو پھیلا دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ کی مٹی مبارک کعبہ کی مٹی تھی تو
آپ کا دفن کعبہ کی بجائے مدینہ کیوں بنا حالانکہ روایت میں ہے جس جگہ کی مٹی ہو وہاں ہی بندہ
دفن ہوتا ہے۔ فرمایا جب طوفان آیا تو یہاں کی مٹی وہاں پہنچ گئی اور مٹی کا وہ مبارک اور پاک ذرہ
جو حضور علیہ السلام کا مبداء تھا وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام
کا روضہ اقدس ہے۔ الغرض معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں اور اسی لیے آپ کو امی
کہا جاتا ہے کہ ام کا معنی اصل ہے۔ (ج ۹ ص ۱۱۱)

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
ختم کرم میں ساری کرامت شمر کی ہے
ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول ہیں حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بو البشر کی ہے



(۵۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْخَازِنُ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ

میں ہی خازن ہوں رکھتا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے (یعنی جہاں اللہ فرماتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں)

(رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ نے رحمت، بخشش، کرم اور ہر دنیوی و اخروی نعمت کے خزانے حضور علیہ السلام کے سپرد فرما دیے خزانہ اسی کے سپرد کیا جاتا ہے جس پر اعتماد ہو تو سرکار نے اس اعتماد کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جہاں خزانے کے استعمال کا حکم ملتا ہے اسی جگہ پر اس کو استعمال فرماتا ہوں یہاں سے اختیارات مصطفیٰ کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

۔ کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں ہے

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موضوع پر قرآن مجید کی متعدد آیات بینات پیش کی جاسکتی ہیں ان میں سے چند لکھی جاتی ہیں۔

نمبر ۱۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ آیت ۵۹)

اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

جو لوگ بات بات پہ ایس اللہ بکاف عبدہ پڑھ کر اہل ایمان کو در رسول سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ جب ”اللہ نے دیا“ فرما دیا تو اب ”رسول نے دیا“ کہنے کی کیا ضرورت تھی کیا رسول کو بھی اللہ ہی نہیں دیتا؟ کیا رسول کا دیا ہوا بھی اللہ کا دیا ہوا نہیں ہوتا؟ کیا اللہ کی عطا کے بعد رسول کی عطا کا ذکر کرنا ضروری ہے ان سوالوں کا جواب آگیا تو ایس اللہ بکاف عبدہ کا معنی بھی آجائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ اس سے شرعی مسائل مراد ہیں تو احمق ہے کیوں کہ سیاق و سباق میں مال و دولت کی بات ہو رہی ہے تو درمیان میں شرعی مسائل کہاں سے آگئے ہاں عموم مجاز کے طور پر (حقیقت و مجاز کو اکٹھا کر لیا جائے) تو معنی یہ ہوگا حضور دنیا کا سامان بھی دیتے ہیں ایمان بھی دیتے ہیں دنیا بھی دیتے ہیں آخرت بھی دیتے ہیں۔

نمبر ۲۔ وما نقموا الا ان اغنهم الله ورسوله من فضله۔ (التوبہ)

اور نہ بُرا لگا انہیں مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔
لہذا کوئی اگر یہ کہہ دے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہے تو اس نے قرآن کی آیت کا ترجمہ ہی تو کیا ہے اس میں شرک والی کون سی بات ہے۔

نمبر ۳۔ انعم الله عليه و انعمت عليه۔ (الاحزاب)

اللہ نے اس پر انعام فرمایا اور اے محبوب آپ نے اس پر انعام فرمایا۔

اگر انعام دینے والا بھی بے اختیار ہے تو اختیار والا کون ہے؟

نمبر ۴۔ وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتھوا۔ (الحشر)

اور جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ۔

کس منہ سے کہتے ہیں کہ رسول کسی کو دے ہی کچھ نہیں سکتا۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں

مردود! یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھو جن کو اٹھارہ بار جنت بیچ دی۔ حضرت ربیعہ سے پوچھو

جن کو جنت بھی دی اپنا قرب بھی دیا اور پھر فرمایا کچھ اور بھی مانگ لو حضرت قتادہ سے پوچھو جن کو

آنکھ عطا فرمادی مافوق الاسباب بھی دے رہے ہیں ماتحت الاسباب بھی دے رہے ہیں۔

نمبر ۵۔ الذین يتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا

عندهم فی التوراة والانجیل یا مرهم بالمعروف وینہم

عن المنکر ویحل لهم الطیب و یحرم علیہم الخبیث و

یضع عنهم اصرهم والاغلل الی کانت علیہم۔ (الاعراف)

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے اُمی کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس تورات و انجیل میں وہ انہیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے اور ان کے لئے حلال کرے گا ستھری چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں اور اتارے گا ان سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے بھاری طوق جو ان پر تھے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے تصرفات شرعیہ کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ فرمایا گیا حضور علیہ السلام کو محلل اور محرم کا بابرکت لقب دیا گیا۔ یہود و نصاریٰ چونکہ اپنے احبار و رہبان کو یہ اختیار دیتے تھے اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ (التوبہ) اللہ نے فرمایا ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ (التوبہ) وہی حرام ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول حرام فرمائے گا۔ شرعی احکامات میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر اختیارات اپنے حبیب کو عطا فرمائے آپ نے خود ارشاد فرمایا۔

الا انی اوتیت القرآن و مثله معہ الا یوشک رجل شعبان علی اریکنہ یقول علیکم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوه و ما وجدتم فیہ من حرام فحرموه و ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص ۲۹)

خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل (احادیث) دی گئیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بندہ پیٹ بھرا تکیہ پر ٹیک لگا کے بیٹھے ہوئے یہ کہہ دے کہ حلال وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حرام کیا سنو! جو رسول نے حرام کیا وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے کیا ہے۔

جو نبی علیہ السلام کو یہ اختیار نہیں مانتا اسے چاہیے گدھا۔ ریچھ۔ بندر۔ گیدڑ۔ کو اسب کچھ کھائے کیوں کہ یہ خدا نے حرام نہیں کیے۔ غالباً جو کوا کھاتے ہیں اس قاعدے سے ہی کھاتے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں من یناکل فقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا کون کھا سکتا ہے کوئے کو حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ یہ کہتے ہیں ہم کھا سکتے ہیں کیوں کہ ہمارے بابا جی نے اس کو فتاویٰ رشیدیہ میں

حلال قرار دیا ہے۔

کہاں کا حلال کہاں کا حرام
جو صاحب کہے اُسے چٹ کیجیے
پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شور بے ہی سے کھائے
بیر ہاتھ نہ آیا تو زاغ لے کے چلے

فکلو مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مؤمنین۔
کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر ایمان والے ہو اور تمہیں کیا ہو گیا کیوں نہیں
کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

وما لکم ان لا تاكلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ (الانعام)

”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں کھاتے وہ چیز جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔“

تو جس کھانے پہ ختم پڑھ دیا جائے اگرچہ قرآنی آیات ہی کیوں نہ ہوں وہ نہیں کھاتے
کہ ہمارے بڑوں نے حرام کہہ دیا ہے کوا کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے حلال کیا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! اللہ نے جو یہود و نصاریٰ کے بارے فرمایا ہے کہ وہ
اپنے احبار و رہبان کو رب مانتے تھے تو کیا وہ ان کو سجدہ کرتے تھے فرمایا نہیں بلکہ جو وہ حلال کہتے
اسی کو حلال سمجھتے اور جس کو حرام کہتے اسی کو حرام گردانتے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلل و هذا

حرام۔ (القران)

اپنی زبان سے کسی کو حرام اور کسی کو حرام نہ کہتے پھرو۔

ہولی دیوالی کی پوریاں تو حلال کر دو اور امام حسین کی سبیل کا دودھ حرام کر دو۔

الخبیث للخبیثین والخبیثون للخبیث والطیث للطیبین

والطیبون للطیث۔ (القران)

نخبہ یا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری

اختیارات کی چند مثالیں

- ۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (القرآن)
نماز وقت پر فرض کی گئی۔ حضور علیہ السلام نے دو دو نمازیں حج کے موقع پر جمع فرمادیں
ہر دو جگہ ایک اپنے وقت پہ اور ایک وقت سے آگے پیچھے۔
- ۲- جہاں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہاں حضرت خزیمہ اکیلے کی گواہی کو کافی قرار
دیا۔
- ۳- سب کے لئے سونا حرام لیکن حضرت سراقہ کے لئے حلال قرار دیا۔
- ۴- سب کے لئے ریشم حرام مگر دو صحابہ کو اجازت فرمادی (عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن
عوام)۔
- ۵- ماہ رمضان المبارک روزے کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرنے والے کو نہ صرف
کفارہ معاف فرمایا بلکہ ٹوکرا کھجوروں کا بھی عنایت کر دیا۔
- ۶- حضرت اسماء بنت عمیس کو ان کے خاوند کی وفات پر صرف تین دن سوگ کر کے نکاح
کی اجازت عطا کر دی۔
- ۷- ایک صحابی کے لئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے جائز فرما دیا۔
- ۸- اپنی مسجد میں حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنینؓ کے لئے حالت جنابت میں آنا جائز فرما دیا۔
- ۹- حضرت علیؓ المرتضیٰ کو دوسری شادی کرنے سے منع فرما دیا۔
- ۱۰- ایک شخص کا ایمان دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر قبول فرمایا۔ تلک عشرة کاملہ
قصیدہ بردہ شریف میں ہے

نينا الامر الناهي فلا احد

ابرفى قول لا منه ولا نعم

علامہ خفاجی شرح شفا نسیم الریاض میں اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ان لا حاکم سواہ صلی اللہ علیہ وسلم فهو حاکم غیر محکوم۔

پس حضور کے سوا کوئی حاکم نہیں (مخلوق میں سے) آپ محض حاکم ہیں محکوم نہیں

(سوائے اپنے رب کے)۔

عام حکم کو خاص اور خاص کو عام فرمادیا

۱- قرآن مجید میں انما حرم علیکم المیتۃ فرمایا مردار کی حرمت میں عموم رکھا لیکن حضور علیہ السلام نے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرما کر عام کلمہ کو خاص کر دیا۔

۲- اسی طرح اللہ نے خون کو مطلقاً حرام فرمایا والدم اور حضور علیہ السلام نے دل اور کلیجی کو حلال فرما کر عام کو خاص کر دیا۔

۳- دوسری طرف اللہ نے صرف خنزیر کا گوشت حرام فرمایا ولحم الخنزیر مگر حضور علیہ السلام نے اس خاص کو عام فرمادیا یہ کہہ کر کہ خنزیر کی ہڈی بھی حرام اس کے بال بھی اور اس کی چربی بھی۔ اب بھی کوئی کہے کہ یہ تو صرف شرعی اختیارات ہیں تو کیا یہ تمہیں بھی حاصل ہیں؟ جب اعلیٰ شے کا اختیار دیا تو ادنیٰ کا کیوں نہ دیا؟

۴- ایک صحابی نے جب حج کے بارے بار سوال کیا کہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے فرمایا لو قلت نعم لوجبت اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جائے۔
(مشکوٰۃ)

اللہ نے اپنے حبیب کو دنیوی اور اخروی ہر شے کا اختیار دیا آپ نے درختوں اور پتھروں کو بلایا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ چاند کو اشارہ فرمایا تو دو ٹکڑے ہو کر قدموں میں آگیا۔ ڈوبے سورج کو واپس پلٹایا۔ کنکروں سے کلمہ پڑھوایا امام حسن و حسین کو جنت کی سرداری عطا فرمادی۔

بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں یہ اختیارات تو اللہ نے دیے ہیں؟ ہم کب کہتے ہیں کسی اور نے دیے ہیں مگر جو خدا نے دیے ہیں وہ تو مانو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اگر ہمارے بچے کچھ نہیں تو نبی کو بے اختیار تو نہ کہیں المرء یقیس علی نفسه یہ نہ کہو کہ کسی کے پاس کچھ نہیں یا پھر "کسی" میں نبی کو شامل نہ کرو۔ بادشاہوں کو۔ وزراء کو "کسی" میں

شامل کر سکتے ہو نبی کو کسی کی طرح نہ سمجھو بلکہ

۔ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

حضور علیہ السلام نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ حضرت عثمان غنی نے زمین کا ٹکڑا خریدا حضور علیہ السلام نے اس کو جنت البقیع بنا دیا۔ جس اللہ نے نمرود جیسے کافر کو پورا ملک دے دیا اس کے محبوب کے بارے کہنا کسی کو کچھ نہیں دے سکتے کیا ڈوب مرنے کا مقام نہیں۔

سوال

اگر حضور علیہ السلام کو اختیار ہے تو اختیار نہ ماننے والوں کو سعودیہ میں حکومت کیوں کرنے دے رہے ہیں؟

جواب

کیا نمرود و فرعون نے حکومت نہیں کی۔ کیا آج یہودی بیت المقدس پہ قابض نہیں؟ کیا خدا کو اختیار نہیں یا ان کی حکومتیں ٹھیک ہو گئیں؟
اسیر مالک مولانا محمود الحسن ”ادلہ کاملہ“ میں لکھتے ہیں ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔“

اور نواب صدیق حسن بھوپالی مسک الختام ج ۲ ص ۵۱۲ پہ لکھتے ہیں۔
در مذہب بعضے آں است کہ احکام مفوض بود بوی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویند با اختیار و اول اصح و اظہر است۔
بعض کے مذہب میں یہ ہے کہ تمام احکام حضور علیہ السلام کے سپرد کر دیے گئے ہیں جو جس کے لئے چاہیں حلال و حرام فرمادیں اور بعض نے کہا کہ اختیار ہے لیکن پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۔ خالق کُل نے آپ کو مالک کُل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعا فحکمی نافذ فی کل حالی۔
مجھے تمام قطبوں پر فضیلت بخشی گئی پس میرا حکم ہر وقت و ہر حالت میں جاری ہے۔

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی ووقتی قبل قلبی قد صفالی۔
اللہ کے تمام ملک میرے حکم کے ماتحت ہیں اور میرا دل و جان صفا و مصفا فرما دیا ہے۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخرد لہ علی حکم اتصالی۔
میں اللہ کے تمام ممالک کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے پتیلی پر رائی کا دانہ۔
جب غوث اعظم کے اختیارات کی یہ حالت ہے تو رسول اعظم کے اختیارات کا عالم کیا ہوگا؟ مگر حیرانگی ہے اپنے بزرگ کے بارے یہاں تک بھی کہہ دیا۔

مردوں کو زندہ کیا زندہ کو مرنے نہ دیا
(قصائد قاسمی)

اور جنہوں نے پتھروں، لکڑیوں میں جان ڈال دی، انگلیوں سے پانی کے دریا بہا دیے
ان کے بارے میں اتنا تو کیا مانا جاتا بلکہ یوں کہا کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبح تیغ خیار تھا
یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جوشقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چہار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے
وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

آخر میں ملا علی قاری کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں اور اگلی حدیث کو شروع کرتے ہیں

يُؤْخَذُ عَنْ اِطْلَاقِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَمْرُ بِالسَّوَالِ اِنْ
اللّٰهُ مَكْنَهُ مِنْ اِعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ.

حضور علیہ السلام نے جو حضرت ربیعہ کو مطلقاً کسی بھی چیز کے مانگنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے جس کو جتنا چاہیں عطا کر دیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)



(۵۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَعْظَمُكُمْ أَجْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں ہی تم سب سے بڑا ہوں گا قیامت کے دن اجر و ثواب کے لحاظ سے
(سنن داری)

اگرچہ حضور علیہ السلام دنیا و آخرت ہر مقام میں ہر لحاظ سے ہر مخلوق سے بڑے ہیں جب صفِ انبیاء میں آپ جیسا کوئی نہیں تو دوسرے کس کھیت کی مولیٰ ہیں لیکن دنیا میں کئی لوگ آپ کی عظمت کے منکر بھی ہو سکتے ہیں اور قیامت کے دن تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ ۔۔۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جہاں تک اجر و ثواب کا تعلق ہے تو حضور علیہ السلام کا اپنا فرمان ہے کہ نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے آج امتِ جتنی نیکیاں کر رہی ہے یا پہلے کرتی رہی یا قیامت تک کرتی رہے گی سب حضور علیہ السلام کی راہنمائی پر ہو رہا ہے تو جو جو امتی جو جو نیکی کرے گا جتنا جتنا ثواب نیکی کرنے والے کو ملے گا اتنا اتنا ثواب حضور علیہ السلام کے کھاتے میں بھی جمع ہوتا رہے گا۔

ویسے بھی ایک کام نیکی کا امتی کرے وہی کام اللہ کا نبی بھی کرے تو دیکھنے میں دونوں نے مثلاً سجدہ ہی کیا ہے لیکن اجر و ثواب اور قربِ الہی کے لحاظ سے ساری دنیا کے ساری عمر کے سجدے بھی نبی علیہ السلام کے ایک سجدے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے جب لوگوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تو فرمایا صلوا کما رایتُمونی اصلی (حدیث) ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھ رہے ہو، یہ نہیں فرمایا کہ جیسے میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح نماز پڑھا کرو کیوں حضور علیہ السلام کی نماز کی طرح کس کی نماز ہو سکتی ہے۔ جب ان کی نماز کی طرح کسی کی نماز نہیں ہو سکتی تو ان کی طرح کا کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ جب ان کی بات

کی طرح کسی کی بات نہیں ہو سکتی تو ان کی ذات کی طرح کسی کی ذات کیسے ہو سکتی ہے۔

اس حدیث سے بعض لوگوں کے اس خیال فاسد کی بھی تردید ہو گئی کہ جو کہتے ہیں ”بسا اوقات اعمال میں امتی نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے“۔ استغفر اللہ العظیم۔

کسی لحاظ سے بھی امتی کے نبی سے بڑھنے کی بات کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ خود لفظ نبی کا معنی ہی بلند و بالا ہے تو ہر لحاظ سے نبی اپنی امت کے ہر ہر فرد سے بلند و بالا ہوتا ہے اس طرح کی بات خود حد سے بڑھی ہوئی بات ہے۔ الغرض حضور علیہ السلام کی امت سب سے زیادہ ہے تو حضور علیہ السلام کا اجر و ثواب بھی سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کا نور ہر دور میں انبیاء کرام کی راہنمائی فرماتا رہا تو پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کا ثواب، بھی حضور علیہ السلام کی راہنمائی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے کھاتے میں جمع ہوتا رہا تو اس طرح اعظمکم اجرا یوم القیمة کا مفہوم واضح ہو گیا۔

۔ بزمِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی علیہ وسلم



(۵۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ

قَبَابُ الدَّرِّ الْمَجْوُوفِ.....

میں جنت میں سیر کر رہا تھا (معراج کی رات) تو ایک نہر پر پہنچا جس کے کناروں پر کھل موتی کے خیمے تھے میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کی مٹی خالص مشک کی تھی

(بخاری)

یہاں حوض کوثر کو ہی کوثر فرمایا گیا اس حوض کے بارے حدیث نمبر ۳۷ کے تحت کچھ لکھا گیا مزید یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے۔ جنت سے دو بڑے پرٹالے اس میں گرائے جائیں گے جو اس کے پانی کو بڑھاتے رہیں گے تاکہ امت کی کثرت کے سبب پانی میں کمی نہ ہو۔

سورہ کوثر میں انا اعطینک الکوثر کے متعلق صحابہ کرام، اجلہ تابعین اور مفسرین اور علماء امت کے بہت زیادہ اقوال ہیں کہ کوثر سے مراد کیا ہے تفصیل دیکھنی ہو تو ”تفسیر سورہ کوثر“ از علامہ محمد اشرف سیالوی کا مطالعہ فرمائیں یہاں صرف ان کے متعدد معانی کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

- | | | |
|---------------------|-------------------|------------------------|
| ۱- نہر جنت | ۲- حوض کوثر | ۳- اولیاء و علماء کرام |
| ۴- جمع امت مصطفیٰ ﷺ | ۵- نبوت رسول اکرم | |
| ۶- قرآن کریم | ۷- دین اسلام | ۸- رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ |
| ۹- اخلاق مصطفیٰ ﷺ | ۱۰- علوم مصطفیٰ ﷺ | |

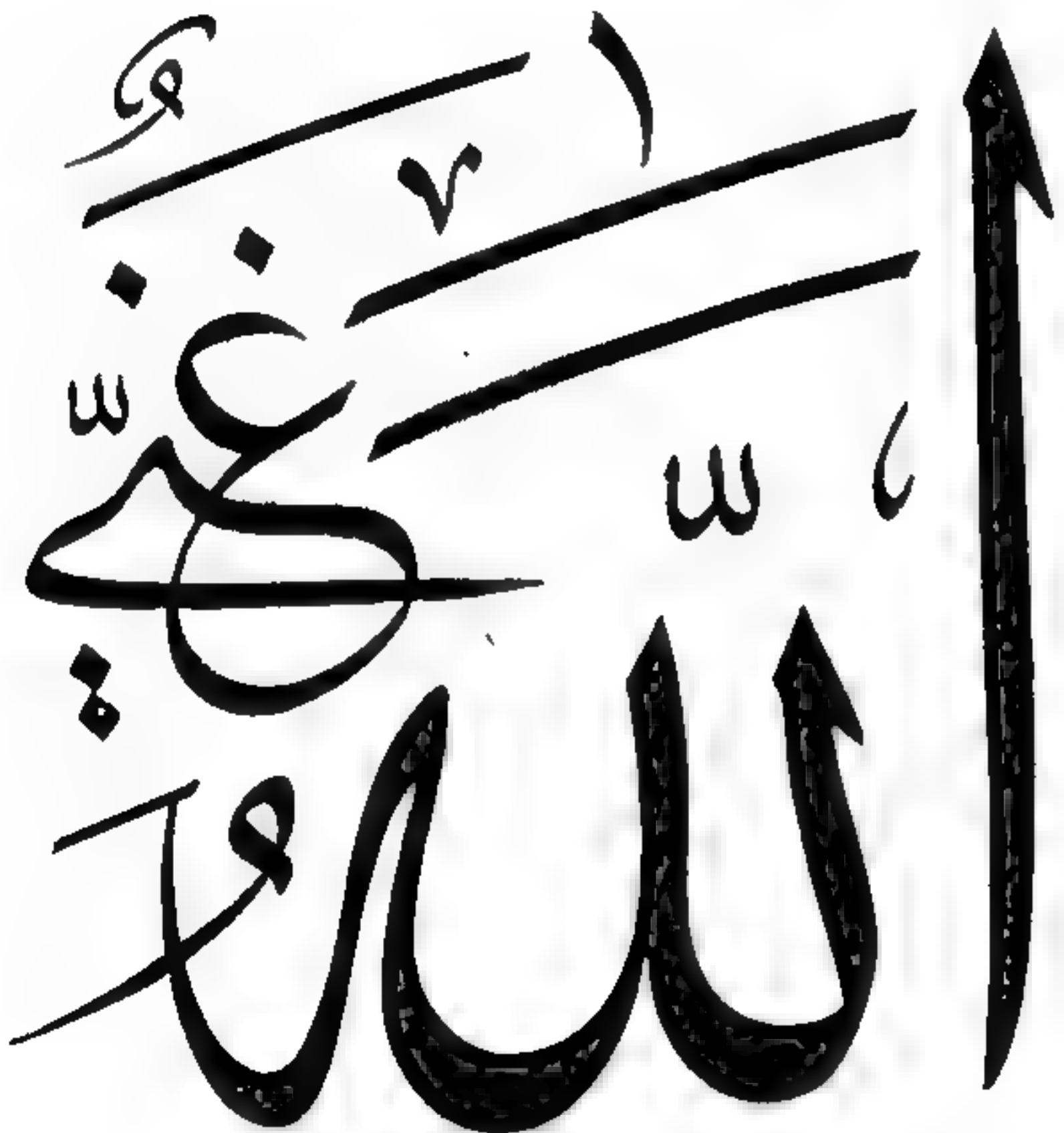
۱۲- معجزات رسول ﷺ

۱۱- مقام محمود و شفاعت عظمیٰ

۱۴- ہر بھلائی کی کثرت

۱۳- نور قلب مصطفیٰ ﷺ

انما اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں
(اعلیٰ حضرت)



(۵۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(متفق علیہ)

غزوہ حنین میں جب شروع میں مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی تو قبیلہ بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے حضور علیہ السلام کے خچر کو گھیر کر آپ پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ ارشاد فرمایا۔ لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے ہوں شکست کے آثار نمایاں ہوں، عسکری قوت کا شیرازہ بکھر چکا ہو تو فوج کے کمانڈر پر کیا گزرتی ہے اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے لیکن غزوہ حنین میں ان ساری باتوں کے باوجود سپہ سالار مدینہ، رحمت عالم نے کمال استقامت سے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنے خچر پر سوار ہیں دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مہاجرین و انصار میں سے کچھ لوگ آپ کے ارد گرد حفاظتی دیوار قائم کیے ہوئے ہیں اور آپ ساتھیوں کو واپس بلا رہے ہیں اور دشمنوں کو لٹکار رہے ہیں کہ آؤ میرے مقابلے میں۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب مومن بھی تھے، موحد اور بہادر بھی تھے اور آپ کی اولاد بہادری میں مشہور تھی کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی اولاد ہونے پر فخر فرمایا اور مشرک باپ دادا پر فخر جائز نہیں اگر وہ مومن نہ ہوتے تو حضور کبھی ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ کرتے اور یہ فخر چونکہ کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لئے تھا اس لیے بالکل جائز ہے اعلیٰ حضرت حضور علیہ السلام کی شجاعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا
مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

اور شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا

لہ ہمم لا منتهی لکبارہا و ہمتہ الصغری اجل من الدھر۔

کہ سرکار علیہ السلام کو اللہ نے ایسی ہمتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے کہ بڑی بڑی ہمتوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ سب سے چھوٹی ہمت سارے جہان سے بڑی ہے۔

غزوہٴ عطفان کے موقع پر جب دشمن حق کا سامنا نہ کرتے ہوئے بھاگ گیا اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ حضور علیہ السلام دوپہر کے وقت درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے صحابہ کرام بھی پاس نہ تھے تا کہ حضور علیہ السلام یکسوئی کے ساتھ آرام فرمائیں تو قبیلہ بنو محارب کا رئیس دشور دے پاؤں آیا اور تلوار سونت کر لاکارا من یمنعک منی بتا (اے محمد) تجھے مجھ سے کون بچائے گا حضور علیہ السلام نے بغیر گھبراہٹ کے بڑے وقار کے ساتھ فرمایا ”اللہ“ میرا اللہ یہ سنتے ہی اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ حضور علیہ السلام نے تلوار بڑے اطمینان سے اٹھا کر کہا من یمنعک منی۔ اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے گھبرا کر جواب دیا لا احد کوئی نہیں بس اتنی سی بات تھی اسکے اندر ایسی ہلچل مچی کہ کلمہ پڑھ کر ہی سکون آیا

سکون قلب ملا لذت حیات ملی
در حبیب ملا ساری کائنات ملی

طاقتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے کہ میرے پاس جب غار حرا میں جبریل حاضر ہوئے اور مجھے پڑھنے کو کہا، میں نے جواب دیا ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں ہوں فغطني حتی بلغ منی الجهد اس نے پورا زور لگایا۔ وہ تھک گیا ثم ارسلنی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے میں نے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر دبایا پھر تھک گیا تین بار ایسا ہی ہوا۔ تینوں مرتبہ یہی ہوا کہ بلغ منی الجهد وہ تھک گیا۔ (اگر آپ تھکتے تو اپنا بھی ذکر فرماتے)۔

اندازہ لگاؤ وہ جبریل جو حضرت لوط علیہ السلام کی بستی پہ آئے تو چھوٹی انگلی کے ایک پورے پر پوری بستی اٹھا۔ فجعلنا علیہا سافلہا فضاؤں میں لے جا کر الٹ دے اور جہاں سے بستی اٹھائی تھی نیچے سمندر کی سی گہرائی ہو جائے یہاں پورا زور لگاتے ہیں اور پھر خود ہی

تھک جاتے ہیں۔

روح الامیں کو جس کی غلامی پہ ناز ہے
افضل بھی اس کریم کے در کا غلام ہے

ادھر انسانوں میں سے حضرت عمر ہیں کہ ایک وقت تھا جب قیصر و کسریٰ ان کا نام سنتے
تو لرزہ بر اندام ہو جاتے اور شیطان جس عمر کے سائے سے بھی بھاگے وہ حضور کی بارگاہ میں سر
لینے آتے ہیں تو دے کے جاتے ہیں۔

کافر مل کر ابوطالب کے پاس آتے ہیں یہ تیرا بھتیجا کیا چاہتا ہے حکومت چاہتا ہے تو ہم
اس کو بادشاہ ماننے کو تیار ہیں۔ دولت چاہتا ہے تو ہم اس کے قدموں پہ ڈھیر کر دیتے ہیں۔ حسین
عورت سے شادی چاہتا ہے؟ ہم انتظام کر دیتے ہیں، بس ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہے آپ نے
کمال جرات سے جواب دیا میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھ دو دوسرے پہ چاند دنیا کی کوئی طاقت
مجھے حق کہنے سے روک نہیں سکتی چچا نے کہا بیٹا میرے لیے مشکلات پیدا نہ کر فرمایا تو بھی میرا ساتھ
چھوڑتا ہے تو چھوڑ جا مجھے میرے موقف سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ جب ابوطالب نے آپ کی
جرات دیکھی تو ان کو بھی حوصلہ مل گیا۔ کہا جو چاہے کر تیری ہوا کی طرف بھی کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

سارے کفار مکہ کی چھاتی پہ مونگ دل کر بتوں کی مجبوری ثابت کر دی خدا کی توحید کا
اعلان کر دیا۔

روایات میں آتا ہے سورج کو ستر ہزار نوری فرشتے کھینچ کر چلاتے ہیں حضور علیہ السلام
نے ڈوبا ہوا سورج لوٹایا تو ساتھ ہی فرشتے بھی کھینچے چلے آئے ہوں گے انہوں نے پوچھا ہو گا یہ
کون ہے جس کی طاقت ستر ہزار فرشتوں پہ غالب آگئی ان کو بتایا گیا یہ خدا کا محبوب ہے جس کی
انگلی کے اشارے سے کبھی چاند ٹکڑے ہوتا ہے کبھی ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (ﷺ)

آپ ﷺ نے شیطان کو دبا دیا

شیطان ایک بیماری ہے اور عباد الرحمن اس بیماری کا علاج ہیں علاج صحیح بھی ہو پاتا ہے

جب اس کی طاقت بیماری سے زیادہ ہو۔

یوں سمجھو کہ ڈسپرین کی گولی سے کینسر کا علاج تو نہیں ہو سکتا تو جو لوگ شیطان کا اختیار تو مانیں لیکن عباد الرحمن کی طاقت کا انکار کریں ان کے ذہن و ضمیر پر شیطان نے پوری طرح قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ یوں کہو کہ وہ شیطان سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں کیوں کہ شیطان نے تو اقرار کیا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا الا عبادک منهم المخلصین مگر تیرے پختے ہوئے بندوں کو نہ کر سکوں گا جب مخلصین کی طاقت یہ ہے تو امام الانبیاء کی طاقت کیا ہوگی۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۱ پر ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ شیطان آ کر میری نماز کو توڑنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا فشد علی پورا زور لگانے لگا۔ لیکن شیطانی قوتیں تو شاہ مرداں شیر یزداں کے آگے نہیں ٹھہر سکتیں شیر یزداں کے آقا کی کیا عظمت ہوگی فذعتہ اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس کو ایسی لگائی کہ اسے ثانی یاد آگئی اور میں نے ارادہ کیا کہ ان اوثقہ الی ساریۃ حتی تصبحوا فتظروا اس کو باندھ دوں مسجد کے ستون کے ساتھ، تاکہ تم صبح اس کو بندھا ہوادیکھو فذکرت قول سلیمان رب ہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی تو مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی کہ یا اللہ! ایسی حکومت دے جیسی کسی کو نہ ملے۔ ثابت ہوا اللہ نے سلیمان علیہ السلام سے زیادہ ہمارے آقا کو غلبہ دیا مگر آپ نے اظہار نہ فرمایا کہ حضرت سلیمان بھی خوش رہیں اور شیطانوں کا علاج بھی ہو جائے۔

ولی کی طاقت یہ ہے تو نبی کی کیا ہوگی

حدیث قدسی ہے

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادى لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالتواقل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یراہ بہ و یدہ الذی یمس بہ و رجلہ الذی یمشی بہا

ز ان سألنی لا عطینہ و لئن استعاذنی لا عیذہ۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۳)

”اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور وہ مجھ سے مانگتا ہے (چاہے اپنے لیے یا اپنی بارگاہ میں آنے والے سالکین کے لئے) تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔“

اس حدیث کا یہ معنی کرنا کہ اللہ کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بننے سے مراد یہ ہے کہ بندہ خلاف شرع دیکھتا، سنتا، چھوتا، چلتا نہیں۔ اس لیے درست نہیں کہ یہ سارے کام کر کے تو بندہ محبوب ہوا ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ کر محبوب بنا ہے اب اس کے بعد ہاتھ پاؤں کان آنکھیں بننے کا معنی کچھ اور ہی ہو گا ورنہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بندہ محبوب بن گیا تو اب اللہ اس کے اعضا بن کر اس کو بچاتا ہے پھر تو تقویٰ و پرہیزگاری کی ضرورت ہی نہ رہی گناہ بھی کرتے جاؤ محبوب بھی بنتے جاؤ قرآن مجید میں ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ۔ (ال عمران)

فرمادیں اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تمہیں اللہ اپنا محبوب بنا

لے گا۔

تو پیروی میں گناہوں کو چھوڑنا آگیا اس کے بعد محبوبیت ملی۔ معلوم ہوا اتباع اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی ناممکن ہے۔

یہی مفہوم مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح بخاری ج ۴ ص ۴۲۸ پہ بیان کیا

ہے اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۱۱۱ پر زیر آیت ام حسبہ ان اصحاب الکھف اس حدیث قدسی کی بڑی عمدہ اور جامع، مانع تشریح فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

واذا صار نور جلال الله له سمعا سمع القريب والبعيد و
اذا صار نور جلال الله له بصرا رای القريب والبعيد و اذا
صار ذلك النور يداله قدر على التصرف في الصعب
والسهل والقريب والبعيد.

اللہ تعالیٰ کا نور جلال جب بندہ محبوب کے کان بن جاتا ہے تو وہ ہر دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور آنکھیں نور جلال سے منور ہو جائیں تو دور و نزدیک کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر گوشہ کائنات پیش نظر ہوتا ہے اور جب وہی نور بندے کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو قریب و بعید اور مشکل و آسان کام میں اسے تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر چودہ سو میل سے حضرت عمر مسجد نبوی کے منبر سے مقام نہاوند میں لشکر کی کمانڈ کرتے ہیں یہاں سے آواز دیں تو وہاں پہنچے (یا ساریۃ الجبل) اور غوث پاک بغداد میں بیٹھ کر ساری دنیا کو ایسے دیکھتے ہیں۔ کخردلۃ علی حکم اتصال۔ جیسے ہتھیلی پر رانی کا دانہ۔

حضرت عمر دریاے نیل کو رقعہ لکھیں تو ایسا جاری ہو کہ آج تک نہ رُکے اور مدینہ میں آگ لگ جائے تو حضرت عمر کا غذ پہ لکھ کر پھینکیں اسکنی یا نار اے آگ! رک جا تو یوں لگے جیسے لگی ہی نہیں اور اگر زلزلہ آئے تو ڈنڈا زمین پہ ماریں کہ ٹھہر جا تجھ پہ عدل نہیں ہو رہا؟ تو آج تک وہاں زلزلہ نہ آئے اور کہیں غوث پاک مردے زندہ کرتے نظر آئیں۔

چاہیں تو اشارے سے اپنے کا یا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا

حضرت علی سے کسی نے پوچھا جو کی روٹی چبانے سے پسینہ آ رہا ہے خیبر کا قلعہ کیسے توڑا فرمایا یہ روٹی میری جسمانی طاقت کے لئے ہے در خیبر کو اٹھا کر گیند کی طرح اچھال دینا ایمانی و روحانی طاقت تھی۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ السلام تین دن سے بھوکے ہیں صحابہ نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے حضور علیہ السلام نے دو پتھر باندھ رکھے تھے صحابہ کہتے ہیں ایک چٹان آگئی ہم سب سے نہ ٹوٹی حضور علیہ السلام نے پہلی کدال ماری تہائی ٹوٹ گئی (احمد و نسائی) فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ دوسری کدال ماری دوسری تہائی ٹوٹ گئی فرمایا مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئیں۔ تیسری کدال ماری فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں ایک روایت کے مطابق فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔

یہ وہ وقت تھا کہ کھانے کو روٹی نہ تھی کا فر مذاق کرتے ہوں گے بھوک کی وجہ سے سفید محل نظر آرہے ہیں روٹی ملتی نہیں تو یمن شام فارس کی چابیاں جیب میں ڈال رہے ہیں مگر ان کو کیا پتہ کہ ایک دن یہ بھی اعلان ہونے والا ہے اعطیت مفاتیح خزائن الارض مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور دنیا نے دیکھ لیا۔

۔ بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

کہ بوریا کے بستر پہ سونے والے نبی کی امت کے قدموں میں کسریٰ کا تاج رکھا ہوا ہے یہ طاقت اور یہ علم ہے کہ پچیس سال بعد حضرت عمر کے دور میں یہ ملک فتح ہوئے لیکن حضور علیہ السلام نے پچیس سال پہلے دیکھ لیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کل کا پتہ نہیں ان کا کل پتہ نہیں پچیس سال سے بڑا ہوگا میرے آقائے قیامت کے بعد کی باتیں بتادیں آخری جنتی اور آخری دوزخی کے بارے میں تفصیل سے بیان فرمادیا۔

۔ سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جب زوروں پر ہوتی تو ہم حضور علیہ السلام کی پناہ میں آ

جاتے

إذا احمر البأس فتقى به و ان الشجاع منا للذى يحاذى به
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم ج ۲ ص ۱۰۰) ہم میں سب

سے بڑا بہادر وہ ہوتا جو حضور علیہ السلام کے برابر ہو کر لڑتا۔

رُکانہ سے کشتی

رکانہ عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ بنی ہاشم سے تھا اور پکا مشرک تھا، کوہ اضم کے دامن میں شاداب وادی میں بکریاں چرایا کرتا۔ زبردست رعب و دبدبے کا مالک، پوری وادی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ لوگ اس کا سامنا کرنے سے کتراتے۔ حضور علیہ السلام کے خلاف کفار مشرکین کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے یہ پہلوان بھی حضور سے شدید نفرت رکھتا تھا اور وہ نفرت یہاں تک بڑھی کہ سرکار علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا۔

اک دن حضور علیہ السلام اکیلے اس کی وادی میں تشریف لے گئے رکانہ سامنے آ گیا اور بڑے تکبر سے بولا۔

یا محمد! انت الذی تشتم الہتنا اللات والعزی۔

اے محمد (ﷺ)! کیا آپ ہمارے بتوں لات وعزی کو گالیاں دیتے ہیں؟

پھر مزید گستاخی کی کہ ہمارے بتوں کو عاجز کہتے ہو اور اپنے ایک خدا کو طاقتور اگر تمہارے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو کب کا کام تمام کر دیتا پھر اس نے کہا مجھ سے کشتی کروا اگر گرا لو تو دس بکریاں دوں گا فرمایا مجھے منظور ہے آپ نے ہاتھوں میں ہاتھ دیا پنجہ مروڑا رکانہ کے ہوش اڑ گئے۔ درد سے تڑپنے لگا آپ نے جھٹکا دیا تو خشک پتے کی طرح زمین پہ گر گیا۔ اس کو اپنی قوت پہ بڑا ناز تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگا دوبارہ آؤ آپ نے پھر گرا دیا تیسری مرتبہ پھر گرا دیا جب چاروں شانے چت ہو گیا تو بولا

لست انت الذی فعلت بی هذا انها فعلہ الہک العزیز

الحکیم و خذلنی اللات والعزی۔ (البدایہ والنہایہ ۳: ۱۰۳)

یہ سب کچھ آپ نے نہیں آپ کے عزیز و حکیم رب نے آپ کی مدد کی اور میرے

لات وعزی نے مجھے ذلیل کرایا ہے۔

اب اس کے دل سے غبار اترنے لگا اور کہنے لگا کوئی اور نشانی دکھاؤ قریب ہی ایک درخت تھا فرمایا اگر یہ درخت چل کر آجائے تو؟ چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا درخت نے حرکت

کی اور جڑوں سمیت حاضر ہوا شاخیں حضور کے قدموں پہ جھکا کر سجدہ کیا۔ رکانہ نے بکریاں پیش کیں سرکار نے واپس کر دیں کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

اتنے میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے۔ آقا ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں یہ رکانہ کی وادی ہے حضور مسکرا دیے کہ رکانہ کا علاج ہو چکا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، دلائل النبوة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مناظر دیکھ رکانہ کہنے لگا

یا محمد ما وضع ظہری الی الارض احد قبلک وما کان

احدا بغض الی منک و انا اشہد ان لا الہ الا اللہ و انک

رسول اللہ۔ (البدایہ والنہایہ)

اے محمد! آج تک مجھے کسی نے شکست نہیں دی اور مجھے آپ سے زیادہ بُرا (نعوذ باللہ)

کوئی نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالاسود الجمہی سے مقابلہ

عرب میں اس کا بھی طوطی بولتا تھا اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ جانور کی کھال پہ کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں کو کھال کھینچنے کا کہتا دس پہلوان اس کے پاؤں تلے سے کھال نہ کھینچ سکتے بلکہ کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ حضور علیہ السلام سے کہنے لگا مجھے اگر آپ پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا حضور علیہ السلام نے پہلے ہی وار میں اسے زمین پر ٹنچ دیا اور اسے شکست فاش دی لیکن بد بخت وعدے سے مکر گیا اور ایمان سے محروم رہا۔ (زرقانی، ۴: ۲۹۲)

طاقت اتنی اور حوصلہ؟

لوگ معمولی طاقت کے نشے میں کیا کیا ظلم کر گزرتے ہیں مگر رحمت عالم علیہ السلام کو اللہ نے جس قدر طاقت عطا کی اسی نسبت سے حوصلہ بھی دیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ پہ کوڑا پھینک دیا جاتا پتھر مارے جاتے لہو لہان کر دیا جاتا مگر اللہ کی طرف سے فرشتوں کے آنے اور دشمنوں کو سبق سکھانے کی پیش کش کے باوجود فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں زحمت بنا کر نہیں۔ ایک

وقت آئے گا ان کی نسلوں سے لوگ ایمان قبول کریں گے اللہم اھد قومى فانہم لا یعلمون اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرے پہ تشریف لے گئے تین دن مکہ میں رہنے کا معاہدہ تھا۔ تین دن ہوئے تو کفار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے صاحب سے کہو اب چلے جائیں فرمایا تین دن کے بعد نکالنے والو! ہمارا بھی حوصلہ دیکھنا طاقت کے باوجود تمہاری نسلوں کو بھی نہیں نکالا جائے گا۔ لوگ کلاشکوفوں بموں کے ذریعے اپنی حفاظت کرتے ہیں پھر بھی مارے جاتے ہیں حضور علیہ السلام سادہ لباس اور موٹی جوتی میں پھرتے پھرتے آپ ہر رب دشمن پر طاری رہتا فرمایا نصرت بالرب رب کے ساتھ میری مدد کی گئی میں مہینے کی دوری پہ ہوتا ہوں تو دشمن پر میرا رب طاری ہو جاتا ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔

ایک کافر نے آپ علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا آپ نے درخت کی شاخ توڑ کر اس کو ماری اس کے سر سے مغز منہ کے ذریعے باہر آ گیا اور مر گیا۔ (البرہان ص ۳۵۳)

روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو چالیس جنتی مردوں جتنی طاقت دی گئی اور ایک جنتی مرد میں دنیا کے سو مردوں جتنی طاقت ہے۔ (مرآۃ - مرقاۃ)

آقا ایسا ہو تو غلام کیوں نہ ایسے ہوں کہ۔

۔ شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار
اور

۔ تیری خاک میں ہے اگر شر تو گمان فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شیر پر ہے مدار قوت حیدری
(اقبال)

رحمت عالم ﷺ اور مصائب و آلام

اگر چہ اہل مکہ نے تیرہ سال تک حضور علیہ السلام اور آپ کے جانثار صحابہ کرام پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی ان واقعات کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تاہم تکمیل موضوع کے لئے چند ایک

تکالیف جو راہِ حق میں حضور علیہ السلام پر آئیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱- حضرت ابوطارق بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ذی الجہاد کی منڈی میں دیکھا کہ آپ قبائل کے پاس چل چل کر گئے اور ان کو فرمایا یا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا اے لوگو! لا الہ الا اللہ پڑھو اور نجات پا جاؤ خلفہ رجل لہ غدیرتان یرجمہ بالحجارة حتی ادمی کعبہ یقول یا ایہا الناس لا تسمعوا منہ فانہ کذاب آپ کے پیچھے ایک شخص تھا جس کے سر پہ دو بالوں کے گچھے لٹک رہے تھے آپ کو پتھر مارتا یہاں تک کہ ٹخنے مبارک زخمی ہو گئے خون بہنے لگا اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا تھا اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا ہے ابوطارق کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ آپ کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) تھا۔

اسی منڈی کا ذکر امام بیہقی نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام جب

اعلان فرما رہے تھے

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا اذا رجل خلفہ یسفی علیہ التراب

فاذا ہو ابو جہل و هو یقول یا ایہا الناس لا یغرنکم هذا

عن دینکم فانما یرید ان تترکوا عبادة اللات والعزیٰ.

اے لوگو! کلمہ پڑھو کامیاب ہو جاؤ گے تو ایک آدمی آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے

اور لوگوں کو کہہ رہا ہے اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے دین سے ہٹانے دے یہ تمہیں لات و

عزیٰ کی عبادت سے روکنا چاہتا ہے۔

۲- امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے کبیر میں مدرک بن فیہ عامری سے روایت

کیا ہے

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاہلیۃ و هو

یقول یا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا و منهم من

تفل فی وجہہ و منهم من حثا علیہ التراب و منهم من سبه

حتی انتصف النهار و اقبلت جاریۃ بعس من ماء فغسل

وجہہ و یدیدہ و قال یا بنیۃ لا تخشی علی ابیک غلبۃ ولا
ذلۃ و قلت من ہذہ قالوا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ (بحوالہ ضیاء النبی ج ۲ ص ۴۶۸)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ زمانہ جاہلیت میں آپ لوگوں کو کلمہ پڑھنے کا
فرما رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کسی نے آپ کے چہرہ انور پہ تھوکنہ شروع کر دیا کوئی
آپ پر مٹی پھینکنے لگا کوئی گالیاں بکنے لگا یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی (وہ جرم کرتے رہے
یہ کرم کرتے رہے، وہ خطائیں کرتے رہے یہ عطاءیں کرتے رہے وہ گالیاں دیتے
رہے یہ دعائیں کرتے رہے۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبا میں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
اتنے میں ایک بچی پانی کا برتن لے کر آئی حضور علیہ السلام کا چہرہ انور اور ہاتھ
مبارک دھونے لگی آپ اس کو فرما رہے ہیں اے بیٹی! اپنے باپ کے بارے نہ
پریشان ہونہ کوئی اس پر غالب آسکتا ہے نہ ہی کوئی اس کو جھٹکا سکتا ہے راوی کہتے ہیں
میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے تو مجھے بتایا گیا یہ اس نبی علیہ السلام کی بیٹی زینب رضی اللہ
عنہا ہے۔

شبِ اسری کا دولہا ﷺ طائف میں

مکہ کی فضا ناموافق پا کر مایوس ہونے کی بجائے ایک سو بیس میل دور طائف کو (جہاں
قبیلہ بنو ثقیف جو زراعت پیشہ لوگ تھے) تبلیغی سرگرمیوں کے لئے منتخب فرمایا اس شہر کی فضا پر
کیف، پہاڑی سلسلہ، باغات و چشموں کی بہتات تھی۔ رؤسائے مکہ نے بھی گرمی کے موسم میں
گرمی سے بچنے کے لئے طائف میں مکانات بنائے ہوئے تھے (جیسے پاکستان کے امراء گرمیاں
مری جا کر گزارتے ہیں) رؤساء وہاں جا کر گرمیاں گزارتے۔ اہل طائف خوش حال ہونے کی
وجہ سے تعلیم یافتہ بھی تھے بڑے فصول کی وجہ سے نام طائف پڑ گیا۔ اگرچہ بعض تفاسیر میں یہ بھی
ہے کہ اس پورے شہر کو بیت المقدس کے قریب سے فرشتوں نے اٹھایا اور بیت اللہ شریف کے گرد

سات چکر لگائے اور پھر اس کو مکہ کے قریب رکھ دیا گیا یہ عمل اس وقت کیا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر یہ دعا کی تھی وارزقہم من الثمرات (ابراہیم) اے اللہ! ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔

تین کافروں کی بدتمیزی

بنو ثقیف سے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری بھی تھی۔ بعثت کے دسویں سال شوال المکرم میں ابن اسحاق کے مطابق اکیلے اور طبقات کی روایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو لے کر سرکارِ دو عالم علیہ السلام طائف تشریف لے گئے۔ تمام قابل ذکر لوگوں کے پاس جا کر پیغامِ الہی پہنچایا، پورا مہینہ ان کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے رہے کسی ایک شخص کو بھی توفیق اور ہدایت نہ ملی۔ آخر تین بڑے سردار جو آپس میں لگے بھائی بھی تھے۔ عبدیلیل۔ مسعود۔ حبیب جو عمرو کے بیٹے تھے کے پاس باری باری تشریف لے گئے اور جب ان کو دعوتِ ہدایت دی تو ایک نے کہا وہو یمرط اثواب الکعبۃ ان کان اللہ ارسلہ۔ کہ اگر آپ کو اللہ نے نبی بنایا ہے تو میں کعبہ کا غلاف پارہ پارہ کر دوں گا۔ دوسرے نے یوں بدتمیزی کی اما وجد اللہ احدا یرسلہ غیرک۔ کیا تیرے سوا اللہ کو کوئی اور نہ ملا جس کو وہ رسول بناتا؟ اور تیسرے تکبر و رعونت کے پتلے نے تو انتہا کر دی بولا واللہ لا اکلمک ابدا میں تجھ سے کلام ہی نہ کروں گا۔ اگر تو رسول ہے تو میں تجھ سے بات کرنے کے قابل نہیں اور اگر رسول نہیں ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے چنانچہ سارا ماحول خلافِ پا کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے اذ فعلتم ما فعلتم فاکتموا علی۔ جو ہو چکا ہو چکا یہ بات اپنے تک ہی رکھو اہل مکہ کو نہ بتانا (دشمن کا خوش ہونا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام نے شامتِ اعداء سے پناہ مانگی ہے) مگر وہ دشمن تھے انہوں نے خوب تشہیر کی اور انتہائی کیننگی کے ساتھ آپ کو کہنے لگے یا محمد اخرج من بلدنا اے محمد (ﷺ)! ہمارے شہر سے نکل جا۔ تاکہ تیری باتیں سن کر ہمارے نوجوان اپنے دین سے بدظن نہ ہو جائیں۔ اوہاں جو انوں کو پیچھے لگا دیا۔ آوازے کتے۔ اپنے بتوں کے نعرے لگا کر ہمارے آقا کو پریشان کرتے۔ سرکار علیہ السلام جس راہ سے گذرتے دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہو جاتے اور جو قدم حضور زمین پر رکھتے تو ٹھاہ کر کے پتھر لگتا۔ درد کی شدت سے بیٹھتے تو ہازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے۔ دیوار کے سائے میں کھڑے ہوتے تو دھکا دے کر آگے کر

دیتے (یہ سب کچھ دین کے لئے ہو رہا ہے کسی کرسی یا اقتدار کے لئے نہیں کیا ہم نے بھی دین کی خاطر کبھی کانٹے کی تکلیف بھی دیکھی ہے اگر نہیں تو اس سنت پر عمل کون کرے گا صرف حلوہ کھانا ہی سنت نہیں پتھر کھانا بھی سنت ہے ہم میٹھی میٹھی سنتیں پسند کرتے ہیں) زید بن حارثہ بے کسی کے عالم میں کبھی حصار بنا لیتے ان کو بھی پتھر لگتے قریب ہی ایک باغیچہ تھا انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ کر دو نفل ادا کئے (فرض نمازوں کی بھی پرواہ نہ کرنے والو! شاید اس لیے کہ تمہیں دین مفت میں ملا ہے) در دوسوز سے دعا کی شکوہ نہیں کیا کہ یا اللہ! دیکھ تیرے دین کی خاطر کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے بلکہ جو تمنا دعا بن کر نکلی اس سے عظمت مصطفیٰ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ
میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا
تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ

شہر طائف میں آپ کی حسین دعا کے الفاظ

دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ اللہم انی اشکوا الیک ضعف قوتی و قلة
حیلتي یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلّی ان
لم یکن بک علی غضب فلا ابالی۔ خط کشیدہ الفاظ ہزار بار پڑھو نیا لطف آئے گا اوپر
والے دو شعرا انہی لفظوں کا ترجمہ سمجھ لیں۔ دعا طویل ہے صرف چند جملے لکھے گئے ہیں۔

ایک غلام کا واقعہ

یہ باغ مکہ کے رئیس ربیعہ کا ہے جو آپ کا بدترین دشمن تھا اسی کے دو بیٹے عقبہ اور شیبہ
ہیں جو بدر میں قتل ہوئے تھے آج حضور علیہ السلام کا حال دیکھ رہے ہیں کہ دین کے لئے کیا کچھ
برداشت کیا جا رہا ہے دشمن ہو کر ان کے دل بھی خونی رشتے کی وجہ سے پیچ گئے۔ قرابت کا خون
حرکت میں آیا اپنے غلام عدا اس کو طشتری میں انگوروں کا گچھا رکھ کر دیا کہ جاؤ اس کو دے آؤ خود
منظر دیکھنے لگے حضور علیہ السلام نے انگور پکڑے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا عدا اس غور سے
دیکھنے لگا آپ نے پوچھا کیا دیکھتے ہو عرض کیا یہاں کے لوگ تو ایسا نہیں کرتے کہ کچھ کھاتے

وقت بسم اللہ پڑھیں فرمایا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے عرض کیا عیسائی ہوں نینوی کا رہنے والا ہوں فرمایا نینوی؟ وہ تو میرے بھائی یونس علیہ السلام کا شہر ہے عرض کیا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں فرمایا ذلک اخی کان نبیا و انا نبی وہ میرے بھائی اللہ کے نبی تھے میں بھی نبی اللہ ہوں۔

عداس یہ سن کر اٹھا جھک کر حضور علیہ السلام کے ہاتھ بھی چومے پاؤں بھی۔ ادھر اس کے سردار عتبہ اور شیبہ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو کہنے لگا اب یہ غلام بھی ہمارے ہاتھوں سے گیا۔ جب عداس واپس آیا انہوں نے اس کو جھڑکا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا روئے زمین پر مجھے اس سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ مجھے اس نے ایسی بات بتائی ہے جو نبی کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا وہ بولے تو فریب میں آ گیا ہے تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے چل اپنے کام سے کام رکھ۔

یہ غلام اگرچہ اس وقت تو مسلمان نہ ہوا مگر دل پہ دین محمدی کا پہرہ لگ گیا۔ جب عتبہ اور شیبہ بدر میں جانے کے لئے (اس واقعہ کے پانچ سال بعد) تیار ہو رہے تھے تو انہوں نے اس سے کہا اس غلام کو بھی کہا تم بھی چلو تو اس نے کہا وقال ذلک الرجل رايت في حائطكما تريدان؟

اگر تو اس سوہنی شکل والے سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہو جس کو پانچ سال پہلے تمہارے باغ میں تمہارے کہنے پر میں نے انگو پیش کیے تھے فواللہ ما تقوم لہ الجبال۔ اب سنبھل کے جانا وہ اکیلا نہیں رہا اللہ کی قسم! اب اس کے سامنے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکیں گے (تم کس کھیت کی مولیٰ ہو کیوں کہ اب اسد اللہ الغالب اور فاروق اعظم جیسے اللہ کے شیر اس کے ساتھ ہیں) مگر بد نصیب تھے غلام کو ڈانٹ دیا کہ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔

سچے کبھی باطل کی حمایت نہیں کرتے
ہو موت بھی سر پر تو شکایت نہیں کرتے

طائف سے مکہ واپسی

واپسی پر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حضرت زید نے عرض کیا کہ رواج کے مطابق کسی کی پناہ لے کر داخل ہوا جائے آپ نے اخنس اور سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ ذمہ داری تم اٹھاؤ انہوں نے انکار کر دیا کہ قریش کے دشمن کو پناہ دے کر ہم کیوں مصیبت گلے ڈال لیں۔

پھر آپ نے مطعم بن عدی کے پاس بندہ بھیجا کہ تم ہمیں پناہ دے سکتے ہو اگر چہ وہ بھی مسلمان نہ تھا مگر اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ ایک رات وہاں گزاری صبح مطعم اپنے چھ یا سات بیٹوں کے ساتھ مسلح ہو کر حضور کو مکہ لے گیا کعبہ کا طواف کرایا ابو جہل یا ابوسفیان نے دیکھ کر کہا مجبوراً تابع کلمہ پڑھ لیا ہے یا صرف پناہ دی ہے؟ اس نے کہا صرف پناہ دی ہے دین قبول نہیں کیا وہ بولے اذا لا تخف پھر کوئی بات نہیں۔ (یہاں بعض علماء نے لکھا کہ جناب ابو طالب نے بھی اسی لیے اپنے اسلام کا اعلان نہ کیا کہ اگر کر دیتے تو ان کا لحاظ بھی نہ رہتا اور سب دشمن ہو جاتے اور حضور علیہ السلام کی حفاظت نہ ہو سکتی) سرکار نے ایک کافر کی امان کیوں قبول فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مصلحتاً اور اخف البلیغین کے طور پر یہ اگر نہ قبول کرتے تو صرف گوشہ نشینی کی صورت باقی رہ جاتی اور اس سے اسلامی تحریک رک جاتی اور لیظہرہ علی الدین کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ ایسے ہی موقع کے لئے سرکار نے فرمایا ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر او باقوام لا خلاق لهم۔ کہ اللہ میرے دین کی مدد فاسق و فاجر شخص کے ذریعے بھی فرما دے گا۔

احسان کا بدلہ احسان

مطعم کی اس مروت کو حضور علیہ السلام نے ہمیشہ یاد رکھا اور ہل جزاء الاحسان الا احسان کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہو بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا لو كان المطعم بن عدی حياً ثم كلمني في هؤلاء التثني لتركهم۔ کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے متعلق مجھے کہہ دیتا تو میں ان غلاظت کے پہاڑوں کو چھوڑ دیتا (یعنی اس کا میری نگاہوں میں یہ مقام ہے)۔ حضرت جبیر بن مطعم اس واقعے کو اپنے باپ کی عظمت کے طور پر بیان فرماتے۔

مشکل ترین دن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دن حضور علیہ السلام سے عرض کیا آقا ہل اتی علیک یوم کان اشد علیک من یوم احد کیا آپ پر احد کے دن سے زیادہ مشکل دن بھی کوئی آیا ہے (سر مبارک زخمی ہوا۔ دانت مبارک شہید ہوئے) فرمایا عائشہ طائف کے دن زیادہ تکلیف دہ تھے۔

(بھری تھیں جھولیاں پتھر سے ان کی سنگ باری کو
نشانے دور سے کرنے لگے محبوب باری کو)

جب پہاڑوں کا فرشتہ آیا

جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبدیلیل بن کھال کے سامنے پیش کیا (کہ میری بات سنو) اس نے انکار کر دیا میں بہت پریشان تھا قرن الثعالب مقام (چھوٹی سی پہاڑی اہل نجد کا میقات) پہ پہنچا میں نے سر اٹھا کر دیکھا ایک بادل کا ٹکڑا ہے جو مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے، میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل ہیں مجھے کہہ رہے ہیں اللہ نے اہل طائف کا آپ کے ساتھ معاملہ دیکھ لیا وقد بعث اللہ الیک ملک الجبال یہ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے اس نے بڑھ کر سلام کیا پھر عرض کیا اللہ نے آپ کی قوم (اہل طائف) کی بات سن لی وانا ملک الجبال وقد بعثنی ربک الیک لتامرنی بامرک ان شئت ان اطبق علیہم الاخشبین۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ حکم کریں تو میں تعمیل کروں اب فرمائیں طائف شہر کے اوپر دو پہاڑ اٹھا کر پھینک دوں؟

آپ نے فرمایا بل ارجوا ان یشخرج اللہ من اصلاہم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شینا (متفق علیہ) نہیں بلکہ مجھے امید ہے اللہ انہی گندگی کے پلندوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو فقط اللہ کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

یہ سن کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا
کہ میں اس دھر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لا لعنا زحمت بنا کر نہیں۔ ان حالات میں بھی اپنے رب کی ذات پر اس قدر بھروسہ کہ حضرت زید کو فرمایا ان اللہ جاعل لما ترئ فرجا و مخرجاً ان اللہ مظهر دینہ و ناصر نبیہ (سیرت حلبیہ) اللہ کوئی راستہ ضرور نکالے گا اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبی کی مدد فرمائے گا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قانون قدرت

قانون قدرت ہے فان مع العسر يسرا ان مع العسر يسرا (القران) ایک تکلیف کے ساتھ دو آسانیاں آتی ہیں کیوں کہ یُسْر کو دونوں جگہ نکرہ لایا گیا اور نکرہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے جب کہ عُسْر کو دونوں جگہ معرفہ لایا گیا اور معرفہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے جیسا کہ نور الانوار میں ہے

اذا اشتدت بك البلوى ففكر في الم نشرح

فعسر بين يسرين اذا فكرته فافرح.

تکلیف آئے تو سورۃ الم نشرح میں غور کر ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب یہ سمجھ لے گا تو خوش ہو جائے گا۔

فرمایا اے محبوب پیارے! اگر طائف کا خونی سفر تو نے میرے دین کی خاطر کیا ہے جس میں تیرا استقبال پتھروں سے کیا گیا تو آ اب ایسا سفر بھی کر لے ان اللہ قد اشتاق الی لقائک یا رسول اللہ وہاں گندے لوگوں نے تیرے بات نہیں سنی یہاں آپ نے سوئے مولیٰ سے کھل کر باتیں کر لے اگر وہاں پتھروں سے استقبال ہوا ہے تو یہاں فرشتے تیرے استقبال کو کھڑے ہوں گے حوریں تیری عظمت کے ترانے گائیں گی۔ اگر اُس سفر میں تیری کسی نے نہیں مانا تو آپ نے رب سے جو چاہے منوالے۔ اگر تیرے دل میں خیال آئے کہ دس سال ہو گئے چند لوگ مسلمان ہوئے اگر یہی رفتار رہی تو قیامت کو غیوں کے سامنے اپنی امت پہ کیسے فخر کروں گا تو آج آ کر جنت دیکھ لے جس کو تیری امت سے بھر دوں گا۔

قارئین کرام! یہ موضوع طویل اس لیے ہو گیا کہ میں نے کئی کتب سے سفر طائف کا خلاصہ اخذ کر کے ایک جمعہ میں بیان کیا تو بہت لطف آیا تو میں نے چاہا کہ اس کتاب میں یہ مضمون پورا لکھ دیا جائے۔ اس میں دینی مبلغ کے لئے بہت سبق ہے کہ ہم دین کا نام لیتے ہیں تو لوگ ہاتھ چومتے ہیں نذرانے دیتے ہیں۔ قربان ہو جاتے ہیں۔ تو کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس کے پیچھے ہمارے آقا کی محنت موجود ہے لہذا اگر دین کے راستہ میں کوئی تکلیف بھی آ جائے تو فوراً بد دل نہ ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے آقا کے سفر طائف کو سامنے رکھ لیں ہر تکلیف آسانی

میں تبدیل ہو جائے گی۔

دیکھو حضور علیہ السلام اس بات کے مکلف نہیں تھے کہ پہلوانوں کے ساتھ کشتیاں کر کے دین پھیلائیں اگر آپ کشتی نہ فرماتے رکنا وغیرہ کے ساتھ تو کیا اللہ نے پوچھ گچھ کرنی تھی کہ کشتی کیوں نہیں کی۔ جو کام آپ کی ذمہ داریوں میں ہے نہ تھے ان کو بھی ذمہ داریاں بنالیا اور ہم نے ذمہ داریوں کو بھی بھلا دیا اسی لیے آج ننانوے فیصد مسلمان نماز نہیں پڑھ رہے اگر ہم میں سنت رسول کی پیروی کا سچا جذبہ ہوگا تو یقیناً کافر بھی مسلمان ہوں گے اور اگر صرف تقریر کرنے یا سننے کی حد تک ہی رہیں گے تو مسلمانوں کو بھی دین سے دور کر دیں گے۔



اللَّهُ
التَّوَفُّوقِ

نَعْمَ الْمَوْلَى وَنَعْمَ الرَّسُولُ

(۵۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (بھیجے گئے) ہیں
(متفق علیہ)

کلمہ کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو ملا کر حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا تا کہ سادہ سے سادہ بندہ بھی سمجھ جائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا حیرت ہے ان پڑھے لکھے جاہلوں پر کہ جن کی عقل پہ پردے پڑ گئے اور حضور علیہ السلام کا دامن رحمت چھوڑ کر مرزا قادیانی کے چرنوں میں گھس گئے۔

۔ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے
فرمایا جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان انگلی کوئی نہیں میرے اور قیامت کے درمیان نبی کوئی نہیں، یہی دین قیامت تک رہے گا۔ معلوم ہوا آپ کے مبعوث ہونے سے لے کر قیامت تک آپ ہی کا زمانہ ہے جیسا کہ ہر مکان و علاقہ آپ کی نبوت و رسالت کے احاطہ میں ہے۔

۔ لا مکان تک اجالا ہے جس کا وہ ہے

ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہر بار وضاحت کرنی پڑتی ہے تا کہ مرزائی دھوکہ بازی نہ کر سکیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نہ نبوت سے معزول ہو کر تشریف لائیں گے نہ ہی اس زمانے کے نبی و رسول بن کر تشریف لائیں گے۔ نہ ہی کوئی قاعدہ ہے کہ اگر ایک نبی کے زمانے میں دوسرا آ جائے تو ایک کی نبوت سلب ہو جاتی ہے ایک ایک وقت میں تین تین اور ستر ستر انبیاء کرام بھی دنیا میں موجود رہے۔

اس حدیث کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم قیامت کے بہت زیادہ قریب ہیں جیسے کلمہ کی

انگلی درمیانی انگلی کے قریب تر ہے لہذا امت کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ قیامت کی تیاری میں مصروف رہو ظاہر بات ہے قیامت یاد رہے گی تو اللہ و رسول کی اطاعت اور نفس و شیطان سے دور ہونے میں آسانی رہے گی۔ بد عملی اور فحاشی و عریانی جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہے شاید اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ قیامت پر ایمان کمزور ہو گیا ہے ورنہ معمولی افسر جو ہم جیسا ہی ہوتا ہے صرف عہدے کا فرق ہے تھانہ میں بلائے تو بھاگتے جاتے ہیں اور اللہ کے گھر سے پانچ وقت حتیٰ علی الصلوٰۃ کی صدا بلند ہو اور ہم ٹہس سے مس نہ ہوں حالانکہ معلوم ہے قیامت کو اس بارگاہ میں پیش ہونا ہے کہ یہ معمولی افسر کیا شے ہیں ساری دنیا کے بادشاہ بمعہ نمرود و فرعون کھڑے ہوں گے حکم ہوگا لمن الملک الیوم کوئی دم نہ مار سکے گا اللہ خود ہی فرمائے گا اللہ الواحد القہار۔

ایک بزرگ کا واقعہ:

اس گئے گذرے دور میں بھی کچھ اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ جن پہ انسانیت کو فخر ہے چند دن ہوئے ایک بزرگ نے آنکھوں کا اپریشن کروایا ڈاکٹر نے کہا سجدہ نہیں کرتا، چودہ دن اشارے سے نماز پڑھنی ہے انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا پہلے ایک دو دن تو گھر والوں نے سمجھا شاید روٹی چباتے آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہوگی لیکن جب کئی دن گذر گئے تو انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ ڈاکٹر نے تو سجدہ کرنے سے منع کیا ہے نہ کہ کھانا کھانے سے۔ تو انہوں نے جو جواب دیا دل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے فرمایا ”جس کو سجدہ نہ کر سکوں اس کا رزق کھاتے ہوئے شرم آتی ہے۔“

چند دن اگر کتے کو لقمہ ڈالتے رہو اور چند دنوں کے بعد وہ لقمہ کھا رہا ہو بھوک لگی ہوئی ہو آپ اس کو بلائیں تو دوڑتا آئے گا دم ہلا کر آپ کے پاؤں چاٹنے لگے گا لیکن کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں کہ فارغ بیٹھ کر گپیں مار رہے ہیں اور رب کے گھر سے آواز آتی ہے حتیٰ علی الصلوٰۃ آؤ نماز کی طرف تو فارغ بیٹھے ہوؤں کو آکر سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تو پھر اچھا کون ہوا کتنا کہ ہم؟ ہم ہی ہوئے کیوں کہ فیصلہ جو ہم نے خود ہی کرنا ہے۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

آج مسلمانوں کے دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ قرآنی آیات اور عبرت انگیز واقعات کون کر بھی مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ خوفِ خدا سینوں سے رخصت ہو چکا ہے (من یعش عن ذکر الرحمن نقبض له شیطاناً فهو له قرین (القرآن) جو ہمارے ذکر سے دور رہ کر زندہ رہا ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا دوست بن جاتا ہے) آیۃ قرآنیہ کا پورا مصداق بن گئے ہیں حالانکہ ایمان نام ہی خوف و امید کی درمیانی کیفیت کا ہے ایک حدیث سنئے اور اپنا احتساب کیجئے کہ وہ تھے کس منزل میں اور ہم کون سی منزل میں ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت جاء رجل فقعد بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان لی مملو کین یکذبونی و یخونونی و یعصونی و اشتهم و اضربهم فکیف انا منهم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمة یحسب ما خانوک و عصوک و کذبوک و عقابک ایاہم فان کان عقابک ایاہم بقدر ذنوبہم کان کفا فالاک ولا علیک و ان کان عقابک ایاہم دون ذنوبہم کان فضالک و ان کان عقابک ایاہم فوق ذنوبہم افتص لہم منک الفضل فتسحی الرجل و جعل یهتف و یبکی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما تقرء قول اللہ تعالیٰ و نضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئاً و ان کان مثقال حبة من خردل اتینا بہا و کفی بنا حاسبین فقال الرجل یا رسول اللہ ما اجد لی و لہؤلاء شیئاً خیر امن مفارقتہم اشہدک انہم کلہم احرار۔ رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۲۸۶-۲۸۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بندہ آیا اور حضور علیہ السلام

کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے غلام مجھے جھٹلاتے بھی ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، نافرمانی بھی کرتے ہیں اس وجہ سے پھر میں ان کو برا بھلا بھی کہہ لیتا ہوں اور مار بھی لیتا ہوں میرا یہ عمل کہاں تک درست ہے آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو انہوں نے جو تیرے ساتھ خیانت کی تیری نافرمانی کی اور تیری تمکذیب کی اس کے درمیان اور جو تو ان کو سزا دیتا رہا اس کے درمیان موازنہ ہوگا اگر تیری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر ہوگا نہ تجھے کوئی نقصان نہ فائدہ۔

اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو جتنی کم ہوگی اتنا تجھے اجر ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوئی تو جتنی زیادہ ہوگی تجھ سے بدلہ لیا جائے گا (بس بدلے کی بات سنی تو خوفِ خدا سے وہ بندہ مجلس سے علیحدہ ہو کر چیخیں مار کے رویا آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا ”اور ہم قیامت کے دن عدل کا ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو گی اعمال میں سے) تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے کے لئے۔

بعض لوگ خود دین دار ہوتے ہیں اولاد کی پرواہ نہیں کرتے کہتے ہیں جی ہم تو نماز پڑھتے ہیں اولاد نہ پڑھے تو ہم کیا کریں حالانکہ وہی اولاد اگر کھانا وقت پہ نہ دے۔ ناشتہ نہ تیار کرے۔ کپڑے استری نہ کرے تو بولتے بھی ہیں مارتے پیٹتے بھی ہیں لیکن نماز نہ پڑھنے پر کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ پوچھا تک کبھی نہیں کہ بیٹا! آج کتنی نمازیں پڑھی ہیں ہاں یہ پوچھتے ہیں آج کام پہ کیوں نہیں گیا؟ آج کی کمائی کدھر ہے؟ آج کیا پکا ہے؟ حالانکہ نماز نہ پڑھنے والی اولاد کو سزا دینے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حکم ہے واضر بھوہم اذا بلغوا عشرا کہ اگر اولاد دس سال کی ہو جائے تو صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ان کو مار کے نماز پڑھاؤ۔ بات بات پہ گھر میں ناراض ہو جاتے ہیں کبھی نماز نہ پڑھنے والوں کی وجہ سے ایک آدھ دن کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا ہوتا تاکہ پتہ چلتا۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔

اور سنو صرف خود نمازی یا دین دار بننا کافی نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایہا الدین امنوا قوا انفسکم و اہلیکم نارا۔ (التحریم)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث شریف میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے افسر سے ماتحتوں کے بارے پوچھا جائے گا کہ کہاں تک اس نے تمہیں دیندار بنانے کی کوشش کی والدین کو اولاد کے بارے یہی پوچھا جائے گا۔ کیا منظر ہوگا کہ خود نمازی اور حاجی گھر والوں کو نیکی کی تلقین نہ کرنے کی وجہ سے اور مذکورہ حکم خدا پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نماز و حج کے باوجود دوزخ میں جا رہا ہوگا۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوحى الله عز وجل الى جبرئيل عليه السلام ان اقلب مدينة كذا و كذا اهلها قال فقال يا رب ان فيها عبدك فلانا لم يعصك طرفه عين قال فقال اقلبها عليه و عليهم فان وجهه لم يتمعر في ساعة قط۔ (بیہقی، مشکوٰۃ ص ۲۳۸)

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں شہر کو الٹ دیا جائے کیوں کہ وہ نافرمان ہیں عرض کیا وہاں تو ایک بندہ ایسا بھی رہتا ہے جس نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا اس پر پہلے عذاب نازل کر کہ ساری بستی نافرمان ہے اور اس کو میری اتنی نافرمانیاں دیکھ کر بھی سکون کی نیند آتی رہی اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر نہ ہوا۔

مسلمانو! ہوش کرو

آج ہم ایک بیماری کا علاج کرتے ہیں تو وہ تو ٹھیک نہیں ہوتی ساتھ دوسری لگ جاتی ہے گناہ کرتے ہیں سکون کی تلاش کے لئے لیکن گناہ میں سکون کہاں الٹا خدا و رسول کی نافرمانی کا روگ لگ جاتا ہے نتیجہ صاف ظاہر ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
بھلا اللہ و رسول کو ناراض کر کے سکون کیسے ملے۔ اسی طرح سکون ہی کے لئے حرام

کھاتے ہیں۔ دن رات ایک ہی دُھن ہے پیسہ ہو چاہے کیسا ہو حلال کا ہو یا حرام کا جائز ہو یا ناجائز پیسے کے لیے دردِ دل کی ٹھوکریں کبھی دوسرے ملکوں میں جا کر ذلیل ہو رہے ہیں کبھی اپنے ہی ملک میں راتیں لگ رہی ہیں اور ٹائم لگائے جا رہے ہیں پھر بھی پوری نہیں پڑتی پہلے سنا کرتے تھے کہ ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان سکون سے گزارا کرتا اب سارا خاندان کھاتا ہے پھر بھی ہوس ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی، سکون نہیں ہے یہ تو کہتے ہیں رزقِ حلال عین عبادت ہے لیکن جو عین عبادت ہے (نماز) اس کی پرواہ نہیں مزدور آدمی بھی ساری رات کام کرتا ہے اور جب صبح نماز کا وقت آتا ہے تو یہ نہیں خیال کرتا کہ ساری رات اپنے لیے جاگتا رہا اب خدا کے لئے صبح کی نماز ہی پڑھ لوں۔ وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اس طرح تو حلال کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے۔ پیٹ میں ایسا رزق آگ کے شعلے بن جاتا ہے جس سے سکون ملنا تھا وہ کام تو ہم نے کیا ہی نہیں وہ کیا ہے آذ اپنے رب سے پوچھیں، وہ فرماتا ہے الا بذكر الله تطمئن القلوب

نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
دلوں کو چین ملتا ہے خدا کو یاد کرنے سے

بڑے بڑے خوبصورت بنگلے، کوٹھیاں جن کے باسی خدا کے ذکر سے غفلت و دوری کے سبب جہنم کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ پریشانی دور کرنے کے لئے کبھی سینے جا رہے ہیں کبھی تاش کی بازی لگ رہی ہے کبھی جوا چل رہا ہے ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے رمضان کا روزہ بھانے کے لئے قرآن پڑھنے کی بجائے تاش کھیلا جاتا ہے تاکہ روزہ نبھ جائے۔ جوئے میں لوگ بیوی بچے اور رہائش کا مکان ہار رہے ہیں شیطان نے ایسا اور غلا رکھا ہے کہ آدھا گھنٹہ مسجد میں گزارنا قیامت لگتا ہے اور تین تین گھنٹے سینما میں گزارتے ہوئے کوئی شرم نہیں آتی جمعہ کا خطبہ اگر پانچ منٹ لمبا ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور چھ چھ گھنٹے بلکہ ساری ساری رات گلیوں، چوکوں اور ہوٹلوں پہ بیٹھ کر گپیں مارتے رہتے ہیں۔ قرآن و سنت کے مسائل کا درس پانچ منٹ کا بھی ہو تو بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جھوٹ غیبت اور یا وہ گوئی، لطیفے بازی کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی ہیں، صبح اُٹھ کر آدھا پارہ قرآن پڑھتے ہوئے جان نکلتی ہے اور سارا دن گانے سُن سُن کر روح کی غذا حاصل ہو رہی ہے حدیث شریف میں ہے الغناء تنبت النفاق فی القلب کما

یَنْبِتُ الْمَاءَ الزَّرْعَ (مشکوۃ) گانے دل میں ایسے نفاق پیدا کرتے ہیں جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے اور وہ قرآن جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے وَاِذَا قُلِّتْ عَلَيْهِمُ اٰیٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کہ جب قرآن کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اس قرآن کو صرف مُردوں کے لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مرے گا تو ٹیپین پڑھ لیں گے اقبال نے کیا خوب کہا۔

بیا تش ترا جز کارے ایں نیست
کہ از ٹیپین او آسان بمیری
کہ تجھے اب قرآن سے اس سے زیادہ تعلق نہیں رہا کہ اس کی ٹیپین سے آسانی کے
ساتھ مر جائے گا۔ قرآن ہم سے شکوہ کُناں ہے۔

قرآن کی فریاد

طاقتوں میں سجایا جاتا ہوں	آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بتایا جاتا ہوں	دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جودان حریر و ریشم کے	اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے	خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو	کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں	اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے	تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے	ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں	آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلے میں	پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے	سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
ایک بار ہنسایا جاتا ہوں	سو بار ہزلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے	قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں کس غرس پہ میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا تو کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب قرآن کھولتا ہے تو ہذا کلام ربی
ہذا کلام ربی "یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے" کہتے کہتے بے ہوش ہو
جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) غیر مسلم اس کلام کی تعریف کر رہے ہیں اور مسلمان اس کی برکات سے
محروم ہو رہے ہیں۔ مسجد مدرسہ اور خیر کے کاموں میں چند ٹکے خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے
اور فضول خرچیوں، شادی غمی اور تیل مہندیوں پہ لاکھوں بھی خرچ ہو جائیں پرواہ نہیں۔

مسلمانو!

۔ گر تم ہی نہ سنو گے تو پھر کون سنے گا
یہ دل کی صداکیں ہیں میری آواز نہیں ہے
وقت گانے سننے، ناول پڑھنے، فلمیں دیکھنے سے گزر جائے گا اور درود پڑھنے، قرآن
سننے سے بھی گزر جائے گا تو پھر کیوں نہ اس کو شیطان کی پیروی میں ضائع کرنے کی بجائے غلامی
رسول میں گزارا جائے۔

۔ عمر اک دن ہو کہ سو سال گزر جاتی ہے
دوش پہ کبل ہو یا پھر شال گزر جاتی ہے
گر امیروں کی با قبال گزر جاتی ہے
پھر فقیروں کی بہر حال گزر جاتی ہے

وقت کی قدر کرو

زندگی کا ایک ایک لمحہ نو لکھے قیمتی ہار کی طرح ہے اللہ نے ساری دنیا کو قلیل فرمایا ہے اور
وقت کی قسم اٹھائی ہے والعصر۔ ہار گم ہو جائے تو کس قدر بے چین ہو جاتے ہیں حالانکہ دوبارہ
مل بھی سکتا ہے وقت گزر جائے تو لاکھوں ہار بھی خرچ کر دو واپس نہیں آئے گا اس کی قدر کرو۔

اگر زندگی بھر کا خلاصہ، گرینڈ ٹوٹل اور اصل کمائی ایک کچی پکی قبر اور مٹی کی اک ڈھیری ہی ہے تو پھر یہ سب ہنگامہ کیا ہے رشوت لینا، ملاوٹ کرنا، نئی نئی پارٹیاں بنانا، پرانی پارٹیاں نئی میں ضم کر دینا، خوشامد، چمچہ گیری، خواب فروشی، عہدوں کے حصول کے لئے بے شرمیاں، بے اصولیاں، پوسٹنگ اور ٹرانسفرز کے لئے جوڑ توڑ اور نتیجہ؟ صفر + صفر + صفر = 0۔

کسی نے کہا ”بہت کمزور ہو۔ کھاؤ پیو جان بناؤ“ جواب ملا ”قبر کے کیڑوں کے لئے جسم پر اتنا ماس بھی بہت ہے۔“

پوچھا ”اے قبرستان میں رہنے والے! تو آبادی میں کیوں نہیں رہتا؟ تو جواب آیا ”آبادی تو یہاں منتقل ہو رہی ہے، میں وہاں جا کر کیا کروں۔“

اکثر سوچتا ہوں کہ اگر دو گز زمین ہی کافی ہے اور کفن کے ساتھ جیب بھی نہیں ہوتی تو دنیا کیا کرتی پھرتی ہے۔ اکثر سوچتا ہوں لیکن جب کسی اپنے کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آتا ہے تو یہ سوچ روح تک میں سرایت کر جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے جو دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا میں اور قیامت ایسے ہیں اپنے نبی کے اشارے کو سمجھو الانسان تکفیه الاشارة انسان کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان والی انگلی کلمہ کی انگلی سے ذرا اونچی ہے مگر ہے بہت قریب ایسے ہی قیامت ہمارے بعد ہے مگر ہے بہت قریب۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہی علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اگر ہماری حالت یہی رہی کہ

خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں

خیال رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

تو خدا خواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک سونے میں قیامت کی نذر ہو جائیں اور توبہ کی مہلت بھی نمل سکے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں، آنکھیں کھلی کی کھلی رہیں دل کی دھڑکن بند ہو جائے، زبان پہ کلمہ جاری ہونے کی بجائے یہ ہو کہ۔

کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تھکے

بن جائے نشین تو کوئی آگ لگا دے



(۵۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا رَحْمَةٌ مُّهِدَاةٌ

میں رحمت ہوں رب کا ہدیہ ہوں

(مشکوٰۃ ص ۵۱۸۔ سنن دارمی۔ دلائل النبوة)

اس فرمانِ عالی میں حضور علیہ السلام کی امت کی بہت عزت افزائی ہے کیوں کہ ہدیہ تحفہ عام بندے کو نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے پیاروں اور خاص الخاص (اخص الخواص) کو دیتے ہیں اور جتنا کوئی زیادہ پیارا ہوا اتنا بڑا تحفہ دیا جاتا ہے تو اللہ نے حضور علیہ السلام کی ذات کا تحفہ (کہ جس سے بڑا تحفہ متصور ہی نہیں ہے) اگر دیا ہے تو کسی اور کو نہیں اس امت کو دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت سے زیادہ اللہ کو کوئی امت پیاری نہیں ہے۔

۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

امت کو چاہیے کہ یہ تحفہ ملنے پر اپنے پروردگار کی بندگی کر کے خدا کا شکر ادا کرتی رہے اور اپنے نبی پر کثرت سے درود شریف پڑھ کر اپنے پیارے نبی کا شکر یہ ادا کرتی رہے من لم يشكر الناس لم يشكر الله

۔ وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے

یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اسی موقع کے لئے ہی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا

۔ رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی ممت پہ لاکھوں سلام

(۵۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
**أَنَابَشَرٌ أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُونَ فَإِذَا أَمَرْتُ
 لَعْنَتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَأَجْعَلُهُ لَهُ
 رَحْمَةً وَمَغْفِرَةً**

میں بشری صفات سے موصوف ہوں غضبناک ہو جاتا ہوں، جس طرح دوسرے لوگ
 غصے میں آ جاتے ہیں لہذا (اے اللہ! غصے کی حالت میں) میں جس پر لعنت کروں یا
 بُرا بھلا کہہ دوں تو اس لعنت اور سب و شتم کو اس کیلئے رحمت اور بخشش بنا دے
 (صحاح ستہ)

اس حدیث میں شفقت و رافت کا مظاہرہ فرمایا گیا جس کی گواہی قرآن مجید میں اس
 طرح دی گئی۔ ارشادِ باری ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف
 رحیم۔ (التوبہ)

جو چیز تمہیں تکلیف میں مبتلا کرے وہ حضور علیہ السلام پر شاق گذرتی ہے وہ
 تمہاری بہتری اور ہدایت پر حریص ہیں مؤمنین کے لیے خصوصی رافت و رحمت کا
 جذبہ رکھتے ہیں۔

اس شفقت و رحمت کا مظاہرہ کبھی اعمال میں اس طرح بھی فرمایا لو لا ان اشق علی
 امتی لا موتہم بالسواک عند کل صلوۃ۔ اگر میں اپنی امت پہ مشکل نہ سمجھتا تو انہیں ہر
 نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ عشاء کی نماز کے بارے بھی ایسا ہی فرمایا کہ اگر امت کی
 تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔ تراویح کی نماز باجماعت ہمیشہ ادا نہ فرمائی تا

کہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔ صوم وصال سے امت کو منع فرمادیا تا کہ کمزوری کا شکار نہ ہو جاؤ شیخ سعدی نے اسی موقع کے لئے فرمایا۔

بے داد تو عدل است جفائے تو کرامت

دشنام تو خوشتر کہ زیگانہ دعائے

بخاری و مسلم میں مذکورہ حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں اے اللہ! مجھ سے وعدہ کر اور ایسا کر کہ اس کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرے گا آخر میں بھی ایک بشر ہوں تو جس مسلمان کو میں گالی دوں یا سزا دوں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں تو اس کے لئے اس کو دعا، پاکیزگی اور قربت کا باعث بنادے کہ قیامت کو اپنے قریب کر لینا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت جہاں دوسرے بے شمار حیرت انگیز عجائب دیکھے وہاں یہ بھی دیکھا کہ ایک عظیم بادل ہے جس سے یہ آواز آرہی ہے۔

واعطوه صفاء ادم، و خلة ابراهيم و لسان اسماعيل، و
بشرى يعقوب و جمال يوسف و صوت داود و صبر
ايوب و زهد يحيى و كرم عيسى عليهم السلام۔ (الخصائص
الکبریٰ: ۱: ۳۷-۳۸)

اس نبی کو آدم کی صفوت، نوح کی رقت، ابراہیم کی خلعت و دوستی، اسماعیل کی زبان، یعقوب کی بشارت، یوسف کا حسن، داؤد کی آواز، ایوب کا صبر، یحییٰ کا زہد اور عیسیٰ کی سخاوت دے دو۔ علیہم السلام۔

بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کی وہ آیات بینات جن میں حضور علیہ السلام کی بشریت کا ذکر ہے اور مذکورہ حدیث شریف کی آڑ میں بعض بد باطن توہینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی بشریت کو بیان کر کے عظمتِ مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بشریت کا کوئی بھی منکر نہیں جب کہ وہ لوگ نورانیت کو بیان کرنے سے گھبراتے ہیں اور کبھی کلیتہً نورانیت کا انکار بھی کر دیتے ہیں اور اہل سنت حضور علیہ السلام کو مکمل بشر اور سراپا نور مانتے ہیں۔ جب کسی کی عظمت معلوم کرنی ہو تو صرف ایک صفت کو لے کر عظمت کا پتہ نہیں چلتا ذات و صفات کا مجموعہ پوری عظمت و شان کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ورنہ تو کوئی کہہ دے اللہ بھی مومن ہم بھی مومن اور انما المؤمنون اخوة (معاذ اللہ) کیا قرآن میں یہ ساری بات نہیں ہے تو پھر معاذ اللہ کیوں؟ یا اللہ بھی مسیح و بصیر اور انسان بھی فجعلنہ سمیعاً بصیراً تو کیا برابری ہو گئی؟ جیسے یہ لوگ کہتے ہیں حضور بھی بشر ہم بھی۔ ان کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی اگر یہی بات ہے تو حضور علیہ السلام کی جگہ پہ ابو جہل۔ ابولہب کا نام لکھ کر پھر نتیجہ نکال کہ لہذا ہم اور ابو جہل برابر ہو گئے۔ تو جب یہ پسند نہیں تو وہ کیوں پسند۔ (ایک مناظرے میں اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی کفریہ عبارت زیر بحث تھی ہمارے مناظر نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ حکیم الامت صاحب کو سارا کا سارا علم، ہر چیز، ذرے ذرے کا تفصیلی علم تھا تو کیا ان کے لئے یہ مانتے ہو مد مقابل کہنے لگا ہم ہرگز ایسا نہیں مانتے تو ہمارے مناظر نے کہا پھر کلی نہ ہوا تو جزوی ہوا یعنی بعض کا، کہنے لگا ہاں تو سنی مناظر نے کہا پھر اس میں ان کی کیا خصوصیت؟ ایسا علم تو پاگلوں۔ بچوں جانوروں کے خنزیر کو بھی ہے۔ مد مقابل غصے میں آ گیا کہ ہمارے بزرگ کی توہین ہوئی ہے کیوں کہ ان کے علم کو کتے خنزیر سے ملا دیا تو سنی مناظر کہنے لگا جمیع بہائم کے اندر تمام جانور شامل نہیں ہیں اور جانوروں میں کتا خنزیر نہیں آتا تو ظالمو! جو لفظ امام الانبیاء کے لئے بولتے ہو اور توہین نہیں مانتے ہو وہی لفظ اگر اس کہنے والے کے متعلق کہہ دیا جائے تو کیسے توہین ہو گئی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر چیز بے مثال ہے

بہر حال جملہ معترفہ کے طور پر یہ واقعہ آگیا دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا تمہارے ہاتھ ان ہاتھوں جیسے ہیں بھی کہ نہیں ان ہاتھوں کی ایک انگلی کے ایک پورے کی شان تو یہ ہے کہ چاند کو اشارہ کریں تو ٹکڑے ہو کر زمین پہ آ جائے۔ تمہارے بال کٹ کر گندی ٹالیوں میں بہہ جائیں حضور علیہ السلام کے بال کٹیں تو صحابہ کرام تبرک کے طور پر سنبھال کر رکھیں اور حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں مجھے ہر جنگ میں فتح ہی حضور علیہ السلام کے بال مبارک کی برکت سے ہوئی جو

آپ نے ٹوپی میں سیاہوا تھا۔

اور خاندان ولی اللہی سے پوچھو کہ جس گھر میں حضور کے بال مبارک ہوں فرشتوں کے درود و سلام کی آوازیں آئیں اور وہ بال دھوپ میں کیا جائے تو بادل فوراً سایہ فلک ہو جائے یہ تو صرف بال کی بات ہے آپ کے ہر عضو کے علیحدہ فضائل ہیں۔ آپ کا ہر عضو بے مثال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اعضائے جسمانی کے لحاظ سے ہم ان کی مثل نہیں ہو سکتے۔

احکام شرع اور حضور علیہ السلام

اگر کہو احکام شرع کے لحاظ سے ہم آپ جیسے ہیں تو یہ بھی غلط۔ اس لیے کہ ان کا کلمہ انسی رسول اللہ۔ ذرا تم بھی ایسا کہہ کے دیکھو کہ ایمان سے ہی خارج ہو جاؤ گے تم مر جاؤ (خدا کرے مر ہی جاؤ) تو وراثت تقسیم بیوی عدت کے بعد نکاح کر لے نبی کی نہ وراثت تقسیم ہونہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیویاں آگے نکاح کر سکیں۔ ہم قانون کے پابند ہیں قانون جنبش لب مصطفیٰ کا پابند۔ وہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کریں تم نہیں کر سکتے۔ ان پہ نماز تہجد فرض تم پہ نہیں۔ وہ سو جائیں وضو برقرار تم سو جاؤ تو وضو فرار۔ وہ حلال و حرام کرنے کا اختیار رکھنے والے و یحل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث آپ محلل بھی ہیں محرم بھی تمہیں اللہ فرمائے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام۔

اپنی زبان سے ایسے ہی کسی چیز کو حلال کسی کو حرام نہ کہتے پھر وہ نہ تمہارے حلال کہنے سے حلال ہوگی نہ حرام کہنے سے حرام ہوگی (کیا پدی کیا پدی کا شور با) ثابت ہوا احکام شرع میں بھی حضور ہم جیسے نہیں۔

حضور علیہ السلام کا کھانا پینا

اگر کہو کھانے پینے میں ہم جیسے ہیں وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی کھاتے ہیں تو بات پھر وہیں پہ آگئی ابو جہل ابولہب بھی تو کھاتا پیتا تھا جانور بھی تو کھاتے پیتے ہیں۔ سنو! بات یہ ہے ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں نہ کھائیں تو مر جائیں اور اللہ کے نبی کھانے پینے کے محتاج نہیں خود فرمایا بطعمنی ربی و یسقینی میں اپنے رب کے پاس راتیں گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی

ہے پلاتا بھی ہے۔ اسی لیے تو صوم وصال سے صحابہ کو منع فرما دیا۔ اور سرکار نے کھایا اس لیے نہیں کہ بغیر کھائے گزارا نہ تھا بلکہ اس لیے کھایا پیا تاکہ ہمیں کھانے پینے کا طریقہ آجائے اور کھانا پینا ہمارے لیے سنت بن جائے ورنہ تو جانور بھی کھاتا ہے لیکن ہم سنت کا تصور کر کے کھائیں گے تو پیٹ بھی بھر جائے گا سنت کا ثواب بھی مل جائے گا (سانپ بھی مر گیا لاٹھی بھی بچ گئی) اور پھر جتنا حضور نے ساری عمر کھایا غالباً سولہ سترہ سیر کل اناج بنتا ہے اتنا تو مولوی صاحب شاید ناشتہ ہی کر جاتے ہوں گے کیوں کہ ۔ شکم درویشاں تنور خدا است۔

اسی لیے مولا ناروم علیہ الرحمۃ نے فرمایا

کار پاکاں را قیاس از خود بگیر
گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر
ایں خورد گردد پلیدی زو جدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

پاک لوگوں کا معاملہ اپنے پر قیاس نہ کیا کرو اگرچہ شیر (جانور) اور شیر (دودھ) لکھے ایک ہی طرح جاتے ہیں (لیکن ایک بندے کو کھا جاتا ہے دوسرے کو بندہ پی جاتا ہے) تم کھاؤ تو پلیدی بن کر تم سے جدا ہو جائے حضور کھائیں تو سارا کا سارا نور خدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ آپ کا بول و براز بھی پاک۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضلات مبارکہ

چنانچہ صحابی کہتے ہیں میں حضور علیہ السلام کی قضاے حاجت والی جگہ پہ گیا تو مجھے وہاں صرف تین ڈھیلے ہی نظر آئے جن میں ذرا سی نمی موجود تھی اور ان سے خوشبو کے جُلتے پھوٹ رہے تھے۔

فاخذتھن فاذا بہن یفوح منھن روائح المسک فکنت اذا

جئت یوم الجمعة المسجد اخذتھن فی کمی فتغلب

رائحتھن روائح من تطیب و تعطر۔ شرح شفا، ۱/۶۲ از رقاوی۔

میں نے انہیں اٹھایا تو ان سے کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ پھر میں ہر جمعہ کو

مسجد میں آتے ہوئے انہیں اپنی آستین میں رکھ کر ساتھ لے آتا۔ پس ان کی خوشبو ہر اس شخص کی خوشبو پر غالب آ جاتی جو بھی خوشبو یا عطر لگا کر آیا ہوتا۔

حضرت ام ایمن حضور علیہ السلام کی خادمہ نے رات کو سخت پیاس کی وجہ سے پانی کی ضرورت محسوس کی تو حضور علیہ السلام کے بستر مبارک کے نیچے پیالے میں خوشبودار صاف و شفاف پانی پایا انہوں نے پی لیا۔ ذائقہ نہایت شیریں تھا۔ صبح حضور علیہ السلام نے فرمایا ارے وہ تو پانی نہیں تھا۔

فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت
نواجذه ثم قال اما انك لا يفجع بطنك بعده ابدا.

(مسند رک حاکم، ۴: ۶۳)

حضور علیہ السلام اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر فرمایا تیرا پیٹ آئندہ
کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔

شرح شفا میں ان الفاظ کا اضافہ ہے لن تلج النار بطنك تیرا پیٹ کبھی آگ میں
نہیں جائے گا۔

الخصائص الکبریٰ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے
عرض کیا حضور آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں جب واپس تشریف لاتے ہیں تو آپ کے
بعد بیت الخلا جانے والے نے کبھی آپ کا براز مبارک نہیں دیکھا

فقال يا عائشة اما علمت ان الله امر الارض ان تبتلع ما

خرج من الانبياء۔ (بخاری، ۷: ۱۷۱)

اے عائشہ! تو جانتی نہیں اللہ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کے جسموں
میں سے جو کچھ نکلے اس کو نگل لے۔

اس روایت کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی امداد الفتاویٰ میں قابل حجت
گردانا دیا ہے۔ تو جب بول و براز پاک و خوشبودار ہوئے تو خون مبارک بھی پاک و خوشبودار ماننا
پڑے گا چنانچہ

قاضی عیاض الشفاء، ۱: ۶۴ پہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا خون مبارک احد کے دن چوسا اور پی لیا تو سرکار نے فرمایا لن تصیبه النار۔ کہ جہنم کی آگ اسے نہیں چھوئے گی۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں مزید لکھا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت مالک بن سنان کو خون اطہر چوستے دیکھ کر فرمایا من مس دمه دمی لم تصبه النار۔ جس کے خون سے میرا خون مس ہو گیا اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی گئی۔ (شرح شفا ملا علی قاری ۱: ۱۶۱)

امام زرقانی نے بھی اس واقعہ کی ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا من اراد ان ينظر الى رجل من اهل الجنة فلينظر الى هذا جس نے جنتی کو دیکھنا ہو وہ اس (مالک بن سنان) کو دیکھ لے۔ (المواہب اللدنیہ، ۴: ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ شفا شریف کے اندر موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے چھپنے لگوا کر خون مبارک مجھے دے دیا کہ اس کو محفوظ جگہ پہ بہاؤ میں نے سوچا میرے پیٹ سے زیادہ محفوظ جگہ کون سی ہوگی چنانچہ میں نے پی لیا حضور علیہ السلام نے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ حضور ایسی جگہ بہایا ہے جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا حضور علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمایا ویل لک من الناس و ویل لہم منک ج ۱ ص ۶۴ لوگوں سے تجھ کو ہلاکت ہے اور تجھ سے لوگوں کو۔ چنانچہ زمانہ ان کی شجاعت و بہادری کی آج بھی داد دیتا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیوں پیا تو انہوں نے عرض کیا اس لیے کہ ان د مک لا تصیبه نار جہنم فشر بہ لذلک بے شک آپ کے خون پر جہنم حرام ہے اس لیے میں نے پیا۔ (زرقانی، ۴: ۳۳۰)

بعد میں کسی نے ابن زبیر سے خون مبارک کے ذائقے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا

اما الطعم فطعم العسل و اما الرائحة فرائحة المسک۔

(شرح الشفاء، ۱: ۱۶۲)

ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا اور خوشبو مشک کی طرح خوشگوار۔

امام قسطلانی نے فرمایا جب ابن زبیر کو دشمنوں نے سولی پہ لٹکایا تو بعد از وفات بھی ان

کے منہ سے خونِ رسول علیہ السلام کی خوشبو آرہی تھی

و بقیة رائحة موجودة فی فمه الی ان صلب.

(شرح مواہب الدنیہ، ۴: ۲۳۱)

اسی طرح کتب احادیث میں حضرت ابو عبیدہ۔ حضرت ابوطیبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خون اقدس نوش فرمانے کی روایات بھی امام حلبی نے سیرۃ الحلبیہ میں ذکر فرمائی ہیں۔

حضور علیہ السلام کا بھولنا

اگر تم کہو کہ حضور بھی بھول جاتے تھے ہم بھی بھولتے ہیں لہذا ایک جیسے ہوئے۔ یہ بات بھی غلط ہے کیوں کہ ہمارے بھولنے اور حضور علیہ السلام کے بھولنے میں بھی فرق ہے کہ ہمارا بھولنا شیطان کی طرف سے ہے اور حضور علیہ السلام کا بھولنا اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم بھولتے ہیں اور حضور علیہ السلام بھلائے جاتے ہیں تا کہ بھولنا بھی سنت کے زمرے میں آکر ثواب کا باعث بن جائے اگر آپ نماز میں نہ بھولتے تو سجدہ سہو کے مسائل کیسے معلوم ہوتے۔ نماز میں جوتے پہ کوئی کراہت والی چیز لگ جائے تو کیا کرنا ہے اس کا علم بھی حضور علیہ السلام کی بھول سے حاصل ہوا الغرض حضور علیہ السلام کی بھول میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں۔

انما انا بشر مثلکم

جب کسی لحاظ سے بھی امتی نبی جیسا نہیں تو پھر اس آیت کا کیا مطلب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قشاہبات میں سے ہے جیسے ید اللہ۔ وجہ اللہ۔ کا معنی و مفہوم اللہ ہی جانتا ہے ایسے ہی مذکور آیت کا حقیقی مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقہ غیر ربی اے ابو بکر! میری حقیقت کو سو امیرے رب کے کوئی نہیں جانتا

محمد سر وحدت ہیں کوئی رمز ان کی کیا جانے

شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

اور پھر یہ خطاب بشر مثلکم کا اہل ایمان سے نہیں ہے اہل ایمان کو تو فرمایا ایکم مثلی تم میں سے کون میری مثل ہے اگر بشر مثلکم کا مفہوم وہی ہوتا جو بیان کیا جاتا ہے تو

صحابہ کہہ دیتے حضور ہم سب آپ کی مثل ہیں کیوں کہ قرآن کہہ رہا ہے بشر مثلکم لیکن نہیں صحابہ تو کہتے تھے انا لسنّا کھیتک یا رسول اللہ! حضور! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہو سکتے۔ جو دیکھنے والے ہیں وہ بے مثل مان رہے ہیں اور یہ چودہ سو سال بعد میں آنے والے مثل مثل کی رٹ لگا رہے ہیں۔ جب صحابی آپ کی مثل نہیں تو وہابی کیسے مثل ہو گیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ فرمان عاجزی کے طور پر فرمایا گیا جیسے بادشاہ کہے میں تو آپ کا خادم ہوں تو کیا عوام کو حق ہے کہ وہ بادشاہ کو اپنا خادم کہتے پھر میں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا انی کنت من الظالمین تو کیا کوئی ان کو ظالم کہہ کر مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر میں اپنے کو بے علم جاہل کہوں تو عاجزی ہوگی لیکن دوسرا کہے گا تو گستاخی ہوگی۔ استاد کے سامنے شاگرد عاجزی کرے تو اس کی شان ہے خدا کا نبی اتنی عظمتوں کے باوجود اپنے آپ کو عاجزی کے طور پر کچھ کہے تو اللہ مزید عظمت عطا کرتا ہے من تواضع لله فقد رفعه اللہ۔ پھر دوسری تمام صفات چھوڑ کر ایک صفت لے لینا اگرچہ حقیقت ہو تو بھی گستاخی بن جاتی ہے جیسے اللہ کی تمام شانوں کو چھوڑ کر یا خالق الخنزیر کا وظیفہ کرنا جائز نہیں حالانکہ حقیقت ہے اللہ خنزیر کا بھی خالق ہے۔ اسی طرح انا خلقنا الانسان من نطفة قرآن ہے لیکن اگر کوئی ہائی کورٹ میں جا کر چیف جسٹس کو کہے کہ اے اپنے باپ کے نطفے سے پیدا کیے گئے انسان! تو تو ہین ہوگی اور سزا ہوگی کیوں کہ جو حکومت نے اس کو مقام دیا ہے تو نے اس کا لحاظ نہیں کیا۔ ایسے ہی مصطفیٰ علیہ السلام کو جو خدا نے عظمتیں عطا فرمائیں ان کا ذکر نہ کرنا اور اپنے جیسا سمجھنا کس قدر تو ہین ہوگی؟ ہاں خدا کہے گا تو اس کی شان ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ بیٹا باپ کا نام لے کر بلائے گا تو گستاخ کہلائے گا کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ اس کے باپ کا یہ نام نہیں۔

اللہ نے بشر مثلکم کا حکم کیوں فرمایا؟

(۱) کیوں کہ حسن یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے ان کی بشریت کا انکار کر دیا اور کہا ما هذا بشرا فرمایا تو تو یوسف کا بھی امام ہے اور تیرا نام سن کر عرب کے مرد گردنیں کٹائیں گے کہیں تجھے کچھ اور ہی کہنا نہ شروع کر دیں لہذا کہہ دے انا بشر مثلکم۔

۔ تن مہینے ربی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جہاں نبی محمد ڈٹھا رج گئے دوئیں جہانی

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو عیسائیوں نے خدا کہنا شروع کر دیا اے حبیب! تو تو پتھروں اور درختوں میں جان ڈال دے گا کہیں تیرے بارے بھی لوگ ایسا نہ کہہ دیں لہذا فرمادے انا بشر مثلکم۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا تو فرمایا اگر تو خدا ہے تو سورج مغرب سے نکال لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید جو مغرب سے سورج نکالے اس کو خدا کہا جاسکتا ہے تو فرمایا اے محبوب! تو تو علی کی نماز کے لئے مغرب سے سورج لوٹائے گا کہیں لوگ شک میں نہ پڑھ جائیں لہذا کہہ دے انا بشر مثلکم۔

(۴) حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک قبیلے کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے تھے صحابہ نے عرض کیا حضور آپ تو نبیوں کے سردار ہیں ہم آپ کو کیوں نہ سجدہ کریں فرمایا اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس وقت اللہ نے فرمایا کہہ دے انا بشر مثلکم۔ مطلب یہ نکلا تمہاری مثل ہوں خدا نہ ہونے میں کہ جیسے تم خدا نہیں میں بھی خدا نہیں۔

رسول کو تم خدا نہ جانو خدا سے ان کو جدا نہ جانو

ہے اہل ایمان کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

(۵) کافر کہتے تھے جو بشر ہو وہ رسول و نبی نہیں ہو سکتا ابشر یہدونا - ما انتم الا بشر مثلنا فرمایا غلط کہتے ہو انما انا بشر مثلکم - میں بشر بھی ہوں رسول بھی ہوں بشر و رسول میں کوئی تضاد نہیں اسی طرح بشر یا عبد اور نور میں تضاد نہیں نور کی ضد بشر یا عبد نہیں بلکہ ظلمت ہے جو حضور کو نور نہ مانے تو کیا پھر وہ نعوذ باللہ ظلمت مانتا ہے حالانکہ حضور تو ظلمت سے نور کی طرف لے کر جانے والے ہیں لتخرج الناس من الظلمت الى النور - اسی طرح ہو سکتا ہے عبد بھی ہو اور نور بھی ہو جیسا کہ فرشتے نور ہیں لیکن قرآن نے ان کو عبد مکرم فرمایا ہے بل عباد مکرمون - اور اگر کوئی بشر بشر کہنے پر ہی بضد ہو تو امتی ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ کم از کم اپنے جیسا تو نہ کہے بلکہ یوں کہے۔

صد ہزاراں جبریل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیوں کہ وہ ہم جیسے بشر نہیں ہو سکتے جن کی بیعت خدا کی بیعت ہو جن کی رضا خدا کی رضا ہو جن کا عمل خدا کا عمل ہو جن کی محبت خدا کی محبت اور جن سے عداوت خدا سے عداوت ہو ہم اگر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف چہرہ اٹھائیں تو خطرہ ہے ہماری آنکھیں اندھی کر دی جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے اور حضور علیہ السلام نماز ہی کی حالت میں بار بار اپنا رخ انور آسمان کی طرف فرمائیں تو آیت نازل ہو قد نری تقلب وجهک فی السماء۔ ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

کس کس نے نبیوں کو بشر کہا؟

نمبر ۱ خدا نے کہا۔ انی خالق بشر۔

نمبر ۲ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا انما انا بشر۔

نمبر ۳ شیطان نے کہا لم اکن لا سجد لبشر۔

نمبر ۴ کفار نے کہا مانرک الا بشر مثلنا۔ اب جو حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہے اس سے سوال ہے کیا تم خدا ہو کہ حضور کو بشر کہتے ہو؟ خدا تو الہکم الہ واحد ہے۔ یا پھر نبی بننے کا ارادہ ہے یہ سیٹ بھی مرزا نے سنبھال لی اور جہنم رسید ہو گیا۔ اب دو ہی گروہ رہ گئے۔ خود ہی فیصلہ کر لو کس گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔

اللہ نے حضور کو بشر اس لیے نہیں بتایا کہ تم بشر بشر کہہ کے توہین کرتے پھر و بلکہ آپ کی بشریت اس لیے تھی کہ عالم بشریت حضور سے فیض پاسکے اور نورانیت اس لیے تھی کہ عالم نور بھی آپ سے فیض یاب ہو سکے نہ بلال و سلمان محروم رہیں نہ جبریل میکائیل۔ کیوں کہ نہ آپ کی رسالت خاص بشریت کے لئے ہے نہ رحمت، رسالت کافۃ للناس اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا ہے اور رحمت و ما ارسلک الا رحمة للعالمین ہے۔ ورنہ کوئی مجرد نور ہو کر بھی ان کی گروہ راہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ سدرہ پہ جا کر جو کہہ رہا ہے۔

اگر یک سر موئے برتر پر م فروغ تجلی بسوزد پر م

نورانیت و بشریت

اس کے نور ہونے میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے یہ حالت بشری تھی جس کی وجہ سے آپ کھاتے پیتے، نکاح کرتے، پیٹ پہ پتھر باندھتے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو تمہیں کھانے پینے کا طریقہ کیسے آتا اور کھانا پینا تمہارے لیے سنت کیسے بنتا اور اگر وہ مجرد نور ہوتے تو نظر کیسے آتے اور ہزاروں صحابی کیسے بنتے۔ آپ کی بشریت شریعت کو جو عطا کرتی ہے لیکن بشر ہو کر بھی چلتے ہیں تو سایہ نظر نہیں آتا۔ مکھی کو حق حاصل نہیں ہے کہ ان کے جسم پہ بیٹھ سکے۔ یہ تو آپ کی دو حالتیں ہیں حقیقت کیا ہے خدا جانے یا مصطفیٰ جانے

۔ حقیقت محمد دی پا کوئی نہیں سکدا

بشر عرش توں پار جا کوئی نہیں سکدا

جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے آقا نے بشر مملک کم کافروں سے فرمایا اور

ایکم مثلی ایمان والوں سے فرمایا تو جس کو جو کہا وہ اسی کی رٹ لگا رہا ہے تاکہ پتہ چلے بشر مملک والے کون ہیں اور ایکم مثلی والے کون۔

۔ مثال مصطفیٰ کوئی پیغمبر ہو نہیں سکتا

ستارہ لاکھ چمکے ماہ انور ہو نہیں سکتا

ابو بکر و عمر حضور کے سر ہیں، عثمان و علی داماد، حمزہ و عباس چچا ہیں اللہ نے ان سب کو حکم

دیا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور) ابو بکر و عمر! تم نے

داماد کہہ کر نہیں پکارنا، عثمان و علی! تم نے سر کہہ کر نہیں پکارنا اے حمزہ و عباس! تم نے بھتیجا کہہ کر

نہیں بلا نارشتوں کے حوالے سے نہ پکارنا یا رسول اللہ کہہ کے پکارو یا حبیب اللہ کہہ

کے پکارو کیوں کہ۔

۔ کونین سے اونچا ہے ایوان محمد کا

جبریل معظم • ہے دربان محمد کا

جب ان ہستیوں کو یہ حکم ہے تو کوئی شلوار اونچی اور... گنجاسر، منہ میں نسوار رکھ کر

پیکروں میں اپنے جیسا کہتا پھرے خدا کو کب گوارہ ہے خبردار یہ وہ بارگاہ ہے کہ ایک لفظ بھی ایسا

ویسا زبان پہ آگیا تو ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات) میری اور تیری حیثیت ہی کیا ہے اسٹیشن پہ جائیں ہسپتال جائیں تو ہر جگہ پابندی ہے ”تھو کیے مت“ بیماری پھیلتی ہے اور مقابلہ ان سے جن کی تھوک ہاتھوں پہ لینے کو صحابہ ترستے تھے (بخاری) تیری تھوک سے وبا پھیلے ان کی تھوک سے شفا ملے تیرے پسینہ سے بدبو آئے ان کا پسینہ فضاؤں کو معطر کر دے اور صحابہ و صحابیات خوشبو کے طور پر استعمال کریں اور وصیت کر جائیں۔

۔ مرنے کے بعد میری تمنا ہے بس یہی
میرے کفن پہ مل دو پسینہ حضور کا

مسئلہ بشریت کے متعلق علمی و تقریری نکتے

✽ — حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے عرض کیا ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے فرمایا واللہ انما ذلک الکوکب خدا کی قسم میں وہی ستارہ ہوں۔

۔ اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کملی والا خاک کی تعبیر سے پہلے بھی تھا

..... کہیں فرمایا کنت نبیا و ادم بین الماء والطين معلوم ہوا جب آدم گارے میں تھا ہمارا نبی اس وقت بھی تارے میں تھا۔

۔ نہ آدم جن ملائک ہے سن نہ سورج نہ تارے
اودوں دی نور محمد والا چمکاں سی پیا مارے

جبریل امین نے بہتر ہزار بار تارے میں دیکھا پھر چوبیس ہزار بار زمین پہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دی کبھی دحبہ کلبی کی شکل میں کبھی سائل بن کر کبھی عام آدمی کی شکل میں کبھی ایک مرتبہ بھی اپنے جیسے نہیں کہا بلکہ کہا تو یوں کہا قلبت مشارقها و مغاربها میں مشرق و مغرب پھرا۔
آقا تھا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خواہاں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

تیس سالوں میں چوبیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ لباس بدل بدل کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آ رہا ہے۔

بدل کر فقیروں کا ہم بھیں غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں
اور مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں

بے لقاے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر
بیت المعمور والوں نے رابطہ کیا ہیلو! جبریل کہاں ہے جواب ملا دینے گیا ہوا ہے سدرہ
والے پوچھیں آج جبریل نظر نہیں آ رہا جواب ملا دینے گیا ہوا ہے اے جبریل! تجھے جنت میں
چین نہیں ملتا جواب ملتا ہے۔

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزدہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا
اور معراج کی رات قسمت جاگی حضور کے قدموں کے بوسے نصیب ہوئے تو زبان
حال سے کہا۔

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزدہ جو محمد کی تلیوں میں دیکھا
الغرض ستر ہزار بار ستارے میں حضور کا دیدار کرنے والا بشری لباس میں پہچان نہ سکا
کہ یہ وہی ستارے والے ہیں تبھی تو حیران ہوا جب حضور نے بتایا کہ میں وہی ستارہ ہوں۔ آج
کوئی بن دیکھے کہے میں نے پہچان لیا ہے میرے جیسے ہیں تو اس کا علاج صرف پاگل خانے میں
ہی ہو سکتا ہے۔ جن کے بارے خدا فرمائے لو لاک لما خلقت الافلاک لو لاک لما
خلقت الدنيا. لو لاک لما اظهرت الربوبية۔

نہ آدم تھے نہ عیسیٰ تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

شاعر شعر پیش کرتا ہے عطار خوشبو پیش کرتا ہے معمار عمارت پیش کرتا ہے خدا مصطفیٰ کو پیش کرتا ہے ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ معمار عمارت سے پہچان کراتا ہے میں وہ مستری ہوں جس نے مینار پاکستان بنایا شاعر شعر کے ذریعے پہچان کراتا ہے خدا اپنا تعارف مصطفیٰ کے ذریعے کراتا ہے۔ اسی لیے مجدد پاک فرماتے ہیں کہ میں رب کو اس لیے رب ماننا ہوں کہ اُو رب محمد است۔ شاعر کی جتنی تعریف کرو اس کے شعر میں عیب نکالو گے کبھی خوش نہ ہو گا خدا کی جتنی عبادت کرو اس کے محبوب میں عیب نکالو گے نمازیں منہ پہ ماری جائیں گی جب عیب والا کسی عیب والے کو محبوب نہیں بناتا تو بے عیب کیسے عیب والے کو محبوب بنائے گا۔

یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے

دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے بھی دور ہے

کیوں کہ پہچان ہمیشہ شاہکار سے کرائی جاتی ہے بڑے معمار سے پوچھو اپنا تعارف کرا تو وہ یہ نہیں کہے گا میں وہ ہوں جس نے فلاں لیٹرین بنائی وہ کہے گا میں وہ ہوں جس نے بادشاہی مسجد بنائی مجھے دیکھنا ہے تو اس کو دیکھ لے، اللہ نے فرمایا ہوالذی ارسل رسولہ میں وہ ہوں جس نے رسول کو بھیجا رسول نے اعلان کر دیا من رانی فقد رای الحق - انا مرآۃ جمال الحق میں خدا کے جمال کا آئینہ ہوں جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھ لیا۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے

اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے

بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے

واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

لیکن جیسے پھول اگر نزلے والے کو پیش کرو گے تو اس کو خوشبو نہیں آئے گی جب تک

نزلہ ہے۔ اور رسول کو پیش کرتا ہے تو اس کے سامنے نہ پیش کرو جس کو شرک و بدعت کا نزلہ ہے

ورنہ جیسے اس نے پھول کی خوشبو کا انکار کر دیا تھا یہ رسول کی عظمتوں کا انکار کر دے گا۔

✽ — ایک ہی لفظ ایک علاقے میں عزت والے معنی میں بولا جاتا ہے وہی لفظ دوسرے

علاقے میں گھٹیا معنی کے لئے بولا جاتا ہے جیسے مہتر کا لفظ لکھنؤ میں ذلیل، بھنگی کو کہتے

ہیں اور ہمارے چترال میں سردار کے لئے بولتے ہیں جیسے مہتر چترال اسی طرح بشر

انبیاء کرام کے لئے بھی آنا اور کافر و مشرک کو بھی بشر کہہ سکتے ہیں اور قرآن میں ایسا لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولنے کی ممانعت ہے چنانچہ فرمایا لا تقولوا راعنا بهذا حضور کو خالی بشر کہنا منع ہے۔

✽ جس عورت کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی فرمایا یا نساء النبی لستن کا حد من النساء دنیا میں کوئی عورت تمہاری طرح نہیں ہو سکتی۔ جس امت کو آپ سے نسبت ہوگئی وہ خیر الامم بن گئی۔ جس مسجد کو سرکار سے نسبت ہوگئی وہ دوسری مساجد میں افضل ٹھہری جس زمانے کو نسبت ہمارے آقا سے ہوگئی وہ خیر القرون ہو گیا۔ جس کتاب کو حضور سے نسبت ہوگئی وہ تمام کتابوں سے افضل، جب آپ کی نسبت چیز کو افضل بنادیتی ہے تو سرکار کی اپنی ذات کی فضیلت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ورنہ تم بھی مومن اور تمہاری بیوی بھی مومن اور انما المؤمنون اخوة کہہ کر بیوی کو بہن کہہ دو تو کیسا رہے گا۔

✽ ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا تو بچہ ذبح کرنا شروع کر دیا اب کسی کو خواب آئے کہ بچہ ذبح کرو تو نہیں کر سکتا کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جب نبی کی نیند ہماری طرح نہیں تو نبی خود ہماری طرح کیسے ہو گیا۔

کافر بھی بت خانے جاتے ہیں اور حضرت ابراہیم بھی گئے لیکن دونوں کا جانا برابر نہیں کیوں کہ کافر پوجنے جاتا ہے نبی بت توڑنے جاتا ہے۔

شمع پہ جائے نہ پروانہ وہ پروانہ نہیں رہتا

نبی بت کدے جائے وہ بت خانہ نہیں رہتا

✽ سرکار نے فرمایا من رانی فی المنام فقد رانی لان الشیطان لا یتمثل بی۔

(ہدیۃ المہدی از وحید الزماں)

جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری مثل نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا کہتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور تھکی دیتا ہے کہ شاباش جو کام مجھ سے نہ ہو سکا تو نے کر دکھایا۔

عام آدمی سے مولانا بن گیا پھر بالفضل اولنا ہو گیا پھر شیخ القرآن بن گیا دیکھا کہ قوم

جاہل ہے جو بھی بن جاؤ مان لیتی ہے آخر اعلان کر دیا کہ میں نبی جیسا ہوں جبریل جیسا تو قدم چومے اور یہ مثلیت کا دعویٰ کرے وہ بڑا ہو کر چھوٹا ہو رہا ہے۔ یہ چھوٹا ہو کر بڑا بنتا ہے۔ کسی کے سر پر شہرت کا بھوت سوار ہوا تو اس نے گدھے کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا کہ بدنام تو ہو جاؤں گا لیکن مشہوری ہو جائے گی۔

شہرت کے ہم حریص ہیں عزت نہیں تو کیا

بدنام ہوں گے گر تو کیا نام نہ ہو گا؟

— ﴿﴾ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا

صلوة الرجل قاعد انصف الصلوة.

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہے۔

فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور ہمیں تو آپ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل و لکنی لست کا احد منکم (مشکوٰۃ ص ۱۱۱) ہاں لیکن میں تم جیسا تو نہیں ہوں۔ چاہے کھڑے ہو کر پڑھوں یا بیٹھ کر میرے ثواب میں کمی نہیں آتی۔ امتی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نبی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر بھی امتی ہے اور یہ بہر حال اللہ کے نبی ہیں۔

— ﴿﴾ مثلیت کے لئے ایک جُوح میں اشتراک کافی ہے اور وہ آپ نے خود بیان کر دیا نہ تم الہ

ہونہ میں الہ ہوں اور ایسا اشتراک تو ہر چیز میں ہو سکتا ہے پھر ہر چیز کی مثال کہلاؤ گے مثلاً کہا جاسکتا ہے الانسان کا کلب الا انه ناطق کہ انسان کتے کی طرح ہے مگر یہ کہ انسان ناطق ہے کتا ناطق نہیں۔ جیسے یہ کہنا جائز نہیں ایسے ہی نبی کو اپنے جیسا کہنا جائز نہیں۔ ایک فرق تو خود اللہ نے بیان کر دیا کہ یوحیٰ الی اور باقی کسر حضور نے نکال دی لست مثلکم - لست کا احد منکم - ایکم مثلی لست کہنتکم اور تصدیق صحابہ نے کر دی انا لسنا کہنتک۔

— ﴿﴾ بیضاوی بخیر المعانی میں فاتوا بسورة من مثله کے تحت لکھا گیا ہے کہ مثله میں

۰ ضمیر یا تو سورۃ کی طرف لوٹتی ہے یا عبدنا کی طرف پہلی صورت میں معنی ہوگا میرے حبیب کی ایک ہی مثل لا کر دکھاؤ ہرگز نہیں لا سکو گے۔ پھر امام بیضاوی فرماتے ہیں ضمیر کو سورۃ کی طرف ہی لوٹانا زیادہ بہتر ہے لأن الکلام فیہ لا فی المنزل علیہ کہ بات ہی قرآن کی ہو رہی ہے صاحب قرآن کی مثلیت کی بحثیں چھیڑنے والے تو بعد میں آئے۔

۔ دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری مدینہ کے لوگوں نے ایک نظر دیکھا تو یہ نہیں کہا جساء البشر علینا بلکہ کہا طلع البدر علینا کہ چود ہویں کا چاند طلوع ہو گیا جو دیکھنے والے ہیں وہ تو ان کی خاک پا کو عرش سے اگلا مقام دیں۔

۔ دیکھن نوں اوہ ساڈے ورگے پر اسیں کدوں اس مل دے
پتھر لعل دے بھا نہیں وکدے مٹھل کنڈیاں ٹال نہیں ٹلدے
جو اسرار حضور تے کھلے اوہ ہر کسے تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھر دا اسیں وچ گلیاں دے رلدے

❖ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا اءنتم تزدعونہ ام نحن الزارعون کیا زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں لیکن اللہ کو زراعت نہ کہیں گے کہ یہ عام کسان کو بھی کہہ سکتے ہیں اللہ نے قرآن میں فرمایا بل یداہ مسبوطن اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں مگر اللہ کے ہاتھوں کی بحث نہیں چھیڑ سکتے کہ ہاتھوں کی بات ہوگی تو فوراً اپنے ہاتھوں کا خیال آئے گا اور مثلیت کا تصور انگڑائی لے گا تو اس طرح کی بحث کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا تاکہ نہ رہے ہانس نہ بیجے بانسری۔

❖ نان بائی باقی باللہ کے ساتھ مل کر باقی باللہ کی طرح ہو گیا اور حضور خدا سے مل کر ہماری طرح ہو گئے؟۔ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔ پھر اللہ نے محبوب کو فرمایا ہے تو کہہ دے انا بشر مثکم تمہیں تو نہیں کہا قولوا انما انت بشر مثلنا

کچ وی منکا لعل وی منکا اگو رنگ دوہاں دا
جد لے جائے زر گردے دے فرق اے لگھاں کوہاں دا

آخری بات

جہاں بھی قُل کا لفظ آیا وہاں کوئی سوال ہوتا ہے جس کے جواب میں یہ لفظ بولا جاتا ہے کافر کہتے تھے یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق جواب حضور سے دلویا گیا تا کہ زبان تیری ہو کلام میرا ہو فرمایا انسانوں میں رہ کر لوگوں کو کھانے کا طریقہ سکھانے کے لئے میرا حبیب کھاتا ہے۔ فرشتوں میں ہو تو تسبیح کے راز بتاتا ہے لہذا کھانے پینے اور نکاح شادی کرنے کے طعنے دینے والو! کعبہ اور قرآن تو ان میں سے کوئی کام نہیں کرتے تو بتاؤ کعبہ اور قرآن کو دیکھنے والے کی شان زیادہ ہے کہ رُخِ مصطفیٰ دیکھنے والے کی۔ اربوں روپے کی کوٹھی، بنگلہ ہو کعبہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہزاروں جلدوں کی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اربوں انسان مل کر بھی نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کا نبیوں و رسولوں میں ثانی نہیں تم کیسے اس کی مثل ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہو کتابوں میں قرآن افضل۔ مکانوں میں کعبہ افضل انسانوں میں نبی افضل اور۔

وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے

رسولوں میں رسول ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

نہ قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت نہ مصطفیٰ کی صورت جیسی کوئی صورت

اس صورت نوں میں جان آکھاں

جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس شان توں شاماں سب بنیاں

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

ہماری بشریت کثافت والی نبی کی بشریت لطافت والی۔ ہماری بشریت بھٹکنے والی نبی

کی بشریت راہ راست پہ لانے والی۔ ہماری بشریت کے پسینے سے بدبو پھیلے نبی کی بشریت کے پسینے سے خوشبو پھیلے پھر

۔ اللہ ہی جانے کون بشر ہے آنکھ گلابی مست نظر ہے

لہذا لفظ جس مقام کے لئے وضع کیا گیا ہو وہ ہیں اس کا اطلاق ہو گا ایک ہی بندہ ہے ماں اس کو بیٹا کہے گی بیوی شوہر کہے گی بہن بھائی کہے گی بیٹا باپ کہے گا اگر سارے ہی باپ کہنا شروع کر دیں تو بیوی گئی اگر سارے بیٹا کہنا شروع کر دیں تو اولاد گئی لہذا جو لفظ ماں کے لئے ہے وہ وہی بولے جو بیوی کے لئے ہے وہ دوسرا نہ بولے۔ حضور کے لئے بھی وہی لفظ بولو جو تمہارے حال کے مناسب ہے ان کی شان کے مطابق ہے۔ خدا والا لفظ ہم بولیں گے تو امت سے ہی نکل جائیں گے۔

۔ ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا کے کانٹے بن گئے

اس نے کانتوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

کیوں کہ انسان کو دیگر حیوانوں سے ناطق نے جدا کیا اب اس کو صرف حیوان کہو تو غلط ہے بلکہ حیوان ناطق کہو گے جب ایک فصل کی وجہ سے انسان تمام حیوانوں سے جدا ہو گیا تو بشریت اور رحمۃ للعالمین میں تو ساٹھ فصلیں ہیں، بشر کے اوپر مومن پھر صالح پھر متقی پھر متقی کے درجات پھر ولایت صغریٰ پھر اس کے چھتیس درجات پھر ولایت کبریٰ پھر اس کے درجات قطبیت، غمیت، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، قطب الارشاد پھر تبع تابعین پھر تابعین پھر صحابہ پھر صحابہ میں درجات حدیبیہ والے احد والے بدر والے، عشرہ مبشرہ پھر خلفاء راشدین پھر شیخین پھر صدیق اکبر پھر نبوت کے درجات پھر رسالت کے درجات پھر اولوالعزم رسول پھر جن پر کتابیں اتریں پھر جا کر محمد رسول اللہ۔ تو ایک فصل سے اپنے آپ کو دیگر حیوانوں سے ممتاز کر لیتے ہو اور ساٹھ فصلیں درمیان میں ہونے کے باوجود مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔

اس موضوع کو ایک ہندو شاعر کی رباعی پہ ختم کرتے ہیں اور ان نام نہاد مسلمانوں کو جن کے ذہن و ضمیر پہ نبی جیسا ہونے کا بھوت سوار ہے ان کو دعوت فکر ہے

۔ گر شمس و قمر کوئی ہاتھوں پہ میرے لا دے

کونین کی دولت میرے دامن میں سا دے

پھر کالا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
 نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے



قَالَ النَّبِيُّ
 إِلَى حَرْفَتَانِ
الفقر
 میرے دو بہنر (مہتھیار) ہیں فقر اور جہاد (فرائض)

(۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَ مَعِيَ مِنْ أُمَّتِي

سَبْعُونَ أَلْفًا وَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا

لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ

میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ میرے ستر ہزار امتی ہوں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ان پر کوئی حساب نہیں ہوگا

(شفاء شریف)

اگرچہ عربی زبان میں ستر ہزار کا لفظ بہت زیادہ تعداد بتانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے یعنی اس میں لاکھوں کروڑوں بھی ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ بعض روایات میں اس تعداد سے کم و بیش کا بھی ذکر ہے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ان الله وعدني ان يدخل الجنة من امتي اربع الف مائة بغير حساب.

اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے چار لاکھ افراد کو بغیر حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ز دنیا یا رسول اللہ اور زیادہ کیجیے (اور زیادہ کروائیے نہیں کہا بلکہ اور زیادہ کیجیے آج اگر کوئی ایسا کہے گا تو جھٹ سے فتویٰ لگے گا کرنا تو اللہ نے ہے حضور نے تو کر دانا ہے اور کروانا بھی علی صیل التنزل مانیں گے درجہ تو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اور محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کا عقیدہ بنا رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ صدیق اکبر کا عقیدہ ہے اگرچہ وعدہ چار لاکھ کا ہے مگر حضور چاہیں تو اضافہ ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام نے اضافہ فرما کر توثیق فرمادی۔

اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر جیسے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دیتے ہیں (ایک ہاتھ کو لپ اور دونوں سے دینے کو پنجابی میں بگ کہتے ہیں) فرمایا چار لاکھ پر اتنے اور زیادہ۔
و ہکذا فحشا بکفیه فجمعہم۔

عرض کیا زدنا یا رسول اللہ قال و ہکذا یا رسول اللہ! اور زیادہ فرمائیں فرمایا اتنے اور زیادہ کر دیے حضرت عمر نے عرض کیا دعنا یا ابا بکر چھوڑ یا ابا بکر! لوگ پھر اس پر اکتفا کر لیں گے عمل کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔

فقال ابو بکر و ما علیک ان یدخلنا اللہ کلنا الجنة۔
یا رغار مصطفیٰ نے فرمایا اے عمر! تجھے کیا ہے اگر اللہ ساری امت کو جنت میں داخل کر دے۔

فقال عمر ان اللہ عزوجل ان شاء ان یدخل خلقہ الجنة بکف واحد۔

حضرت عمر نے کہا (میرا مطلب ہے حضور نے تو دونوں ہاتھوں کی دو بار بات کی ہے) اگر اللہ چاہے تو ایک لپ میں (صرف اس امت کو نہیں) ساری مخلوق کو جنت میں داخل فرمادے۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق عمر۔

حضور نے فرمایا عمر سچ کہتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب الشفاعة)

اس کے باوجود کہ فرمایا عمر سچ کہتا ہے حضور نے حضرت ابو بکر کی درخواست کو بھی قبول فرمایا اور ہر بار اضافہ فرماتے رہے حالانکہ کام تو ایک لپ سے بھی ہو چکا تھا مگر حضور علیہ السلام اپنے یاروں کی کس قدر دلجوئی فرماتے ہیں اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ پہلی حدیث میں کل تعداد انچاس لاکھ ہوئی دوسری میں چار لاکھ اور تیسری میں بے حد و حساب۔ لہذا یا تو کوئی مخصوص تعداد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے یا پھر چار لاکھ

وہ خاص بلکہ اخص الخواص ہوں گے (صحابہ کرام، اہل بیت، تابعین، اولیاء کرام) جو حضور کی معیت میں جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ مَعْبِیٰ کا لفظ بتا رہا ہے اور باقی وہ جو عام طریقے سے جائیں گے۔

۔ باغِ جنت میں محمد مسکراتے جائیں گے
پھولِ رحمت کے کھلیں گے ہم اٹھاتے جائیں گے



ان ختمِ رسل اسیرِ یوانِ جود

دارائے سریرین و سلطٰنِ جود

از بابِ کتابِ انبیا و انبیاء

ان نامِ محمد ﷺ شِعارِ عنوانِ جود

(۵۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا لَهَا

میں ہوں شفاعت کے لئے
(متفق علیہ)

ان دو الفاظ کے پس منظر میں وہ معروف حدیث شفاعت ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سارے صحابہ نے روایت فرمایا ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ جب ساری مخلوق دیگر انبیاء کرام کے پاس شفاعت کی بھیک مانگنے جائے گی تو ہر نبی لست لہا (میں اس شفاعتِ عظمیٰ کے لئے نہیں ہوں) کہہ رہا ہوگا حضور فرمائیں گے آ جاؤ یہ منصب صرف میرے لیے ہے۔ انا لہا۔

رحمت میرے حضور دی و اجاں پئی مار دی

آ جا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

شفاعتِ مصطفیٰ کا ذکر پیچھے تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے کہ ہر وہ شخص جو مسلمان ہوگا اگرچہ جتنا بھی گنہ گار ہو اس کی شفاعت ہو جائے گی الا من جبسہ القرآن ای و جب علیہ الخلود صرف کفار و مشرکین جن کو قرآن نے روک دیا دوزخ میں رہیں گے اور ان پر خلود فی النار واجب ہو گیا ان کی شفاعت نہیں ہوگی۔

مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے دو شعروں پہ یہ موضوع مکمل کرتے ہیں۔

کہیں گے اور نبی اذهبوا الی غیری

میرے حبیب کے لب پر انا لہا ہو گا

عزیز بچے کو جیسے ماں پیار کرے
خدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا



عصیاں بھی سسکناں کیا
پر تو نے دل آزدن ہمارا کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تھ
لیکن میری حرمت نے گوارا کیا

والہدیہ تہ

(۶۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَعْرَبُكُمْ عَرَبِيَّةً أَنَا قَرَشِيٌّ وَأَسْتَرْضَعُ

فِي بَنِي سَعْدِ

میری عربی (زبان) تم سے بہت بہتر ہے میں قریشی ہوں اور پھر میں نے

بنو سعد میں پرورش پائی

(سیرت حلبیہ ۱: ۸۹)

فصاحت نبوی

قدیم عرب کی روایات کے مطابق حضور علیہ السلام کو بھی پیدا ہوتے ہی قبیلہ بنو سعد کی ایک خوش نصیب دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا گیا عرب لوگ ایسا اس لیے کرتے تاکہ بچہ صحراؤں اور جنگلوں کے کھلے، بے تکلف اور فطری ماحول میں پرورش پائے تاکہ جہاں اس کی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں اس میں جفاکشی اور حوصلہ مندی کی صفات پیدا ہوں وہاں خالص عربی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لے کیوں کہ شہروں کی بہ نسبت دیہاتوں میں زبان فطری اور بے تکلف ہوتی ہے اس میں اہل حضر کی طرح تصنع اور بناوٹ نہیں ہوتی تاکہ بچہ اس مصنوعی ماحول سے دور رہے کیوں کہ اہل عرب کو اپنی زبان دائی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا اسی لیے وہ اپنے علاوہ پوری دنیا کو عجم (گوئے) قرار دیتے ہیں اس قدیم روایت کا پتہ حضور علیہ السلام کے مذکور ارشاد سے چلتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ سے اکثر یہ فرمایا کرتے کہ کان یقول لا صحابہ انا اعربکم عربیۃ - کان یقول ماضی استمراری ہے یعنی کثرت کے ساتھ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

ما رايت افصح منك يا رسول الله۔ (سیرت حلبیہ، ۸۹:۱)

حضور میں نے آپ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔

فرمایا ہو بھی کیسے سکتا ہے میں قریشی ہوں اور پھر بنو سعد میں پلا ہوں۔ اسی لیے جواب نے
نومولود بچے کو دیہاتوں میں نہ بھیجتا معاشرتی اعتبار سے سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔

قاضی عیاض اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے
حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا ما رايت الذی هو افصح منك حضور! ہم نے
آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا اس پر آپ نے جواب دیا۔

وما یمنعی؟ و انما انزل القرآن بلسانی، بلسان عربی مبین

و قال مرة اخرى انا افصح العرب پیدا انی من قریش و

نشأت فی بنی سعد۔ (الشفا/۱۷۷)

میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہو
جو منجھی ہوئی عربی زبان ہے۔ الخ

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں

انا اعرب العرب ولدت فی قریش و نشأت فی بنی سعد

فانی یا تینی اللحن۔ (علی ہاشم الشفا/۱۷۸)

میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات کرنے والا ہوں میں قریش میں پیدا ہوا،
میری پرورش بنو سعد میں ہوئی، تو اب میرے کلام میں لحن (عیب) کہاں سے آئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں آپ تمام عرب
کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو فرما لیتے ہیں یہ علم و
ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ آپ نے جواب میں فرمایا

اذبني ربی فاحسن تا دیبی۔

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔

بلادین کا ایک بدو حاضر ہوا عرض کیا کیا سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام ہے فصیح عربی

میں تو اسے یوں کہنا چاہیے تھا امن البر الصیام فی السفر مگر اس کے قبائلی لہجے میں حرف تعریف الف لام کی بجائے الف میم تھا چنانچہ اسی کے مطابق اس نے کہا۔

أَمِنْ أَمِيرٍ أَمْصِيَامٌ فِي أَمْسَفَرٍ.

تو آپ نے اس کو اسی کے لہجے میں جواب دیا: فرمایا

نَعَمْ مِنْ أَمِيرٍ أَمْصِيَامٌ فِي أَمْسَفَرٍ.

ہاں! سفر میں بھی روزہ رکھنا نیکی ہے۔

اسی طرح قبیلہ بنو سعد کی لغت میں عین کو نون پڑھا جاتا مثلاً اعطی کو انطی پڑھتے یا بولتے۔ اس قبیلہ کا ایک شخص آیا جس کا نام عطیۃ السعدی تھا اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لہجے میں کچھ عرض کیا تو آپ نے اس کے قبیلے کے لہجے میں اس کو نصیحت فرمائی

مَا اغْنَاكَ اللَّهُ فَلَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا هِيَ

الْمَنْطِیَّةُ وَالْيَدُ السُّفْلَى هِيَ الْمَنْطَاةُ.

اگر اللہ تجھے بے نیاز کر دے تو تو لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیوں کہ اوپر والا ہاتھ عطا

کرنے والا ہوتا ہے اور نیچلا ہاتھ عطیہ لینے والا ہوتا ہے۔

لقیط بن عامر العامری جب حاضر خدمت ہوا اور کچھ پوچھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بنو عامر کے لہجے میں بات کرتے ہوئے اس سے فرمایا مَسَلْ عُنْكَ جَسَّ كَاعْرَبِي بَيْنَ مِیْنِ مِیْنِ مِیْنِ مطلب ہے اپنے آپ سے پوچھ لیکن بنو عامر کے ہاں یہ لفظ مَسَلْ مَاشَتْ کی جگہ استعمال ہوتا ”جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ“۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کا کلام اس طرح نہ تھا جس طرح تم بولتے ہو کان کلامہ نَزَاوَا اَنْتُمْ تَنْشُرُونَ الْكَلَامَ نَشْرَا (احیاء علوم الدین) آپ بہت کم گوتے جب کہ تم اپنا کلام بکھیرتے رہتے ہو۔ ایک موقع پر آپ نے خود ارشاد فرمایا اَنَا مَعَشَرُ الْأَنْبِيَاءِ بَكَاءٍ هُمْ كَرُوهُ الْأَنْبِيَاءُ كَمْ كُوهُوْتُمْ هُنَّ۔ (فصاحت نبوی از ڈاکٹر ظہور احمد ظہر)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپ کو بلند و شیریں آواز والا بھی بنایا کہ سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی آواز پر متوجہ ہوتے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کنا نسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم في جوف الليل
عند الكعبة و انا على عريشى۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۶)

حضور علیہ السلام آدھی رات کو کعبہ کے پاس تلاوت فرماتے اور ہم اپنی چھت پہ
سنا کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام منبر پہ جلوہ گر ہوئے
لوگوں کو فرمایا اجلسوا بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواحہ بنو غنم کے علاقے میں تھے فجلس
مکانہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ (الخصائص الکبریٰ)

جوامع الکلم

حضور علیہ السلام کے بہت سارے ارشادات عالیہ ایسے ہیں جو حروف و الفاظ کے لحاظ
سے تو مختصر ہیں مگر مفہوم و معانی کے لحاظ سے اپنے اندر سمندر کی وسعت رکھتے ہیں ان فرمودات
کو جوامع الکلم کا نام دیا گیا ہے جو آپ ہی کے ایک ارشاد سے لیا گیا ہے اوتبت جوامع
الکلم مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ بعثت بجوامع الکلم مجھے جامع کلمات دے
کر بھیجا گیا۔ (صحاح ستہ) صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں

قام فینا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما فاخبرنا عن
بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار
منازلهم حفظ ذلك من حفظه و نسی من نسیة۔ (مشکوٰۃ)

حضور علیہ السلام نے ایک ہی خطبہ میں کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک یہاں
تک کہ جنتیوں کے جنت میں داخلے تک اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک سب
کچھ بتا دیا جس کو یاد رہا اس کو یاد رہا جس کو بھول گیا اس کو بھول گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے حضور علیہ السلام کا وہ
خطبہ یاد رکھا۔

جا حظ نے تو آپ کی لسانِ معجز بیان سے نکلنے والے بعض ایسے کلمات بھی بیان کیے ہیں
جن کا آپ سے پہلے پوری عربی زبان میں وجود تک نہیں لیکن آپ کی زبان سے نکلنے کے بعد

ضرب المثل بن کر کلام عرب کی زینت بن گئے مثلاً

یا خیل اللہ ارکبی اے اللہ کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔ مات حتف انفہ وہ اپنی ناک سے کھود کر مر یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا، اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا مارا لا تلتطع فیہ غنزان اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے یعنی اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں الان حمی الوطیس اب تنور گرم ہو گیا ہے یعنی جنگ زوروں پر ہے۔ یہ تمام محاورات سب سے پہلے حضور ہی کی زبان سے ادا ہوئے اب نظم و نثر کی جان بن گئے۔

چند جامع کلمات

- ۱۔ شرّ العمی عمی القلب۔
دل کا اندھا پن سب سے بُرا اندھا پن ہے۔
- ۲۔ الهمّ یضف الهم۔
غم آدھا بڑھا پا ہے۔
- ۳۔ ترک الشرّ صدقہ۔
بُرائی چھوڑ دنیا بھی صدقہ ہے۔
- ۴۔ حبک للشئی یعمی و یصم۔
کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔
- ۵۔ المرء کثیر باخیہ۔
انسان اپنے بھائی کی وجہ سے بہت کچھ ہوتا ہے۔
- ۶۔ ما قل و کفی خیر مما کثرو الہی۔
جو تھوڑا اور کافی ہے وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کر دے۔
- ۷۔ الخیر فی السیف والخیر مع السیف والخیر بالسیف۔
بھلائی تلوار میں ہے، بھلائی تلوار کے ساتھ رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے ملتی ہے۔

۸- لیس منا من خلق او صلق او شق۔
جو مصیبت میں بال منڈائے، واویلا کرے کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں
ہے۔

۹- راس العقل بعد الايمان بالله مداراة الناس۔
ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقل کی بات لوگوں کا دل رکھنا ہے۔

۱۰- لن يهلك امرء بعد مشورة۔
مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی تباہ نہیں ہوتا۔
تلک عشرة کاملہ۔ (البیان والتبیین، اعلام النبوة)



(۶۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ سُلَيْمٍ

میں بنو سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں

(سیرت حلبیہ، ۱: ۸۸)

قبیلہ بنو سلیم کی تین عورتوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا اتفاق سے تینوں کا نام عاتک تھا اس کی جمع ”عواتک“ آتی ہے اس فرمان میں یہی مراد ہیں۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

ابتداء میں حضور علیہ السلام نے اپنی حقیقی والدہ کا دودھ پیا پھر یہ سعادت ثویبہ کے حصے میں آئی۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھی جو حضور علیہ السلام کا چچا ہونے کے باوجود ساری عمر دشمن رہا اور کفر کی حالت میں مرا اس کی مذمت میں سورۃ الملہب نازل ہوئی۔ جب ثویبہ نے اس کو حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو خوش ہو کر اس نے انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد حضرت عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت خراب تھی آپ نے پوچھا! کس حال میں ہو؟ اس نے جواب دیا۔

لَمَّا لَقِیْتُ بَعْدَ كَمٍّ رِخَاءٍ غَيْرَانِیْ سَقِیْتُ فِیْ هَذِهِ بَعْتَا فِی

ثَوِیْبَةَ۔ (بخاری، ۲: ۷۶۳)

میں نے آپ لوگوں کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی، البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس سے کچھ پینے کو ملتا ہے (جس سے راحت پاتا ہوں)۔

اسی ثویبہ نے حضرت حمزہ، ابوسفیان بن حارث اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہم کو بھی دودھ پلایا اس طرح یہ تینوں حضرات حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔ اور نسبت کے لحاظ سے

حزہ چچا، ابوسفیان حضور علیہ السلام کے تایا کے بیٹے ہیں۔ ان تینوں کو اسلام کی دولت نصیب ہو گئی۔ حضرت حمزہ تو غزوہ احد میں شہید ہوئے اور ان کو حضور نے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا جب کہ ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ جس خوش نصیب کو بھی حضور علیہ السلام سے رضائی نسبت حاصل ہوئی وہ دولت اسلام سے محروم نہ رہا۔ حدیث ثویبہ کے ذکر سے پہلے دیگر دایوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک کا نام خولہ بنت المندر۔ ایک حضرت ام ایمن ہیں۔ حضور علیہ السلام کے والد ماجد نے ان کو میراث میں چھوڑا تھا یہ حضور علیہ السلام کو وراثت میں ملیں آپ نے ان کو آزاد کر دیا کیوں کہ حضرت عبداللہ کی لوٹدی تھیں اس لیے حضور علیہ السلام ان کا بہت خیال رکھتے اکثر فرماتے انت امی بعد امی (سیرت حلبیہ، ۱: ۱۰۵) میری ماں کے بعد تو میری ماں ہے بعض اہل علم نے ان کو دایوں میں یعنی دودھ پلانے والیوں میں شمار نہیں کیا صرف دیکھ بھال اور خدمت کرنے والی قرار دیا ہے اسی طرح حضرت شیماء یہ حضرت حلیمہ کی صاحبزادی ہیں اور حضور علیہ السلام کی دیکھ بھال کرتیں اور آپ کو قریشی بھائی کہہ کر بلاتیں۔ (طبقات ابن سعد)

الغرض لم تر ضعه مرضعة الا اسلمت (سیرت حلبیہ، ۱: ۸۷) جس خاتون نے بھی آقا علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ جب دایوں کو ایمان سے محروم نہیں رکھا تو سرکار کے والدین کریمین کے بارے میں یہ عقیدہ کتنا بڑا ہے کہ ان کو ایمان نصیب نہ ہوا ہوگا۔ کہ ان کے مقدس وجود تو نور محمدی کی واری بنے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ و ابائہ و امہاتہ اجمعین۔

حدیث ثویبہ

حضرت ثویبہ کی حضور علیہ السلام بہت دلجوئی اور خبر گیری فرماتے جب وہ آتیں تو سرکار ان کو کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر تحائف سے نوازتے اسی نسبت سے حضرت خدیجہ الکبریٰ بھی ان کا احترام فرماتیں اور عطا یا وعدہ ایہ سے نوازتیں جب یہ فوت ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے پوچھا اس کی اولاد وغیرہ ہے تو تلاش کرو عرض کیا اس کا بیٹا مسروح نامی تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ پوچھا دیگر رشتہ دار؟ عرض کیا گیا لم یبق منهم احد (دلائل النبوة ج ۱) کوئی قریبی بھی زندہ نہیں ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۴)

حدیثِ ثویبہ پر سوالات و جوابات

سوال: جنہا کفار کے متعلق قرآن مجید میں صراحت ہے کہ انکے عذاب میں کمی نہیں ہو سکتی تو پھر ابولہب جسکی مذمت میں پوری سورت اتری اسکے عذاب میں تخفیف کا کیا مطلب؟

جواب: قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه کہ یہ تخفیف صرف اسی کے ساتھ خاص ہے اور وہ جس کے لیے نص آگئی اس کیلئے مانی جائے گی۔ جب کہ ابنِ منیر نے کہا یہاں دو قضیے ہیں ایک محال و ہو اعتبار طاعة الكافر مع كفره کہ کافر کی اطاعت کا اعتبار کیا جائے اسکے کفر کے باوجود۔ کیونکہ اس کیلئے ایمان کا ہونا شرط ہے جو کہ ابولہب میں نہیں تھا الثانیۃ اثابة الكافر على بعض الاعمال تفضيلا من الله تعالى (کسی عمل کی عظمت واضح کرنے کے لئے) کافر کو اس کے کسی عمل پہ فائدہ پہنچانا وهذا لا يحيله العقل عقل اس کو محال نہیں جانتی (فتح الباری) اس کی مثالیں قرآن و سنت میں موجود ہیں کہ قرآن میں نماز و وقت پہ فرض کی گئی بیان فرمایا لیکن عرفات و مزدلفہ میں اکٹھی دو دو پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن میں فرمایا گیا موت کے وقت کی توبہ قبول نہیں ولیست التوبه للذين يعملون السيئات (النساء) مگر صحیح بخاری میں یہودی کے بیٹے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ اس کا ایمان بھی قابل قبول۔ بلکہ پورا باب ہے

”اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله“ کان غلام

یہودی ینخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاه النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند راسہ فقال له اسلم

فنظر الی ابیہ و هو عنده فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج

النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هو یقول الحمد لله الذی انقذه

من النار۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱)

یہودی کا لڑکا حضور علیہ السلام کی خدمت کرتا تھا، اچانک بیمار ہو گیا حضور علیہ

السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس کے سر کی طرف بیٹھ گئے فرمایا

اسلام لے آ اس نے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابو

القاسم (حضور) کی بات مان لے پس وہ مسلمان ہو گیا حضور علیہ السلام یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچا لیا۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک بندے کو ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت موجود ہے مگر حضرت علی المرتضیٰ کو دوسرا نکاح کرنے سے بھی روک دیا گیا الغرض سینکڑوں مثالیں قرآن و سنت میں موجود ہیں اور یہ استثنائی صورتیں ہر جگہ یہ موجود ہوتی ہیں جب اللہ و رسول کسی کو کسی وجہ سے رعایت دے دیں تو ایک مسلمان کا کام ہے ۔ ۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تخفیف کا مطلب مہلت ہو کہ کسی وقت عذاب روکا نہ جائے گا یا مدت میں کمی نہیں کی جائیگی جیسے کسی کو پانچ سال کی سزا ہو تو تین سال کر دی جائے باقی نوعیت عذاب میں کمی بیشی یہ تو ثابت ہے ورنہ جہنم کے سات طبقے بنانے کا کیا مطلب؟ کیا سارے کافر ایک ہی طبقے میں ہونگے؟ اگر نہیں تو جو نچلے طبقے والے ہیں ان کی بہ نسبت اوپر والوں کا عذاب کم تو ہوا۔ اور عدل بھی یہی ہے کہ انگلی کاٹنے والے کو قتل کرنے والے کے برابر سزا نہ دی جائے۔

سوال: اس وقت ابن عباس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب کا یہ خواب سے لہذا معتبر نہیں؟

جواب: اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خوابوں سے کسی حقیقت واقعہ پر روشنی ہی نہیں پڑ سکتی قرآن میں کافر کے خواب کا سچا ہونا مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں ساتھی و دخل معہ السجن فتن (سورۃ یوسف) یہ کافر تھا کیوں کہ تعبیر بتانے سے پہلے آپ نے ایمان کی دعوت دی جیسا کہ تفصیل اس کی سورۃ یوسف کے پانچویں رکوع میں موجود ہے۔

نمبر ۲ اور پھر یہ واقعہ ہی مشکوک نہ ہو گا پورا ذخیرہ احادیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سارا کا سارا مشکوک ٹھہرے گا۔

نمبر ۳ اگرچہ خواب حالت کفر میں آئی مگر بیان تو آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا لہذا اس کا اعتبار ضروری ہے۔

سوال: ایک لچر سا سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا میلاد کی خوشی منانا ابولہب کا

طریقہ ہے (استغفر اللہ)۔

جواب نمبر ۱: (الزامی) آیت الکرسی کا وظیفہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان نے بتایا تھا جو چور بن کے تین راتیں صدقہ کا مال چوری کرنے آتا اور آپ اس کو پکڑ لیتے اور صبح حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو غیب دان نبی خود ہی پوچھ لیتے ما فعل اسیرک البارحة کہ ابو ہریرہ رات والے چور کا کیا بنا؟ یا رسول اللہ! فتیں کرتا تھا میں نے چھوڑ دیا وعدہ کرتا تھا آئندہ نہیں آئے گا آپ فرماتے وہ بہت جھوٹا ہے آج رات پھر آئے گا۔ تیسری رات اس نے جب دیکھا کہ ابو ہریرہ چھوڑ نہیں رہے تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور بدلے میں وظیفہ بتاتا ہوں آپ حیران ہوئے کہ چور اور وظیفہ؟ فرمایا کیا وظیفہ ہے؟ اس نے کہا رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سویا کر شیطان سے بچے رہا کرو گے۔ صبح حضور نے فرمایا تھا تو جھوٹا مگر بات سچی کر گیا۔ وہ خود ہی شیطان تھا۔ تو کیا یہاں کہو گے آیت الکرسی کا وظیفہ بتانا شیطان کا کام ہے۔

جواب نمبر ۲: (تحقیقی) امام ابن جوزی کی زبانی فاذا كان ابو لهب الكافر الذي نزل القرآن بدمه جوزى في النار لفرحه ليلة المولد فما حال المسلم من امته يدبر بمولده و يبذل ما تصل اليه قدرته في محبته لعمرى انما يكون جزاؤه من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم جنات النعيم۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۷۷ ما عجت من السنة ص ۱۰۳) ابو لہب جیسا کافر جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اس کو حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی سے بھی محروم نہیں رکھا گیا تو حضور کا امتی اگر خوشی کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کیوں نہ جنت میں داخل فرمائے گا۔ تقریباً یہی بات شیخ نجدی نے اس حدیث کے تحت اپنی کتاب مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۰ لکھی ہے کہ ابو لہب اگر حضور علیہ السلام کو محمد رسول اللہ سمجھ کے نہیں بلکہ صرف محمد بن عبد اللہ ہی سمجھتا ہے تو اس کو بھی فائدہ پہنچے تو اگر کوئی آپ کا امتی حضور کو روحانی معشتے کی بنا پر محمد رسول اللہ سمجھ کے خوشی کرتا ہے تو وہ کیوں محروم ہوگا اسی لیے اہل اسلام صدیوں سے یہ سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

لا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم و
يعملون الو لائم و يتصدقون في ليله با نواع الصدقات و يظهرون السرور و
يزيدون في المبرات فرحم الله امرء من اتخذ ليلالي شهر مولد المبارك اعيادا
ليكون اشد غلبة على من في قلبه عنادا (ما ثبت من السنة) اهل اسلام ہمیشہ سے حضور
عليه السلام کی ولادت با سعادت کے مہینے خوشی کرتے آئے ہیں محفلوں اور دعوتوں کا انتظام، صدقہ
و خیرات کرنا معمول رہا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس بندے پر جو میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید کے
طور پر مناتا ہے تاکہ جس کے دل میں عناد کی بیماری ہے اس میں اضافہ ہو۔ ملا علی قاری فرماتے
ہیں اما اهل مكة يزيد اهتمامهم به على يوم العيد۔ اہل مکہ عید سے بھی زیادہ اہتمام
میلاد شریف کا کرتے ابن جوزی لمیلاد النبوی ص ۵۷ تا ص ۶۰ یہ لکھتے ہیں لا يزال اهل
الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام و سائر بلاد العرب من المشرق
الى المغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم و يفرحون
بقدوم شهر ربيع الاول۔ تمام عرب ممالک میں میلاد النبی پر خوشیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے
بالخصوص حرمین شریفین، یمن، شام، مصر اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علاقوں میں دھوم
دھام سے جشن منائے جاتے عمدہ کپڑے پہنے جاتے، خوشبوؤں میں محافل میلاد کا انعقاد کیا جاتا
وینا لون بذلک اجرا جزیرلا و فوزا عظیما اس پر ان کو بڑا اجر اور بڑی کامیابیاں
حاصل ہوتیں اور جس سال زیادہ خوشیاں منائی جاتیں انہ وجد فی ذلک العام کثیرة
الخير والبركة مع السلامة والعافية وسعة الرزق و اذ دیا دال مال والاحفاد و
دوام الامن والامان فی البلاد والامصار والسكون والقرار فی البيوت والدار
ببركة مولد النبي صلى الله عليه وسلم۔

اس سال میں زیادہ خیر و برکت ہوتی صحت و سلامتی میں رزق، مال، جان، اولاد میں
امن و امان میں گھروں شہروں میں سکون و قرار میں حضور علیہ السلام کے میلاد پاک کی برکت
سے۔ یہ ابن جوزی ہیں جن کو بڑا نقاد اور متعصب محدث کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی کتاب میں
میلاد شریف کی برکات کے سلسلہ میں بڑی عمدہ حکایات بھی بیان کی ہیں

شب ولادت میں سب مسلمان کریں نہ کیوں جان و مال قربان
ابولہب جیسا سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہا ہے

(مفتی احمد یار خان نعیمی)

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

اذا كان هذا كافرو جاء ذمه
و تبیت یداه فی الجحیم مخلدا
الی انه فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنه للسرور با حمدا
فما الظن بالعبد الذی كان عمره
با حمد مسرورا و مات موحدا

(شمس الدین محمد بن ناصر)

جب کافر ابولہب کا یہ حال ہے جس کی مذمت قرآن نے فرمائی کہ وہ بھی جزا سے محروم
نہیں تو غلامِ مصطفیٰ جو میلادِ پاک پہ خوشی کرے گا اس کے بارے تیرا کیا خیال ہے وہ محروم کر دیا
جائے گا؟۔ مثل نارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں گے بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کیجئے چرچا نہیں کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجئے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا)

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بنی تو محمد کی دائی حلیمہ
معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ
تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے
کہ طالب ہے جس کی خدائی حلیمہ
دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ

حضرت حلیمہ کا پورا نام حلیمہ بنت ابی ذؤیب ہے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ قبیلہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن، عرب کا نامور قبیلہ ہے جس کی شجاعت کی ہر طرف دھوم تھی۔ تیرا انداز، شاہین صفت اور نیزہ بازی میں بہت مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ شرافت و نجابت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتیاں اکڑا جڑ جاتیں اور قحط کا شکار ہو جاتا جس کی وجہ سے جانوروں کا دودھ خشک ہو جاتا اور مویشی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو جاتے حضرت حلیمہ کی بھی ایک ہی اونٹنی تھی نہایت لاغر و کمزور۔

موسم بہار آ گیا دستور کے مطابق اس قبیلہ کی عورتوں نے مکہ کا رخ کیا تا کہ امراء کے بچے لاکر پالیں اور انعام حاصل کریں حضرت حلیمہ ان سب سے کمزور تھیں آپ نے بھی مکہ جانے کا ارادہ کر لیا کہ شاید بھوک و افلاس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نکل آئے۔ توقع کے عین مطابق دیگر عورتیں تیز رفتار سوار یوں پہ سوار ہو کر مکہ پہنچ گئیں اور حلیمہ پیچھے رہ گئیں۔

۔ میں اکیلی رہ گئی اور قافلہ جاتا رہا

دانیوں نے امیروں کے بچے سنبھال لیے۔ حلیمہ کے شوہر حارث بھی مایوس سے ہو گئے ایک شیر خوار بچہ بھی گود میں تھا۔ بھوک سے ٹڈھال ہو رہا تھا کھانے پینے کو پاس کچھ بھی نہ تھا۔ پردہ غیب سے مدد کے منتظر تھے کہ دیکھیں ہمارے مقدر میں کیا ہے حضور علیہ السلام چونکہ یتیم پیدا ہوئے تھے اس لیے کسی دائی نے ادھر توجہ نہ کی یا وہ اس قابل نہ تھیں کہ ان کی گود اس نعمت عظمیٰ کی حامل ہو سکے حضرت عبدالمطلب کی خوابوں اور بشارتوں کے ذریعے مسلسل راہنمائی ہو رہی تھی کچھ عربی اشعار کی آواز کان میں پڑی کہ بنو سعد قبیلہ کی ایک عورت حلیمہ آرہی ہے اس کا انتظار کرو۔

آپ مطمئن ہو گئے دوسری عورتیں امیروں کے بچے لے کر خوشیاں مناتی واپس آرہی ہیں اور حلیمہ افسردہ حالت میں مکہ میں داخل ہو رہی ہیں جب حالات معلوم کیے تو پتہ چلا سب بچے تقسیم ہو گئے صرف ایک بچہ جو یتیم ہے اور عبدالمطلب کا پوتا ہے وہ رہ گیا ہے ضرورت ہو تو لے آؤ لیکن کیا کرو گی بچہ یتیم ہے حضرت حلیمہ محلہ بنو ہاشم میں پہنچی حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے انتظار فرما رہے ہیں پوچھا نام کیا ہے کس قبیلہ کی ہو حلیمہ نے سب کچھ بتایا آپ سن کر مسکرائے فرمایا حلیمہ علم سے ہے سعد سعادت سے ہے کیا یتیم بچے کی پرورش کرو گی۔

حضرت حلیمہ نے بخوشی حامی بھری اندر تشریف لے گئیں سب سے پہلے خوشبو کے جھونکوں نے استقبال کیا، دل کو سنبھالا، آگے بڑھیں دیکھا تو سبز ریشمی بستر پر، سفید روئی کا لباس پہنے کونین کا شہزادہ آرام فرما رہے خوشبو کی لپیٹ میں آرہی ہیں۔ رحمت کائنات نے حلیمہ کی آمد پہ اپنے رحمت کے بازو پھیلا کر استقبال کیا۔ حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا تو وہ چھاتی جس میں دودھ خشک ہو چکا تھا دودھ کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر حضرت حلیمہ کو حضرت آمنہ کی خدمت میں لے جایا گیا انہوں نے پوچھا اے حلیمہ! کیا اس بچے کی پرورش کرو گی حلیمہ نے عرض کیا جی ہاں میری سردار کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اتنا مال نہیں کہ کا حقہ اجرت دے سکوں عرض کیا مجھے میرا رب اس کی برکت سے ضرور نوازے گا آپ فکر نہ کریں مجھے کسی اجرت کا لالچ نہیں حضرت آمنہ مطمئن ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ اجازت لے کر حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے طواف کو گئیں فرماتی ہیں میری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب میں نے دیکھا ساری دنیا حجر اسود کو چومتی ہے لیکن حجر اسود نے اپنی جگہ سے نکل کر حضور علیہ السلام

کو چومنا شروع کر دیا۔

فخرج الحجر الاسود من مكانه حتى التصق بوجهه

الکریم۔ (المظہر ی، ۶: ۵۲۸)

باقی دانیوں نے حضرت حلیمہ کے انتظار کی زحمت بھی گوارا نہ کی حلیمہ کے شوہر نے کجاوہ کسا، سوار ہوئے تو اونٹنی نے تین بار سجدہ کیا پھر آسمان کی طرف منہ کیا اور چل پڑی۔ تیزی کے ساتھ صحرا کا سفر طے کر رہی تھی وہ جو ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی اب گوشت پوست سے آراستہ ہو گئی۔ حضرت حلیمہ نے منظر دیکھا تو محبت و عقیدت سے حضور علیہ السلام کو دیکھنے لگی کہ یہ انقلاب اسی وجود مسعود کی برکت سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ان عورتوں کو جالیا جو کافی عرصہ پہلے مکہ سے نکلی تھیں حلیمہ ان کے پاس سے گزرنے لگیں تو انہوں نے حیرت سے پوچھا البس هذه اتانك التي كنت خرجت عليها۔ کیا یہ وہی سواری ہے جو لے کر آئی تھی؟ فرمایا سواری وہی ہے سوار بدلا ہوا ہے جو لے کر جا رہی ہوں۔

وہ عورتیں غم میں سمجھ سی گئیں کیوں کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے اور حلیمہ کی عاجزی اور مسکینی نے اس کو بلند کر دیا من تواضع لله فقد رفعه الله حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں رایت الحسد من بعض نساءنا میں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض عورتیں مجھ پر حسد کرنے لگیں، پنجابی میں کہتے ہیں ”جیہڑا رووے اوہدا کم ہووے“ معراج کی رات کمزور و ناتواں براق رویا اور حضور کی سواری بن گیا اور آج حلیمہ کا رونا قبول ہو گیا۔ کیوں کہ در مصطفیٰ سے کسی کا پریشان گذرنا رب کو منظور نہیں۔ جاتے ہوئے جب عورتیں حضرت حلیمہ کے پاس سے تیزی کے ساتھ گزر رہی تھیں تو حلیمہ نے سوچا ہوگا اے اللہ! کہیں ایسا نہ ہو یہ عورتیں سارے بچے سنبھال لیں اور میری کٹی خالی کی خالی رہ جائے، اللہ نے فرمایا تیری کلی کو ایسا رنگ چڑھاؤں گا کہ عرش معلیٰ بھی تیری کلی پہ ناز کرے گا کیوں کہ عرش پہ محبوب ایک بار جائے گا تیری کلی میں دو سال رہے گا اسی وجہ سے حضرت آمنہ نے جب حضور علیہ السلام کو حلیمہ کے سپرد کیا تو فرمایا حلیمہ اس بچے کا خیال رکھنا (حلیمہ کو ابھی کیا معلوم تھا کہ اس بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ کے نبی آ کر مبارک دے رہے تھے) جب حلیمہ مکہ سے چلنے لگی تو شوہر آگے تھا حلیمہ اس کے پیچھے حضور کو گود میں لے کر بیٹھ گئی سواری کو اٹھاتے تو اٹھتی نہ تھی حلیمہ سمجھ گئی کہ اونٹنی اشارہ کر رہی ہے جو نبیوں کا امام بننے والا ہے اس

کو تو نے خاوند کے پیچھے بٹھایا ہوا ہے میں کیسے اٹھوں؟ چنانچہ حضرت حلیمہ نے خاوند کو پیچھے کیا خود حضور کو لے کر آگے آگئی۔ جھومتی جارہی تھی اور کہتی جارہی تھی

مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

حلیمہ کے گھر آمد مصطفیٰ ﷺ

حضور علیہ السلام کی برکات جب حلیمہ نے دیکھیں تو اپنا سگا بچہ بھول گئی کیوں کہ جو سکون رخ و لضحیٰ کی زیارت سے ملتا تھا وہ اور کہاں ملے پہلے ہی دن شام کو حلیمہ کے شوہر نے کہا وقت ہو گیا ہے اونٹنی کا دودھ دوھ لوں۔ معمول کے مطابق چھوٹا سا برتن لے کر جب دودھ دوھنے لگا تو نہریں جاری ہو گئیں گویا۔ ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ۔

گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ جو چند قطروں کو ترستے تھے اب ان سے دودھ سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔ خوشی سے جھوم کر حارث نے کہا

والله يا حلیمة لقد احدث النعمة المباركة (محمد رسول الله: ۳۰)

خدا کی قسم حلیمہ بڑی برکت والی روح ہمارے گھر آگئی ہے۔

حلیمہ نے کہا ان کی والدہ نے مجھے ایسا ہی بتایا تھا کہ اس کی پیدائش کے وقت میں نے عجیب و غریب مناظر دیکھے اور مجھ سے ایسا نور نکلا کہ اس کی روشنی میں میں نے قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اس لیے مجھے یقین ہے کہ ایسا بچہ کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

یہ برکتیں صرف حلیمہ کے گھر تک محدود نہ تھیں بلکہ پورا علاقہ مستفیض ہوا آپ خود فرماتی ہیں۔

والقیات محبتہ و اعتقاد برکتہ فی قلوب الناس حتی ان

احدہم کان اذا نزل به اذی فی جسده اخذ کفه فیضعها

علی موضع الاذی فیبر ابا ذن الله تعالیٰ سریعا۔

لوگوں کے دل میں آپ کا پیار اور برکت کا اعتقاد ڈال دیا گیا یہاں تک کہ جب

کوئی بیمار ہوتا تو حاضر ہو کر آپ کا ہاتھ مبارک تکلیف کی جگہ پہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی

شفادے دیتا۔ (السیرۃ النبویہ بللہ حلان، ۱: ۳۹)

حضور علیہ السلام تھوڑی دیر سوتے تو آپ کی رضائی بہن حضرت شیماء قم قم یا

حبیبی کم تنامی کہہ کر جگاتیں اٹھ اٹھ اے محبوب! کتنا سوائے گا (کیوں کہ اب ہم تیرے بغیر اداس ہو جاتے ہیں)۔ حلیمہ کی گلی کو حضور نے رشکِ جنت بنا دیا

۔ حلیمہ گلی نون دیکھے کدے سرکار نون دیکھے

میں کیڑی بیج تیرے لئی سجاواں یا رسول اللہ

حضور علیہ السلام کے سر سے پہلے باپ کا سایہ اٹھا پھر ماں کا پھر دادا کا پھر چچا ابو طالب

کا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے زیر سایہ حضور پلے اللہ آپ کو اپنی رحمت ہی کے سائے میں رکھنا چاہتا تھا اور ساری کائنات ان کے سایہ رحمت میں

۔ ساحر وہاں تو ظنِ پدر بھی ناگوار تھا

اور آپ کہہ رہے ہیں نبی سایہ دار تھا

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا

بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جدا

گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو رواں ہوا

یوں ایک ایک سایہ اٹھتا چلا گیا

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو

بے سایہ کر دیا گیا اس سایہ دار کو

ادھر فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے آپ کا خاندان پل رہا

ہے اور ادھر حضور کے وسیلہ سے سارا جہان پل رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ کو اسی وقت کہہ دیا تھا تجھے غریب سمجھ کر بچہ دیا کسی نے

نہیں اس کو یتیم سمجھ کر لیا کسی نے نہیں، لے جا اس کی یتیمی کے صدقے تیری غریبی دور ہو جائے

گی۔ غریبی کو بھی ٹھکانہ ملا ہے تو حضور کے قدموں میں ملا ہے۔ یہ غریبوں کی حمایت کا نعرہ لگا کر

نائٹ کلبوں اور عشرت کدوں میں زندگی گزارنے والے کیا جانیں غربت کیا ہوتی ہے یہ تو

غریبوں کی لاشوں کے سوداگر ہیں غریبوں کا سچا خیر خواہ وہی ہے جو حضور کا سچا غلام ہے کیوں کہ

حضور نے خود ساری زندگی غریبی و مسکینی میں گزار کر پیٹ پہ پتھر باندھ کر غریبوں کا پیٹ بھرا ہے

آپ کی مشہور دعا ہے۔

اللهم احینى مسکینا و امتنى مسکینا و احشرنى فى زمرة
المساکین۔

اے اللہ! مجھے غریبی کی زندگی و موت دے اور قیامت کے دن غریبوں میں سے
اُٹھاتا۔

۔ زندگی اپنی غریبی میں گذاری ساری

حضور علیہ السلام کا پہلا کلام

حضور کی نشوونما اور بڑھنے کی رفتار حیرت انگیز تھی دوسرے ہی مہینے آپ نے ہاتھوں
اور قدموں کے بل چلنا شروع کر دیا، تیسرے مہینے کھڑے ہو گئے، چوتھے ماہ دیوار پکڑ کر چلنے لگے
اور پانچویں مہینے کسی سہارے کے بغیر چلنا شروع کر دیا آٹھویں مہینے بولنا شروع کر دیا اور نویں
مہینے صبح کلام فرمانے لگے جو کلام سب سے پہلے فرمایا وہ یہ ہے۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا و سبحان الله بکرة و
اصیلا۔

اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اس کی تعریف بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے لئے پاکیزگی
ہے صبح و شام۔

دنیا کا کوئی صر فی نحوی یا عربی کلام کا ماہر حضور علیہ السلام کے اس پہلے کلام سے آج تک
کوئی کسی قسم کی غلطی نہیں نکال سکا تو جب عرشِ معلیٰ پہ گئے اور نبیوں کے امام بن گئے اس دور کے
کلام کی معجز بیانی اور فصاحت و بلاغت کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں اکثر حضور علیہ
السلام کی زبان سے یہ الفاظ بھی سنا کرتی تھی۔

لا اله الا الله قد و ساقد و سانا مت العیون والرحمان لا
تاخذہ سنة ولا نوم۔

اللہ کو اپنے حبیب کی زبان سے نکلے ہوئے اپنی تعریف کے الفاظ اتنے پسند آئے
کہ آخری جملہ کو آیت الکرسی کا حصہ بنا دیا۔

جب بھی حضور علیہ السلام کسی چیز کو پکڑتے تو بسم اللہ پڑھ کر پکڑتے گویا قدرت نے بچپن کے عالم میں بھی سرکار کو اکیلے نہ رکھا بلکہ عنایات ربانی آپ کے شامل حال رہیں۔

علامات نبوت کا ظہور

حضور علیہ السلام اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے تو آپ کی بکریاں خوب موٹی تازی ہو کر آتی تھیں لوگ پوچھتے کہ ایک ہی جگہ پہ چرنے جاتی ہیں ہماری بکریاں اتنی صحت مند نہیں۔ آپ فرماتی تھیں چرتی تو ایک ہی چراگاہ میں ہیں مگر تمہارے چرانے والے اور ہیں میرا چرانے والا اور ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کان یمنزل علیہ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی عنہ۔ سورج کی طرح ایک نور روزانہ آپ پر اترتا کچھ دیر کے بعد چھٹ جاتا۔

(السیرۃ النبویہ للذہلانی)

ثم رات غمامة تظله اذا وقف وقفت و اذا سار سارت.

پھر ایک بار بادل دیکھا وہ آپ پر سایہ کرتا آپ چلتے تو چل پڑتا رکتے تو ٹھہر

جاتا۔ (طبقات ابن سعد)

یہی کیفیت چاند کی تھی انگلی کے اشارے پہ چلتا۔ ایک واقعہ تو حضرت عباس سے بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا حضور! آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں فرمایا بتاؤ عرض کیا جب آپ جھولے میں تھے تو میں نے ایک رات دیکھا آپ جس طرف انگلی اٹھاتے ہیں چاند آپ کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا فرمایا چچا اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سُنتا تھا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلوتا نور کا

کھیتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے

خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلوتا نور کا

یعنی ہم مٹی سے بنے تو ہمارے والدین ہمیں کھلونے بھی مٹی کے لا کر دیتے ہیں حضور علیہ السلام نور ہیں اللہ نے کھلونا بھی نور کا عطا فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے سامنے چاند کا واقعہ عرض کیا تو سرکار نے فرمایا

كنت احده و يحدثني و يلهيني عن البكاء و اسمع و حبيته
حين يسجد تحت العرش ان مهده عليه السلام يتحرك
بتحريك الملائكة.

میں اس سے باتیں کرتا وہ مجھ سے، مجھے رونے سے چپ کراتا۔ میں اس کی تسبیح
سُنا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا۔ حضور کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔
آپ کے رضائی بہن بھائی کہتے ہیں

ان اخى الحجازى اذا وقف بقدميه على الوادى بخضر
لوقته.

ہمارا حجازی بھائی جس وادی پہ اپنے قدم رکھتا اسی وقت اس جگہ سبزہ اُگ آتا اور
پتھریلی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی۔

جتنے ماہی پب رکھا اوتھے اُگدا سرو دا یوٹا

ما بقى منزل من منازل بنى سعد الا و قد شمو اريج
المسك منه.

بنو سعد قبیلے کا کوئی گھرا یا نہ تھا جس میں خوشبو نہ پھیل گئی ہو (حالانکہ کئی میل میں
پھیلا ہوا تھا)۔

اذا قام فى الشمس ظلته الغمام تاتى الوحوش اليه و هو

قائم لتقبله. لا يمر على شجر ولا حجر الا سلم عليه. اذا

مشى على الصخر يغوص تحت قدميه كالعجین.

جب دھوپ میں کھڑے ہوتے تو فوراً بادل سایہ کر دیتا۔ جانور قدموں کو بوسہ

دیتے ہر درخت، پتھر سلام کہتا۔ سخت پتھر پہ کھڑے ہوتے تو آٹے کی طرح نرم ہو جاتا۔

واذا جاء الى البئر و نحن نسقى الاغنام يعلوا الماء الى فم البئر.

کنوئیں پہ بکریوں کو پانی پلانے جاتے تو پانی خود ہی کناروں تک آ جاتا۔

و كانت تسمع (حلیمہ) الاحجار تنطق بسلامها عليه.
والاشجار تحن باغصانها عليه۔ (المنظری)

حضرت حلیمہ پتھروں کا آپ پہ سلام خود سنا کرتیں۔ درخت اپنی ٹہنیاں خود بخود جھکا دیتے (تاکہ آپ کی بکریاں پتے کھا لیں، اور آپ کو پتے اُتارنے اور جھاڑنے کی زحمت نہ ہو)۔

عورتوں نے حضرت حلیمہ سے پوچھا تیرے گھر میں ساری رات روشنی کس چیز کی ہوتی

ہے فرمایا

والله ما اوقد نار الا نور وجه محمد صلى الله عليه وسلم.
(ہم کوئی چراغ وغیرہ تو نہیں جلاتے بلکہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی روشنی ہوتی ہے۔

ما كنا نحتاج السراج من يوم اخذناه لان نور وجهه كان
انور من السراج فاذا احتجنا الى السراج في مكانه جئنا به
فتنورت الا مكنة ببركته صلى الله عليه وسلم.

جب سے ہم حضور علیہ السلام کو لائے ہیں چراغ کی ضرورت ہی نہیں پڑی کیوں
کہ آپ کا نور چراغ کے نور سے زیادہ روشن و صاف ہے۔

جب کسی جگہ روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کو وہاں لے جاتے ہیں آپ کی
برکت سے اندھیرے روشنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

وروى ان حلیمة لما اخذته دخلت على الاصنام فنكس

الہبل راسہ و کذا جمیع الاصنام اما کنہا تعظیما لہ۔
روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ آپ کو بتوں کے سامنے لے کر گئی تو سب
سے بڑے بت ہبل نے اور اسی طرح دیگر تمام بتوں نے آپ کی تعظیم کے لئے سر
جھکا دیے۔

۔ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ حجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختونا۔
حضور مختون پیدا ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۰۳)

لما وقع علی الارض رفع راسہ و قال بلسان فصیح لا الہ
الا اللہ و انی رسول اللہ۔ (تاریخ الخیس، ۱: ۲۰۳)
حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو زمین پر تشریف لائے سر انور اٹھا کر فصیح زبان
میں کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔
حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔

نظرت الیہ فاذا هو کالقمر لیلۃ البدر و یدہ یسطع
کالمسک الاذفر۔ (زرقاتی علی المواہب، ۲: ۲۲۳)
نہیں نے دیکھا گویا چودھویں کا چاند ہے اور آپ سے تروتازہ کستوری کے گلے
پھوٹ رہے تھے۔

و اذن اللہ تلک السنۃ نساء الدنیا ان یحملن ذکورا
کرامۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سیرۃ الخلیفہ، ۱: ۳۷)
اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ دنیا کی تمام عورتوں کو اذن دیا
کہ صرف لڑکے ہی جنم دو حضور علیہ السلام کی عزت کے لئے۔
الغرض امام ابن جوزی نے کیا خوب کہا

ولد الحبیب و مثله لا یولد

دنیا میں بڑے بڑے پیدا ہوتے رہے لیکن جیسے اللہ کا محبوب پیدا ہوا اس طرح کوئی نہ پیدا ہوا۔

صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیم اکثر اکثر۔

آپ فرماتی ہیں لا اعلم ارضا من الاراضی اللہ اجذب منها ہمارے قبیلے کی ساری بنجر زمین آپ کے آنے سے آباد ہو گئی۔ (انسان الحيوان ۱: ۱۴۸)

چونکہ ان علامات کو دیکھ کر یہودی آپ کے دشمن ہو گئے تھے کہ تورات رانجیل کی تمام نشانیاں انہوں نے آپ میں بچپن کے اندر ہی دیکھ لی تھیں، سیرت حلیمہ اور طبقات میں ہے کہ انہوں نے بار بار بنو ہذیل اور دیگر قبائل سے کہا یہ وہی ہے اس کو قتل کر دو اس لیے حلیمہ ڈر گئیں اور حضور علیہ السلام کو باہر نہیں جانے دیتی تھیں اور عرض کرتیں

۔ بانگیاں چالاں والیا ہولی قدم نکایا کر

گود میری وچ کھیڈ لے باہر نہ کھیڈن جایا کر

ایک یہودی مکہ میں تجارت کے لئے آیا عین اس رات جس رات حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس نے چیخ کر کہا یا معشر قریش ولد فی هذه الليلة نبی هذه الامة بین کشفہ علامۃ فیہا شعرات متواترات۔ اے قریشیو! آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو گیا اس کے کندھوں کے درمیان گھنے بالوں کی علامت ہے لوگ اس یہودی کو حضرت آمنہ کے پاس لے گئے فقالوا اخرجی المولود انک فاخرجته و کشفوا عن ظہره فرأی تلک الشامۃ فوق الیہودی مغشیا علیہ قالوا مالک مالک قال ذہبت النبوة من بنی اسرائیل۔ تفسیر مظہری ج ۲ ص ۵۲۶

اور ان سے عرض کیا ذرا بچہ دکھاؤ انہوں نے دکھایا یہودی نے پشت مبارک سے کپڑا ہٹایا علامت (مہر نبوت) دکھی بے ہوش ہر کر گر گیا لوگوں نے کہا کیا ہوا تجھے کہنے لگا نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی۔

اور یہی یہودی اکثر کہتا یا اہل مکہ یوشک ان یولد مولود یدین لہ العرب و یملک العجم هذا زمانہ فلما ولد قال لعبد المطلب قد ولد لک المولود الذی کنت احدثکم عنکم۔

اے مکہ والو! ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو عرب و عجم کا مالک ہوگا اس کا زمانہ ولادت آگیا ہے جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا یہی ہے وہ جس کی بات میں تمہارے سامنے کرتا تھا۔

اس کے علاوہ تفسیر مظہری (ص ۵۲۶ تا ص ۵۳۰ ج ۶)۔ انوار محمدیہ۔ مواہب لدنیہ اور سیرت کی دیگر کتب میں بے شمار حیرت انگیز واقعات جو بچپن میں ظہور پذیر ہوئے موجود ہیں تھوڑی سی شان حضرت حلیمہ کی بیان کر کے اگلی حدیث کو شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۲ پر حضرت ابوالطفیل الغنوی سے روایت ہے۔

قال كنت جالسا مع النبي صلى الله عليه وسلم اذ اقبلت امرأة فسبط النبي صلى الله عليه وسلم رداءه حتى قعدت عليه فلما ذهبت قبل هذا ارضعت النبي صلى الله عليه وسلم۔ (رواه ابوداؤد)

میں حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی آپ نے چادر بچھائی وہ اوپر بیٹھ گئی جب چلی گئی تو کہا گیا اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا ہے۔

ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام کی حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی ہو چکی تھی حضرت حلیمہ تشریف لائیں حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ کو تعارف کرایا آپ بہت خوش ہوئیں اور چالیس بکریاں اور ایک سواری کا اونٹ ان کو دیا۔ (طبقات ابن سعد)

چار سال تک حضور علیہ السلام حضرت حلیمہ کے پاس رہے دل و جان سے حضرت حلیمہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت کی مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کے صدقے حلیمہ کو خوب نوازا جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا

لوگ یہ کہتے ہیں تو نے حلیمہ میرے نبی کو پالا ہے
میں یہ کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

ۛ ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
کوئی نہیں مطلوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے

وہ لوگ جو حقیقی والدین کا احترام نہیں کرتے ان کا کیا تعلق اس نبی سے جس نے
رضاعی ماں کا اس قدر اکرام فرمایا کہ آج بھی مدینہ شریف جاؤ جنت البقیع میں حضرت حلیمہ کی قبر
پہ کھڑے ہو جاؤ تو سامنے گنبد خضریٰ نظر آتا ہے اور روزہ پاک کے ساتھ والے دروازے باب
البعیث پہ کھڑے ہو جاؤ تو جنت البقیع کے دروازے سے حضرت حلیمہ کی قبر نظر آتی ہے بعد وصال بھی
اپنے سے جد نہیں فرمایا

ۛ لُج پال پریت نوں توڑ دے نہیں
جیہدی ہاں پھڑ دے اونہوں چھوڑ دے نہیں



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

(۶۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا رَسُولُ اللَّهِ الَّذِي أَنْ أَصَابَكَ ضَرٌّْ فَدَعَوْتُهُ

كَشَفَهُ عَنْكَ وَأَنْ أَصَابَكَ عَامِرٌ سَنَةٍ فَدَعَوْتُهُ

أَنْبَتَ مَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلَاةٍ

فَضَلَّتْ رَاحَتُكَ فَدَعَوْتُهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ

میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو تیرے لیے (فصل) اُگادے اور جب تم چشیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے

(مشکوٰۃ ص ۱۶۹)

اس حدیث کا ماقبل یہ ہے کہ حضرت ابو جری جابر بن سلیم فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے ایک صاحب (حضور علیہ السلام) کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے کام کرتے ہیں اور ہر بات پر عمل کرتے ہیں (بے وجہ معلوم کیے حکم کی تعمیل کرتے ہیں) میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں (بادشاہوں کے خدام بھی اس قدر حکم کی تعمیل نہیں کرتے یہ دیکھنے میں بادشاہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے بھی اعلیٰ ہے) فرماتے ہیں میں نے دوبارہ عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ آپ پر سلام ہواے اللہ کے رسول، فرمایا علیک السلام نہ کہو کیوں کہ یہ مردوں کا آپس کا سلام ہے بلکہ کہو السلام علیک میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا انا رسول اللہ اور اس حدیث کا مابعد یہ ہے کہ میں نے

عرض کیا مجھے نصیحت کیجیے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام بلکہ اونٹ اور بکری کو بھی گالی نہ دی۔ اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے بات کیا کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدمی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کیوں کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا کسی ایسے عیب سے تمہیں عار دلائے جو تم میں وہ جانتا ہے تو تم اسے اس کے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو، اس کا وبال اس پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہوگا۔

اس حدیث میں اصلاح احوال اور اخلاقیات کی وہ اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر اس سے نکلنے والے تمام مسائل پر تفصیلی بحث کی جائے تو پوری ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے تاہم چند مقامات پر اختصار کے ساتھ گفتگو ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: حضور علیہ السلام نے دو مرتبہ اس شخص کے علیک السلام یا رسول اللہ کہنے پر جواب ارشاد نہیں فرمایا کیوں کہ اس کا اس طرح سلام کہنا درست نہ تھا اور جواب نہ دے کر حضور علیہ السلام نے اس کی اصلاح کا بہت عمدہ طریقہ اپنایا کہ اگر فوراً ٹوک دیتے تو وہ اثر نہ ہوتا جو دوبارہ سننے کے بعد مسئلہ بتانے کا اثر ہوا ثابت ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے اور غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔

سلام کے مروجہ غلط طریقے

نمبر ۱۔ بعض جاہل بھیا سلام، ابا سلام یا آداب عرض، تسلیمات عرض کہتے ہیں یہ سب غلط ہے ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی اصلاح کرنی چاہیے اور جیسے حضور علیہ السلام نے مذکورہ حدیث میں اصلاح فرمائی اصلاح کر کے سنت کا ثواب حاصل کریں اور پھر جو ساری زندگی صحیح طور پر سلام کہتا رہے گا آپ کو ثواب ملتا رہیگا۔

نمبر ۲۔ بعض لوگ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود السلام علیکم کہنے کی بجائے سام لیکم کہتے ہیں یا جو زیادہ تعلیم یافتہ ہوں وہ السام لیکم کہہ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ سام اور السام کا لفظ بڑا ہی خطرناک لفظ ہے یوں سمجھیں کہ جتنی السلام علیکم میں برکت ہے اس سے زیادہ سام یا السام میں نحوست و بے برکتی ہے۔ وہ کیسے سنئے:

السلام علیکم جملہ اسمیہ ہے جس میں بیشگی اور دوام و استمرار کا معنی پایا جاتا ہے یعنی خدا کرے تو ہمیشہ سلامت رہے اور سام یا السام کا معنی موت ہے، اسی سے قبر کی سامی جو بنائی جاتی ہے اس میں بھی موت کا مفہوم پایا گیا۔ تو السام علیکم یا سام لیکم کا معنی ہوا کہ خدا کرے تو ہمیشہ کے لئے مر جائے۔ تو بتائیے جو بندہ روزانہ کئی مرتبہ دوسرے کو اس طرح کہے گا تو اس کی بددعا کبھی تو قبول ہو جائے گی شاید اسی لیے زیادہ موتیں واقع ہو رہی ہیں کہ دعاؤں میں تو اثر ختم ہو گیا، بد دعائیں ہی قبول ہو رہی ہیں الغرض السلام علیکم میں دعا ہے اور السام لیکم یا سام علیکم میں بددعا۔ اور لیکم تو بالکل مہمل لفظ ہے جس کا کوئی معنی ہی نہیں۔

ایک مرتبہ کچھ یہودی حضور علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے اسی طرح کہا حضور علیہ السلام نے جواب میں وعلیکم فرمادیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عائشہ کیا ہوا نرمی کرو۔ علیک الرفق۔ عرض کیا حضور آپ نے سنا نہیں ان بد بختوں نے آپ کے لئے موت کی دعا کی ہے فرمایا ان بد بختوں کی کون سی قبول ہو رہی ہے میں نے جواب میں وعلیکم کہہ دیا ہے (ان کی قبول نہیں ہو سکتی میری رد نہیں ہو سکتی)۔

نمبر ۳ انگریزی کے دلدادہ لوگ مختلف لفظوں سے سلام کہنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً گڈ مارننگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹرنون (دوپہر کے بعد کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) یہ الفاظ بھی سلام کی جگہ بولنے بالکل فضول ہیں اس سے نہ سلام کہنے کی سنت ادا ہوتی ہے نہ ہی جواب دینا واجب اسی طرح ان الفاظ کے ترجمے سے سلام کہنا صبح کا سلام۔ دوپہر کا سلام بھی غلط ہے۔

نمبر ۴ بعض لوگ صرف ہاتھ ہلا کر سلام کہہ دیتے ہیں زبان سے کچھ نہیں بولتے یہ بھی یہودیوں کا سلام قرار دیا گیا ہے لہذا مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے ہاں اگر ساتھ سلام کے الفاظ بھی بولے جائیں تو حرج نہیں ہے بالخصوص جو شخص کچھ دور ہو کہ آواز وہاں نہ پہنچتی ہو تو السلام علیکم کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کر دے تاکہ وہ سمجھے مجھے سلام کہہ رہا ہے وہ بھی آگے سے سلام کے لفظ بول کر اشارہ کر دے۔ اسی طرح کسی کو الوداع کہنا ہو تو دور سے اشارہ کر دیتے ہیں یا اشارہ کر کے ہائے ہائے کہہ دیتے ہیں یہ غلط طریقہ

ہے اس کا تو مطلب یہ بنتا ہے کہ ”جاؤ اور کبھی واپس نہ آؤ“۔

نمبر ۵ بعض لوگوں کو سلام کیا جائے تو جواب میں جیتے رہو یا بسم اللہ کہہ دیتے ہیں یا آؤ جی۔ کیا حال ہے کہہ دیتے ہیں اس سے واجب ادا نہ ہوگا اور زندہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا مسئلہ: مذکورہ حدیث میں علیک السلام کو مردوں کا سلام فرمایا گیا اس کے کئی مطلب ہیں ایک تو یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو ایسا سلام کیا کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ جب مردے آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو اس طرح سلام کہتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس طرح سلام کہنا تو مردوں کے حال کے مناسب ہے زندہ تو السلام علیکم کہتے ہیں اور جواب وعلیکم السلام سے دیتے ہیں۔

وگر نہ زندہ جب قبرستان جائیں تو انہیں بھی حکم ہے السلام علیکم یا اہل القبور کہو۔

اخلاقیات کی تعلیم (گالی دینا)

حضور علیہ السلام نے مذکور فی الحدیث شخص (جو کہ خود راوی حدیث بھی ہے اور صحابی رسول بھی۔ دیہات کے رہنے والے تھے کبھی کبھار مدینے آتے اس لیے ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں) کو فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ حضور علیہ السلام کے اس حکم کی کس قدر تعمیل کی کہ فرماتے ہیں انسان تو انسان کبھی کسی جانور کو بھی مرتے دم تک گالی نہیں دی عمل کا یہ جذبہ اگر بیدار ہو جائے تو رحمتوں کے دروازے کھل جائیں کتنے ہی مسلمان بات بات پہ گالیاں بکتے ہیں کئی لوگ ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالی دیتے ہیں اور اس کو برا بھی نہیں سمجھتے۔ کئی لوگ چھوٹے بچوں کو جب بولنا سکھاتے ہیں تو بسم اللہ یا کسی اور بابرکت لفظ سے آغاز کرنے کی بجائے گالیاں سکھا کر اس کی زبان کھلواتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ماں کو گالی دے اور ماں کہتی ہے باپ کو گالی دے جب وہ گالی دیتا ہے تو دونوں خوش ہوتے کہ ہمارے بیٹے نے باتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔ پھر وہ بڑا ہو کر بھی والدین کو گالیاں ہی دیتا ہے کیوں کہ بنیاد ہی غلط رکھ دی

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تاثر یامی رود دیوار کج

جب مستری پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے تو آسمان تک بھی دیوار جائے گی تو ٹیڑھی ہی

رہے گی۔

کئی والدین بڑھاپے کی حالت میں دھکے کھاتے دیکھے گئے ہیں مولوی صاحب کوئی تعویذ دے دو منڈا بڑی گندی زبان بولتا ہے۔ اب تعویذ کیا کرے، یہ بھول جاتے ہیں کہ خود ہی اس کی زبان کو گندا کیا ہے۔ مسلمانو! اللہ نے تمہیں زبان بکواس کرنے اور گالیاں بکنے کے لئے نہیں دی بلکہ

دی زبان حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے

دل دیا حُبِ حبیبِ کبریا کے واسطے

ہمارے آقا علیہ السلام کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو گالی نہ دی لا فاحشا ولا متفحشا۔

تکبر دوزخی کی علامت ہے

ٹخنوں سے نیچے کپڑا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے ویسے بے پرواہی سے ہو تو مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ۔ اکثر احادیث میں جہاں اس سے منع فرمایا ہے ساتھ خیلاء۔ ٹخیلہ۔ بطرا وغیرہ کی قید لگائی ہے لہذا مطلقاً اس کو حرام کہنا زیادتی ہے اور کوئی تکبر سے کرتا ہے یا نہیں اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔ بعض لوگ اس معاملہ میں بہت زیادتی کرتے ہیں بالخصوص وہابی حضرات، اخبارات میں آتا ہے کہ جب مرکز طیبہ مرید کے میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو قینچیاں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں جس کی شلوار ذرا نیچے دیکھی اس وقت کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ اب تو یہ وہابیہ کی علامت بن گئی ہے جیسے ہمیشہ سر منڈانا "سبما ہم التحلیق"۔

اگر مطلقاً ایسا حرام ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیق کو حضور نے کیوں فرمایا اے ابو بکر باوجود اس کے کہ تیری چادر ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے تو متکبرین میں سے نہیں ہے مشکوٰۃ ص ۳۷۶ (تکبر کے بارے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا)۔

عورتوں کے لئے حکم ہے کہ تہبند یا پا جامہ ٹخنوں سے نیچے رکھیں۔

حُسنِ خلق

حضور علیہ السلام نے صحابی کو فرمایا اگر کوئی تیرے عیب کھولے تو تُو اس کے عیب نہ

کھول۔ یہ انتہائی حسنِ اخلاق کی تعلیم ہے

بدی بدی را بدی سہل باشد جزا

اگر مردے احسن الی من اساء

برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اگر تو مردے تو برائی کے بدلے نیکی کر حضور علیہ السلام کی تورات میں ان لفظوں سے تعریف فرمائی گئی ولا یدفع بالسینۃ السینۃ و لکن یعفوا و یغفر۔ کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

دشمن آ جائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

لیکن اگر کمزور سامنے ہو تو اس پہ چڑھ جانا ظلم اور کمینگی ہے اور اگر طاقتور مقابلے میں ہو تو عاجزی کرنا اور کہنا معاف کیا یہ بزدلی ہے

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہ نرمی اور درگزر اپنے ذاتی معاملات میں ہو تو خوبی اور نیکی ہے وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مگر دین کے معاملے میں غیرت کا مظاہرہ ضروری ہے کوئی دین کا مذاق اڑائے اللہ کے محبوبوں کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو ہرگز معاف نہ کیا جائے بلکہ سرکوبی کی جائے۔

اسی طرح فاسق و فاجر کے عیب ظاہر کرنے چاہئیں تاکہ دوسرے مسلمان اس کے فسق و فجور اور ایذا رسانی سے محفوظ رہ سکیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے دس عیب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا عتل بعد ذلک زنیم۔ حرام کا تخم ہے۔ (یہ اس وقت فرمایا جب اس نے حضور علیہ السلام کو مجنون کہا تھا)۔

حدیث کے راویوں کے جو عیب بیان کیے جاتے ہیں وہ غیبت کے زمرے میں نہیں آتے بلکہ حدیث کا درجہ متعین کرنے کے لئے ان کو بیان کرنا ضروری اور کارِ ثواب ہے ورنہ دین کا سخت نقصان ہوگا۔

پردہ پوشی

اللہ تعالیٰ غفار و ستار ہے وہ خود اپنی مخلوق کے عیبوں کو چھپاتا ہے لیکن یہ سعادت صرف ان کے لئے ہے جنہوں نے اپنا سینہ ایمان سے روشن کر لیا۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت جائے گا اور جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا وہ وہ بندہ ہوگا کہ جس کو قیامت کے میدان میں لایا جائے گا اللہ فرمائے گا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے رہنے دو چنانچہ کہا جائے گا تو نے فلاں دن فلاں جگہ فلاں گناہ کیا وہ کہے گا ہاں اور ڈرے گا کہ اب بڑے گناہ بھی میرے سامنے لائے جائیں گے پس حکم ہوگا فان لک مکان کل مینة حسنة جاہر گناہ کے بدلے تجھے نیکی کا ثواب دیتے ہیں (جب دیکھے گا کہ معاملہ میری توقع کے خلاف ہوا میں تو سزا کی سوچ رہا تھا) فيقول رب قد عملت اشياء لا اراها يا الله! میرے بڑے گناہ تو یہاں ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہوگا کہ ان کے بدلے بھی نیکیاں دی جائیں) راوی کہتے ہیں یہ فرما کر حضور علیہ السلام اتنا ہنسے حتیٰ بدت نواجزہ (رواہ مسلم) کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے گناہوں کی اس قدر پردہ پوشی فرماتا ہے تو دوسروں کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ ایک دوسرے کی پردہ دری کرتے رہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا جو مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیبت کو زنا سے بھی بڑا گناہ کہا گیا۔ اور سگے مردہ بھائی کا کچا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا۔ لیکن ہماری حالت اس سے مختلف ہے جہاں دو چار بندے مل کر بیٹھتے ہیں دوسرے کسی بھائی کی چغل خوری شروع کر دیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے گناہوں کی طرف نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر

دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ہنر

پڑی جونہی گناہوں پہ اپنے نظر

تو جہاں بھر میں کوئی بُرا نہ رہا

قول و عمل کی اس کمزوری نے ہمارے معاشرے کو تباہ کر دیا ہے۔ مسائل سن لیتے ہیں لیکن عمل کے قریب نہیں آتے دیکھو مذکورہ حدیث میں صحابی نے جونہی یہ مسئلہ سنا کہ کسی کو گالی

نہیں دینی، تو مرتے دم تک جانور تک کو گالی نہ دی۔

صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی چند مثالیں

نمبر ۱۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ میں نے سُرخ رنگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے فقال ما هذا؟ فرمایا یہ کیا ہے؟ پس میں نے سمجھ لیا کہ حضور نے پسند نہیں فرمایا میں گھر گیا اور کپڑے اتار کر جلا دیے (حالانکہ حضور نے جلانے کا نہ کہا تھا اور اس دور میں کپڑوں کی بھی قلت تھی ویسے اتار دیتے تو کافی تھا) پھر حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ما صنعہ بثوبک؟ کپڑوں کا کیا کیا؟ میں نے کہا حضور جلا دیے ہیں فرمایا افلا کسوت بعض اہلک فانہ لا باس بہ للنساء (رواہ ابوداؤد) گھر میں کسی عورت کو پہنا دیتے ان کے پہننے میں حرج نہیں لیکن جس شے کو حضور علیہ السلام ناپسند فرماتے صحابہ اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

نمبر ۲۔ ایک صحابی کے ہاتھ پر سونے کی انگوٹھی دیکھی (غالباً سونے کی حرمت کا حکم ان تک نہ پہنچا تھا) حضور نے اتار کر پھینک دی فرمایا کوئی تم میں سے آگ کا انگارہ ہاتھ پہ رکھ سکتا ہے؟ جب حضور تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے کہا! اٹھا لو اور کسی کام میں لگا لینا یعنی بیچ کر کوئی استعمال کی چیز لے لینا تو انہوں نے بڑا عاشقانہ جواب دیا۔

قال لا والله لا اخذه ابدا وقد طرحه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (رواہ مسلم)

خدا کی قسم! میں کبھی اس شے کو نہ پکڑوں گا جس کو حضور نے پھینک دیا ہے۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر

جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

ایک اور اندازِ اطاعت

حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کی عدم موجودگی میں فرمایا نعم الرجل خیریم الاسدی لولا طول جمته و اسبال ازاره۔ خیریم اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ

ہوں اور تہبند گھسیٹ کے نہ چلے تو۔ یہ بات حضرت خرم کو پہنچی کہ بارگاہ رسالت میں میری پسندیدگی کو دو شرطوں سے مشروط کر دیا گیا ہے فوراً بال کٹا کر کانوں کے برابر کر دیے اور تہبند کو پنڈلی کے درمیان تک اٹھالیا۔ (رواہ ابو داؤد)

حضرت انس کے ایک گیسو کو حضور علیہ السلام پیار سے کھینچتے اور پکڑتے تو ان کی ماں نے فرمایا لا اجزھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمدھا و یا خدھا۔ (ابو داؤد) میں اس گیسو کو نہیں کاٹوں گی جس کو حضور پکڑتے اور کھینچتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی دعا کا اثر

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
 بڑھی شان سے جو دعائے محمد ﷺ
 اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
 دہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
 رضا پل سے اب وجد کرتے گوریے
 کہ ہے رب سلم صدائے محمد ﷺ

مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود اپنی دعا کی اثر انگیزی کو بیان فرمایا کہ میں دعا کروں تو تکلیف دور ہو جائے۔ قحط ختم ہو جائے۔ گم شدہ سواری واپس آجائے لہذا چند محبت بھرے واقعات حضور علیہ السلام کی دعا کے متعلق حدیث کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

نمبر ۱۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کی دعا کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا ہے و اذا مسألك

عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ (البقرہ)

مگر یہاں بھی فرمایا شرط یہ ہے آپ سے سوال کریں اور کریں بھی میرے بارے تو پھر میں قریب بھی ہوں دعا بھی قبول کروں گا۔ لہذا دعا میں حضور علیہ السلام کا حوالہ ضروری ٹھہرا اسی لیے آدم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا اعلان تین سو سال بعد اس وقت کیا جب انہوں نے حضور علیہ السلام کے حوالے سے دعا کو مزین کیا اللھم انی اسئلك بحق محمد صلی

اللہ علیہ وسلم ان تغفر لی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔ (روح البیان) اور حضور علیہ السلام نے نابینا صحابی کو جو دعا سکھائی اور فوراً قبول ہو کر اُن کو آنکھیں مل گئیں اس میں بھی راز یہی تھا کہ حضور کا وسیلہ درمیان میں لا کر دعا کی گئی۔

اللهم انی استلک و اتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى لی اللهم فشفعه فی (مشکوۃ) اس لیے ہم دعا میں اللہ و رسول دونوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں

یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے

لہذا حضور کا خاتمہ پیش کیے بغیر دعا کا قبول ہونا۔ اس خیال است و محال است وجنوں

اور مولا نا جامی فرماتے ہیں

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نچینا

اگر نبیوں کی دعا اس بابرکت نام کی برکت سے قبول ہوتی ہے تو تیری میری کیوں نہ

قبول ہوگی اور اگر اس نام کے وسیلے کے بغیر انبیاء کی قبول نہیں تو تیری میری کیسے قبول ہوگی

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوں بے بھر کی ہے

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئی

حتی تصلی علی نبیک۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۰)

دعا بغیر درود شریف کے زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے۔

نمبر ۲۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا

ابکی میں روتا ہوا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے

رونے کا سبب پوچھا میں نے عرض کیا حضور مجھے اپنی ماں سے بڑا پیار ہے لیکن وہ مسلمان نہیں ہوتی اور میں نہیں چاہتا قیامت کے دن میں جنت میں جاؤں اور وہ میرے سامنے دوزخ میں جائے لہذا فادع اللہ ان یہدی ام ابی ہریرۃ دعا فرما دیں اللہ اس کو ایمان عطا فرمائے ادھر حضور علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ادھر ابو ہریرہ نے دوڑ لگا دی دیکھنے والے حیران تھے۔ جب ابو ہریرہ واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا آج آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں دیکھنا چاہتا تھا نبی کی دعا پہلے عرش پہ پہنچتی ہے یا میں پہلے گھر پہنچتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا پھر کیا ہوا فرمایا نبی کی دعا پہلے پہنچ گئی کیوں کہ میں گھر گیا تو میری ماں مسلمان ہو چکی تھی۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۰۱ ملخصاً)

نمبر ۲۔ بخاری شریف میں امام بخاری نے تقریباً سترہ مرتبہ یہ روایت ترجمۃ الباب میں بدل کر بیان فرمائی کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ عین اس وقت کہ آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ حضور! مولیٰ ہلاک ہو گئے بچے بھوکے مر گئے فادع اللہ لنا ہمارے لیے اللہ سے (بارش کی) دعا فرمائیں فرفع یدہ فقال اللہم اسقنا۔ آپ نے اپنے (گورے گورے نورانی) ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ! پیاسی زمین کو سیراب کر دے۔ حضرت انس فرماتے ہیں جب آپ نے ہاتھ اٹھائے تو آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہیں تھے فوالذی نفسی بیدہ ما وضعہما حتی ثار السحاب امثال الجبال۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی حضور نے ہاتھ نیچے نہیں کیے کہ آسمان پر پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے۔ حضور منبر سے اترے تو داڑھی مبارک بارش کے پانی سے تر تھی۔ پورے سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو وہی اعرابی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا تھدم النباء و غرق المال۔ یا رسول اللہ! اب تو مکان گرنے لگے اور مال ہلاک ہونے لگے۔ دعا فرمائیں بارش رک جائے حضور علیہ السلام نے پھر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اللہم حوالینا ولا علینا اے اللہ! ہمارے اوپر نہ ہوا درگزر ہوتی رہے، ساتھ انگلی کا اشارہ کر کے دائرہ بنایا جدھر جدھر انگلی

پھرتی گئی بادل چھٹا گیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۶، مسلم شریف۔ مشکوٰۃ)

اس دوران کئی لوگوں نے بارش کے نزول کی اور پھر اس کے بند ہونے کی دعائیں کی ہوں گی مگر بعد میں سب کو معلوم ہو گیا کہ جس نے نزول کی دعا کی رب کی رحمت اسی کی دعا کا انتظار بند ہونے کے لئے بھی کر رہی تھی۔ وہی گورے گورے ہاتھ اُنھیں گے تو بارش رُکے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نمبر ۳۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۳ پہ ہے حضرت انس کو حضور علیہ السلام نے دعا دی، ان کی ماں کے عرض کرنے پر اللہم اکثر مالہ و ولدہ و بارک لہ فیما اعطیہ یا اللہ اس کے مال و اولاد میں برکت دے دوسری روایت میں ہے و اطل حیاتہ و ادخلہ الجنة اس کی زندگی کو لمبا کر دے اور اس کو جنت عطا کر دے چنانچہ حضرت انس کی عمر سو سال ہوئی۔ ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ اور بخاری ص ۲۶۶ پہ ہے فانی لمن اکثر الانصار مالا میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا تھا اور اولاد کا حال یہ تھا کہ حجاج کے زمانے تک میں نے ایک سو بیس سے زیادہ صلیبی اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کی۔ (ظاہر ہے طبعی عمر گزار کر فوت ہوئے ہوں گے ورنہ دعا کا اثر کیسا؟ جب فوت شدہ اتنی تھی تو زندہ کتنی ہوگی)۔

نمبر ۴۔ حضرت انس فرماتے ہیں ایک یہودی کو حضور علیہ السلام نے دعا دی یا اللہ اس کو خوبصورت بنا دے حالانکہ بوڑھا تھا بال سفید تھے لیکن اسی وقت بال سیاہ ہو گئے اور پھر سو سال تک بوڑھا نہ ہوا۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۴۳۸)

نمبر ۵۔ جب سورۃ الہلب نازل ہوئی تو ابو لہب کے بیٹے عتبہ (جس کے گھر حضور علیہ السلام کی بیٹی تھی) نے کہا کفرت برب النجم میں اس سورۃ کے نازل کرنے والے کا انکار کرتا ہوں حضور علیہ السلام نے اسی وقت اپنے رب سے عرض کیا اللہم سلط علیہ کلہ من کلابک۔

اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے کچھ دنوں بعد اپنے باپ ابو لہب کے ساتھ ملک شام جا رہا تھا ایک جنگل میں رات پڑ گئی۔ ابو لہب نے ساتھیوں سے کہا میرے بیٹے کی حفاظت کرنا ”می ترسم کہ دعا محمد دروے رسد“ میں ڈرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہا

اس کو پہنچ نہ جائے۔ چنانچہ اس کے ارد گرد سب نے بستر بچھا لیے اور اس کو درمیان میں سلا دیا۔ آدھی رات ہوئی تو جنگل کا شیر آیا تمام لوگوں کے منہ سونگھتا ہوا عتبہ کے پاس آ گیا۔ منہ سونگھا گستاخی کی بدبو آئی وہیں چیر پھاڑ دیا۔ ولیم یا کلمہ لنجاستہ مگر کھایا نہیں کہ گستاخ رسول سے اس کو بھی نفرت تھی۔ جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا۔ (روح البیان)

الغرض حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے بے شمار واقعات ہیں کس کو بیان کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر فاروق کی قسمت کا فیصلہ بھی حضور کی دعا نے فرمایا۔ اور ستر بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے حضرت دحیہ کلبی کے لئے بھی حضور نے دعا فرمائی اللہم ارزق الاسلام دحیہ کلبی اے اللہ! دحیہ کو اسلام کی دولت سے نواز پھر انہی کی شکل میں کبھی آسمان سے جبریل علیہ السلام اترتے تھے۔ (روح البیان)

دعا کی اہمیت و افادیت

موجودہ دور انحطاط و زوال میں مسلمان قوم کے مصائب و آلام کے جہاں دیگر بے شمار اسباب و علل ہیں وہاں ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کئی قسم کی تدابیر کر گزرتے ہیں مگر دعا کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں اور اگر تھوڑی بہت اس طرف پیش رفت ہوتی بھی ہے تو آداب و شرائط کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے حالانکہ حصول مقاصد کے لئے دعا سے بڑھ کر شاید ہی کوئی عمدہ و اعلیٰ تدبیر ہو ارشاد خداوندی ہے ادعونی استجب لکم تم مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا۔ حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم نداء ابسی و امسی علیہ الصلوٰۃ والسلامات ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی وہ سمجھ لے کہ اس کی مراد پوری ہوگئی۔ (ملخصاً)

لیکن یہاں یہ بات ذہن میں کھٹکتی ہے کہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقصد کے لئے کبھی عرصہ دراز تک دعا کی جاتی ہے مگر وہ بعینہ دعا کرنے والے کی مرضی کے مطابق حاصل نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو مذکور ہوئی کہ دعا کے آداب و شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا کے معنوی بادشاہوں اور ان کے ماتحت حاکموں کے سامنے اگر کوئی درخواست بغیر شرائط و آداب کا لحاظ کئے پیش کی جائے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا بلکہ بعض اوقات درخواست

گزار عتاب کا شکار بھی ہو جاتا ہے تو وہ ذات جو احکم الحاکمین ہے اور اس شہنشاہ حقیقی کا دربار تمام درباروں سے بڑا دربار ہے ضرور بالضرور اس کی بارگاہ سے مانگنے کے لئے بھی کچھ آداب و شرائط کا ہونا لازم ہے۔

دعا کی اہمیت و افادیت نیز اس کے آداب و شرائط بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی معنی و مفہوم کی طرف توجہ کی جائے تاکہ علی وجہ البصیرت اس کی جامعیت ذہن میں راسخ ہو جائے۔

چنانچہ دعا کا معنی ہے پکارنا، مانگنا، سوال کرنا، بلانا اور یہ لفظ مصدر ہے، دعا یدعو کا اور یہ لفظ بنفسہ خود اور اپنے کئی مشتقات کے ساتھ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے مثلاً تَمَثَّلُ الذی یَنعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ الْاَدْعَاءُ وَ نَدَاءُ (البقرہ) اسی طرح دعا کا استعمال قرآن پاک میں نام لینے کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرُّسُولِ بَيْنَكُمْ وَ دَعَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضًا جب لوگوں نے یا محمد یا محمد کہہ کر حضور ﷺ کو پکارنا شروع کیا تو فرمایا کہ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو ایسے رسول کو نہ پکارا کرو۔

(لغات القرآن ص ۱۲ ح ۳)

دعا شریعت میں عبادت کا حکم رکھتی ہے کیوں کہ اس سے بندوں کی عاجزی کا اور رب کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ مانگنا، گڑ گڑانا، عجز کا اظہار کرنا لوازم عبودیت سے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۳ ح ۵ میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وہو طلب الادنی بالقول من الاعلیٰ شینا علیٰ جهة الاستکانة کہ کم تر شخصیت کا برتر ہستی سے عاجزانہ انداز میں کسی شے کے طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر صفحہ ۱۰۶ ج ۵ پہ فرماتے ہیں۔

و حقیقة الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ العنایة و

استمداده ایاہ المعونة.

یعنی دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے عنایت و مدد کا طلب گار ہو۔ اس مختصر سی لغوی وضاحت کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ دعا کی اہمیت و افادیت کیا ہے؟ اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔ الدعاء مع العبادة کہ دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا۔

لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعاء (ابن ماجہ، ترمذی) کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز دعا سے زیادہ مکرم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا من فتح له منکم باب الدعاء فتح له ابواب الرحمة کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا من لم یسأل اللہ یغضب علیہ کہ جو اللہ سے نہ مانگے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا سلوا اللہ من فضله فان اللہ یحب ان یسأل و افضل العبادة انتظار الفرج (ترمذی) کہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگیں۔ (مخلصا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل فلیکم عباد اللہ بالدعاء کہ دعا نفع بخش ہوتی ہے ان حوادث میں جو نازل ہو چکے اور ان میں جو ابھی نازل نہیں ہوئے اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کرو۔ (ترمذی۔ احمد)

دعا کے چند آداب

- (۱) قبلہ رو ہو کر دعا کرنا (۲) بوقت دعا نگاہ کو پست رکھنا (۳) دعا کا آغاز و اختتام حمد و درود کے ساتھ کرنا (۴) ربنا کے لفظ سے دعا کو مزین کرنا (۵) اخروی حاجات کو مقدم رکھنا (۶) دوران دعا آواز میں اعتدال رکھنا (۷) قافیہ بندی سے پرہیز کرنا (۸) گانے کا انداز نہ اپنانا (۹) تضرع و عجز کے ساتھ دعا کرنا (۱۰) یقین کامل کے ساتھ دعا کرنا (۱۱) الحاج کی کوشش کرنا یعنی رو رو کر دعا کرنا (۱۲) بوقت دعا بے کسی و بے قراری کا اظہار کرنا (۱۳) دعا سے پہلے گناہ سے پرہیز اور توبہ کرنا (۱۴) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا (۱۵) فراخی و تنگ دستی میں دعا کرتے رہنا (۱۶) دین دار لوگوں سے دعا کرنا (۱۷) مظلوم کی بد دعا سے بچنا (۱۸) حضور علیہ

السلام کے تو سہل سے دعا کرنا (۱۹) اکل حلال اور صدق مقال بھی دعا کی قبولیت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ربنا اتنا فی الدنيا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار۔

ایک جامع دعا

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بے شمار دعائیں فرمائی ہیں مجھے یاد نہیں رہیں فرمایا ایک ہی دعا یاد کر لو تو یہ ایسے ہے جیسے تو نے تمام دعائیں یاد کر لیں یعنی ہر جگہ یہی کر لینا اللھم انا نسلک من خیر ما نسلک منہ نیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم و نعوذ بک من شر ما استعاذ منہ نیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم و انت المستعان و علیک البالغ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ (ترمذی شریف)

جب کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاید دعا کی قبولیت یہی ہے کہ جو کچھ مانگا ہے بعینہ وہی مل جائے یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کیوں کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ جو مانگا بعینہ وہی مل گیا یا جو مانگا اس سے بہتر مل گیا یا مانگا کچھ تھا مگر کوئی مصیبت آنے والی تھی تو اس کے بدلے وہ ٹال دی گئی یا جو مانگا تھا وہ اس کے لئے نقصان دہ تھا تو اللہ نے مہربانی فرماتے ہوئے اس کے بدلے مفید چیز عطا فرمادی یا یہ کہ اس کی دعا کو ذخیرہ کر دیا گیا روز قیامت اس کو وہ وہ نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی کہ جن کی طرف قیامت کے دن وہ سخت حاجت مند ہوگا بندہ حیران ہو کر پوچھے گا مولیٰ یہ سب کچھ مجھے کن اعمال کی جزا کے طور پر ملا ہے فرمایا جائے گا یہ تیری دعائیں ہیں جو میں نے سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ کوئی مریض اگر میڈیکل سنور پر چلا جائے اور خود ہی کہنا شروع کر دے کہ مجھے فلاں بیماری ہے فلاں فلاں دوائی دے دو اگر اس کی ہر بات مان لی جائے تو ہو سکتا ہے کوئی ایسی گولی کھا بیٹھے جس سے اس کی زندگی کا ہی خاتمہ ہو جائے لہذا وہ کچھ بھی مانگتا پھرے مگر دوائی اس کو وہی دی جائے گی جو ڈاکٹر تجویز کرے گا اور اس میں اس کا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔

لہذا بندہ اگر کبھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے کوئی نقصان دہ شے مانگ بھی لے تو اللہ اس کو اس ضرر رساں چیز سے بچا کر فائدہ مند چیز عطا فرمادیتا ہے اور پھر اللہ ہی کی مشیت کو بہر حال

اولیت حاصل ہے ارشاد فرمایا۔

فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔ (انعام)

کہ اگر وہ چاہے تو اس چیز کو کھول دیتا ہے جس کی تم دعا کرتے ہو۔

تو جب دعا کی قبولیت کو مقید فرمادیا گیا تو اب یہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ بعض دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت کا بھی پہلو موجود ہے کہ اس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے بندے کو کیا حق ہے کہ بندہ ہو کر ذہن میں ایسا تصور بھی لائے بندے کو تو چاہیے اپنی مرضی اس کی رضا پر قربان کر دے حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

بلکہ اہل اللہ تو کہتے ہیں کہ اگر وہ بچا کر راضی ہے تو ہم بچ کر راضی ہیں اور اگر وہ کٹا کر راضی ہے تو ہم خون کی ندیاں بہا کر راضی ہیں الحمد للہ علی کل حال ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔



غالب سنا منہ ۴ حسنِ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۲۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۳۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۴۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۵۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۶۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۷۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۸۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۰ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۱ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۲ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۳ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۴ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۵ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۶ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۷ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۸ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۹۹ جلالہ
ان ذائقہ متہم ۱۰۰ جلالہ

(۶۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَهُوَ هَكَذَا وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

میں اور وہ (جس نے دو بچپوں کی پرورش کی قیامت کے دن) ایسے (آئیں گے)

اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا

(رواہ مسلم)

اہل عرب بچپوں سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ ان کے وجود کو برداشت نہ کرتے اور بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے۔ جس کے گھری بچی پیدا ہوتی وہ راتوں رات اس کو دفن کر دیتا اور اگر کسی کو خبر ہو جاتی کہ فلاں کے گھری بچی پیدا ہوئی ہے تو دوست احباب افسوس کرنے اس کے گھر جاتے کہ کوئی بات نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ صبر کرو وغیرہ وغیرہ اور وہ بچی والا آگے سے جواب دیتا کہ میں اپنی پیگ کو داغ نہیں لگنے دوں گا اور اس کو زندہ درگور کر کے دم لوں گا اور ہا قاعدہ بعض لوگ اس ظلم کو کاروبار کے طور پر اپنائے ہوئے تھے قرآن مجید میں چند جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظالمانہ رسم و رواج اور درندگی کی نشاندہی قرآن پاک میں فرمائی ہے۔

وَإِذَا بَشَرٌ أَحَدَهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ

يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ

يَدْمَسُهُ فِي التَّرَابِ ۚ أَلْأَسَاءُ مَا يَحْكُمُونَ۔ (النحل)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا منہ (افسوس و صدمہ) سے کالا سیاہ ہو جاتا اور وہ غصہ پی جاتا۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا اس خبر کی بُرائی کے سبب سے (پھر سوچتا) کیا اسے ذلت اٹھا کر زندہ رہنے دوں یا (عزت بچانے کے لئے) زندہ مٹی میں دفن کر دوں بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہے۔

و اذا بشر احدہم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجہہ
مسوداً وہو کظیم۔ (الزخرف)

اور جب ان میں سے کسی کو خبر سنائی جاتی اس (بچی) کی جو رحمن کے لئے ثابت
کرتا تو دن بھر منہ سیاہ رہتا اور غم کھاتا رہتا۔

اور ظلم کی انتہاء یہ ہے کہ جس کا وجود اپنے لیے لعنت سمجھتے اللہ کے لئے اسی کو ثابت
کرتے اور کہتے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ فرمان خداوندی ہے۔

و يجعلون للہ البنات سبحنہ ولہم ما یشتہون۔ (النحل)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں "پاکی ہے خدا کو" اور اپنے لیے وہ جو
پسند کرتے ہیں (خدا کے لئے بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے)۔

اللہ تعالیٰ نے سوالیہ انداز میں ان کی اس نا انصافی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

اصطفی البنات علی البنین مالکم کیف تحکمون افلا
تذکرون۔ (الصافات)

کیا اللہ نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہے کیا حکم لگاتے

ہو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کے لیے بیٹے ثابت کیے جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے
حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا کہا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اس کی
تردید فرمائی۔

وقالوا اتخذ اللہ ولدا سبحنہ بل لہ ما فی السموت
والارض کل لہ قانتون۔ (البقرہ)

اور کافروں نے کہا خدا نے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے حالانکہ وہ پاک ہے (اس سے)
بلکہ اس کی ملکیت ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کے حضور گردن جھکائے
ہوئے ہیں۔

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحنہ بل عباد مکرمون۔ (انبیاء)

اور کافروں نے کہا (فرشتے) خدا کی اولاد ہیں پاکی ہے اس کو بلکہ فرشتے تو اس کے عزت والے بندے ہیں۔

قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ (القرآن)

فرمادیں اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔

قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں مسئلہ کی تنقیح کے بعد ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اہل عرب کی اس صنف نازک کے ساتھ نفرت و دشمنی بھی سمجھ آئے گی اور انقلاب محمدی کی برکات کا بھی اندازہ ہوگا۔

دحیہ کلبی کا واقعہ

اگرچہ تمام سیرت نگاروں نے بعثت نبوی سے قبل عربوں کی حالت کے ضمن میں یہ واقعہ لکھا ہے اس کے علاوہ سنن داری کے اندر بھی پہلے صفحہ پر مذکور ہے تاہم تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے اور درۃ الناصحین میں علامہ عثمان بن حسن بن احمد علیہ الرحمۃ نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان دحیۃ الکلبی کان ملکا کافرا من العرب و کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب اسلامہ۔

کہ دحیہ کلبی عرب کے کافروں میں سے بہت بڑا دولت مند شخص تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایمان لانے کے بہت ہی خواہش مند تھے۔

کیوں کہ اس کے زیر اثر اس کے خاندان کے سات سو افراد تھے — سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ اگر دحیہ کلبی مسلمان ہو گیا تو اس کے خاندان کے سات سو افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے — کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید عولہ و یقول اللہم ارزق الاسلام دحیۃ کلبی۔

اس بناء پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کے لئے دعا فرماتے — اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے — ”اے اللہ! دحیہ کلبی کو اسلام کی دولت

عطا کر دے۔

آخر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی — اور ہو بھی کیوں نہ جب کہ ہمارا نبی وہ رسول ہے جس کی ہر دعا قبول ہے۔

فلما اراد الاسلام اوحى الله تعالى الى النبي صلى الله عليه وسلم بعد صلوة الفجر يا محمد صلى الله عليه وسلم قذفت نور الايمان في قلب دحية الكلبي فهو يدخل عليك الان.

پھر جب دحیہ کلبی نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صبح کی نماز کے بعد وحی کی کہ — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے دحیہ کلبی کے دل میں نور ایمان کی روشنی پیدا کر دی ہے اور وہ ابھی تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا ہے۔

فلما دخل دحية الكلبي المسجد رفع النبي صلى الله عليه وسلم رداءه عن ظهره و بسط على الارض و اشار الى ردائه —

پس جب دحیہ کلبی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کندھے سے اتار دی — زمین پر بچھا دی اور دحیہ کلبی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ دحیہ کلبی نے صاحب خلق عظیم کا حسن اخلاق دیکھا — بکی و رفع رداءہ و قبلہ و وضعہ علی راسہ و عینہ — تو وہ رونے لگا۔ اور چادر مبارک کو اٹھا کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگائی اور اپنے سر پر رکھ لی اور عرض کیا — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام پیش کرو۔

فرمایا — لا اله الا الله محمد رسول الله۔

اسلام کے مقدس دامن میں آجانے کے بعد وہ پھر رونے لگا —

رحمتِ دو عالم نے پوچھا — اب کیوں روتے ہو؟

عرض کیا — انی ارتکبت ذنوبا کبائر — کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اللہ سے پوچھیں ان گناہوں کا کفار کیا ہے؟

ان امرنی ان اقل نفسی اقلها — اگر مجھے حکم ہو کہ میں اپنی جان دے دوں۔ تو میں ان گناہوں کے کفارے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا — وحیہ کلبی تو نے کیا کیا گناہ کئے ہیں۔

عرض کی — قتلت سبعین من بنات بیدی — کہ میں اپنے ہاتھوں سے ستر (۷۰) لڑکیاں قتل کر چکا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت حیران ہوئے۔

فنزل جبریل علیہ السلام فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل لدحیة الکلبی و عزتی و جلالی انک لما قلت لا اله الا الله محمد رسول الله غفرت لک کفرک ستین سنة —

تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وحیہ کلبی کو کہہ دو کہ تیرے کلمہ پڑھنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ہی میں نے تیرے ساٹھ سال کے گُفر کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے۔

فبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ۔ پس رسول اکرم اور ان کے وفادار صحابہ کرام بھی رونے لگے — صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفرت لدحیة الکلبی قتل سبعین بناته بشهادة مرة واحدة فكيف لا تغفر للمؤمنین صغائرهم شهادة كثيرة۔

کہ میرے غفور رحیم اللہ۔ تو نے وحیہ کلبی کے کبیرہ گناہ ایک بار کلمہ کی گواہی پر

بخش دیئے جو کہ ستر (۷۰) لڑکیوں کے قتل کرنے کی صورت میں تھے تو پھر میری امت کے صغیرہ گناہ تو کیوں نہ بخشے گا۔ حالانکہ یہ کثرت سے کلمہ طیبہ کی گواہی دیتی ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۲۲، درۃ الناصحین ص ۱۳۲)

بعض جگہ اتنا اضافہ بھی ہے (اور وہاں حضرت وحیہ کا نام نہیں ہے) کہ میرے اپنے ہاں بچی پیدا ہوئی (شاید یہ سفر پہ تھے مدت بعد آئے تو بچی چلنے پھرنے لگی) میں نے اسے بلایا وہ خوشی سے دوڑتی آئی میں اس کو لے گیا اور کنوئیں میں پھینک دیا وہ ابا ابا کہتی رہی۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا دوبارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا تو سرکار کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (سیرت رسول عربی بحوالہ دارمی صفحہ نمبر ۱)

انقلاب محمدی اور خواتین

دنیا کے مختلف ملکوں میں انقلاب آتے رہے لیکن انقلاب کے بعد بھی ظالمانہ نظام جوں کا توں چلتا رہا لیکن جو انقلاب اللہ کے رسول نے پیا کیا اس کی مثال نہیں ملتی صرف اسی صنف نازک کی بات کرتے ہیں کہ کہاں عرب کی یہ حالت کہ بیٹی پیدا ہونے پر ان کے گھروں میں قیامت کا سماں ہوتا اور اس کے وجود کو سب سے بڑی نحوست سمجھا جاتا پھر کہاں اپنی بیٹی سے اتنی نفرت اور انقلاب کے بعد کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ پہ یہ حدیث موجود ہے کہ حضور علیہ السلام حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ کرنے تشریف لاتے ہیں جب تین دن وہاں قیام کے بعد واپس تشریف لے جانے لگے تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کو چمٹ گئی اور یا عم یا عم اے چچا اے چچا (حضرت حمزہ حضور علیہ السلام کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا ہے) مطلب یہ کہ ساتھ جانے کو اصرار کر رہی تھی حضرت علی آگے بڑھے فاسخ بیدھا اس کا ہاتھ پکڑا اور عرض کی حضور اس کو میرے حوالے کر دیں میں اس کی تربیت کروں گا اور پھر میری چچا زاد بہن بھی ہے حضرت جعفر نے عرض کیا حضور مجھے دے دیں میری چچا زاد بہن بھی ہے اور میرے نکاح میں اس کی خالہ ہے اُس جیسا کون اس کا خیال رکھے گا حضرت زید بن حارثہ نے عرض کیا حضور مجھے یہ سعادت عطا فرمائیں کیوں کہ اس کے باپ حضرت حمزہ کو مواخات مدینہ

کے موقع پر آپ نے میرا بھائی بنایا تھا لہذا میری بھینچی لگی بچی تو حضور نے خالہ کے حوالے کر دی اور ان تینوں جانثاروں کو یوں خوش فرما دیا کہ حضرت علی کو فرمایا انت منی و انا منک اے علی! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں حضرت جعفر کو فرمایا اشبہت خلقی و خلقی آپ تو تخلیق و عادات میں میرے مشابہ ہیں اور حضرت زید کو فرمایا انت اخونا و مولانا اے زید! تیری تو کیا ہی بات ہے تو ہمارا بھائی اور ہمارا پیارا ہے اور فرمایا بچی خالہ کے حوالے کر دی جائے کیوں کہ الخالة بمنزلة الام خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

اس واقعہ کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ کہاں اپنی سگی بیٹی سے اتنی نفرت تھی جیسا کہ بیان ہوا اور کہاں دوسرے کی بچی سے اتنا پیار کہ ہر کوئی لینے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے یہ انقلاب لانے کے لئے کوئی خون خرابا نہیں کرنا پڑا حالانکہ تاریخ گواہ ہے پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ ستر لاکھ جانیں ضائع ہوئیں دوسری میں پانچ کروڑ انسان مارے گئے مگر کیا نتیجے میں کوئی پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکا؟ نہیں۔ عرب کے جو حالات تھے خوف تھا کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے بہت نقصان ہوگا آپ حیران ہوں گے طبقات ابن سعد کے مطابق اٹھاسی چھوٹی بڑی جنگیں دس سال کی مدنی زندگی میں لڑی گئیں جن میں ۲۷ غزوات تھے جن میں خود حضور علیہ السلام نے شرکت فرمائی باقی سرایا تھے بعض میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بعض میں بغیر لڑائی کے مقصد حاصل ہو گیا۔ لیکن صرف ڈیڑھ سو ناپاک لوگوں کو قتل کرنا پڑا ان کے وجود سے اللہ کی زمین پاک ہوئی تو نہ صرف امن قائم ہوا بلکہ پورا زمانہ بھی خیر القرون بن گیا۔

ہزاروں سال کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو قعر ظلمت سے نکال کر ہمدوش ثریا کر دیا۔ کہ ہندو بھی پکارا اٹھے

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

آج کی عورت

کیا یہ ناشکری کی انتہاء نہیں ہے کہ جس نبی نے اتنے احسان کیے اس کی بات اسے اچھی نہیں لگتی صحیح فرمایا کہ عورت ناشکری ہوتی ہے ان کو میں نے جہنم میں زیادہ دیکھا خاوند اگر ستر سال خدمت کرے ایک دن اس کے پسند کی بات نہ ہو تو کہتی ہے جب سے آئی ہوں یہی حال

ہے ثویبہ نے ابولہب کو کائنات کے نجات دہندہ کی خوش خبری دی تو اس نے آزاد کر دیا۔ اسی دن سے اس سسکتی ہوئی صنفِ نازک کی غلامی کی زنجیریں پاش پاش ہو گئیں آج یہ اس نبی کے حکم کو نظر انداز کر رہی ہے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر ہر بازار و شاہراہ پر بال لہراتی ہوئی سینہ ابھار کر چلتی ہے اور شانہ بستانہ ہونے کا نعرہ لگاتی ہے ان کی یہ آزادی اور شوخ چشتی خویش واقارب کے لئے ذلت اور سوسائٹی کے لئے ہزاروں مسکوں کا باعث ہے اس دختر نیکساخر کی زینت بال کٹانے بھنویں بنوانے میں، سر پہ آنچل اڑانے میں نہیں بلکہ فاطمہ الزہرا کی صحیح غلامی میں ہے، بیٹی کے سر پہ شفقت کا ہاتھ رکھو بیوی کو عصمت کی چادر پہناؤ ماں کے قدم چومو حضور علیہ السلام نے حاتم طائی کی بیٹی کے سر پہ چادر رکھ کر بتا دیا کہ اگرچہ کوئی کسی کی بچی ہو میں جیسے فاطمہ کا سرنگا نہیں دیکھنا چاہتا ایسے ہی کسی اور بچی کا بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ فرمایا ماں کو اطاعت کی نظر سے دیکھو بیوی کو حکومت کی نظر سے دیکھو اور باؤ صاحب ماں کو حکومت کی نظر سے دیکھتے ہیں بیوی کو اطاعت کی نظر سے جی حضور جی حضور سے بیوی کے سامنے کام چلاتے ہیں کیوں کہ ماں تو پرانے زمانے کی ہوتی ہے تو میاں ہوتا ہے میٹرک سے دو دفعہ فیل اور بیوی ایم اے پاس وہ انگلش میں گالیاں دیتی ہے یہ پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے بیڈ فول، یہ کہتا ہے جی حضور۔ اس لیے بیوی کے سامنے منمناتے ہیں اور ماں کے سامنے ہنہاتے ہیں کچھ نہ پوچھو دوستو

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے، فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے

ستم ہے بنت مسلم کی نظر سے حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے

بیٹی کو بیوی کو بہن کو بے پردہ نکالو گے تو یزید خوش ہوگا شمر خوش ہوگا ابن زیاد بد نہاد خوش ہوگا اس کو پردے میں رکھو گے حسین خوش ہوگا فاطمہ خوش ہوگی مصطفیٰ اور خدا خوش ہوگا جو بچی بے پردہ پھرتی ہے وہ یزید کو خوش کر کے فاطمہ کی چادر کو دغا دار کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جو پردہ میں رہتی ہے وہ حسین کو خوش کر کے فاطمہ کی پاک چادر کی حفاظت کرتی ہے ہمیں ہاکی ٹیمیں عورتوں کی نہیں چاہئیں پوری ٹیم نہ ہو ایک ہو لیکن فاطمہ الزہراء کی غلام ہو۔ ہمارا حال یہ ہے بچہ وی سی آر کی چھنکار میں پلتا ہے سینماؤں کی فضاؤں میں پل کر کبھی اگر باپ کے ساتھ مسجد میں آجائے تو یہ تو پتہ نہیں ہوتا نماز کیا ہے کیوں کہ والدین نے عید ہی کبھی پڑھنی ہوتی ہے تو باپ جب رکوع میں جاتا ہے بیٹا روتا ہے کہ کہیں میرے باپ کو درجن کلنج تو نہیں ہو گیا اللہ کا واسطہ گھر میں ماں بہن اور

بیوی بیٹی سے نماز پڑھایا کرو اور مسجد میں خود پڑھا کرو تا کہ بچے کو پتہ چل جائے کہ یہ کلنج کا درد نہیں بلکہ سارے دردوں کی دوا ہے یہ مرض نہیں بلکہ شفا ہے۔

لطیفہ

اگر اولاد کی تربیت اسی طرح بے حیائی کے ماحول میں کرتے رہے تو وہی کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے ایک عورت پیر صاحب کے پاس آئی تعویذ دو بیٹا بہت نافرمان ہو گیا ہے، بات نہیں مانتا، مجھ سے ذرا پیار نہیں کرتا بس بیوی کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے پیر صاحب نے پوچھا اس کو دودھ اپنا پلایا ہے کہ بوتل کا، جی بوتل کا انہوں نے کہا پھر وہ پیار تم سے کیسے کرے پیار بھی تو بوتل سے ہی کرے گا۔

فرق صاف ظاہر ہے

پہلے مائیں ناراض ہوتیں تو کہتیں میں تجھے دودھ نہیں معاف کروں گی آج کی ماں یہ کہہ ہی نہیں سکتی آگے سے بیٹا کہے گا میں نے تیرا پیار ہی کب ہے؟

۔ دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی
کاش عورت اپنے مقام کو پہچانتی اور مغرب کی نقالی کرنے کی بجائے اسلام کے دیے ہوئے مقام کو دیکھتی۔ آج یہ کس آزادی کی بات کرتی ہے اور کس کے اشاروں پر سڑکوں پہ آتی ہے انہی کے اشاروں پہ جو اس کی عصمت کے سب سے بڑے قاتل ہیں۔

کہتے ہیں بھیڑیوں نے دیکھا بہت ساری بکریاں حویلی میں بند ہیں انہوں نے احتجاجی جلوس نکالا کہ بکریوں کو آزادی دو بکریوں بھولیوں کو نہ سمجھ آئی کہ یہ کیوں ہمارے اتنے خیر خواہ بن گئے ہیں انہوں نے اندر احتجاج شروع کر دیا۔ مالک کو تو پتہ ہے اصل بات کیا ہے۔ جب ہمارا خالق و مالک عورت کو پردے کا حکم دیتا ہے اور یہی بات بے چارہ مولوی کرتا ہے جس کی وجہ سے بنیاد پرست ہے جب کہ بابو جی احتجاج کرتے ہیں۔ آزادی دو آزادی دو اس بھولی کو سمجھ نہیں آرہی

۔ زمین آسمان کا فرق ہے ملاں و بابو میں

کہ وہ بیوی کا شوہر ہے تو یہ بیوی کا خادم ہے

بچی پیدا ہوتی ہے تو اس کو پالنے پر جنت کی بشارت ملتی ہے۔ بیوی بنتی ہے تو گھر کی مالکہ ہوتی ہے مرد اپنا خون پسینہ اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ اس کے فرزندوں نے پاکستان کی بنیادوں کو اپنے خون سے سجایا۔

عورت کی قبر پر حضور (ﷺ) کی دُعا

اللہ کے نبی نے ایک عورت کی قبر پر جا کر دعا مانگی جس کا جنازہ رات و رات صحابہ پڑھ آئے تھے حضور علیہ السلام کو اطلاع نہ دی کہ رات ہے آقا کو تکلیف ہوگی صبح حضور علیہ السلام نے پوچھا صحابہ کے عرض کرنے پر کہ ہم نے آپ کے آرام کی وجہ سے اطلاع نہیں دی۔ فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو وہاں تشریف لے گئے قبر پر جا کر نماز پڑھی اس سے پہلے یا بعد کسی قبر پر نماز نہیں پڑھی صرف عورت کو یہ اعزاز دیا اور یہ حضور کا خاصہ تھا فرمایا ان هذه القبور مملوءة ظلمة علی اهلها و ان الله بنورها لهم بصلواتی علیہم (بخاری ج ۱ ص ۶۵ و حاشیہ)

فرمایا پورا قبرستان ظلمت سے بھرا ہوا تھا میں نے اس عورت پر نماز پڑھی تو اللہ نے پورے قبرستان کو روشن کر دیا۔

بٹی کے بارے پہلے باپ سے سوال ہوگا کہ تو نے اس کو کہاں تک دین دار بنایا ہے پھر بھائی سے پوچھا جائے گا معمولی باتوں پہ مارتا تھا کبھی کپڑے استری نہ ہوئے یا کبھی کھانا ٹائم پہ نہ ملا تو لڑائی شروع کر دی، کبھی نماز کے بارے میں بھی اپنی بہن کو ڈانٹا تھا کہ نہیں۔ پھر شادی ہو گئی تو خاوند سے سوال ہوگا۔ ایک عورت کی وجہ سے اتنے لوگ پکڑے جائیں گے۔ خدا معاف کرے پہلے اس نے برقعہ اتارا پھر دوپٹہ بھی اترا اب بال بھی اتر رہے ہیں اور آئندہ ہو سکتا ہے پورا لباس ہی اتار پھینکے یہ اس مغربی تعلیم کا ہی اثر ہے جو دینی تعلیم سے بے بہرہ ہو کر حاصل کی جاتی ہے۔ سکولوں کے اشتہارات چھپتے ہیں تو لکھا ہوتا ہے ”بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے“ یہی وہ خصوصی توجہ ہے جو دن بدن فحاشی کی شکل میں ہمارے سامنے آرہی ہے؟

عورت اور پردہ

یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ میرے خیال میں اگر زندگی بھر بھی اس پہ لکھا جائے تو شاید نتیجہ صفر ہی ہو بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا پہلی امت میں ایک بدکارہ

عورت تھی اُس نے کنویں پہ کتا پیاسا دیکھا دوپٹہ اُتار کر جوتے کو ساتھ باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے کتے کی جان بچائی ہے میں تجھے جہنم سے بچا لیتا ہوں اس حدیث کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس زمانے کی بدکارہ عورت تھی لیکن سر پہ دوپٹہ وہ بھی رکھتی تھی آج کی شریف زادی کو کیا ہو گیا ہے ننگے سر بازار میں پھرتی ہے

۔ اندازِ بیاں گرچہ کچھ شوخ نہیں ہے

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

رابعہ عدویہ دن رات میں اتنی عبادت کرتیں کہ ہزار نفل پڑھ جاتیں اور فرمایا بخدا اس عبادت کی غرض ثواب نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کو حضور علیہ السلام فخر کریں گے کہ لوگو دیکھو! یہ میری امت کی ادنیٰ سی عورت ہے۔ رابعہ بھریہ نماز پڑھ رہی ہیں، اور پاس بکریاں شیر اور بھیڑیے اکٹھے چر رہے ہیں، کسی نے پوچھا ان کی کب سے صلح ہوئی ہے، کہا جب سے ہم نے اللہ سے صلح کر لی ہے، انہوں نے ہم سے صلح کر لی ہے۔ حضرت مریم کو اللہ نے ایک بار فرمایا یمویم افتی لوبک الخ اتنا قیام کیا کہ پاؤں سے خون جاری ہونے لگا حضرت فاطمہ کا مشہور فرمان ہے کہ جب ایک رکعت میں رات ختم ہو جاتی تو دعا کرتیں مولا ایک رات تو اتنی لمبی بتا دے، کہ تیرے نبی کی بیٹی دل کھول کر تیری عبادت کر لے یہی تو وجہ تھی کہ جو ایسی گود میں بچہ پلا تو سید الشہداء بن گیا ماں اچھی ہو تو بیٹا نیک بنتا ہے ماں بد معاش ہو تو بیٹا عیاش بنتا ہے ماں سچی ہو تو بیٹا لفٹا بنتا ہے ماں فاطمہ ہو تو بیٹا حسین بنتا ہے اور پردہ اتنا کہ

۔ بے اجازت ان کے گھر جبرئیل بھی آتے نہیں

قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

وہ عزرائیل کہ ماں کی جھولی سے بچہ لے جاتا ہے جو بغیر پوچھے بچوں کو یتیم اور ماں کو

بیوہ کر جاتا ہے وہ فاطمہ کے در پہ آ کر تین دن تک اجازت لیتا رہا

۔ جب کبھی غیرتِ نسواں کا خیال آتا ہے

فاطمہ الزہراء تیرے پردے کا خیال آتا ہے

عبرت

میں نے ایک شخص کو دیکھا دو سیر گوشت کو لفافہ میں لپیٹ کر اوپر کپڑا ڈال کر بغل میں دبا کر آرہا ہے کہیں کوئی جانور اچک نہ لے میں نے کہا تو دو سیر گوشت کو اتنی حفاظت سے لا رہا ہے کہیں کوئی اچک نہ لے اور یہاں "دومن" کی لاشیں بازاروں میں ننگے سر پھرتی ہیں ان کو کوئی نہ اچکے گا۔

اکبر! آبادی نے کیا خوب کہا

سے بے پردہ کل جو چند نظر آئیں یہاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

سارے حقوق تو اس کو اسلام نے دے دیے فرمایا ولہن مثل الذی علیہن
بالمعروف جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ایسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی۔ لیکن
شریعت کا پرچار کرنے والوں کو ملاں کہہ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور سرعام شریعت کی توہین
کرنے والیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔

حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے دائہ گندم کھایا۔ جنتی لباس اُتار لیا گیا جب ننگے ہو
گئے اور شیطان کا مقصد بھی یہی تھا لیبیدی لہما ماوری عنہما من سواتہما تاکہ وہ ظاہر
کر دے اس کو جس کو انہوں نے چھپایا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی سب سے پہلے پتوں کے
ساتھ شرم گاہوں کو ہی ڈھانپا و طفقاً یخصفن علیہما من ورق الجنة حالانکہ باقی اعضاء
بھی چھپا سکتے تھے۔

معلوم ہوا بے پردگی کی تلقین کرنا شیطان کی فطرت ہے اور پردہ انسانی فطرت کا تقاضا
ہے۔ جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں وہ شیطان کو خوش کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے خلاف بغاوت
کی مرتکب بھی ہوتی ہیں۔ آج کل تو سیرت کانفرنسوں میں ننگے سر خطاب بھی کر رہی ہیں۔ ادھر ننگا
سر ادھر سیرت کانفرنس۔ استغفر اللہ عورت اگر بگڑے تو شیطان کی پسلی بنتی ہے سنور جائے تو رابعہ

بصری بنتی ہے کبھی آدم کو جنت سے نکلوا رہی ہے کبھی یوسف علیہ السلام پہ تہمت لگا رہی ہے کبھی لوط علیہ السلام کی قوم پہ عذاب نازل کروا رہی ہے اور سنورتی ہے تو کبھی گود میں عیسیٰ پل رہا ہے کبھی فاطمہ کے روپ میں جنت کی سرداری مل رہی ہے۔

پردہ عورت کی عزت ہے

عورت کی نماز مرد سے مختلف ہے پورا سر ڈھانپنے، شلوار ٹخنوں سے بھی نیچے رکھے سجدہ میں زمین سے لپٹ کر سجدہ کرے، کیوں کہ اس میں پردہ زیادہ ہے فرمایا جا رہا ہے جب تم نے میری بارگاہ میں آنا ہو تو اتنا پردہ کرنے کا تم کو حکم دے رہا ہوں جہاں کوئی خطرہ نہیں تو دفتروں میں تم بے پردہ کیسے جاسکتی ہو، جہاں تمہاری تاک میں ہزاروں بھیڑیے بیٹھے ہوتے ہیں۔

جب عورت مرتی ہے تو مرد کو تین کپڑے پہنائے جاتے ہیں عورت کو پانچ، کیوں کہ فرشتوں سے گفتگو کرنی ہے اے عورت! اللہ نے تیرا کتنا مقام بنایا ہے کہ فرشتے جو کہ شہوت سے پاک ہیں تو نے ان سے کلام کرنی ہو تو اللہ تجھے فرماتا ہے سرنگا کر کے نہ آ اور تو مردوں کے جلسہ میں نیگے سر تقریر کر رہی ہے میں کہتا ہوں ایسے مرد نہ مرد ہیں نہ ایسی عورتیں عورتیں ہیں بلکہ یہ انسان کی عظمت کی پاک چادر پہ بد نما داغ ہیں جس کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہیے

۔ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

کسی نے کیا خوب کہا کہ

۔ رہ گئی رسم ازاں روح بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

شریعت نے گناہوں کے اسباب سے کیوں روکا ہے؟

شریعت فقط یہ نہیں کہ گناہوں سے ہی روکتی ہے اور اس کے ارتکاب پہ سزا دیتی ہے بلکہ اُن تمام اسباب پہ بھی پابندی لگاتی ہے، جو گناہوں کا ذریعہ بنتے ہیں تاکہ راستہ ہی بند ہو جائے گناہوں کا۔ نفس کو جوش دلانے والے اور جذباتِ شہوت کو ابھارنے والے اسباب سے نہ روکنا اور پھر موقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچالیں گے یہ تو حماقت

ہے ایسا آدمی برائی کا حامی ہوتا ہے زبان پہ دل کی بات نہیں کرتا عورتوں کا مردوں سے مذاق کرنا، ہاتھ ملانا اکٹھے دفاتر اور اسکول بنا کر یہ کہنا کہ دیکھو برائی کرو گے تو سزا ہوگی یہ تو قوم کے ساتھ مذاق ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چھ باتوں کا میرے ساتھ وعدہ کرو تو میں تم سے جنت میں لے جانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ جھوٹ نہ بولو۔ خیانت نہ کرو۔ وعدہ پورا کرو۔ نظریں نیچی رکھو۔ شرم گاہ کی حفاظت کرو۔ ہاتھوں کو روکے رکھو۔ صرف پہلی نظر جو قدرتی عورت کی مرد پہ اور مرد کی عورت پہ پڑھ جائے معاف ہے پھر اس کے بعد حرام، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی ہی اتنی لمبی کر دو کہ سورج غروب ہو جائے اللہ والوں کی تو نشانی یہ ہے وعباد الرحمن الذین الخ اور اللہ نے جہاں عورتوں کو فرمایا وقل للمؤمنات الخ اس سے پہلے مردوں کو حکم دیا قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے، حضور علیہ السلام کی چند بیویاں آئیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پردہ کرو حالانکہ وازواجہ امہتم اور پھر ماں بیٹے سے پردہ کرے؟ انہوں نے عرض کیا آقا یہ تو اندھا ہے فرمایا تم تو اندھی نہیں ہو اس دن سے پھر اتنا اثر ہوا کہ حضرت عائشہ حضور علیہ السلام کے روضے میں بھی جاتیں تو پردہ کر کے جاتیں اور کہتیں مجھے عمر سے حیا آتی ہے فرمایا ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن بتاؤ اس پہ عمل ہو رہا ہے؟ بازاروں میں عطر پھینک کر ایڑی مار کر دوڑتی ہیں جیسے مال روڈ پہ ار بن ٹرانسپورٹ دوڑتی ہے فرمایا عورت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھے جماعت اذان نہیں پڑھ سکتی تاکہ کوئی اس کی آواز نہ سُن لے تو جب اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتی تو قومی اسمبلی میں تقریر کیسے کر سکتی ہے فرمایا محبوب مومن عورتوں کو حکم کریں کہ پردہ کر کے باہر نکلیں اب جو مومن ہے اس کو تو اپنے نبی کی بات مان لینی چاہیے۔ بنو تمیم کی چند عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس باریک لباس پہن کر آئیں جیسے آج کل ہوتا ہے کہ جب مولوی زیادہ زور لگائیں تو حکومت کہتی ہے اب پردہ کر کے خبریں پڑھا کریں گی اور وہ پردہ کیا ہوتا ہے آدھا سر تو ویسے ہی ننگا اور باقی آدھے پہ باریک دوپٹہ جس سے ایک ایک بال نظر آتا ہے آپ نے فرمایا ان کُنتن مومنات فلیس هذا بلباس المؤمنات و ان کُنتن غیر مومنات فمتعھن ”اگر تم ایماندار ہو تو یہ لباس ایمان والوں کا نہیں اور اگر ایماندار نہیں ہو تو تمہاری مرضی“ اسلام مسلمان کی بچی کو بال کٹانے کی غلط لباس پہننے کی اجازت نہیں دیتا حضور نے لعنت فرمائی ایسی

عورتوں پہ جو مردوں کا سالباس پہنتی ہیں اور ایسے مردوں پہ جو عورتوں کا سالباس پہنتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا عورت جا رہی ہے کہ مرد جا رہے ہیں فرمایا جو عورت مردوں کے سامنے زینت کا اظہار کرتی ہے لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحها وہ نہ جنت میں داخل ہو سکے گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکے گی۔ قرآن کہتا ہے انتم الا علون ان کتم مؤمنین اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے پوری امت اسلامیہ کو فرما رہا ہے بلند تم ہی رہو گے مگر شرط یہ ہے کہ بندے بن جاؤ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی معلوم ہوا جب بھی ہمیں شکست ہوئی اُس کے کرم میں شک نہیں خامی ہم میں ہی تھی کیوں کہ وہ تو فرماتا ہے مومن بن جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی یہی وجہ ہے کہ جب ہم مومن تھے تو ہمارے گھر جہاں مجاہد پیدا ہوتے تھے وہاں غوث اور قطب بھی پیدا ہوتے تھے آج ہم مجاہدوں سے بھی خالی ہیں اور قطب اور غوث سے بھی، لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں ولی آج کل نظر نہیں آتے ہم کہتے ہیں ولی اور مجاہد پیدا کرنے والے والدین نظر نہیں آتے وہ مائیں جو بچوں کو دودھ پلاتے وقت قرآن کی لوری دیتی تھی تو بچہ غوث بن جاتا تھا بچہ پیٹ میں ہے، چکی پیس رہی ہیں قرآن پڑھ رہی ہیں تو بچہ پیدا ہوتے ہی پندرہ پاروں کا حافظ ہوتا ہے ایسی مائیں کہاں سے آئیں۔

غیرت کا جنازہ

آج گھر گھر میں فلمیں فحش گانے بٹی کالج سے آتی ہے ساتھ غیروں کو لے کر ایک کمرے میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں باپ بھولے سے اگر آجائے تو کہتی ہیں کیسی بدتمیزی ہے ابو ہم بات کر رہے تھے وہ Sorry سوری کرتا واپس چلا جاتا ہے ایسے گھر سے ولی بننے کی توقع ہو سکتی ہے جہاں سے شرافت کا جنازہ ہی نکال دیا گیا ہو

۔ معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں

ہر قوم اپنی صورت سے پہچانی جاتی ہے سکھ ہو یا انگریز یا کوئی بھی غیر مسلم اگر نہیں پہچانے جاتے تو مسلمان، مرد بال بڑھار ہے ہیں عورتیں کٹار ہی ہیں۔ بڑی کو ماں کہہ کر چھوٹی کو بہن کہہ کر ادب سے عرض کرتا ہوں کہ کیا تمہارے بال اتنے گندے تو نہیں کہ گلیوں میں اور گندے نالوں میں اور لوگوں کے پاؤں میں روندے جائیں بلکہ یہ تو اس قابل ہیں کہ ان پہ کسی

ناپاک کی نظر بھی نہ پڑے

غیرت ہے بڑی چیز جہان تنگ دو میں
پہناتی ہے درویشوں کو تاج شہنشاہی

میں سوئے بازار سے گذرا سونے کی دکانوں کو لوہے کے تالے لگائے جا رہے تھے
میں نے حیران ہو کر سوال کیا دکان سونے کی اور تالا لوہے کا یہ تو سونے چاندی کی تو ہیں ہے وہ
کہنے لگا مولوی صاحب سونا سونے کی حفاظت نہیں کر سکتا اگر تالا بھی سونے کا ہو گا تو چور کہیں گے
اندر جانے کی کیا ضرورت ہے باہر ہی کام بن گیا ہے اندر سونا ہوتا ہے باہر لوہا پہرہ دیتا ہے سنو
عورت انسانیت کا سونا ہے تو مرد فولاد ہے سونا باہر نکال کر لوہا اندر رکھو گے تو کوئی اگر اٹھا کر لے گیا
تو ماتم نہ کرنا ورنہ اس کو وہاں رکھو جہاں اس کا مقام ہے سونے کو لوہے کی طرح باہر بھیجنے والو تم
سونے کی قدر سے اندھے ہو اپنی ماؤں بہنوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح پھرانے والو تم ان کی عزت
کے محافظ نہیں بلکہ قاتل ہو آج کل کہا جا رہا ہے کہ مولوی عورت کو لفافے میں بند کرنا چاہتے ہیں
اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی مولوی تنگ نظر ہے ہم کہتے ہیں اگر اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی تو اتنا آوارہ
بھی نہیں چھوڑا کہ جو چاہو کرتے رہو کون کہتا ہے لفافے میں بند کر دو تعلیم دلاؤ کام کراؤ لیکن مخلوط نہ
کرو ان کی درس گاہیں علیحدہ ہوں ان کے محکمے علیحدہ علیحدہ ہوں سکول جائیں تو حفاظت کا انتظام
ہو وقار کے ساتھ تعلیم سیکھیں تاکہ کوئی بے غیرت کسی کی عزت پہ حملہ نہ کر سکے لیکن یہاں تو تیار ہو
کر باہر آتی ہے کوئی اگر توجہ نہ کرے تو واپس جا کر سو جتی ہے کہ مجھ میں کون سی خامی رہ گئی ہے کہ کسی
نے توجہ ہی نہیں کی لاکھوں روپے کا باہر سے میک اپ کا سامان آتا ہے۔

علامہ اقبال کی عورت کو نصیحت

اسی لیے تو اقبال رو یا دختران اسلام کو خطاب کرتا ہوا کہتا ہے
اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمرد تو نہ میری
بتولے باش پنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری
لیکن ان سے عمل کی امید کیا ہو سکتی ہے یہاں تو حال یہ ہے

ادھر واقف رہی شب بھر کلب میں
ادھر صاحب رہے گھر میں اکیلے
وہی لڑکی مہذب آج کل ہے
جو دیکھے کھیل اور پولو بھی کھیلے

اسرارِ خودی میں اقبال کہتا ہے بلکہ حدیث میں یہ واقعہ ہے جب حاتم طائی کی لڑکی
قیدیوں میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی ابھی کلمہ نہیں پڑھا اور حالت کیا ہے۔

پائے در زنجیر وہم بے پردہ بود گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
پاؤں میں زنجیر ہیں اور بے پردہ ہے لیکن گردن شرم و حیا سے جھکی ہوئی ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ منزل کی کملی لے لو اس کا سر ڈھانپ دو اس کا باپ بڑا نچی تھا
وہ ایمان نہیں لائی اور شرم و حیا سے گردن خم ہے ہماری مسلمان مائیں بہنیں بازاروں میں ایسے
جاتی ہیں گویا پہلوان جا رہا ہے ہم قرآن پڑھتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے پردہ کرو تو وہ کہتی ہیں

پردہ نہیں جب کوئی خدا سے بندوں سے پردہ کرنا کیا
تو پھر اکبر نے ٹھیک ہی کہا؟

کیا کریں گی کالجوں میں سائنس پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

اللہ نے ہر جگہ مرد کو عورت سے پہلے رکھا الرجال قوامون علی النساء۔ ما کان
لمومن ولا مومنہ..... لیکن زنا کے بیان میں عورت کو پہلے رکھا الزانیہ والزانی تاکہ محتاط
رہے کہ اس کام میں زیادہ ہاتھ اس کا ہوتا ہے فرمایا یہ ناقصات العقل ہوتی ہیں لیکن بڑوں بڑوں کی
عقل ماردیتی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ مولوی عورت پہ پردہ کی پابندی لگا کر
لفافہ میں بند کرنا چاہتے ہیں۔ ظالمو! تم ان کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہو؟ حضور علیہ السلام کے دور
میں عورتیں عید پڑھنے گئیں تو ایک نے عرض کیا آقا جس کے پاس چادر نہ ہو وہ ننگے سر آجائے
فرمایا نہیں کسی سے مانگ لے ننگے سر نہ آئے مشکوٰۃ ص ۱۲۰ ان کے صندوق بھرے ہوئے ہیں
پھر بھی ننگے سر قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر ہے ولما ورد ماء مدین

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو آپ نے پوچھا ما خطبکما تو انہوں نے کہا و ابونا شیخ کبیر سوال ہے ما خطبکما اور جواب ہے باپ بوڑھا ہے مطلب یہ کہ عورت کا کام کیا باہر آنا ہے ہم تو مجبور ہیں باپ بوڑھا ہے اس لیے آئی ہیں اور یہاں باپ لے کر آتا ہے بیٹی گاڑی چلاتی ہے۔ ماں عائشہ وہ ہے کہ حضرت عمر کی قبر سے حیا کر رہی ہے اور بیٹی زندوں سے نہیں کرتی یعنی ماں مزار والوں سے پردہ کر رہی ہے اور بیٹی بازار والوں سے پردہ نہیں کرتی۔

پردہ کے بارے میں چند واقعات

نمبر ۱۔ سرسید اگرچہ عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی تھا مگر پردے کے متعلق بڑا سخت تھا علی گڑھ کالج قائم ہوا تو یوپی کا گورنر اپنی بیوی کو لے کر دیکھنے آیا اور سرسید کو پیغام بھیجا کہ میں بمعہ بیوی تمہاری بہو محمودہ بیگم سے ملنا چاہتا ہوں تو سرسید نے جواب دیا کہ میری بہو پردہ نشین ہے اور اسلام غیر مسلم بے پردہ خواتین سے ملاقات کی اجازت نہیں دیتا اس لیے میری بہو گورنر کی بیوی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معذرت خواہ ہے۔

(ماہنامہ بتول بحوالہ رضائے مصطفیٰ فروری 1985ء)

نمبر ۲۔ سر محمد شفیع کے ہاں علامہ اقبال بمعہ فیملی مدعو تھے لیکن وہاں اکیلے گئے سر نے کہا بیوی نہیں لائے جواب میں کہا وہ پردہ نشین ہے سر نے کہا کہ زنانے میں بیٹھ جاتیں تو فرمایا بے پردہ گھروں کے زنانے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر ۳۔ کسی نے اقبال سے پردے کے متعلق پوچھا (مولویوں کے فتوؤں کو نہ مانو ان کے تو مانو جن کے ترانے پڑھتے ہو) تو جواب دیا عورتوں کو تو کیا آج کل کے لڑکوں کو بھی پردہ کرنا چاہیے کہ وہ عورتوں کی سی شکل بناتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر ۴۔ انگریز لارڈ دلائلڈن نے علامہ اقبال کو کہا کہ تم جنوبی امریکہ کا گورنر بن جاؤ من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ تمام سرکاری تقریبات میں بیگم اقبال بھی ساتھ رہے گی اقبال نے کہا میں تیری گورنری کی وجہ سے اپنے نبی کے حکم کو ترک کر دوں؟ کہا میں گنہگار مسلمان ہوں اعمال کے لحاظ سے مجھ میں بہت غلطیاں ہیں لیکن اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ محض ایک سرکاری عہدے کے لئے اپنی بیوی کو بے پردہ کر دوں۔ (بحوالہ مذکورہ)

سوچنے کی باتیں

طاقِ دل میں چراغِ انگریزی سر کے اندر دماغِ انگریزی
چالِ انگریزی ڈھالِ انگریزی جسم کا بال بالِ انگریزی
جسمِ ہندی میں جانِ انگریزی منہ کے اندر زبانِ انگریزی
چھل رہا ہے گلا تو چھل جائے لہجہ صاحب سے اپنا مل جائے

انگلستان سے ایک خاتون نے خط لکھا تھا کہ انگلستان پارلیمنٹ میں نو جوان نسل کے بگاڑ کا معاملہ زیر بحث آیا تو فیصلہ ہوا کہ یہ اصلاحِ مذہب کے بغیر ممکن نہیں اور ہمارا مذہب کافی نہیں دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے اور خاص طور پر پاکستان کا ذکر کیا۔ دیکھو! کافر ہم سے اصلاح طلب کر رہے ہیں اور ہم ان پر مرے جا رہے ہیں۔ پردہ۔ نماز، زکوٰۃ، حج، طواف بھی عورت کے لئے نصف کرنے کے مطالبے ہو رہے ہیں اور یہ مطالبے کرنے والے زنِ مرید قسم کے مرد ہیں۔ جیسی اقبال کہتا ہے

پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

عورت اپنی عزت سمجھتی نہیں ہے لوگوں نے اس کو پاگل بنایا ہوا ہے، جوتا بیچنے والا جوتا بیچتا ہے مگر جوتوں میں عورت کی تصویر لگا رکھی ہے اور اس کو جوتا پہنایا ہوا ہے یہ سمجھ رہی ہے یہی عزت ہے اس سے پوچھیں، تو جوتا بیچتا ہے یہ تصویر کیسی؟ وہ کہتا ہے میں اس کا حسن دکھا کر بیچتا ہوں یہ مظلوم نہیں تو اور کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ یہ چراغِ منزل تھی اس نے خود کو شمع محفل بنانا چاہا تو برباد ہوئی اقبال نے پکارا ادھر آ! تو کہاں جا رہی ہے اگر اپنی عزت بحال کرنا چاہتی ہے تو لوگ کہتے ہیں آگے چلو میں کہتا ہوں پیچھے چلو۔ اے میری بہن! یہ نہ دیکھ مغرب زدہ خاتون کدھر جاتی ہے یہ دیکھ فاطمہ کی رات کہاں گذرتی ہے اقبال کی بات مان اور چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا بند۔

ایک خبر ہے کہ بیوی نے خاوند کو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیا ہے کہ اس نے چوڑیاں لے کر نہیں دیں کیوں نہ کرتی جب مرد نے آج کل عورت کو بے حجاب کر دیا تو پھر اس کو ڈنڈا پکڑنے میں کون سا حجاب ہے یہ آزادی ہے، عورت کو جو پردہ کا تحفہ دیا گیا مرد نے وہ چھین لیا تو پھر مرد چوڑیاں لا کر کیوں نہ دے بلکہ دوسٹ لے کر آئے ایک عورت کے لئے اور ایک اپنے لیے

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لئے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لئے
عورتیں مردوں پہ ہیں اب حاکمات
فاعلات فاعلات فاعلات
پہلا شعر لوقا کا ہے دوسرا حق حق کا، (ماہ طیبہ ۶۸ء)۔

دل میں بیوی کے تمہارا ڈر نہیں
اے میاں نوکر ہے تو شوہر نہیں

ناشکری اچھی نہیں

آج کی عورت غلط راہ پہ چل رہی ہے۔ اپنی قبل اسلام کی حالت نہیں دیکھتی، حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اندھے کو آنکھیں ملیں وہ دوسروں کو ڈبوں لگا یہی حال اس کا ہے
کچھ اختیار ملا تو آپے سے باہر ہو گئی حیات الحیوان میں ہے عورت کا بال اگر پانی سے بار بار
نکرائے تو پانی کا سانپ بن جاتا ہے۔ اگر عورت ننگے سر پھرے تو یہی بال جہنم میں سانپ بن کر
اس کو ڈسے گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ مشہور ہے جب حضور علیہ السلام کی چادر اوڑھی تو
بارش ہونے لگی رومی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا وہ گھر میں رہ کر بھی پردہ کی پابند تھیں
اور تم

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی اگر نہ ہو آدمی آدمی نہیں

عورتوں کے بارے میں نکات

آج بھی مسلمانوں میں بچی کی پیدائش پہ مبارک دینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ
تسلیم دی جاتی ہیں یہ وہی جہالت کا اثر ہے میرا عقیدہ ہے حضور کی بچی پیدا ہوئی تو
فرشتوں نے مبارک دی ہوگی آج بھی جو اس کو نعمت سمجھ کر پالے گا کل اس کو فاطمہ
زہراء کی چادر کا سایہ نصیب ہوگا۔ اگر منحوس ہوتی تو اللہ اپنے نبی کو چار نہ دیتا پھر بیٹے
سارے فوت ہو گئے۔ بیٹیاں چاروں زندہ رہیں۔

✽ — ہماری عورتیں کہتی ہیں ہم جرنیل بنیں گی مورچے سنبھالیں گی خدا را اگر تم نے مورچے سنبھال لیے تو ہم پہلے جرنیلوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اسلام کی حدود کو ظالمانہ قرار دیتی ہو یہ کس نے نافذ کیں اور کس کو ظالم کہہ رہی ہو اگر ڈاکٹر کہے یہ ہاتھ کاٹ دو تو تم زندہ رہ سکتے ہو تو فوراً تیار ہو جاتی ہو اس کو ظالم نہیں کہتی اور اگر خدا فرمائے السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما۔ کہ چور کے ہاتھ کاٹو تب تمہارا ایمان اور معاشرہ پاکیزہ ہو سکتا ہے تو یہ حکم ظالمانہ ہو گیا؟ تمہارے ہی حقوق کے تحفظ کیلئے یہ حدود ہیں اگر ان پر عمل ہو جائے تو تمہاری چوری نہیں ہوگی، تمہاری عزت زانی کو کوڑے لگانے سے محفوظ ہو جائے گی مگر ڈاکٹر پہ اعتماد ہے اللہ پہ عدم اعتماد۔

✽ — آریٹا میڈیکس کو ہی پڑھ لیا ہوتا وہ کہتا ہے عورت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قابل احترام تھی زندہ درگور ہونے والیوں کو جینے کا حق آپ نے دیا عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشروں میں بھی اس کو نہ مل سکا۔ (رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ۔ جش الیاس ص ۳)

عورت و مردوں کو ایک دوسرے کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہیے عموماً دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں اور خاوند بیوی اس قانون پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں۔

لطائف نسواں

نمبر ۱۔ کسی عورت کا خاوند ولی تھا لیکن وہ نہیں مانتی تھی دوسروں کی باتیں کرتی تھی کہ فلاں بڑا ولی کامل ہے ایک دن اس کا خاوند اڑتا ہوا اپنے گھر سے گذر رات کو واپس آیا تو بولی تو بھی ولی بنا پھرتا ہے آج میں نے ایک ولی دیکھا ہے جو ہوا میں اڑ رہا تھا انہوں نے کہا وہ میں ہی تو تھا بولی تبھی ٹیڑھا ہو کر اڑ رہا تھا۔

نمبر ۲۔ ہمیشہ اُلٹا چلنے والی عورت کو خاوند نے بھینس دریا میں ڈال کر کہا اس کی دم نہ پکڑنا اُس نے پکڑ لی اُس نے کہا چھوڑنا نہ اُس نے چھوڑ دی ڈوب گئی تو بھائیو اور بہنو! جب خاوند کی نافرمانی میں اتنا نقصان ہے تو خود سوچو اللہ اور رسول کی نافرمانی میں کتنے نقصان ہوں گے۔

آخری گزارش

وہ عورت جو غیر مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر جاتی ہے اور فیشن کرتی ہے خاوند کے لئے گندی مندی رہتی ہے اور غیروں کے سامنے دنیا جہان کا میک اپ کرتی ہے وہ اگر غیر شادی شدہ ہے تو شادی مانگتی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کا خاوند یا نامرد ہے یا بے غیرت ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے اور سو فیصد درست ہے لیکن یہ اس عورت کی بات کر رہا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتی ہے اگر غیر مسلم ہے تو اس کے لئے تو یہ چیز باعثِ شرم ہونے کی بجائے عزت کی بات ہے۔ ایک دوست جو امریکہ میں رہتا ہے وہ بتا رہا تھا کہ عورتیں ٹی وی پر آ کر فخر یہ کہتی ہیں میں نے اس ہفتے اتنے مردوں سے انجوائے کیا۔

چند سال پہلے اخبارات میں آیا تھا کہ کسی یونیورسٹی میں چار لڑکیوں (طالبات) کی عزت چار لڑکوں نے پامال کی انتظامیہ نے پکڑ کر لڑکیوں کے والدین کو اطلاع کی کہ تمہارے ملزمان پکڑ لیے ہیں آ کے کارروائی کر لو والدین نے آ کر انتظامیہ کو ڈانٹا اور کہا آخر سارا دن پڑھتے ہیں انجوائے بھی تو کرنا ہوتا ہے ان حالات میں اس کے سوا اور کیا کہا جائے

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے



۲
۱
۳
اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا وَامْرَأَةٌ سَعَفَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں اور سیاہ رخسار والی عورت (بیوہ) قیامت کو ایسے ہوں گے
 (دوا انگلیوں کی طرح)

(ابوداؤد)

یزید بن زریج نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا (کہ اس طرح ساتھ ساتھ) وہ عورت جو اپنے خاوند سے الگ ہو گئی، عزت والی جمال والی تھی (بچوں کی دیکھ بھال میں اپنا خیال نہ رکھا۔ عزت و جمال جاتا رہا) اپنے آپ کو یتیموں پر روک رکھا حتیٰ کہ وہ جدا ہو گئے یا مر گئے، یعنی بیوہ ہو گئی مگر دوسرا نکاح نہ کیا کہ کہیں بچوں کا مستقبل خراب نہ ہو۔ پتہ نہیں کس طرح کے حالات ہو جائیں گے۔ اس فرمان میں طلاق والی عورت بھی داخل ہے۔ جو کہ طلاق ہونے کے بعد حیا دار ہو کر رہے جب کہ آگے نکاح کرنے پر کوئی اس سے تیار نہ ہوا جیسا کہ ہمارے ہاں بیوہ اور مطلقہ عورت سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

ادھر حضور علیہ السلام نے مردوں کو بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی اور اس کے فضائل بیان فرمائے اور ادھر عورتوں کو تسلی دی کہ اگر آگے کوئی سبب نہ بن سکے تو صبر کر کے بیٹھے رہنا تمہارے لیے اس قدر اجر و ثواب کا باعث ہے کہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

اس خوش خبری میں وہ عورت بھی شامل ہے جن کا خاوند گم ہو جائے یا دیوانہ ہو جائے غرضیکہ کسی طرح بھی خاوند کی سرپرستی سے محروم ہو جائے تو اس اجر و ثواب کی مستحق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دوسروں کو ہی ترغیب نہیں دی خود عمل کر کے بھی دکھایا۔ صرف ایک کنواری عورت سے نکاح کیا باقی تمام ازواج مطہرات کوئی بیوہ کوئی مطلقہ تھی۔ تعدد ازواج پر اعتراضات کرنے والے ان حکمتوں کو نہیں سمجھ پاتے اور سرکار کی ذات بابرکات پر حملوں پر اتر آئے حالانکہ جب حضور پچیس سال کے تھے جوانی کا عالم تھا تو ایک چالیس سالہ بیوہ عورت سے نکاح فرما رہے ہیں۔ جب کہ قریش مکہ یہ کہہ چکے تھے کہ عرب کی جس حسینہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو ہم انتظام کر دیتے ہیں مگر آپ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اگر کوئی نفسانی خواہش ہوتی تو اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھاتے حالانکہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطا کی ہوئی تھی اور ایک جنتی مرد میں سوا فرد کی طاقت ہوتی ہے۔ (مراۃ - مرقاة)

تعدد ازواج میں بے شمار حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو زوجہ محترمہ جس قبیلہ سے آئی اس قبیلہ میں اس کے ذریعے اسلام کا نور پھیل گیا۔



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

(۶۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَ قَرْنِ بَيْنِ

أَصْبَعَيْهِ

میں اور وہ (یتیم کی کفالت کرنے والا) جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی

دونوں انگلیوں کو ملا دیا

(مشکوٰۃ ص ۴۲۳)

اس حدیث کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے اور اس کا ماسبق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیرے۔ جتنے بالوں کو ہاتھ سے مس کرے گا ہر بال کے بدلے کئی نیکیاں ملیں گی اور جو یتیم بچے یا بچی سے اچھا سلوک کرے میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ جب خالی ہاتھ پھیرنے کا یہ ثواب ہے تو مکمل کفالت کرنے کا، مال خرچ کرنے کا تعلیم و تربیت کرنے کا ثواب کس قدر زیادہ ہوگا۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق بہت ساری احادیث ہیں نیز قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو فرمایا۔

فاما الیتیم فلا تقهر (الضحیٰ) یتیم پر دباؤ نہ ڈالو یعنی اس سے پیار کرو کیوں کہ حضور بھی یتیم پیدا ہوئے تو فرمایا جب کوئی یتیم تیرے پاس آئے تو محبوب اپنی قیمی یاد کر لیا کر کیوں کہ تجھے قیمی کی حالت میں خدا نے نوازا لہذا تو اس کو نواز کر ہل جزاء الاحسان الا الاحسان پر عمل کر۔

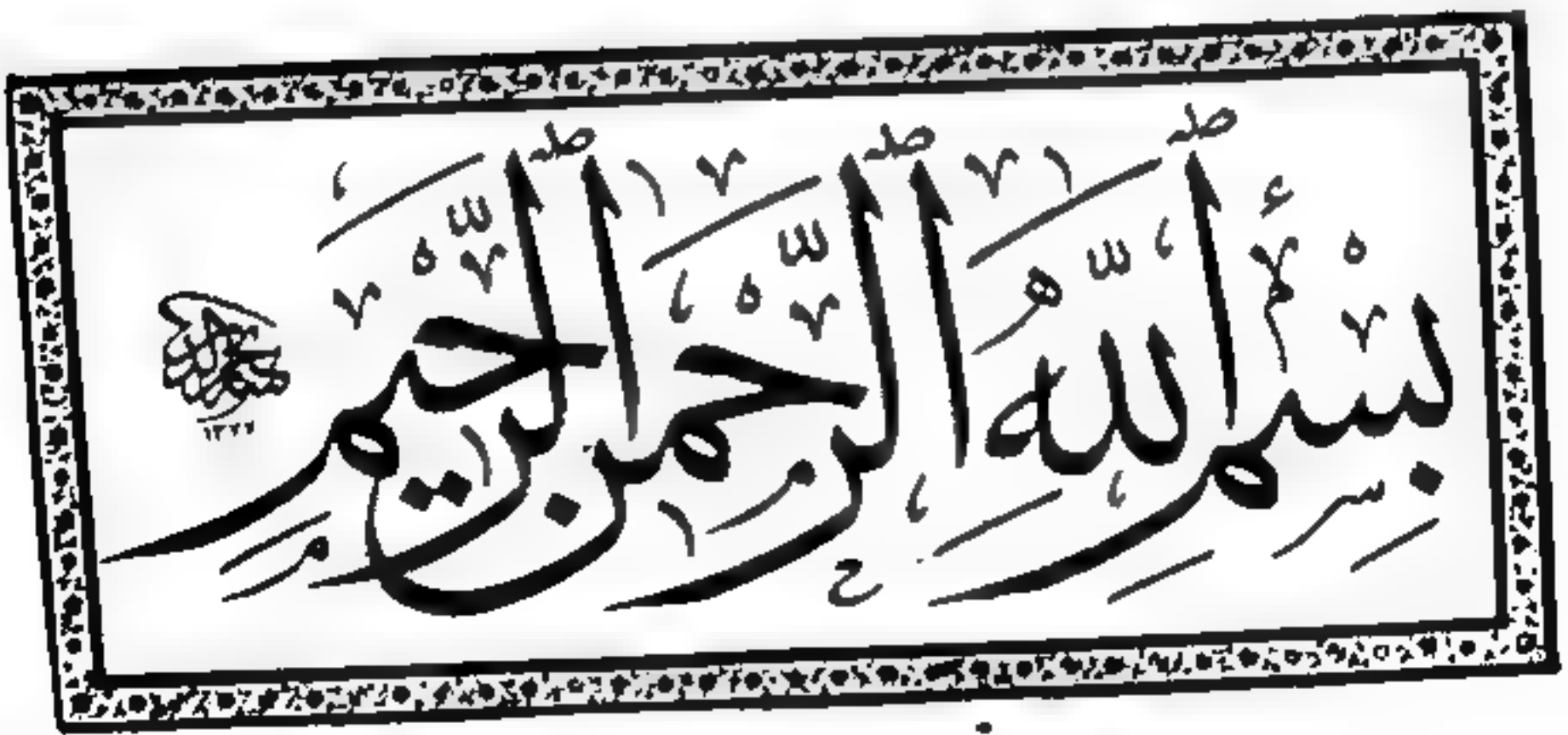
حدیث شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک ہو اور بد

ترین گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے گا (گھر میں پالے یا یتیم خانے میں خرچہ دیتا رہے) تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل بخشش نہ ہو (کفر و شرک) اور جو تین بیٹیاں یا تین بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے حتیٰ کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر دو کی کفالت کرے فرمایا اس کو بھی اسی طرح اجر ملے گا راوی کہتے ہیں اگر کوئی یہ کہتا کہ یا رسول اللہ! اگر ایک کی پرورش کرے تو آپ فرما دیتے ایک کو بھی یہی اجر ملتا اور اللہ تعالیٰ جس کی دو پیاری چیزیں لے لے یعنی آنکھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس کو بھی جنت عطا فرمائے گا۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۴

یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے



(۶۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَلِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ

هَكَذَا وَ أَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى وَ فَرَجَ

بَيْنَهُمَا شَيْئًا

میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اس کا اپنا ہو یا کسی اور کا، جنت میں اسی طرح ہوں گے جس طرح کلمہ کی انگلی اور درمیان والی اور ان (دو انگلیوں) کے درمیان

کچھ فاصلہ کیا

(رواہ البخاری)

یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا والد فوت ہو جائے خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ ہے جس کی ماں فوت ہو جائے اور موتیوں میں اس موتی کو ذریعہ یتیم کہتے ہیں جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں یتیم سے مراد انسان کا بچہ یا بچی ہے۔

اگرچہ مذکورہ چار احادیث میں مطلقہ یا بیوہ عورت اور یتیم بچہ اور بچی کو پالنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور اس کتاب میں ان احادیث کو لانا تھا جس میں حضور علیہ السلام نے انا کے لفظ کے ساتھ خود اپنی تعریف فرمائی لیکن اگر آپ غور فرمائیں گے تو کسی گھرے ہوئے انسان کو عزت دینے والا اس کو عزت بعد میں دے گا اس عمل سے پہلے اس کی اپنی عزت ظاہر ہوگی حضور علیہ السلام نے بے سہارا لوگوں کو سہارا عطا فرمایا تو یہ آپ کا بڑا پن ہے اور حقیقت میں بڑا وہی ہوتا ہے جو عاجزی کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ کہے اور دنیا کی نگاہوں میں بڑا ہو بلا تشبیہ یوں سمجھیں ایک بڑا آدمی ہے کوئی غریب اس کے پاس کام کے سلسلہ میں جاتا ہے وہ بڑا آدمی نہ سلام کا جواب دیتا ہے نہ حال پوچھتا ہے نہ بٹھاتا ہے اور کام کر دیتا ہے کوئی شخص اس غریب سے پوچھے

کہ بتا اس کو کیسا پایا تو وہ کہے گا بھی کام تو اس نے کر دیا لیکن بڑا آدمی تھا، نہ سلام کا جواب دیا نہ حال چال پوچھا۔

اب اگلے دن وہ غریب پہلے سے بھی دس گنا بڑے آدمی کے پاس جائے وہ ہنس کر بولے بھی سلام کا جواب بھی دے بیٹھک کا دروازہ کھول کر بٹھائے اور چائے بسکٹ بھی پیش کرے اور کام بھی کر دے، ساتھ یہ بھی کہے میں آپ کا خادم ہوں کوئی حکم ہو تو مجھے بتایا کریں تو حقیقت میں بڑا دوسرا ہوا نہ کہ پہلا۔

حضور علیہ السلام نے بھی گرے پڑے لوگوں کو پیار عطا فرمایا عزت عطا کی۔

مدینہ شریف میں ایک عورت دیوانی مشہور تھی کوئی اس کو منہ نہ لگاتا مگر حضور علیہ السلام کو صحابہ کرام کی مجلس سے اٹھا کر لے جاتی اور دیر تک باتیں کرتی رہتی جب زیادہ دیر ہو جاتی تو خود ہی محسوس کرتی کہ حضور کہیں اُکتانہ گئے ہوں سرکار اس کا ذہن بھانپ لیتے اور فرماتے تو مدینہ کی جس گلی میں چاہے مجھے لے جائیں تیری ہر بات سننے کو تیار ہوں۔ سرکار جانتے تھے اگر میں بھی اس کی نہیں سنوں گا تو پھر کون سنے گا۔ میں نے بھی دھکا دے دیا تو کس دروازے پر جائے گی۔ اس لیے فرمایا فاما الیم فلا تقهر و اما السائل فلا تنهر۔ اسی موضوع کی ایک حدیث آ رہی ہے پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَکْہَدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ الْعَلَمِیْنَ
 سُبْحَانَ الْعَلَمِیْنَ

(۶۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ

میں اس قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک بڑا گوشت کھالتی تھی

(البدایہ والنہایہ، ۲: ۲۹۳)

اس حدیث کو پڑھ کر عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے کہ اس میں عاجزی و انکساری کی انتہا ہے اور اس عاجزی کے نتیجے میں دفعہ اللہ کا جلوہ بھی ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام کی عظمت و شان بھی سن رکھی ہوگی اور کفار مکہ کے حضور علیہ السلام کے ظلم و ستم اور اس کے بعد مکہ سے حضور علیہ السلام کا ہجرت کرنا بھی معلوم ہوگا اور پھر جب یہ سنا کہ آج حضور فاتح بن کر مکہ میں تشریف لا رہے ہیں کسی دیہات سے چلا اور سرکار کی زیارت کو آیا۔ ہر بندے کی ذات و صفات کا دوسرے پہ اثر پڑتا ہے کوئی کم علم والا تقریر کر رہا ہو اوپر سے بڑا عالم آجائے تو اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے اسی طرح حسن و جمال کا رعب، فضل و کمال کا اثر ایک فطرتی امر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ذات میں ہر کمال درجے کا ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ اب تو شرم و حیاء کا جنازہ نکل چکا ہے اور غیرت و حمیت کی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ جب لوگ بڑوں کا حیا کرتے تھے تو سنا ہے بیٹا باپ کے سامنے سگریٹ پینا تو کبار یڈیو بھی نہیں سُننا تھا۔ مذکور شخص پر دنیا کے بادشاہوں کے جلال کا ایک انجانا سا خوف طاری تھا بس حضور علیہ السلام اس کے سامنے تشریف لائے یکا یک اس کی نظر سرکار کے چہرے پر پڑی تو مارے خوف کے کانپنے لگا کہ یہ وہ ذات ہے جس نے کفار مکہ کا غرور خاک میں ملا دیا ہے اور آج وہی جو تیرہ سال تک ظلم کرتے رہے ان سے معافی کی بھیک مانگ رہے ہیں سرکار نے اس کی حالت دیکھی تو رحم آگیا (کوئی ہم جیسا ہوتا تو مزید رعب ڈالنے کی کوشش کرتا اور اس کو عظمت و شان سمجھتا لیکن حقیقی عظمت یہی ہے جس کا حضور علیہ السلام نے اظہار فرمایا) فرمایا ہوں علیک لست

بمملک اے اعرابی! اپنے آپ کو سنبھال میں کوئی بادشاہ تھوڑا ہوں میں تو اس کا بیٹا ہوں جو
بڑے گوشت کو خشک کر کے کھالیا کرتی تھی۔

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم



اللہ کی کتاب
مستفید
۱۲۲۹

(۶۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں قیامت کے دن اس (مظلوم) کی طرف سے جھگڑوں گا

(سنن ابی داؤد: ۷۷: ۷۷)

اس فرمان میں ذمیوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اس جملہ سے پہلے

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ

منه شيئا بغير طيب نفسه فانا حجبجه يوم القيامة.

خبردار! جس نے کسی (معاهد) ذمی پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اسے کسی

ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا اس کی دلی رضا مندی کے

بغیر کوئی چیز اس سے لے لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے جھگڑا کرنے

والا ہوں گا۔

ایک حدیث میں فرمایا جس نے ذمی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے

مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ (طبرانی)

جب ہمارا دین غیر مسلموں کے حقوق کی اتنی پاسداری کرتا ہے تو جو مسلمان ایک

دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں کرتے ان سے اللہ و رسول کس قدر ناراض ہوتے ہوں گے اس

ضمن میں حقوق العباد کے نہایت ہی وسیع موضوع کو اگر بیان کیا جائے تو والدین کے اولاد پر

حقوق، اولاد کے والدین پر حقوق۔ زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق۔ ہمسایوں کے حقوق۔

عام مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق۔ چھوٹے کے بڑے پر حقوق بڑے کے چھوٹے پر حقوق

یہ ایک نہایت ہی طویل سلسلہ ہے جس کو بیان کرنے سے طوالت ایک یقینی امر ہے صرف ایک

حدیثِ برکت کے لئے لکھی جاتی ہے۔

من لم یوحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا۔

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں
اس مختصر سے جملے سے حقوقِ العباد کی اہمیت و فرضیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔



اطلبوا العلم من المهدی الى المهدی
(انما لکم)

علم حاصل کرو گود سے لے کر گور (قبر) تک

(۶۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اَنَا النَّبِيُّ الْأَمِيُّ الصَّادِقُ الزَّكِيُّ

میں اللہ کا سچا نبی امی پاکیزگی والا ہوں

(طبقات ابن سعد، ۱: ۳۳۳)

۹ھ کو بنو کلب قبیلے کے دو وفد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پہلا وفد دو افراد پر مشتمل تھا۔ ایک کا نام عاصم اور دوسرے کا نام عبد عمرو تھا حضور علیہ السلام نے ارکان وفد کو مخاطب کرتے ہوئے مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا

والويل كل الويل لمن كذبنى و تولّى عني و قاتلنى والخير
كل الخير لمن اوانى و نصرنى و امن بى و صدق قولى و
جاهد معى.

مکمل خرابی ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی
اور مکمل بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری مدد کی، مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق
کی اور میرے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

حضور علیہ السلام کا اسلوب تبلیغ اور طریقہ دعوت اس قدر سادہ اور دلکش تھا کہ زبان
مبارک سے جو بات نکلتی دل و دماغ میں ایمان کے چراغ روشن کرتی جاتی، جب وفد کے ارکان
نے یہ پیاری گفتگو سنی تو عرض کیا۔ ”بیشک ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکی تصدیق کرتے ہیں۔“

لفظِ اُمّی کا معنی و مفہوم

حضور علیہ السلام کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نہایت ہی پیارا نام ”اُمّی“ بھی ہے
چونکہ بعض لوگ جو عظمت رسالت سے بے خبر ہیں اس بابرکت لفظ کا معنی ”ان پڑھ“ کرتے ہیں
اور پھر اس کی آڑ میں علم مصطفیٰ میں طعن کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ تھوڑی سی وضاحت کر

دی جائے۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کا یہ اسم گرامی آیا ہے اور قرآن پاک نے تورات و انجیل کے اندر بھی اس نام پاک کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

الذین يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا
عندهم في التوراة والانجيل۔ (الاعراف)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے
لکھا ہوا پائیں گے (یہود و نصاریٰ) اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

(ترجمہ کنز الایمان از اعلیٰ حضرت)

امام الانبیاء جن کو اللہ نے علمک مالک تکتعلم۔ الرحمن علم القرآن کی
شان علم عطا فرمائی یقیناً جو خود ان پڑھ ہیں وہی ایسا وسیع علم رکھنے والے کو ان پڑھ کہہ سکتے ہیں۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان پڑھ اور بے پڑھے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے ہاں
ان پڑھ جاہل کو کہا جاتا ہے جب کہ بے پڑھا وہ ہے جس نے کسی سے پڑھنا نہ ہو کوئی اس کا استاد نہ
ہو اور جب یہ لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولا جائے گا تو اس کا معنی ہوگا کہ اللہ کے سوا جس کو کوئی
پڑھانے والا نہیں ہے اور بے پڑھے ہونے کے باوجود اللہ نے آپ کو سارے علوم عطا فرما دیے

۔ پڑھے نہ لکھے حضرت والا شاگرد جناب حق تعالیٰ

کیوں کہ کسی حکومت کے محکمہ تعلیم کے منظور شدہ استاد کو ان پڑھ کہو گے تو پورے محکمے
اور پوری حکومت کی توہین ہوگی اور امام الانبیاء کو ان پڑھ کہو گے تو خدا کی توہین قرار پائے گی کہ خدا
کو کوئی پڑھا لکھا رسول نہ ملا؟ اور جو خود ان پڑھ ہو گا وہ دوسروں کو کیا پڑھائے گا حالانکہ حضور علیہ
السلام کے منصب نبوت میں سے پہلا منصب ہی یہ ہے و یعلمکم الكتاب والحكمة و
یعلمکم ما لم تکتونوا تعلمون (البقرہ) حضور علیہ السلام تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے
ہیں اور جو تم نہیں جانتے تھے وہ تمہیں سکھاتے ہیں۔

اور جس کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اس کی شان یہ ہے فیہ تبیان لکل شئی۔ ہر چیز کا
اس میں بالذات بیان ہے

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ لفظ اُم سے ہو تو ی نسبت کی لگا کر اُمّی بنا جس کا معنی ہوا ماں والا۔ اور ماں کو ام
اس لئے کہا گیا کہ ام کا ایک معنی اصل ہے اور ماں بچے کی اصل ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ ہر کوئی
ماں والا ہوتا ہے اس میں کیا کمال ہوا؟ جواب یہ ہے کہ بے شک ہر کوئی ماں والا ہے مگر یہ تو دیکھو
ان کی ماں جیسی کسی کی ماں ہو سکتی ہے جو اپنی گود میں اللہ کے محبوب کو جن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
اہل علم نے فرمایا یہ لفظ دوسروں کے لئے عیب ہے حضور کے لئے کمال جیسا کہ تکبر اللہ کے لئے
کمال ہے اور مخلوق کے لئے عیب۔ وہ بے پڑھے ہو کر بھی ایسا علم رکھتے ہیں کہ جبریل بھی حیران
نظر آتے ہیں۔

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ جب حضرت جبریل امین علیہ السلام سورۃ مریم لے کر آئے
اور حروف مقطعات پڑھنا شروع کیا انہوں نے کہا کاف سرکار نے فرمایا علمت میں جان گیا
انہوں نے ہا پڑھا تو فرمایا میں سمجھ گیا انہوں نے یا پڑھا فرمایا میں سمجھ گیا۔ عرض کیا حضور میں تو
اس سے کچھ نہ سمجھا اور آپ سب کچھ ہی سمجھ گئے فرمایا یہ میرے اور رب کے درمیان راز کی باتیں
ہیں کسی تیسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے (ملخصاً)

میان طالب و مطلوب رمزیت
کرانا کاتبین را ہم خبر نیست

استاد کے علم کا اندازہ لگانا ہو تو شاگرد کی علمی قابلیت دیکھ کر لگایا جاتا ہے اور حضور علیہ
السلام کے شاگرد کی علمی استعداد یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں اگر میں بسم اللہ شریف کی
تفسیر لکھنی شروع کر دوں تو ستر اونٹ کتابوں کے بوجھ سے لدھ جائیں۔ حضور علیہ السلام فرمائیں
سلونی عما شتم جو چاہو مجھ سے پوچھو اور باب مدینۃ العلم فرمائیں سلونی قبل ان
تفقدونی۔ میری زندگی میں مجھ سے پوچھ لو جو بھی پوچھنا چاہو

امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

مکہ المکرمہ کو ام القرئی فرمایا گیا اس لحاظ سے امی کا معنی ہوا مکہ میں پیدا ہونے والا،
مکہ المکرمہ کی بابرکت نسبت رکھنے والا۔ اس معنی کی رو سے بھی کئی کہیں گے مکہ والے تو بے شمار ہو

سکتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کو جو مکہ سے نسبت ہے وہ دوسروں کو کیسے حاصل ہو کہ حضور علیہ السلام تو مکہ کو کفار کے قبضے سے آزاد فرمانے والے ہیں۔ اور مکہ کو کعبہ کی وجہ سے یہ شان ملی اور کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ بنانے والے حضور علیہ السلام ہیں کہ آپ کی آمد سے پہلے کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا حضور نے اس کو بتوں کی آلودگی سے پاک فرمایا اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنایا اسی لیے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کے پرٹالے کا اشارہ دیکھو وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ حج تو یہاں ہو گیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو جدھر میں اشارہ کر رہا ہوں ادھر جاؤ

غور سے سن اے رضا کعبہ سے آتی ہے صدا

میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اُمّ کا معنی ٹھکانہ بھی ہے فامہ ہاویہ (القرآن) اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے اب اُمّی کا معنی ہوگا کہ ٹھکانے والا یعنی جس کو کہیں ٹھکانہ نہ ملے حضور اس کے لئے جائے پناہ ہیں یعنی حوزا للامین (بخاری شریف) اللہ کو حضور کے ٹھکانے سے بھی محبت کہ اس کا ذکر فرمایا۔

سوال

اگر حضور لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو لا تخطہ یمینک کا کیا معنی یعنی اللہ نے لکھنے کی نفی کیوں فرمائی؟

جواب

خود اسی آیت میں جواب موجود ہے اذا لا رتاب المبتلون۔ کہ اہل باطل شک کریں گے کہ قرآن خود لکھ کر لے آئے ہیں۔ اور پھر یہ ایک وقت کی بات ہے دوسرے اوقات میں کیا حضور نے شاہانِ زمانہ کو خطوط لکھ کر نہیں بھیجے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ پھر جبریل امین کیا کرنے آتے اگر سکھانے نہیں آتے تھے۔ تو یاد رکھیں جبریل امین سکھانے نہیں بلکہ اللہ کا پیغام پہنچانے آتے تھے

تعلیم جبرائیل امین تھی برائے نام

حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

حضرت کا علم علم لذنی تھا اے امیر

دیتے تھے قدسیوں کو سبق بے پڑھے ہوئے

معراج کی رات کے متعلق ہم جب یہ کہیں کہ حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے فلاں بات پوچھی فلاں پوچھی تو کہتے ہیں لہذا حضور کو علم نہیں تھا تبھی پوچھی، لیکن حدیث جبریل امین میں جب جبریل شاگردوں کی طرح بیٹھ کر سوال کر رہا ہے ما الایمان، ما الاسلام، ما الاحسان یہاں کیوں نہیں کہتے ہو لہذا حضور علیہ السلام جبریل امین کے بھی استاد ٹھہرے۔ اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا و ما تلک بيمينک یا موسیٰ اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ کو بھی علم نہیں تھا۔ معاذ اللہ۔

لوح محفوظ کو قرآن میں ام لکتاب کہا گیا۔ و عندہ ام الكتاب۔ کیوں کہ سارے علوم اس میں جمع ہیں اور لوح محفوظ حضور کے خزانہ علم کا ایک جُز ہے امام بوصیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا و ضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

اور پھر لوگ مار کھا کھا کے پڑھتے ہیں لیکن الرحمن علم القرآن رحمت والے نے تجھے آغوش رحمت میں یہ سارا علم عطا فرمادیا۔

ام بمعنی اصل کے ضمن میں علماء نے یہ بھی فرمایا کہ امی کا معنی ہوا جو اپنی اصل پر قائم ہے اور اصل کیا ہے کل مولود یولد علی الفطرہ۔ یعنی دوسرے بچے اصل (اسلام) پر پیدا ہو کر بھی کوئی یہودی بن جاتا ہے کوئی عیسائی کوئی مجوسی۔ لیکن آپ اصل پر ایسے قائم ہیں کہ چالیس سالہ زندگی مشرکین مکہ کے درمیان گزار دی جب کہ شراب جوا اور ظلم کا دور دورہ تھا ہر طرف ظلمت ہی ظلمت سارا معاشرہ خدا کا نافرمان تھا لیکن آپ کے قدموں میں ذرا الغزش نہ آئی۔ کوہ وقار اور ہیکل استقلال بن کر اپنی اصل پہ ثابت قدم رہے۔ کوئی طاقت شیطانی آپ کو اصل سے نہ ہٹا سکی۔ پیدا ہوئے امی کی شان سے اور آج اعلان نبوت فرما رہے ہیں تو اس طرح پاک ہیں جیسے پیدا ہوتے پاک تھے۔ کوئی بُرائی ان کے قریب سے بھی نہ گذر سکی۔ تب بھی معصوم تھے آج بھی معصوم ہیں۔

اکتسابی علم اور وہی ولد فی علم

وہ علم جو حاصل کیا جائے اس کو اکتسابی علم کہتے ہیں اس میں غلطی ہو سکتی ہے استاد سے بھی شاگرد سے بھی کبھی تجربہ علم کے خلاف ہو جاتا ہے کبھی الفاظ کی ترتیب بدل جاتی ہے ایک بندہ ایک تقریر آج کرتا ہے وہی تقریر اسی ترتیب کے ساتھ دوبارہ نہیں کر سکتا (بشرطیکہ رٹا نہ لگایا ہو) جب کہ علم لدنی یا وہی خالص عطا الہی ہے اس میں اتنی سی کمی بیشی کا بھی امکان نہیں کیوں کہ وہ علم ظنی تھا یہ قطعی و یقینی ہے (نبی کے لیے) دنیا جہان کے سکول و کالج، یونیورسٹیاں کھنگالنے والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے سب کچھ جان لیا ہے اور مجھے وہ سنائی دیتا ہے جو تمہیں نہیں دیتا یا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے لیکن ایک دن بھی پڑھنے کے لئے کسی کے پاس نہ جانے والا اعلان فرما رہا ہے انما بعثت معلماً۔ انی اری ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون۔ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے اور جس کو بھیجنے والا اعلان فرمائے و علمک ما لم تکن تعلم آپ کو ہر شے کا علم دے دیا گیا۔ پڑھے ہوئے پھر بھی کوئی نہ کوئی بات اندازے اور اٹکل ہچو سے کر جاتے ہیں مگر فرمایا ما کنت تدری ما الكتاب ولا الایمان۔ تو ایمان و کتاب کو اندازہ سے نہیں خدا کی وحی سے جانتا ہے لہذا محبوب تیری ہر بات یقینی ہے۔

جو شخص ان پڑھ ہو وہ اکثر تمنا کرتا ہے کاش تھوڑا بہت پڑھ جاتا، جمع تفریق کر لیتا کاروبار تو چلا سکتا لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی ایسی تمنا کی ہی نہیں فاتح عرب ہو کر بھی ایک دن بھی ایسی آرزو پیدا نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ سرکار جانتے تھے میرا علم سوائے رب کے کسی کے پاس ہے ہی نہیں اس لیے رب سے ہی سوال کرتے رب زدنی علماً۔

ایک معنی یہ بھی ممکن ہے کہ اُمّی امت سے ہو یعنی امت والے، امت تو ہر نبی کی ہے لیکن تیری امت تو وہ ہے کہ اس کو خدا بھی خیر ام فرماتا ہے۔ نبی اس امت میں آنے کی دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کا سردار پل صراط سے گذرتے ہوئے اس امت کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتا ہے۔



(۷۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ لَنْ أُخَالِفَ أَمْرَهُ

وَلَنْ يُضِيعَنِي

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہرگز

نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا

(الطبری تاریخ الامم والملوک)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فرمان ایک انتہائی نازک موقع سے متعلق ہے صلح حدیبیہ کی شرائط جب لکھی جا رہی تھیں تو بعض صحابہ کرام جن کو بعض شرائط پر پوری طرح شرح صدر نہ ہو سکا، ان شرائط کو قبول نہ کرنے پر اصرار کرنے لگے، جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے۔

ان کا اعتراض دو شقوں پر تھا۔ اول یہ کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس لوٹ جائیں اور دوسری یہ کہ جو لوگ مدینہ پناہ لینے آئیں انہیں پناہ نہ دی جائے اور واپس کر دیا جائے لیکن قریش اس کے پابند نہ ہوں گے کہ وہ کسی کو مکہ سے واپس کریں۔

حضرت عمر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا آقا ہمیں یہ شرائط کسی قیمت پر منظور نہیں، دباؤ میں آکر معاہدہ نہ کیا جائے۔ حضرت عمر جذبات سے مغلوب ہو کر بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں یہ گزارشات پیش کر رہے تھے۔ اور جذبات میں آکر ان کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا جس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ بعض علماء نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخرو آیت قرآنی کی تفسیر میں ما تقدم کے تحت صحابہ کرام کو شامل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی انہی لغزشوں کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ الست برسول اللہ قال بلیٰ قال اولسنا بمسلمین قال بلیٰ قال اولیسوا بمشرکین قال بلیٰ قال فعلیٰ ما نعطي الدنیا فی دیننا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں عرض کیا ہم مسلمان نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں تم مسلمان ہو۔ عرض کیا! کیا وہ (ہمارے مد مقابل) مشرک نہیں؟ فرمایا مشرک ہیں۔ عرض کیا پھر ہم اپنے دین میں یہ کمزوری کیوں قبول کریں (کہ ان کی ہر شرط مانتے جائیں چاہے وہ اس میں انصاف نہ کریں) اس گفتگو کے بعد حضرت عمر کی دلی کیفیت کو بھانپ کر حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا جواب دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر اسی جذباتی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس بھی گئے اور مذکورہ شرائط کے بارے اپنے رد عمل کا اظہار کیا تو یار غار مصطفیٰ نے فرمایا عمر! حضور اللہ کے سچے رسول ہیں جو فیصلہ وہ کریں وہی درست ہوگا۔



موسیٰ زبوش رفت بیک حلون صفا
توین ذات می نگری در سہمی

(۷۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَقُولُ ذَلِكَ أَنْتَ أَحَدُهُمْ

میں نے یہ بات کہی اور تو بھی ان میں سے ایک ہے

(سیرت ابن ہشام، ۱: ۲۸۳)

شب ہجرت جب کفار و مشرکین مکہ اپنے مکرو فریب کے جال بن رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو محفوظ طریقے سے مدینہ منورہ لے جانے کی خفیہ تدبیریں فرما رہا تھا۔ تو جن سات کافروں نے حضور علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کیا ان میں ایک ابو جہل بھی تھا باقیوں کے نام یہ ہیں۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ زمعہ بن الاسود اور ابولہب (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۷) قریش کے یہ ساتوں جوان شام کے سائے گہرے ہوتے ہی حضور علیہ السلام کے گھر کے ارد گرد آگئے اور کاشانہ نبوت کا محاصرہ کر لیا۔ اپنی جوانیوں کے زعم میں پاگل ہو رہے تھے۔ انہیں پورا یقین تھا کہ آج رات وہ شمع حق بجھا دیں گے اور لات و عڑی کا پرچم بلند کر دیں گے۔ یہ کفر کے نمائندے اور شر کے گماشتے اس عظیم ہستی کی شہادت کے آرزو مند تھے جن کو یہ خود صادق و امین کا لقب دے چکے تھے۔ اپنے جذبہ انتقام کو بھڑکانے کے لئے حضور علیہ السلام کے خلاف باتیں بنانے لگے اور وقت گزارنے کے لئے اول فول بکنے لگے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں اخلاق سے گری ہوئی باتیں موضوع گفتگو بن گئیں۔

ابو جہل بولا!

ان محمد ایزعم انکم ان تابعتموه علی امرہ کنتم ملوک العرب والعجم، ثم بعثتم من بعد موتکم، فجعلت لکم جنان کجنان الاردن، و ان لم تفعلوا کان لہ فیکم ذبح ثم

بعثتم من بعد موتکم ثم جعلت لکم نار تحرقون فیہا۔

سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۸۳ و ج ۲ ص ۱۲۷

بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ گمان کرتا ہے کہ تم اس کی اطاعت اختیار کر لو تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور پھر مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا جائے گا اور اُردن کے باغات کی طرح تمہیں سرسبز باغات ملیں گے اور اگر تم ان کی اطاعت اختیار نہ کرو گے تو تمہیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا اور موت کے بعد زندہ کر کے آگ کے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ حیا باختہ نوجوان انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں کاشانہ نبوت کا دروازہ کھلا اور بقول حفیظ جالندھری

وہ درازاتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا

تلاوت سورۃ یسین کی کرتا ہوا نکلا

حضور علیہ السلام کسی خطرے کی پرواہ کیے بغیر باہر تشریف لائے اور ان کفر کے نمائندوں کے سروں پر خاک ڈالی۔ کفر کو لاکار اور ابو جہل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ تو میرے متعلق کہہ رہا تھا۔ انا اقول ذلک انت احدہم۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا



دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو ماننا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد

(۷۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا كَفِيلٌ عَلَى قَوْمِي

میں اپنی ساری قوم کا کفیل ہوں

(سبیل الہدیٰ والرشاد، ۲۸۱۳)

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار میں سے بارہ نقباء کا تقرر فرمایا اور ان کو ان کے قبیلوں پر مامور فرمایا۔ چنانچہ بنی خزرج کے نو نقباء تھے اور بنی اوس کے تین نقباء۔ اور ان بارہ پر حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کو نقیب انقباء کے طور پر متعین فرمایا جو بنی نجار کے نقیب بھی تھے اور بارہ نقباء پر نقیب انقباء بھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان نقباء کے تقرر کے بعد حضور علیہ السلام نے ان سے اس بات پر حلف لیا کہ جن قبیلوں کے وہ ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں، ان قبائل میں وہ اپنی ذمہ داریاں بھرپور طریقے سے ادا کریں گے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کا پس منظر بھی یہی ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔

انتم علی قومکم بہا فیہم کفلاء ککفالة الحواریین

لعیسیٰ ابن مریم و انا کفیل علی قومی۔ (ای المسلمین)

تم اپنی اپنی قوم کے کفیل ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے مقرر کردہ کفیل تھے اور میں اپنی تمام قوم کا کفیل ہوں (یعنی پوری امت مسلمہ کا)۔

بیعت عقبہ ثانیہ تاریخ اسلام میں ایک بڑا اہم اور تاریخ ساز واقعہ ہے۔ اگرچہ بیعت کرنے والے خوش نصیب جانثاروں کو اس کی اہمیت کا اندازہ تھا مگر حضرت عباس بن عبادہ بن نضله انصاری سے نہ رہا گیا اور اٹھ کر فرمانے لگے۔ هل تدرون علی ما تبایعون هذا الرجل؟ کیا تم جانتے ہو کہ کس شے پر اس ہستی سے بیعت کر رہے ہو قالوا نعم۔ سب نے

یک زبان ہو کر کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔

تاہم انہوں نے بعض امور اور نکات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

انکم تبایعتمونہ علی حرب الاحمر واسود من الناس فان
کنتم تریدون انکم اذا نہکت اموالکم مصیبة و اشرافکم
قتل اسلمتموہ فمن الان ہو واللہ ان فعلتم خزی الدنیا
والاخرہ و ان کنتم تریدون انکم و افون له بما عاہدتموہ
علی نہکۃ الاموال و قتل الاشراف فخذوہ فہو واللہ خیر
الدنیا والاخرۃ۔ (سبل الہدی والارشاد، ۲: ۱۸۳)

سنو! تم ہر سرخ و سیاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو اگر تم یہ
سمجھتے ہو کہ جب مصائب تمہارے مال و اسباب کو تباہ کر دیں اور جب تمہارے بڑوں
کو مار دیا جائے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر تم
نے ایسا کیا تو دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے مال کی تباہی اور اپنے
رؤسا کے قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے وفا کرو گے تو پھر انہیں لے
جاؤ (مدینے) اس صورت میں دنیا و آخرت میں تمہارے لیے بھلائی ہوگی۔

اس جوش ایمان سے بھرپور خطبے کو سن کر شرکائے مجلس میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا
ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فانا ناخذہ علی مصیبة الاموال و قتل الاشراف فما لنا
بذلک یا رسول اللہ۔

ہم مال و متاع کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہو جانے پر بھی آپ سے اگر عہد
نبھائیں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا الجنة۔ تمہیں جنت ملے گی۔

چنانچہ سب نے عرض کیا

ابسط یداک فبسط یداہ فبایعوہ۔

یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کیجیے پس آپ نے ہاتھ بڑھایا تو سب نے بیعت کر لی۔

ایک بار پھر حضرت عباس بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق ان شئت لتمیلن غذا علی اهل منی باسیافنا۔

یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ حکم کریں تو ہم کل ہی اہل منی پر تلواروں سے پل پڑیں۔
سرکار نے فرمایا۔

انا لم نومر بذلک ارفضوا الیٰ رحا لکم۔

ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں دی گئی اب تم اپنی آرام گاہوں میں چلے جاؤ۔
یہ بیعت چونکہ مکہ میں رات کے اندھیرے میں ہوئی تھی اس لیے کفار و مشرکین کو خبر تک نہ ہوئی اس سال یثرب (مدینہ) سے حج پر آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ جن میں سے ۷۵ مسلمان تھے ۷۳ مرد، ۲ عورتیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کی زیر قیادت ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چنانچہ شیطان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ اتنے افراد خاموشی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جا رہے ہیں اور میرے چیلوں کو خبر تک نہ ہوئی، عبد اللہ بن کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ فلما بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صرح الشيطان من راس العقبة. (سیرت النبی، ابن کثیر، ۲: ۲۰۴)

جب ہم حضور علیہ السلام سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پہ با آواز بلند

چیخ رہا تھا

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے

وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے



(۷۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا وَاللَّهِ أَحَبُّكُمْ وَأَنَا وَاللَّهِ أَحَبُّكُمْ
وَأَنَا وَاللَّهِ أَحَبُّكُمْ

میں بھی اللہ کی قسم تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں،
 اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں
 (السيرة النبوية لابن كثير ۲: ۲۷۵)

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف
 لائے، قبیلہ بنونجار کے مقدّر کا ستارہ چمکا، ان کے سوئے ہوئے بخت جاگے، کیوں کہ امام الانبیاء
 کی میزبانی کا ان کو شرف نصیب ہوا۔ بنونجار کی بچیوں کے لبوں پر ترانہ جاری ہو گیا

نحن جوار بنی نجار یا حذا محمد من جار
 ہم قبیلہ بنونجار کی بچیاں ہیں اے (محمد صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)! آپ کتنے
 بہترین پڑوسی ہیں۔ (سیرت النبی، ابن کثیر، ۲: ۲۷۳)

اس موقع پر بنونجار کی ان خوش نصیب بچیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کا مکالمہ ہوا۔ وہ
 حضور علیہ السلام کے گرد ہالہ باندھے کھڑی تھیں اور جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔
 سرکار نے جب ان کا یہ والہانہ انداز دیکھا تو محبت و شفقت بھرے انداز میں فرمایا۔

یعلم الله ان قلبی یحبکم۔

اللہ جانتا ہے میرا دل تم سے محبت کرتا ہے۔

مشدرک حاکم میں ہے کہ حضور علیہ السلام ان بچیوں کے پاس خود تشریف لے گئے
 اور ان سے پوچھا اے حبیب بنی کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے بیک زبان عرض کیا ای

واللہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم آپ سے محبت کرتی ہیں۔ اس پر دریائے رحمت
جوش میں آیا اور آپ نے بچیوں کو تین مرتبہ فرمایا وانا واللہ احبکم اللہ کی قسم میں بھی تم سے
محبت کرتا ہوں۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر)



تو غنی از ہر دُعا و عالم من فقیر
و ز محشر عذر ملتے من پذیر
و حسام بم را تو سیاهی گریز
از نگاہِ مُصطفیٰؐ نہاں بگریز

(۷۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

میں اس (مسجد اقصیٰ) کی طرف دیکھ رہا تھا

(بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، مسند احمد، بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس موقع کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزہ معراج عطا کیا اور آپ نے لوگوں کو بتایا کہ میں راتوں رات مسجد اقصیٰ گیا۔ قریش نے آپ کو جھٹلایا اور مطالبہ کیا کہ مسجد اقصیٰ کے بارے میں تو ہمیں معلومات ہیں لہذا ہم آپ سے اس کی کچھ نشانیاں پوچھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام وہاں دروازے کھڑکیاں گننے تو نہیں تشریف لے گئے تھے جب کہ انہوں نے اسی طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے پوری مسجد کو عی ارقم کے گھر کے برابر حضور کے سامنے ظاہر کر دیا تا کہ محبوب دیکھ دیکھ کر ایک ایک نشانی بتاتا جائے چنانچہ مسلم شریف کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں

عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله صلى الله عليه

وسلم يقول لما كلفتنى قريش حين اسرى بي الى بيت

المقدس قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس

فطفقت اخبرهم عن آياته و انا انظر اليه۔ (صوفیہ نمبر ۹۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے انہوں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا، جس وقت مجھے بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا تھا تو میں حجر اسود کے ساتھ کھڑا ہوا اور اللہ نے مسجد کو میرے لیے ظاہر فرما دیا پس میں مسجد کو دیکھ دیکھ کر ان کو نشانیاں بتا رہا تھا۔

کفار کے مطالبے پر جب حضور علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تمام نشانیاں بتا دیں ان کی

پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے دورانِ سفر کچھ نشانیاں دریافت کیں حضور علیہ السلام نے ان کی تسلی کے لئے تین نشانیاں بیان فرمائیں۔ امام زرقانی نے اجمالاً قافلوں کی حدیث کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا۔

نمبر ۱۔ فرمایا جب میں بیت المقدس کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں ایک مقام آیا جس کا نام روحا تھا وہاں تمہارا ایک قافلہ پڑا وڈا لے ہوئے تھا۔ ان کی ایک اونٹنی گم ہو گئی تھی جس کو وہ تلاش کر رہے تھے۔ میں وہاں سے گذرا تو پالان میں پانی کا بھرا ہوا پیالہ پایا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں نے وہ پانی پی کر خالی پیالہ وہاں رکھ دیا۔ وہ قافلہ تمہارے پاس غروبِ آفتاب کے بعد پہنچے گا ان سے پوچھ لینا۔ چنانچہ قافلہ غروبِ آفتاب کے بعد ہی پہنچا اور وہی تفصیلات بیان کیں جو آپ بتا چکے تھے اور قافلے والوں نے یہ بھی کہا کہ ہم حیران تھے کہ پیالہ کا پانی کیا کدھر؟

نمبر ۲۔ فرمایا میں براق پر سوار تھا کہ مقام ”ذی طوی“ سے گذرا وہاں مکہ کے دو آدمیوں کو ایک ہی گھوڑے پر سوار پایا۔ جب میرا براق ان کے قریب سے گذرا تو گھوڑا بدکا اور ایک آدمی گھوڑے سے گر گیا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی، بے شک وہ آئیں گے تو تصدیق کر لینا چنانچہ وہ آئے تو ایک کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ قریش نے تفصیل پوچھی تو انہوں نے من و عن اسی طرح بتائی جیسے حضور فرما چکے تھے۔

نمبر ۳۔ فرمایا میں مقام ”عینین“ سے گذرا وہاں ایک قافلہ دیکھا جو مکے کی طرف آرہا تھا اور قافلے کے آگے بھورے رنگ کا ایک اونٹ تھا جس پر دھاری دار سُرخ رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں اور ایک سیاہ فام حبشی اس پر سوار تھا اور فرمایا کہ یہ قافلہ صبح طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی تمہارے پاس کے پہنچ جائے گا۔

کافروں نے یہ سنا تو بڑے خوش ہوئے کہ ایک اور موقع جھٹلانے کا مل گیا ہے اگر قافلہ صبح تک نہ پہنچا تو ہم سچے ہو جائیں گے چنانچہ ابو جہل اپنے چیلوں کو لے کر مکہ کی ایک پہاڑی کے اوپر بیٹھ گیا اور سورج کے نکلنے کی انتظار کرنے لگا جب کہ دوسری پہاڑی پر یارِ غار مصطفیٰ ابو بکر صدیق اہل ایمان کا ایک گروہ لے کر قافلے کی راہ دیکھنے لگے۔ کافروں کے دل دھڑک رہے تھے کہ کہیں سورج قافلے کے آنے سے پہلے نہ طلوع ہو جائے اور اہل ایمان کے ارمان پھل رہے

تھے کہ ضرور قافلہ و سورج ایک ہی وقت میں طلوع کریں گے چنانچہ جونہی وادی مکہ کے افق پر سورج کی پہلی کرن نمودار ہوتی تو ابو جہل نے چلا کر کہا ”لو سورج نکل آیا“ اسی لمحے دوسری طرف صدیق اکبر کی آواز آئی ”وہ دیکھو قافلہ آگیا“۔

جب حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں اور کافروں کے پاس انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تو پھر بھی اسے جادو ہی کہتے رہے۔

(منظہری۔ کشاف۔ زرقانی علی المواہب)

رفتارِ نبوت

حضور علیہ السلام کا سفر معراج جس تیز رفتاری کے ساتھ ہوا یہ اپنی جگہ ایک معجزانہ شان رکھتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کا کیا کمال ہے یہ تو براق کی تیز رفتاری تھی تو میں پوچھتا ہوں کہ سدرۃ المنتہی پر تو براق بھی جواب دے گیا اس سے آگے کس کا کمال مانو گے براق تو نبوت کی تیز رفتاری کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتا اور پھر حضور علیہ السلام کی رفتار کا تو عالم ہی کیا ہوگا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جب ان کی قبر انور کے پاس سے گذرا وہو قائم بصلی فی قبرہ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۸) وہ قبر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ صلوٰۃ سے مراد نماز ہے یا درود شریف کیوں کہ کوئی بڑا مہمان آپ کے ہاں آنے والا ہو تو اس کے آنے پر اگر آپ نماز شروع کر دیں تو عجیب ہی لگتا ہے اور پھر کیا کھڑے ہو کر قبر میں نماز ضروری تھی لہذا یہی معنی موقع محل کے مطابق بہتر ہے کہ جیسے کسی شہنشاہ کی سواری آرہی ہو تو راستے میں کھڑے ہو کر اس کے چاہنے والے استقبال کرتے ہیں پھول اور گلہ سے پیش کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے بتا دیا کہ آج میرا محبوب آپ کے پاس سے گذرنے والا ہے لہذا ان کی شایان شان استقبال کیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب سواری گذری تو نماز پڑھنے والے کی طرح حالت قیام میں درود و سلام کے پھول اور گلہ سے پیش کرنے لگے۔ اگر کوئی کہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بتا دیا گیا کہ حضور علیہ السلام آپ کے پاس سے گذر رہے ہیں؟ تو گزارش ہے جس نے یہ بتایا کہ آج حضور بیت المقدس میں سارے نبیوں کی امامت کروا رہے ہیں اسی نے یہ بھی بتا دیا کہ اے پیارے موسیٰ! دوسرے نبی تو جلدی بیت المقدس پہنچ

تھی اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں کو چھوا اور اللہ کا نام لے کر دودھنا شروع کر دیا بس پھر کیا تھا اس بکری کے سوکھے ہوئے تھن دودھ کی نہریں بن گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی برتن بھر گئے۔ تمام لوگوں نے پیا۔ ام معبد فرماتی ہیں کہ یہ بکری "عام الرماد" تک زندہ رہی اور صبح و شام اٹھارہ سال دودھ دیتی رہی (انساب الاشراف، ۱: ۶۶۲)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں درجے بہا دیے ہیں



(۷۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا رَسُولُ الرَّحْمَةِ وَرَسُولُ الرَّاحَةِ وَرَسُولُ الْمَلَأِ حِمِّ

میں رحمت و راحت کا رسول ہوں اور میں لڑائیوں کا رسول ہوں
(الشفا ج ۱ ص ۲۳۱)

رسول رحمت و راحت

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (الانبیاء)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف میں فرمایا کہ ”وہ لوگوں کو پاک کرتے ہیں انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں اور آپ مسلمانوں پر مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو امت مرحومہ بنایا ہے (جس کو رحمت والا نبی دے کر اس پر رحم کیا گیا) اور ان کے بارے فرمایا گیا۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ (البلد)

وہ صبر اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔

یعنی ان کا ایک دوسرے پر رحم کرنا ہے۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی امت کے

لئے اور ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (شفا شریف)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رحمة العالمین نہ فرمایا بلکہ رحمة للعالمین فرمایا اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ پہلے لفظ میں حضور جہانوں کی ملکیت قرار پاتے کیوں کہ

کتاب زید کا معنی ہے زید کی کتاب یعنی زید کتاب کا مالک ہے۔ تو رحمة العلمین کا معنی ہوتا کہ جہان اس رحمت کے مالک ہیں جب کہ دونوں جہان تو خود حضور کی ملکیت ہیں

ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں دونوں جہاں

اور کتاب زید کا مطلب ہے زید کتاب کا مالک تو نہیں لیکن اگر چاہے تو کتاب سے استفادہ کر سکتا ہے تو فرمایا رحمة للعالمین کہ جہان میرے حبیب کے مالک تو نہیں لیکن اگر چاہیں تو اس کی رحمت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ رحمت مصدر ہے دنیا میں جو بھی رحمت کی جھلک نظر آ رہی ہے چاہے وہ ماں کی اولاد پر ہو یا استاد کی شاگرد پر، یہ سب اسی مصدر رحمت کے جلوے ہیں اور اسی دریائے رحمت کے قطرے ہیں۔ قرآن مومنین کے لئے رحمت اسلام مسلمانوں کے لئے رحمت اور حضور علیہ السلام سارے جہانوں کے لئے رحمت۔

ہر نعمت کی جتنی مخلوق کو ضرورت تھی اس کے مطابق ہی اللہ نے اس کو پیدا کیا جس کی زیادہ ضرورت تھی اس کو زیادہ پیدا فرمایا جس کی کم ضرورت تھی اس کو کم پیدا کیا۔ مثلاً مرغ سے زیادہ نمک کی ضرورت تھی اس کی کانیں بنا دی گئیں۔ پھلوں سے زیادہ غلہ کی ضرورت تھی کھیتوں کے کھیت پیدا کر دیے۔ غلہ سے زیادہ پانی کی ضرورت تھی کہ غلہ تو انسان ہی کھاتے ہیں جب کہ پانی جانوروں کی بھی ضرورت اور خود غلہ کو بھی ضرورت تو زمین کے تین حصے پانی سے بھر دیے۔ پانی سے زیادہ ہوا کی ضرورت، چنانچہ جہاں پانی کا قطرہ بھی نہیں ہوا کو وہاں بھی پہنچا دیا اسی طرح روشنی سورج چاند کی سب کو عطا فرمائی (خدا کا کرم ہے نہ کبھی ہوا کا بل آیا نہ روشنی کا۔ اگر یہ دو بل بھی آجاتے تو پاکستانی تو بلوں میں ہی گھس جاتے ہاں مگر بل ہے وہ کیا لسن شکوہ نسیم لازیدنکم میرا شکر ادا کرو میں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماؤں گا) ان سب چیزوں سے زیادہ رحمت کی ضرورت تھی کہ یہ سب نعمتیں ہوں رحمت نہ ہو بات نہ بنتی تھی اس کو اتنا عام کر دیا کہ فرمایا و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

یہاں سے بھارت جاؤ حکومت بدل گئی مگر رحمت نہیں بدلی دوسرے تیسرے ملکوں میں چلتے جاؤ حکومتیں بدلتی جائیں گی نہ خدا کی قدرت بدلے نہ نبی کی رحمت بدلے۔
لوگ کہتے ہیں کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا مگر مصطفیٰ کی رحمت سے ہر ایک کو فائدہ ہو رہا ہے منکر کو بھی ہو رہا ہے کیوں نہ ہو وہ آفتاب نبوت ہیں جب دروازہ بند کرنے سے اس آفتاب

کی روشنی کمرے میں آسکتی ہے تو سراجا منیرا کے فیض کا عالم کیا ہوگا۔

ایسے شخص کو جو یہ کہے کسی سے مدد مانگنا شرک ہے سردیوں میں ایک رات ننگا چھوڑ دو کپڑے مانگے کہو مانگنا شرک ہے، جون جولائی میں ایک دن پانی نہ دو صرف ایک دن میں تو حید کا معنی سمجھ آ جائے گا۔ کپڑے پانی کی محتاجی مانتے ہو اور مانگتے بھی ہو حضور علیہ السلام کی طرف محتاجی نہ مانتے ہو نہ ان سے مانگتے ہو۔ حالانکہ چیز کی جتنی کثرت ہوتی ہی اس کی طرف محتاجی زیادہ ہوتی ہے تو رحمت سب سے عام ہے لہذا سارا زمانہ حضور کا محتاج ٹھہرا

جملہ عالم است محتاج الیہ زیریں سبب فرمود رب صلوا علیہ
کوئی رزق کی نعمت کوئی علم کی، مگر حضور کی رحمت سبب یہ حاوی کہ عالم ماسوا اللہ کا نام ہے اور خدا نے عالمین فرمایا ہے اگرچہ عالم کے اندر ہی ہر شے آگئی تھی تاہم پھر بھی عالمین جمع فرمایا تا کہ کسی کو ذرہ بھر گنجائش نہ رہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی رحمت کے دائرہ سے باہر رہے۔ ہر محتاجی ایک وقت تک رہتی ہے دوسرے وقت میں ختم، بچہ ماں کے دودھ کا ایک خاص وقت تک محتاج رہتا ہے پھر محتاجی و ضرورت نہیں رہتی۔ پھر استاد کا محتاج۔ بیمار ہو تو حکیم کا محتاج، تندرست ہوا محتاجی ختم۔ بھوک پیاس ہو تو کھانے پینے کا محتاج، کھاپی لی محتاجی ختم۔ مگر رحمت کی محتاجی دنیا میں بھی ہے قبر میں بھی رہے گی اور حشر میں تو منکر بھی مان جائیں گے جب

کہیں گے اور نبی اذہبوا الی غیری

میرے حبیب کے لب پر انا لہا ہو گا

مسلمان تو کیسے انکار کرے گا اللہ نے کافروں کو فرمایا ما کان اللہ ليعذبہم و انت فیہم تم عذاب سے بچے ہوئے ہو تو صرف میرے حبیب کی وجہ سے۔

بعض لوگ کہتے ہیں حضور کو منافق کی قبر پہ کھڑا ہونے سے روکا گیا لا تقم علی قبرہ کیوں کہ فائدہ ہی کوئی نہیں میں کہتا ہوں یہی آیت تو آپ کے نافع ہونے کی دلیل ہے کہ اگر نفع نہیں دیتے تھے تو روکا کیوں گیا؟ اسی لیے روکا کہ حبیب تیرے قدم جہاں آجائیں وہاں عذاب نہیں آسکتا آپ پیچھے ہٹ جائیں پھر دیکھیں میں ان کو عذاب کیسے دیتا ہوں۔

ہمارے آقا کی رحمت ایسی ہے کہ جس کو اس آجائے اس کو ایسی حیات ملے کہ مرکز بھی زندہ رہے اور منکر و گستاخ جس کو اس نہ آئے زندہ ہو کر بھی اموات غیر احیاء مگر گستاخ یاد

رکھیں اللہ نے گستاخِ نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی فاخذتکم الصعقة و انتم تنظرون فوراً مار دیا حالانکہ کئی اپنے گستاخوں کو تب بھی چھوڑا ہوا تھا اب بھی چھوڑا ہوا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے گستاخوں کو فوراً پکڑ لیا۔ تو سب سے پہلے خود اللہ نے گستاخِ رسول کو سزائے موت دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گستاخ کو اللہ تعالیٰ موقع پر موت کی نہ صرف سزا سنا تا ہے بلکہ سزا دیتا ہے تو جس کے لئے اللہ نے ساری کائنات بنائی اس کی گستاخی کرنے والے کو بھی اس دھرتی پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے

۔ وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

رحمت کا لازمی نتیجہ

جب رحمت مصدر ہے تو ضروری ہے کہ مصدر یا اسم فاعل کے معنی میں ہو یا اسم مفعول کے معنی میں ظاہر ہے یہاں بمعنی اسم فاعل ہے جس پر للعالمین کا قرینہ موجود ہے لہذا حضورِ راحم للعالمین ہوئے۔ یعنی تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے۔ ظاہر بات ہے جو (نعوذ باللہ) مر کے مٹی ہو گیا ہو وہ کسی پر کیا رحم کرے گا۔ جس کو پتہ ہی نہ ہو کہ فلان کو عالمین میں میری رحمت کی ضرورت ہے وہ کسی پر رحم نہیں کر سکے گا۔ اور جس کو اختیار ہی نہ ہو تو بغیر اختیار کے رحم کیسے ہو سکے گا مثلاً ایک رحیم و شفیق بندہ جو آپ پر بہت ہی مہربان ہے وہ اگر کسی دوسرے ملک میں رہتا ہے اور آپ یہاں پاکستان میں رہتے ہیں اس کو علم ہو گا کہ فلاں بندہ تکلیف میں ہے مجھے اس پر رحم کر کے اس کی مدد کرنی چاہیے تب ہی مدد کر سکے گا۔ اگر وہ مدد کرنا چاہتا ہے مگر یہاں آ ہی نہیں سکتا آنے کا اختیار ہی نہیں تو کیسے مدد کرے گا لہذا حاضر ہونا بھی ضروری اور اگر وہ زندہ ہی نہیں تو کیا مدد کرے گا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رحمت مان کر ضروری ہے، حیات النبی کا عقیدہ اپنایا جائے، حاضر ناظر مانا جائے آپ کو علم غیب تسلیم کیا جائے، اور مختار کل مانا جائے۔ یہ تمام مسائل اس لفظِ رحمت سے روز روشن کی طرح واضح ہیں

۔ ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو کوئی آگے مانے یا نہ مانے

رسول الملاحم

ملاحم جمع ملحمہ کی ہے جس کا مادہ لحم بمعنی گوشت ہے بڑی جنگوں میں چوں کہ انسانوں کا گوشت کثرت سے بکھرتا ہے اس لیے بڑی جنگ کو ملحمہ کہا جاتا ہے۔ یا یہ لحمۃ سے بنا ہے ”کپڑے کا تانا بانا“ چونکہ جنگ میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونا پڑتا ہے تو جیسے کپڑے کے دھاگے ملے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح دشمن ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ جہاد سے تعلق رکھتا ہے دوسرا تہائی انفاق (خرچ کرنا) اور تیسرے تہائی حصے میں دیگر تمام احکامات بیان ہوئے اس لیے قرآن مجید کی وہ آیات جن میں جہاد کا ذکر فرمایا گیا ان کو اگر لکھنا شروع کر دیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی حصول برکت کے لئے چند آیات جن کی طرف عموماً توجہ کم کی جاتی ہے حالانکہ انہی آیات میں اس دور کے مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے کاش کہ مسلمانوں کو قرآن میں غور و فکر، تدبر و تفکر کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

بدقسمتی سے اگر ایک طرف جہاد کو دہشت گردی اور فساد کہہ کر پوری دنیا میں امریکہ بہادر کے حکم پر دبایا جا رہا ہے اور بدنام کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف کچھ لوگ واقعی دہشت گردی اور فساد کو جہاد کا نام دے رہے ہیں اور مساجد و امام باڑوں میں معصوم جانوں کو اس قدر بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جا رہا ہے کہ۔ الامان۔ الحفیظ۔ اور پھر فریقین اپنے اپنے مقتولین کو شہادت کے رتبے پر فائز کر کے ان کے دن منار ہے ہیں۔ اور پھر تازہ دم ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں حاشا وکلا یہ جہاد نہیں بلکہ فساد و فساد ہے۔

اگرچہ یہ دونوں گروہ بذات خود دہشت گرد ہیں ایک عالمی اور بین الاقوامی دہشت گردی کا مرکب ہو رہا ہے اور امن کے نام پر دنیا میں بد امنی پھیلا رہا ہے جیسا کہ حالیہ دو جنگوں (افغانستان اور عراق) کا نتیجہ پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور دوسرا دین اسلام، محبت صحابہ و اہل بیت کے نام پہ غنڈہ گردی اور فساد کا ارتکاب کر رہا ہے۔ تاہم ان سازشوں کے باوجود مجاہدین اسلام چٹان سے زیادہ مضبوط ارادوں کے ساتھ فریضہ جہاد بھی ادا کر رہے ہیں اور الجہاد ماضی الی یوم القیمۃ کے فرمانِ رسول پر عمل پیرا ہیں۔ اور یہ سلسلہ نہ کبھی رکا ہے نہ قیامت تک رکے گا

۔ اسلام کی فطرت میں اللہ نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اور

۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

غیر مسلم ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام کے اس نام مبارک (رسول الملاحم) پر بہت سٹ پٹاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام لڑائی کے دلدادہ تھے اور اسلام شدت پسند دین ہے اور اپنے آپ کو امن پسند قرار دیتے ہیں لیکن کون نہیں جانتا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

حضور علیہ السلام باوجود رسول الملاحم ہونے کے اپنی پوری زندگی میں بیسیوں جنگوں کے باوجود صرف چند افراد کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کر کے مثالی امن قائم فرما رہے ہیں اور یہ نام نہاد امن کے علمبردار جدھر جاتے ہیں لاکھوں انسانوں کا قتل عام کر کے ہمیشہ کے لئے بد امنی کی فضا سے دنیا کو جہنم بنا رہے ہیں۔ سب سے بڑا امن و حقوق انسانیت کا علمبردار امریکہ کو سمجھا گیا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ ”ہیروشیما“ سے لے کر افغانستان و عراق کی بربادی کا ذمہ دار امریکہ ہی ہے اور ان واقعات میں جتنی انسانیت کی تباہی کا اعزاز اس کو حاصل ہوا ہے حساب و کتاب سے باہر ہے۔ اس کا مطلب ہے اسلام کے خلاف بنیاد پرستی کے نام پر پروپیگنڈا ”چور مچائے شور“ کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس دور میں سخت ضرورت ہے کسی ایسے مرد میدان حکمران کی جو یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو سمجھے اور ان کو ناکام بنائے اور ان کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرے کیوں کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہان پوری طرح یہود و نصاریٰ کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں اور ان کے آلہ کار بن کر باری باری خود اپنے ہی برادر اسلامی ممالک کی تباہی و بربادی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

۔ اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالانکہ کسی لحاظ سے بھی (وسائل۔ افرادی قوت) مسلمان ممالک غیر مسلموں سے پیچھے نہیں صرف بیداری غیرت اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

لمحۂ فکریہ!

عالم اسلام کے قدرتی وسائل اور بے بسی کی انتہا

تاریخ و تمدن اور اعداد و شمار کے لحاظ سے اسلام دنیا بھر میں سب سے بڑا مذہب اور مسلمان سب سے بڑی طاقت ہیں۔ مسلمان ممالک کی مجموعی تعداد ۵۶ ہے مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب ۴۰ کروڑ سے زائد ہے۔ غیر مسلم ممالک میں بھی مسلمان آباد ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں مسلمان تعداد، رقبہ اور وسائل کے اعتبار سے ہر قوم ہر مذہب اور ہر علاقہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ براعظم ایشیا میں مسلم ممالک کی تعداد ۲۷، براعظم افریقہ میں بھی مسلم ممالک کی تعداد ۲۷ ہے اور براعظم یورپ میں مسلم ممالک کی تعداد ۲ ہے۔ مسلمان ممالک کے زیر قبضہ رقبہ نو کروڑ مربع میل سے متجاوز ہے۔ دنیا بھر کا ۷۰ فیصد تیل (پٹرولیم) مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا کی ۲۵ فیصد زرعی زمین مسلمانوں کے پاس ہے۔ تانبے لوہے کوئلے کے علاوہ سونے چاندی اور زمرہ دھیرے اور یورینیم کے ذخائر بھی مسلمان ممالک کے پاس دیگر ممالک سے زیادہ ہیں اور مواصلاتی طور پر بھی سب آپس میں مربوط ہیں۔ چند ایک ممالک کی چند معلومات قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام ملک	رقبہ مربع کلومیٹر	آبادی	وسائل
۱۔	سعودی عرب	۲۳۰ لاکھ ۳۱ ہزار	ایک کروڑ ۷۰ لاکھ	تیل، سونا، چاندی، لوہا، کھجوریں، گیس، گندم وغیرہ
۲۔	پاکستان	آٹھ لاکھ	تیرہ کروڑ	گیس، لوہا، نمک، چاول، گندم، کپاس
۳۔	ایران	سولہ لاکھ ۲۸ ہزار	چھ کروڑ بارہ لاکھ	پٹرول، گیس، کوئلہ، زمرہ وغیرہ

۴۔ افغانستان ۶ لاکھ ۵۲ ہزار ایک کروڑ ۶۳ لاکھ سونا، تانبا، لوہا، گندم، چاول، خشک میوہ

جات

۵۔ انڈونیشیا ۹ لاکھ ۴ ہزار ۱۸ کروڑ ۱۰ لاکھ تیل، تانبہ، گیس، ناریل، چائے

چاول، ربڑ

۶۔ بنگلہ دیش ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۱۱ کروڑ پٹ سن، چاول، چائے، گیس، کوئلہ،

تیل

۷۔ ترکی ۳ لاکھ ۹۴۸ مربع ۶ کروڑ کپاس، پھل، بنریاں، کاپر

میل

۸۔ شام ۸۵ ہزار ایک کروڑ ۳۵ لاکھ تیل، گیس، کپاس، گندم

۹۔ عراق ۴ لاکھ ۹۲۴ ۳۴۹۲۴ ایک کروڑ ۸۵ لاکھ پٹرول، گیس، نمک، گندم، کھجوریں

۱۰۔ قطر گیارہ ہزار ۴۳ ۴ لاکھ ۷۶ ہزار پٹرول، گیس، چاول، مچھلی، کھجور

۱۱۔ کویت ۷ ہزار ۸۱۸ ۷ لاکھ ۸۶ ہزار تیل، گیس، کھجور وغیرہ

۱۲۔ متحدہ عرب تراسی ہزار چھ سو ۲۵ لاکھ تیل، گیس، بنریاں، کھجوریں وغیرہ

امارات

۱۳۔ ملائیشیا ۳ لاکھ ۶۳۲ ۳۲۶۳۲ ایک کروڑ ۳۳ لاکھ ٹن، لوہا، گیس، پام، آئل، ربڑ

۱۴۔ یمن شمالی ۲ لاکھ ۸۵ لاکھ ۵۷ ہزار تانبا، بلوری، پتھر، گندم، کپاس، کھجور

۱۵۔ یمن جنوبی ۳ لاکھ ۳۳ ہزار ۴۰ لاکھ پیتل، نمک، گندم، کپاس، باجرہ، کھجور

۱۶۔ الجزائر ۹ لاکھ ۹ ہزار ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ تیل، گیس، کاپر، گندم، آلو، مکئی، انگور

۱۷۔ آئیوری ۲ لاکھ ۷۹ ہزار مربع ۷۹ لاکھ ۷۳ ہزار ہیرے، سونا، لوہا، تانبا، کافی، کپاس

کوسٹ میل

۱۸۔ تنزانیہ ۹ لاکھ ۴۵ ہزار ۲ کروڑ ۷۸ لاکھ ہیرے، سونا، نکل، کاشن، کافی، چاول

۱۹۔ چاڈ ۱۲ لاکھ ۸۴ ہزار یورینیم، پٹرولیم، کپاس، چاول، باجرہ

۲۰۔ سوڈان ۲۵ لاکھ ۵۸۱۳ ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ کرومیم، سونا، تانبہ، سیسہ، گنا، گندم،

کیاس

۲۱۔ لیبیا ۷ لاکھ ۵۹ ہزار ۴۴ لاکھ ۸۰ ہزار تیل، گیس، سنگ مرمر، زیتون، گندم

۲۲۔ مراکش ۴ لاکھ ۵۸ ہزار ۲ کروڑ ۶ لاکھ تیل، کوئلہ، سرمہ، فاسفیٹ، زیتون

۲۳۔ مصر ۱۰ لاکھ ۱۴۴۹ ۵ کروڑ ۶۳ لاکھ تیل، نمک، لوہا، چونا، گندم، چاول،

کیاس

۲۴۔ نايجر ۲ لاکھ ۶۷ ہزار ۸۰ لاکھ ۵۰ ہزار یونیم، ٹن، فاسفیٹ، خشک، پھل،

چاول

۲۵۔ تیونس ۶۳ ہزار ۳۸۰ ۸۵ لاکھ ۲۰ ہزار گیس، کپاشیم، سیسہ، بادام، زیتون،

کیاس

مربع میل

۲۶۔ سیرالیون ۷۱ ہزار ۷۴۰ ۴۴ لاکھ ۵۰ ہزار خام لوہا، ہیرے، آم، چاول، مکئی، مچھلی

۲۷۔ سینیگال ۸۲ لاکھ ۸۲ لاکھ چونے کا پتھر، فاسفیٹ، چاول، باجرہ،

ناریل

۲۸۔ صومالیہ ۲۷ لاکھ ۳۰ ہزار ۲۷ لاکھ ۳۰ ہزار یونیم، لوہا، چسپم، گوند، کیلا، مونگ پھلی،

مکئی

ایک اندازہ کے مطابق کویت کے پاس دس ارب ٹن تیل کے ذخائر ہیں جو دنیا بھر کے ذخائر کا پندرہواں حصہ ہیں۔

ان ۲۸ ممالک کی مختصر تفصیل و خاص خاص وسائل کے ذکر کے بعد باقی ۲۸ مسلمان ممالک کے نام درج ذیل ہیں۔

آذربائیجان، اردن، ازبکستان، اومان، بحرین، برونائی، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، کرغزستان، لبنان، مالدیپ، ایریٹریا، ایٹھوپیا، بوریkina فاسو، جیبوتی، کوموروس، کیمرن، گنی، گنی بساؤ، گیبون، گیمبیا، ماریطانیہ، مالی، نايجر، البانیہ، بوسینا، لائبیریا۔

یہ ممالک بھی زبردست قدرتی وسائل سے سرفراز ہیں۔ پٹ سن کی پیداوار کا ۹۲ فیصد

مسلمان اقوام کے پاس ہے۔ یوں تو ہر مسلمان مرد پیدا نشی مجاہد اور فوجی ہے۔ تاہم اسلامی ممالک کی ریگولر فورس (افواج) ۶۶ چھیا سٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ معرکہ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین کے وارثان اتنی بڑی تعداد کے باوجود کیوں بے حس اور بے بس ہیں۔ اور کیوں بزدل حقیر اور بے وقعت عالم کفر سے مرعوب و لرزاں ہیں۔ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

ایک خدا کے ماننے والے ایک رسول کے امتی ایک دین کے حامل مسلمان یک جان کیوں نہیں آپس میں منتشر کیوں ہیں۔ ۱۵۶ اسلامی ممالک کے سربراہان کب جاگیں گے کب آنکھیں کھولیں گے کب عالم کفر پر غالب آئیں گے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تاجناک کا شجر
(اقبال)

جہاد اور قرآن پاک

صرف دو آیات مبارکہ لکھی جاتی ہیں۔

آیت نمبر ۱ فلاتھنوا وتدعوا الى السلم و انتم الا علون
والله معکم و لن یتروکم اعمالکم۔ (سورہ محمد آیت نمبر ۳۵)
پس تم سستی نہ کرو اور آپ (کافروں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہر گز تمہارے اعمال میں نقصان نہ دے گا۔

آیت نمبر ۲ لن یضروکم الا اذی و ان یقاتلوکم یولوکم
الادبار ثم لا ینصرون۔ (ال عمران آیت نمبر ۱۱۱)

وہ (کافر) تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر (ہمت کر کے) تم سے لڑیں گے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

کس قدر حوصلہ افزا آیات ہیں پہلی آیت میں اہل ایمان کو سستی اور بزدل بن کر بار بار کافروں کو بات چیت، مذاکرات اور صلح کی پیش کش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ خیال جو مسلمانوں کو دن بدن کمزور کر رہا ہے کہ فلاں کے ساتھ امریکہ ہے فلاں کے ساتھ فلاں ہے فرما،

ایسی باتیں نہ کیا کرو ذرا یہ تو دیکھو کوئی تمہارے ساتھ بھی ہے واللہ معکم اور تمہارے ساتھ اللہ ہے جس کے سامنے نہ امریکہ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ کسی اور نام نہاد بزعم خویش سپر پاور کی۔

ایک مقام پہ غلبہ کو ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا گیا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ مؤمن ہو کر رہو۔ ہم اللہ کی مدد کے منتظر تو رہتے ہیں مگر اپنے ایمان کی خبر نہیں لیتے۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ایک نظر اپنے اعمال کی طرف

پچھلے دنوں مسلم و غیر مسلم مفکرین، دانشوروں اور ڈاکٹروں کا اجلاس ہوا جس کا ماحصل یہ تھا کہ بہترین نظام، نظام اسلام ہے اور بدترین قوم، قوم مسلم ہے کہ اپنے گھر میں اسلام کے پیٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے مگر یہ غیروں سے کھاری پانی کی بھیک مانگ رہی ہے۔

جن بے حیائی کے کاموں سے یورپ والے تنگ آ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں اور چھوٹ نہیں رہی اور اب بات یہ بن گئی ہے کہ چور تو کبیل چھوڑنا چاہتا ہے لیکن اب کبیل چور کو نہیں چھوڑ رہا ہم انہی بے حیائی کے کاموں کو بڑے شوق سے اپنا رہے ہیں۔ اور ان کو سینے سے لگانے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ مر رہے ہیں۔

ڈاکٹر ہمیں اگر کہے کہ تیری صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ کھائے وہ نہ کھائے۔ واک کرے تو ہم ایسا ضرور کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کا رسول فرمائے یہ کام کرنے ہیں یہ نہیں کرنے پانچ نمازیں پڑھنی ہیں حلال و حرام کی تمیز کرنی ہے جائز و ناجائز کا خیال کرنا ہے تمہیں جنت ملے گی میری رضا ملے گی میرے نبی کی شفاعت ملے گی تو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ڈاکٹر کی ہر بات قبول ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے اور اتنی بڑی بڑی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی سرعام خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہمیں وہ رسول عطا کیا ہے کہ جس کی اداؤں سے بھی اللہ پیار کرتا ہے بلکہ ان اداؤں کو اپنی عبادت گردانتا ہے۔ اللہ کا فرض بھی ادا کرنا ہو تو رسول کی سنتوں کے بغیر نہیں

ادا ہو سکتا خدا نے اپنے فرائض کو رسول کی سنتوں سے سجا دیا ہے۔ نماز میں فرض سات ہیں لیکن سنتیں ۷۹ ہیں۔ وضو میں فرض چار ہیں مگر سنتیں سولہ ہیں۔ فرض قبول کروانا ہو تو سنت کا سہارا ضروری ہے، خدا کو پانا ہو تو مصطفیٰ کا وسیلہ ضروری ہے۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر
سرکار کی اداؤں کو اپنانے والے کو اللہ اپنی محبوبیت کا اعزاز عطا فرماتا ہے
قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی بحببکم الله۔ (ال عمران)
فرماد دیجئے اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ (خود ہی نہ صرف تمہیں اپنی محبت دے گا بلکہ) تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ مسجدیں دیران پڑی ہیں سینے آباد ہیں صرف رمضان کے مہینے ہمیں خدا یاد آتا ہے وہ بھی روزے نماز کی حد تک اور پھر سارا سال۔

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام
شیطان اس ایک مہینے کے ہم سے خوب بد لے لیتا ہے۔

ایک سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ کا کسی گاؤں سے گذر ہوا رات مسجد میں ٹھہرے تہجد کو اٹھے تو کوئی رو رو کر گاؤں والوں کو بد دعائیں دے رہا تھا نگاہ ولایت سے دیکھا تو خود مسجد ہی کہہ رہی تھی جنہوں نے مجھے برباد کیا خدا ان کے گھروں کو برباد کرے۔ صبح کی نماز پڑھی کوئی نمازی مسجد میں نہ آیا نماز کے بعد گاؤں کی طرف گئے تو واقعی گاؤں میں بے سکونی اور بربادی نظر آئی، انہوں نے گاؤں کے چند معزز افراد کو بلایا اور پوچھا کہ تم اگر بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو میرے پاس اس کا علاج ہے اس دور میں لوگ بزرگوں کی بات مان لیا کرتے تھے انہوں نے پوچھا کیسے! تو بزرگ کہنے لگے مسجد آباد کرو، نماز کی پابندی کرو۔ چند دنوں کے بعد وہ بزرگ پھر رات کو اسی مسجد میں ٹھہرے تو رات کو تہجد کے لیے اٹھے وہی مسجد دعا کر رہی ہے۔ اے اللہ! جنہوں نے مجھے آباد کیا ہے تو ان کے گھروں کو آباد کر دے۔

مسجد کی آبادی رنگ روغن اور بجلی کے قلموں، قالینوں اور مرمر کی سِلوں سے نہیں بلکہ نمازیوں سے ہے، خوبصورت مسجد اگر سجدوں سے محروم ہے تو بے آباد ہے اور مسلمانوں کی بربادی کا سبب بن رہی ہے اور اگر کچی اینٹوں کی بنی ہوئی مسجد ہو لیکن نمازیوں کی رونق اس میں ہو تو وہ مسجد آباد ہے اقبال نے کیا خوب کہا اپنی نظم ”خدا کا پیغام فرشتوں کے نام“ میں

میں ناخوش و بے زار ہوں مرمر کی سِلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بتا دو
ایک مقام پہ اقبال کہتے ہیں۔

مسلمان تا مسجد صف کشیدند
گریبان شہنشاہاں دریدند

کہ مسلمان جب تک مسجد کی صفوں کو بچھاتے رہے بادشاہوں کو بھی گریبان سے پکڑ لیتے تھے حضرت عمر اینٹ سر کے نیچے رکھ کر آرام فرما رہے ہیں ادھر قیصر روم اور کسریٰ ایران ان کے نام سے (اس دور کی سپر پاور ہونے کے باوجود) کانپ رہے ہیں۔

ہماری ذمہ داری

خدا نے ایک کام ہمارے ذمے لگایا اور ایک کام اپنے ذمہ کرم پہ لیا۔ ہماری ذمہ داری کیا بنائی۔ ارشاد فرمایا

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون۔ (الذاریات)
میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔
اور اپنے ذمہ کرم پہ کیا کام لیا فرمایا

وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (سورۃ ہود)
ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔

لیکن ہم نے کیا کیا؟ اپنا کام بھول گئے اور خدا کی ذمہ داری والے کام میں زندگی ضائع کر دی۔

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں

خیالِ رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

اسی لیے تو برکت اٹھ گئی پرانے لوگ کہتے تھے ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان کھاتا
تھا رزق ختم ہی نہیں ہوتا تھا اب سب کمانے پر لگے ہوتے ہیں پانچ سال کے بچے کو بھی سکول سے
اٹھا کر کام پہ بٹھا دیا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی، اور پوری کیسے پڑے کہ ۔

کاسے چشمِ حریصاں پُر نہ شد

تا صدفِ قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

لا لچبوں کا کاسہ کبھی نہیں بھرتا جب تک سیپ اپنا منہ بند نہ کرے موتی نہیں بنتا اور
مولائے روم بھی فرماتے ہیں ۔ کارسازِ مافکر کارما۔

ہمارے کارسازِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو ہماری اتنی فکر ہے جتنی ہمیں خود بھی ہماری فکر نہ ہو
گی۔ لیکن ہمارا دھیان ہی اس کی طرف نہ ہوا، کبھی اس کو راضی کرنے کی پرواہ ہی نہ کریں تو وہ تو
ہے ہی بے نیاز۔ ہم یہ تو کہتے ہیں ہمارا بیٹا ڈاکٹر بنے گا انجینئر بنے گا وکیل بنے گا مگر یہ نہیں کہتے
ہمارا بیٹا حافظِ قرآن بنے۔ عالم بنے۔ نمازی بنے۔ پرہیزگار بنے۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد
اولاد دعا مانگنے سے بھی گئی۔ خدا را! جدیدِ علوم پڑھاؤ اپنی اولاد کو لیکن ساتھ دین بھی پڑھاؤ کیوں
کہ خالی فزکس، کیمسٹری پڑھاؤ والدین کا احترام نہیں جانتا والدین کے احترام کی نعمت قرآن و
سنت کی تعلیم سے نصیب ہوتی ہے۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اگر کوئی شخص آپ کو یہ کہے کہ میں نے آپ کی بیٹی کی تصویر بنانی ہے تو بتائیے آپ کیا
محسوس کریں گے؟ یقیناً یہ کہ یا اس کو مار دوں یا خود مر جاؤں لیکن آپ کی یہ غیرت اس وقت کہاں
غرق ہو جاتی ہے جب شادی بیاہ کے موقع پر خود ہی اپنی بہن بیٹی کو بنا سنوار کر مووی والے کو
درخواست کرتے ہیں کہ برائے مہربانی میری بیٹی کی تصویر ذرا نمایاں ہونی چاہیے جب کھانا کھا
رہی ہو تو مووی بنانا۔ تیل مہندی والے دن ناچ رہی ہو تو قلم بنانا اور مختلف پوز ہونے چاہئیں ۔

پہلے بچیاں بزرگوں کے پاس شادی بیاہ کے موقع پر بھی ڈھولک نہیں بجایا کرتی تھیں۔

ذرا بزرگ باہر گئے تھوڑا سا بجالیا اب بابا جی خود ہی ساتھ بیٹھ کر قلم دیکھتے ہیں اس میں سین آتا ہے کوئی بچی اغوا ہو گئی ہے۔ کوئی کسی کو آئی لو یو کہہ رہی ہے۔

ایک بندہ کسی بزرگ کے پاس گیا بیٹی لاپتہ ہو گئی ہے دعا کرو انہوں نے پوچھا کبھی بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر ڈرامہ یا قلم دیکھی ہے شرما کے کہتا ہے ہاں جی۔ انہوں نے پوچھا اس میں اغوا کا بھی کوئی سین آیا ہوگا؟ ہاں جی آیا تھا۔ انہوں نے کہا اب روتا کیوں ہے خود ہی تو اغوا ہونے کا طریقہ سکھایا ہے۔

غافل و غر خواب میں یوں سوتے ہی رہو گے

جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

فلموں ڈراموں میں اغوا، قتل، پیار و محبت کی داستانیں اور بے حیائی کے مناظر کے سوا ہوتا ہی کیا ہے۔ ہمارے نوجوان خواہش کرتے ہیں کہ ہمارا ہیئر اسٹائل فلاں اداکار جیسا ہونا چاہیے۔ بہن بیٹی کی پوری کوشش ہوتی ہے میرا لباس فلاں اداکارہ کی طرح ہو۔ کبھی سوچا کہ ہمارا دین بھی ہم سے کوئی تقاضا کرتا ہے کبھی نوجوان نے اپنے آپ کو جنت کے جوانوں کے سرداروں امام حسن و حسین کی طرح زندگی گزارنے کا سوچا اور ہماری ماں بہن نے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ کی سیرت اپنانے کا بھی تذکرہ کیا ہے خدا کرے ہمارا سارا پروگرام اس دین کے مطابق ہو جائے جس کو خدا نے ہمارے لیے پسند کیا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے کہ جنازہ جارہا ہے اور اس پر جو الگ گیا مرد کا ہے یا عورت کا پھر اگر عورت کا ہے تو کنواری ہے یا شادی شدہ اور اگر شادی شدہ ہے تو حاملہ ہے کہ غیر حاملہ۔ استغفر اللہ العظیم۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہے

(اقبال)

ہم لوگ حرص و لالچ کے اس طرح دلدادہ ہو چکے ہیں کہ مرتے رہتے ہیں کسی وزیر کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے تصویر بن جائے اور اخبار میں چھپے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کا فلاں وزیر کے ساتھ تعلق ہے اور یہ فلاں منسٹر کا بندہ ہے۔ افسوس! کبھی خدا سے ملنے کا شوق بھی دل میں ہوتا اور اس کا بندہ بننے کی تڑپ بھی ہوتی۔ دنیا دار جس کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہم مارے

مارے پھرتے ہیں اور کتوں کی طرح اس کی کوشی کا طواف کرتے ہیں اگر چہ وہ دین کا کتنا ہی بڑا باغی کیوں نہ ہو.....

صدافسوس دل کا برتن اللہ نے ہمیں اپنی محبت کے لئے دیا تھا ہم نے اس میں مردار دنیا کی محبت کو ڈال دیا صوفیاء کرام فرماتے ہیں الدنيا جيفة و طالبها كلاب دنیا غلاظت ہے اور اس کے طالب گتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص آپ کو برتن دے کر کہے اس میں دودھ لے کر آ۔ اور آپ اس برتن کو پیشاب سے بھر کر لے جائیں یاد رکھو! بے حیائی اور دنیا کی حرص ایسی لعنتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کبھی اللہ کی مدد نہیں آ سکتی کیوں کہ ان کے ہوتے ہوئے بندہ جہاد پر آمادہ ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاد کا جذبہ کب پیدا ہوگا؟ جب کہ اللہ کے رسول سے عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا یہ عالم ہو کہ آپ کی محبوب ہستی جان جاں بن کر دل و روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جائے، آپ کا رخ زیبا جمال جہاں آرا بن کر مشتاق نگاہوں میں بس جائے، آپ کی یاد یوئے گل بن کر گلشن حیات میں مہک اٹھے، آپ کا وصال باکمال طلب و مراد بن کر افقِ تمنا پر جگمگا تار ہے آپ کا ہجر سوزِ حیات بن کر دل تار تار کوڑ پا تار ہے، اور آتشِ عشق رسول کی آنچ پر پکنے والے نالہ ہائے شب پہ صدا دیتے رہیں کہ ۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے بس اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

جہاد احادیث کی روشنی میں

تکمیل موضوع کے لئے چند احادیث مبارکہ لکھی جاتی ہیں ورنہ جیسے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات مبارکہ جہاد سے متعلق ہیں اسی طرح احادیث کا بھی ایک معتد بہ ذخیرہ جہاد پر موجود ہے۔

۱۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امن باللہ و رسولہ و اقام الصلوۃ و صام رمضان کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ الجنة جاہداً فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی و لد فیہا قالوا افلا نبشر بہ الناس قال ان فی الجنة مائة درجۃ اعدھا اللہ للمجاہدین

فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض
فاذا سئلتم اللہ فاستلوه الفردوس فانه اوسط الجنة و اعلى
الجنة و فوقه عرش الرحمن و منه تفجر انهار الجنة.

(رواہ البخاری) (مشکوٰۃ ص ۳۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص
اللہ و رسول پر ایمان لایا اور نماز روزہ کی پابندی کی اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں
داخل فرمائے چاہے وہ جہاد کرے یا اپنے گھر بیٹھا رہے صحابہ کرام نے عرض کیا حضور
ہم لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دیں؟ فرمایا (مجاہد کی شان بھی سن لو) جنت کے سو درجے اللہ
نے مجاہد کے لئے بنائے ہیں دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان
کے درمیان۔ پس تم جب بھی اللہ سے مانگو جنت الفردوس مانگو، یہ جنت کا درمیانہ،
افضل اور سب سے اونچا درجہ ہے اس سے اوپر پھر اللہ کا عرش ہی ہے اور اسی سے جنت
کی نہریں پھوٹی ہیں۔

۲۔ فرمایا اگر اہل ایمان کے لئے جہاد کے وسائل کی کمی نہ ہوتی اور وہ خوش دلی کے ساتھ
میرے بغیر پیچھے رہ سکتے تو میں کسی لشکر جہاد میں شامل ہوئے بغیر نہ رہتا (یعنی ہر
میدان میں خود جاتا)۔

والذی نفس بیدہ لود دت ان اقل فی سبیل اللہ ثم احی ثم
اقل ثم احی ثم اقل ثم احی ثم اقل.

(متفق علیہ) (مشکوٰۃ ص ۳۲۹)

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں راہ خدا میں قتل
کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما فیہا۔ (متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک دن گھوڑا باندھنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

۴- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لغدوة فی سبیل اللہ او روحہ خیر من الدنیا و ما فیہا۔

(متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک بار صبح یا شام جانا دنیا دانی سے بہتر ہے۔

۵- حضرت ابی عبس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار۔ (رواہ البخاری)

یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے قدم راہ خدا میں غبار آلود ہوں اور پھر بھی اس کو (جہنم کی) آگ نہ چھو لے۔

۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک بندے نے احد کے دن عرض کیا۔

ارایت ان قتلت فاین انا قال فی الجنة فالقی تمرات فی یدہ

ثم قاتل حتی قتل۔ (متفق علیہ) مشکوٰۃ ص ۳۲۲

آپ کا کیا خیال ہے اگر میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ فرمایا! جنت میں پس (اسی وقت جو وہ کھجوریں کھا رہا تھا) کھجوریں پھینک دیں لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا (اور جنت میں چلا گیا)۔

۷- حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

من جہز غازی فی سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازی فی

اہلہ فقد غزا۔ (متفق علیہ) مشکوٰۃ ص ۳۲۹

جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا اور جو کسی غازی کے گھر میں اس کا نائب بن کر رہا (بعد میں اس کی ضروریات پوری کرتا رہا) اس نے بھی جہاد ہی کیا (یعنی اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا)۔

۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما من احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا ولہ ما

فی الارض من شئ الا الشہید یتمنی ان یرجع الی الدنیا
فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامات۔

کوئی ایسا شخص نہیں جو جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے
اگرچہ دنیا کی ہر چیز (اس کو وہاں مہیا کی جائے) سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرتا ہے دنیا
میں پھر جاؤں اور دس مرتبہ راہِ خدا میں قتل کیا جاؤں بوجہ اس عزت کے جو جنت میں
دیکھے گا۔

۹- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

یوشک الامم ان تداعی علیکم من کل افق کما تداعی
الا کلة الی قصعتها فقال قال من قلة نحن یومئذ؟ قال بل
انتم یومئذ کثیر و لکنکم غناء کغناء السیل و لینز عن اللہ
من صدور عدو کم المہابة منکم و لیقذفن اللہ فی قلوبکم
الوہن فقال قائل وما الوہن قال حب الدنیا و کراہیة
الموت و فی روایة حبکم الدنیا و کراہیتکم للقتال۔

(مشکوٰۃ ص ۳۵۱)

قریب ہے کہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں ہر طرف سے، جیسے بھوکے لوگ پیالے پر،
ایک شخص نے عرض کیا حضور کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے اس لیے؟ فرمایا نہیں
بلکہ آج سے زیادہ ہو گے لیکن ایسے ہو گے جیسے سیلاب کے تنکے، اللہ تمہارے دلوں
سے رعب نکال کر وہیں بھر دے گا عرض کیا وہن کیا ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو
ناپسند کرنا، ایک روایت میں ہے دنیا کی محبت اور لڑنے کو ناپسند کرنا۔

۱۰- حضرت ابو داکل بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فارس
والوں کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من خالد بن الولید الی رستم و
مهران فی ملا فارس سلام علی من اتبع الہدیٰ اما بعد فاننا

ندعوکم الی الاسلام فان ابیتم فاعطوا الجزیة عن یدوہم
صاغرون فان معی قوما یحبون القتل فی سبیل اللہ کما
یحب فارس النخمر والسلام علی من اتبع الہدی.

(مشکوٰۃ ص ۳۲۲)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ خط خالد بن ولید کی
طرف سے رستم اور مہران جماعت فارس کی طرف ہے اس پر سلام ہو جو ہدایت کی
اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر تم نے اپنی
جزیہ اپنے ہاتھوں سے ادا کر دیکر پھر اگر تم نہ مانو تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو
اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے
ہیں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں

لہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء
والصبيان۔ (متفق علیہ)

حضور علیہ السلام نے عورتوں اور بچوں کو (دورانِ جنگ) قتل کرنے سے منع
فرمایا۔



ہُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجُو سَفَاةً

لِكُلِّ نَوَلٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ مُشْتَمٍ

(۷۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا قَيِّمٌ (وَالْقَيِّمُ الْجَامِعُ الْكَامِلُ)
 میں قیّم ہوں (اور قیّم وہ ہوتا ہے جو جامع، کامل ہو)
 (شفا شریف ص ۲۳۲)

حضرت قاضی ابوالفضل عیاضؒ مکی علیہ الرحمۃ قیّم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو میں نے ایسے ہی پایا ہے لیکن اس کو کسی معتبر طریقے سے روایت نہیں کیا ہے اور میں جانتا ہوں ان صوابہ قثم بالثناء کما ذکرناہ بعد عن الحربی و هو اشبه بالتفسیر و قد وقع ایضا فی کتب الانبیاء قال داؤد علیہ السلام اللہم ابعث لنا محمداً مقیم السنۃ بعد الفترۃ۔ کہ قیّم سے بہتر قُثم والی روایت ہے (جس کا معنی دینے والے اور تقسیم کرنے والے کے ہیں) یہ روایت میں نے حربی سے نقل کی ہے اور یہ تفسیر کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور ایسا ہی نبیوں کی کتابوں میں آیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ ”اے اللہ! ہمارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج جو سنت کو وحی منقطع ہونے کے بعد قائم فرمائیں گے تو قیّم اس معنی میں ہے۔

اس کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

و روی الحربی فی حدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال
 اناسی ملک فقال لی انت قثم ای مجتمع قال والقثم
 الجامع للخیر و هذا اسم هو فی اہل بیتہ صلی اللہ علیہ
 وسلم معلوم۔ شفا شریف ج ۱ ص ۲۳۲

حربی نے حضور علیہ السلام سے ایک روایت ذکر کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ آپ قثم ہیں (یعنی تمام کمالات کے

جامع) اور فرمایا کہ قوم بھلائیوں کو جمع کرنے والے کو کہتے ہیں آپ کا یہ وہ نام ہے جو آپ کے اہل بیت کے درمیان مشہور ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے الیواقیت والجواہر میں فرمایا کہ معراج کی رات حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کے ماحول سے گزارا گیا جس صفت کے پاس سے گذرے اس کا فیض آپ کو ملتا گیا۔

اذ اعلا حضرات الاسماء الالهية صار متخلقا بصفاتها
فاذا مر على الرحيم كان رحيمًا او على الكريم كان
كريمًا او على الحلیم كان حلیمًا او على الغفور كان
غفورًا او على الجواد كان جوادًا فما يرجع من هذا الا
وهو في غاية الكمال۔ (الیواقیت والجواہر)

جب آپ اسماء الہیہ کے ماحول سے گذرے تو انہی صفات سے متصف ہوتے گئے پس جب صفت رحیم کے پاس سے گذرے تو رحیم بن گئے۔ کریم کے پاس سے گذرے تو کریم بن گئے، صفت غفور کے پاس سے گذرے تو غفور ہو گئے، جواد کی صفت کے قریب جا کر جواد بن گئے اور واپس تشریف لائے تو تمام کمالات کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم تسلیمنا۔

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقّی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان اللہ جعل نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم مظهر لکمالاتہ و مرآة لتجلیاتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام کمالات کا مظہر اور اپنے انوار و تجلیات کا آئینہ بنایا۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا منعکس دروے ہمہ خوئے خدا
امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادته تبارک وتعالى بايجاد خلقه و تقدير
رزقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوار الصمدية في حضرة
الاحدية ثم انسلخ من معالم كلها علوها و سفلها فهو

صلی اللہ علیہ وسلم الجنس العالی علی جمیع الاجناس۔
جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کی تخلیق سے متعلق ہوا اور رزق کے مقرر کرنے کی
طرف متوجہ ہوا تو حقیقت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کو صمدیت کے انوار سے
ظاہر فرمایا احدیت کے جلوؤں سے، پھر تمام بلندیوں سے آگے بڑھے اور تمام اجناس
سے اوپر ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ نے انسان کو اللہ کی طرف سے خلافت عطا کرنے کے فلسفہ کو
بیان فرماتے ہوئے فرمایا لا ظہار شانہ (بیضاوی) کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے اظہار کے لئے
اپنی خلافت انبیاء کرام کو عطا فرمائی۔

عرائس البیان باب المعراج میں ہے۔

ثم استغرق فی بحر الذات و لم یبق من سمعه شئی ولا من
بصره شئی ولا من علمه شئی ولا من ادراکه شئی فرأی
الحق بنور الحق و بسمع الحق من الحق بسمع الحق۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات باری کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تو اپنی سمع،
بصر کا ادراک نہ رہا بلکہ نور حق کو نور حق سے دیکھا اور حق کی آواز کو قوت سماعت حق سے
دیکھا۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے



(۸۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَمَنَةٌ لِّأَصْحَابِي

میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں (پناہ گاہ - وجہ سکون)

(الشفاء جعفر بن عوف المصطفیٰ ص ۲۲۲)

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے کس طرح پناہ گاہ، وجہ سکون اور باعث اطمینان قلب تھے اس کی چند جھلکیاں احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱۔ حضرت ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ خواب میں وہ حضور علیہ السلام کی پیشانی اقدس پہ سجدہ کر رہے ہیں۔
فأخبره فاضطجع له وقال صدق رؤياك فسجد على جبهته۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۶)

انہوں نے حضور علیہ السلام کو خواب سنایا تو آپ سرکار لیٹ گئے اور فرمایا میری پیشانی پہ سجدہ کر کے اپنا خواب پورا کر لے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

نمبر ۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہا کرتے تھے کان یضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضور علیہ السلام کو ہنسایا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ شراب پینے کا مرتکب ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس کو سزا دی۔ (چند دن بعد) دوبارہ اس نے یہ حرکت کی، پھر سزا دی گئی۔ ایک بندے نے کہا اس پر لعنت ہو بار بار اس جرم کو کیے جا رہا ہے (اور نیز ابھی پارسا ہے پھر پرواہ نہیں کرتا)

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوه فواللہ ما علمت

انہ یحب اللہ و رسولہ۔ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۶)

اس پر لعنت نہ کرو میں تو اللہ کی قسم صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا حضور! قیامت کب آئے گی فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے، عرض کیا سوائے اس کے کوئی تیاری نہیں انسی احب اللہ و رسولہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا انت مع من احببت۔ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں آپ کا یہ فرمان سن کر۔

فما رایت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام فرحهم بها

(متفق علیہ) مشکوٰۃ ص ۴۲۶

میں نے مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی اتنا خوش نہ دیکھا۔ (کہ ہم سب حضور سے محبت کرتے ہیں لہذا جنت میں سب حضور کے ساتھ ہوں گے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ آئے، حضور علیہ السلام میرے گھر میں تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور علیہ السلام دروازہ کھولنے تشریف لے گئے، اور (ان کے آنے کی خوشی میں) پوری طرح لباس بھی نہ سنبھالا، بلکہ کپڑے گھسیٹتے ہوئے جا کر دروازہ کھولا،

واللہ ما رایتہ عریاناً قبلہ ولا بعدہ فاعتنقہ و قبلہ

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

بخدا! میں نے آپ کو اس طرح برہنہ (مختصر لباس میں) نہ اس سے پہلے کبھی

دیکھا نہ اس کے بعد۔ حضور علیہ السلام نے ان کو گلے لگایا اور چومنا شروع کر دیا۔

۵۔ حضرت اسید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (ان کا اپنا واقعہ ہے یا کسی اور انصاری

صحابی کا) ایک مرتبہ لوگوں میں خوش طبعی فرما رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ازراہ مزاح کوکھ میں چھڑی چبھوئی، وہ بولے، حضور مجھے قصاص دیں آپ نے فرمایا قصاص لے لو۔ عرض کیا جب آپ نے مجھے چھڑی چبھوئی میرے جسم پر قمیص نہیں تھی آپ بھی قمیص اتار کر قصاص دیں آپ نے قمیص اتار دی اور اپنے آپ کو پیش کر دیا فاحتضنه و جعل یقبل کشحہ فقال انما اردت هذا یا رسول اللہ

(مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

وہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے اور عرض کرنے لگے حضور میرا یہی ارادہ تھا۔

۶- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے انہیں یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔ تو سرکاران کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے جب کہ حضرت معاذ سوار ہو کر جا رہے تھے۔

فلما فرغ قال یا معاذ انک عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی
هذا ولعلک ان تمر بمسجدی هذا و قبری فبکی معاذ
جشعا لفراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم التفت
فاقبل بوجهہ نحو المدینة فقال ان اولی الناس بی المتقون
من کانوا حیث کانوا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۶)

جب (ہدایات سے) فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! ہو سکتا ہے اس سال کے بعد تمہاری اور میری ملاقات نہ ہو اور تو (مدینہ آئے تو) میری مسجد اور قبر کے پاس سے گذرے (یہ یمن کر) حضرت معاذ شدید روئے پھر حضور نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ پرہیزگار لوگ جو ہوں گے جہاں ہوں گے میرے قریب ہی رہیں گے۔

۷- حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

عجبا لا مر المؤمن ان امره کله له خیر و لیس ذلک لاحد
الامومن ان اصابته سراء شکر فکان خیر الہ و ان اصابته

ضراء صبر فکان خیر الہ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

تعجب ہے مومن کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ شانِ مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں، کہ اگر خوشی ملے تو شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے (اللہ کی رضا ملتی ہے) اور اگر تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جس کا نام زاہر بن حرام تھا۔ دیہات سے حضور علیہ السلام کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ، ہدیہ لے کر آتا اور حضور علیہ السلام بھی جواباً کچھ نہ کچھ عنایت فرماتے اور فرماتے یہ ہمارا دیہاتی دوست ہے اور ہم اس کے شہری دوست ہیں اور حضور علیہ السلام اس سے محبت فرماتے۔ کیوں کہ شکل و صورت کے اعتبار سے وہ نہایت ہی کریم المنظر تھا (عموماً لوگ ایسی شکل والوں کو پسند نہیں کرتے اور جس کو دنیا ٹھکرا دے حضور علیہ السلام اس کو سینے سے لگاتے ہیں کہ اگر آپ بھی ٹھکرا دیں تو کہاں جائے) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام بازار تشریف لائے تو دیکھا کہ زاہر بن حرام بازار میں کچھ خرید و فروخت کر رہا ہے حضور نے پیچھے سے آکر اس کی دونوں آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لیے (جیسے عموماً مزاح کے طور پر کیا جاتا ہے کہ بھلا پیچانوں میں کون ہوں؟) زاہر نے کہا ارسلسی من هذا چھوڑو چھوڑو کون ہو؟ جب معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہیں تو (سرکار کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں کے اوپر ہی پکڑ لیا اور) اپنی پشت حضور کے سینے کے ساتھ رگڑنا شروع کر دی۔

وجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یشتری العبد۔

حضور علیہ السلام نے (ازراہ مزاح) فرمایا بھئی ہے کوئی جو اس غلام کو خریدنا چاہتا

ہو۔

فقال یا رسول اللہ اذا واللہ تجدنی کاسدا۔

عرض کیا حضور مجھے بیچو گے تو بہت ہی کم قیمت ملے گی (مجھے کوئی خرید کر

کیا کریگا)۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن عند اللہ لست بکاسد۔

مشکوٰۃ ص ۴۱۶ و ص ۴۱۷

آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تو اتنا سستا نہیں ہے (بہت قیمتی ہے کہ اس کا محبوب تجھ سے محبت کرتا ہے)۔

اس نے جھوم کر عرض کیا ہوگا۔

جب تک بچے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا

تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

۹- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد حضور علیہ السلام اپنے مصلے پر تشریف فرما ہو جاتے اور وہیں سورج طلوع ہو جاتا صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرتے اور ہنستے و یتبسم صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علیہ السلام اپنے غلاموں کو خوش دیکھ کر تبسم فرمایا کرتے۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۱۰- حضرت انس فرماتے ہیں میں دس سال سرکار کی بارگاہ میں خادم بن کر خدمت کرتا رہا

فما قال لی اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

نکبھی ایک دن بھی حضور علیہ السلام نے مجھے اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ

کام تو نے کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہ کیا؟

بلکہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نے مجھے ضروری کام کے سلسلہ میں حکم دیا کہ جاؤ

فقلت واللہ لا اذهب (بچوں کی جیسے عادت ہوتی ہے کہ بھلا دیکھوں کیا کہتے ہیں) میں نے

کہا میں نہیں جاؤں گا و فی نفسی ان اذهب لما امرنی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم دل میں یہی تھا ضرور جاؤں گا کیوں کہ اللہ کے رسول کا حکم ہے، میں جا رہا تھا کہ بچے بازار

میں کھیل رہے تھے، میں بھی بچہ تھا ساتھ کھیلنا شروع کر دیا، حضور علیہ السلام تشریف لائے فرمایا یا

انیس ذہبت حیث امرتک؟ اے انیس! (پیارے تصغیر کا صیغہ بولا جیسے ہم پیار سے بچے کو بچڑا کہتے ہیں) کیا نہیں جدھر میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ قلت نعم انا اذہب یا رسول اللہ۔ میں نے کہا حضور یہ دیکھیں میں جا رہا ہوں۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں مدینہ کی لوٹد یوں میں سے ایک لوٹدی حضور علیہ السلام کو جہاں چاہتی گھماتی رہتی۔ (یاد رہے لوٹد یوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ کوئی ان کو نہ نہ لگا تا مگر اس دربار میں سب کو عزت ملتی ہے) حضرت انس فرماتے ہیں۔

ان امرأة كانت في عقلها شئى فقالت يا رسول الله ان لي اليك حاجة فقال يا ام فلان نظري اى السكلك شئت اقضى حاجتك فخلا معها في بعض الطرق حتى فرغت من حاجتها۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۹)

ایک پاگل عورت نے عرض کیا! حضور مجھے آپ سے ضروری کام ہے فرمایا مدینہ کی جس گلی میں جی چاہے چل میں پہلے تیرا کام کر کے کوئی اور کام کروں گا چنانچہ وہ گھماتی رہی یہاں تک کہ اس کا کام ہو گیا (کام کیا تھا بس کافی عرصہ باتیں کر کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی کیوں کہ ہر کوئی پاگل سمجھ کر گزر جاتا اور سرکار نے سوچا ہو گا۔ گر میں بھی نہ سنوں گا تو پھر کون سنے گا)۔

مقام غور ہے کیا یہ واقعات اور محبت کی داستانیں صحابہ کرام کے لئے باعث اطمینان و سکون نہ تھیں۔ تیری ہر اداپ ہے جاں فدا مجھے ہر ادانے مزا دیا۔

۱۰۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی ماں سے کہا د عیسیٰ اسی

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاصلى معه المغرب واسئله ان يستغفر لى ولک مجھے اجازت دیں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں آپ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھوں (ہمارے بچے ہم سے ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت مانگتے ہیں وہ کیسے بچے تھے اور کیا پاکیزہ ان کے جذبات تھے کہ ماں سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانے کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے) اور عرض کروں گا حضور

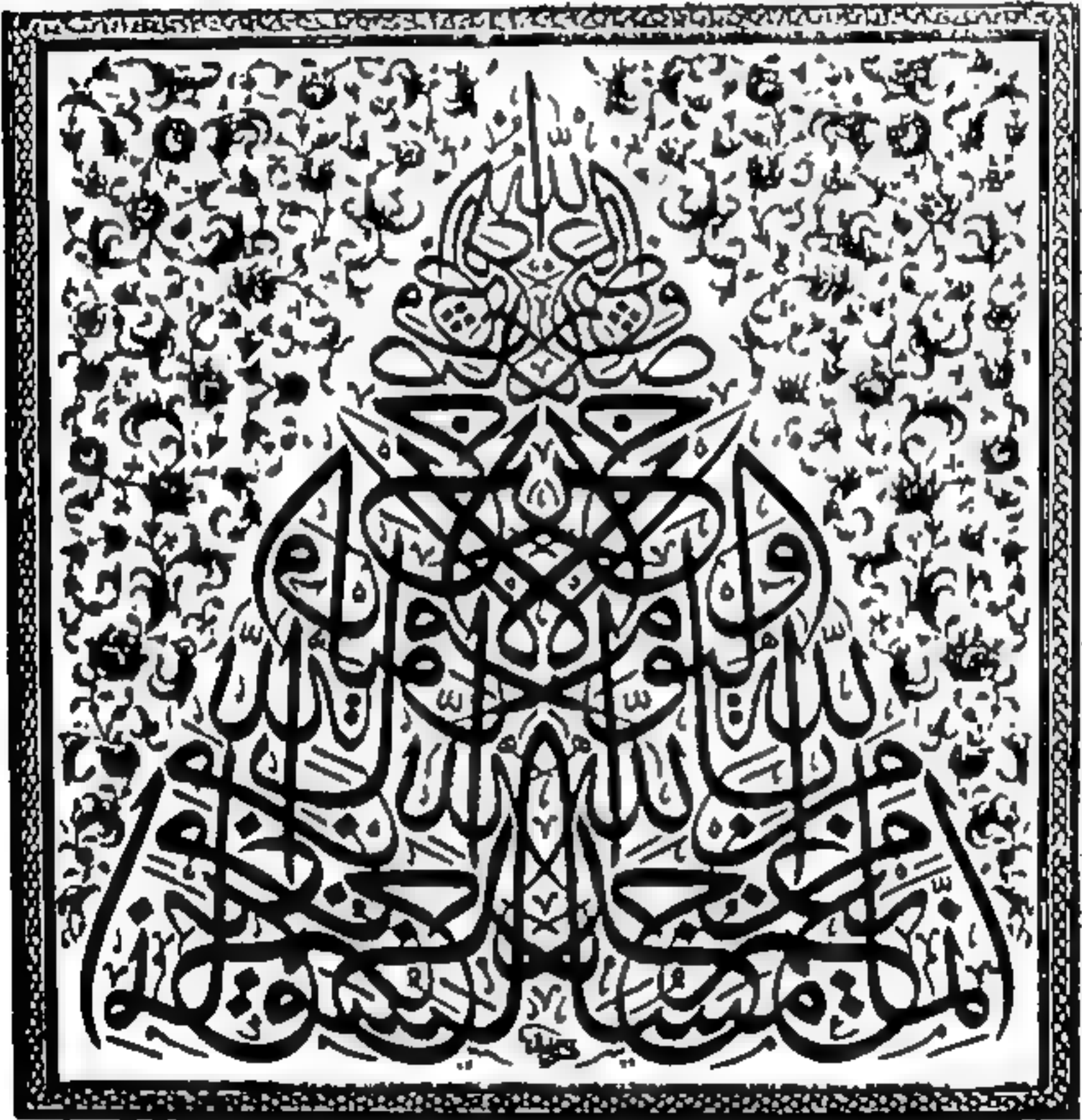
میرے لیے اور میری ماں کے لئے دعا فرمائیں (یہ ایک مقدس بہانہ تھا کہ ماں دعا کے لالچ میں اجازت دے دی گی) چنانچہ اجازت مل گئی میں سرکار کے پاس آیا آپ کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی بلکہ عشاء بھی پڑھی پھر آپ گھر کو چلے تو میں پیچھے پیچھے ہولیا (کہ ماں سے کیا ہوا وعدہ تو پورا کر لوں) آپ نے میری آواز سنی (کہ پیچھے کوئی آرہا ہے) فقال من هذا حذيفة؟ قلت نعم قال ما حاجتك غفر الله لك ولا مك فرمایا کون ہے حذیفہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا کیا کام ہے اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں۔ (حضرت حذیفہ نے خیال کیا کہ میرا کام تو ہو گیا ہے مگر کیا بات ہے آج سرکار نماز پڑھا کر فوراً کیوں گھر تشریف لے جا رہے ہیں) آپ نے فرمایا ان هذا ملك لم ينزل الارض قط قبل هذه الليلة استاذن ربہ ان يسلم على و يبشرني بان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة و ان الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة. (مشکوٰۃ ص ۵۷۱) (فرمایا جلدی اس لیے جا رہا ہوں) ایک فرشتہ جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ یا اللہ میں تیرے محبوب کو سلام کرنے جانا چاہتا ہوں (اللہ نے اجازت دی کہ جا سلام بھی کر آ اور کلام بھی کر آ) فرشتے نے مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کی بیٹی فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور آپ کے نواسے حسن و حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ کبار مسجد میں تشریف فرما تھے (بیٹھے ہوئے تھے) کہ ایک بندہ حاضر ہوا (بادجود یکہ اس کے بیٹھنے کو جگہ کافی تھی) فتزحزح له رسول الله صلی الله عليه وسلم۔ حضور علیہ السلام نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور آنے والے کو بٹھایا (یہ محبت و شفقت اور اپنے غلاموں کی دلجوئی کا اتنا لحاظ دیکھ کر) اس نے عرض کیا یا رسول الله ان في المكان لَسَعَة۔ اے اللہ کے رسول جگہ کافی ہے؟ فقال النبي صلی الله عليه وسلم ان

-۱۱-

للمسلم لحقاً اذا راه اخوه ان يتزحزح له - آپ نے فرمایا! مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اس کو دیکھے تو اس کے لئے حرکت کرے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۴) کیا آج بھی کوئی استاذ، پیر اپنے شاگرد و مرید کے لئے ایسا کرتا ہے؟

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مڑ دیا



(۸۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَحَبُّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

میں اسامہ بن زید سے محبت کرتا ہوں

(الجامع الکبیر)

حضرت اسامہ بن زید کا ایمان افروز واقعہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وہ محبوب صحابی ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنی محبت میں حضرت فاطمہ زہرا کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پہلے ان کو نمبر دیا فرمایا

احب اهلئ الى ثم على بن ابى طالب۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۲)

میرے گھر والوں میں (فاطمہ کے بعد) مجھے سب سے محبوب اسامہ ہے پھر علی

بن ابی طالب۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نے فرمایا احبہ فانی احبہ

اے عائشہ! اسامہ سے محبت کر بے شک میں بھی اس سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی حضور علیہ السلام کے گھر جاتے ہیں تو

حضرت اسامہ سے ہی کہتے ہیں۔ استاذن لنا علی رسول الله صلى الله عليه وسلم

مشکوٰۃ ص ۵۷۲ اے اسامہ! ہمیں اندر آنے کی حضور علیہ السلام سے اجازت لے دے۔

اور جب سرکار کا آخری وقت آیا تو یہ اعزاز بھی حضرت اسامہ ہی کو حاصل ہے یضع

یديه على ويرفعهما فاعرف انه يدعولى (مشکوٰۃ ص ۵۷۱) کہ سرکار علیہ السلام نے

اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھے اور ان کو اٹھایا میں سمجھ گیا کہ میرے آقا میرے لیے دعا فرما

رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب وظائف مقرر کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ

کے لئے تین ہزار اور حضرت اسامہ کے لئے ساڑھے تین ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں آپ کا بیٹا بھی ہوں، ہر جنگ میں شریک بھی ہوا ہوں اسامہ میں کیا خوبی ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ آپ نے ان کا وظیفہ مجھ سے پانچ سو زیادہ مقرر فرمایا ہے۔ فرمایا

لَا زَيْدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
أَبِيكَ وَكَانَ اسْمُهُ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْكَ فَانْثَرْتُ حَبَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى حَبْنِي۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۱)

اس لیے کہ (اسامہ کا باپ) زید تیرے باپ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب
تھا اور اسامہ تجھ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھا پس میں نے حضور کے محبوب کو
اپنے محبوب (بیٹے) پر ترجیح دی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنا متبہنی (منہ بولا بیٹا) فرمایا اور قرآن
میں صرف اسی خوش نصیب کا نام (صحابہ میں سے) آیا ہے اور ادعوہم لا بائہم آیۃ قرآنی
انہی کے بارے نازل ہوئی۔

حضرت زید شام کے باشندے تھے، تہامہ کے چند سواروں نے ان کو پکڑ کر حکیم بن
حزام بن خویلد کے ہاتھ بیچ دیا انہوں نے اپنی پھوپھی اور حضور علیہ السلام کی زوجہ اول حضرت
خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو تحفہ دے دیا اور آپ نے آزاد فرما کر ان کو متبہنی بنا لیا۔ ان کے باپ
حضرت حارثہ بیٹے کی جدائی میں دیوانے ہو گئے، ملک ملک پھرے۔ بیٹے کے فراق میں جو
قصیدے لکھے ان کو پڑھ کر آج بھی دل پیچ جاتا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بکیست علی زید و لم ادر ما فعل

احیٰ فیرجی ام اتی دونہ الاجل

میں زید پر بہت رویا لیکن میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے
کہ اس کے ملنے کی امید رکھی جائے یا اس پر موت آچکی ہے۔

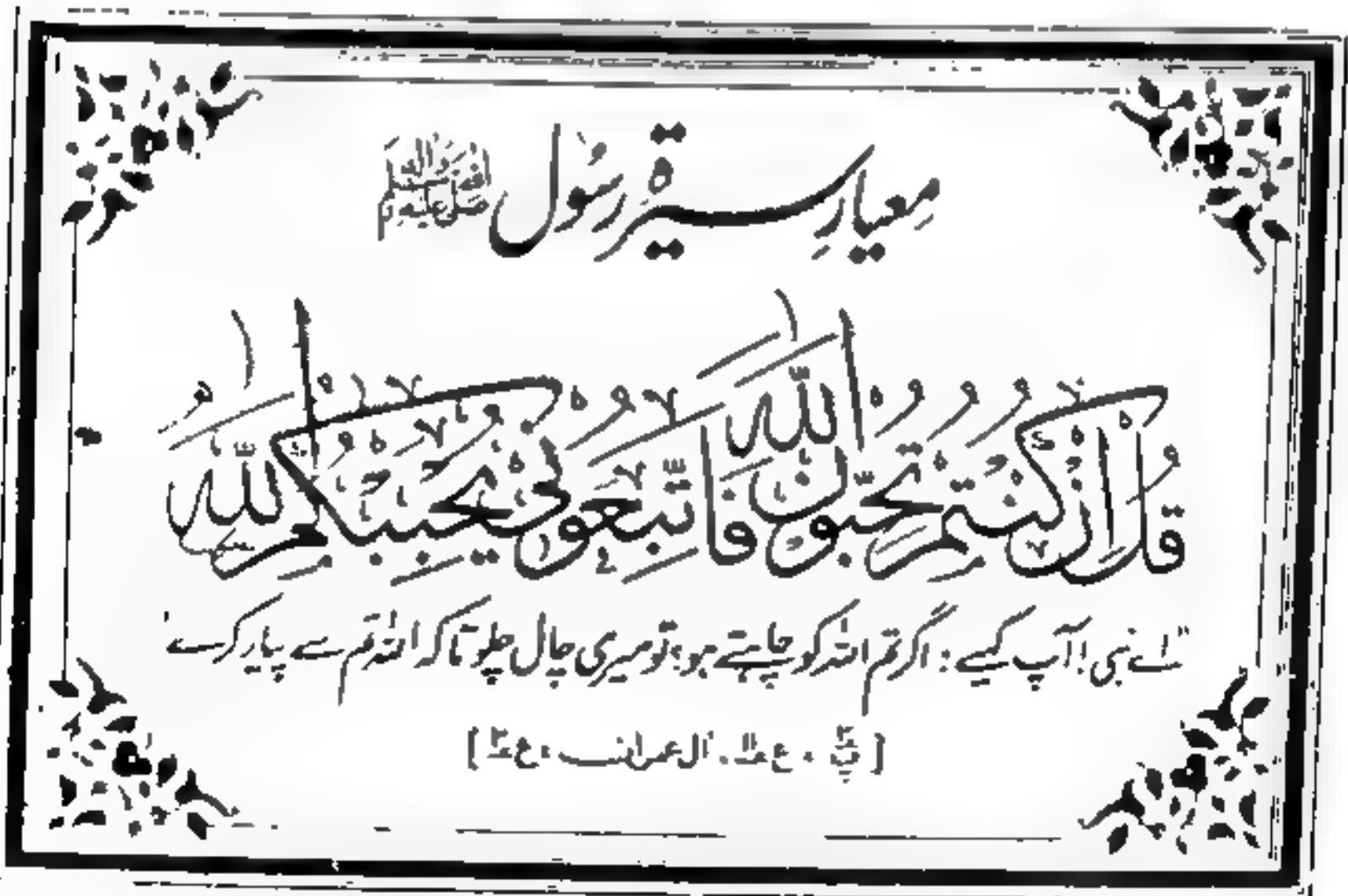
آخر کار کسی کے اطلاع دینے پر اپنے بھائی کے ساتھ مکہ المکرمہ آئے اپنے نور نظر کو کئی

سالوں کے بعد دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے جتنا
 فد یہ لینا ہے لے لیں اس کو آزاد فرما دیں تاکہ ہم اس کو لے جائیں اس کی والدہ اور بہن بھائی اس
 کو ملنے کے لئے بہت بے تاب ہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کوئی فد یہ نہیں اگر تمہارے ساتھ
 جاتا ہے تو لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن جب باپ نے زید کو کہا چلو ہمارے ساتھ
 آخر میں تیرا باپ ہوں تو خوش بخت زید نے یہ کہہ کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ

یا رسول اللہ لا اختار علیک احد۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۱)

یا رسول اللہ! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہ جاؤں گا (کیوں کہ جو پیار یہاں
 ملا ہے ہزاروں باپ اور لاکھوں مائیں بھی نہیں دے سکتیں)۔

حضرت زید کے بھائی جبلہ کہتے ہیں فرایت رای اخی افضل من رائی پس میں
 نے اپنی رائے سے زید کی رائے کو افضل دیکھا کہ ان کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہی رہنا
 چاہیے (جو ذات اپنے صحابہ کو اس قدر پیار عطا فرمائے کہ والدین بھی بھول جائیں وہ واقعی یہ فرما
 سکتے ہیں۔ انا ائمة لا صحابی۔



(۸۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا

میں اس (امت) کے شروع میں ہوں امام مہدی درمیان میں ہیں اور حضرت عیسیٰ آخر میں ہیں (بھلا ایسی امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے)

(مشکوٰۃ ص ۵۸۳)

اس حدیث کا سیاق و سباق یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں (عن جعفر عن ابیہ عن جدہ میں جدہ کی ضمیر امام جعفر کی طرف لوٹ رہی ہے، اس اسناد کو محدثین سلسلۃ الذہب یعنی سونے کی زنجیر کہتے ہیں) کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ اور لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے یہ نہیں کہا جاسکتا پچھلی اچھی ہے یا اگلی (یعنی ساری ہی اچھی ہے) یا اس باغ کی سی ہے جس میں سے ایک سال ایک فوج نے کھایا پھر ایک سال دوسری فوج نے کھایا (ہر دور میں اس کا فیض جاری رہے گا اور رونقیں برقرار رہیں گی) ہو سکتا ہے آخری فوج چوڑائی میں زیادہ چوڑی ہو اور گہرائی میں زیادہ گہری ہو اور حسن میں زیادہ اچھی ہو (اگرچہ فضیلت مطلقہ تو صحابہ کرام کو حاصل ہے لیکن جس قدر عملی کام مثلاً علم حدیث، اسماء الرجال، تفسیر، فقہ، مدارس و مساجد کا سلسلہ بعد میں قائم ہوا ظاہر ہے پہلے ادوار میں نہ تھا) وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں ہوں، اس کے درمیان مہدی ہوں گے اور آخر میں عیسیٰ علیہم السلام ہوں گے (اگرچہ حضرت عیسیٰ و مہدی علیہما السلام کا زمانہ ایک ہی ہے مگر امام مہدی کی وفات چونکہ حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوگی اس لیے اس ترتیب سے شمار فرمایا)۔

لیکن اس کے درمیان ٹیڑھی فوج ہے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں (یعنی گمراہ اور بد عقیدہ فرتے اور بے دین بناتے ہیں)۔

اصلاح احوال

اللہ کے محبوب علیہ السلام نے ہمیں ہلاکت سے بچانے کے لئے کس قدر مضبوط انتظامات فرمائے اور کتنے یقین سے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ علیہما السلام ہوں۔ لیکن خود ہم پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم خواہ مخواہ بھاگ بھاگ کر جہنم کی طرف نہ جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ پھر اگر تم اس آگ سے اور نفس و شیطان سے اپنے ایمان کو بچانے کی طاقت نہیں تو فرمایا مجھ سے ہی دعا لے لیا کرو ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار (القران) اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔ یا اللہ! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہماری دعا قبول ہوئی ہے کہ نہیں؟ تو فرمایا میرے حبیب کے پاس جاؤ وہ تمہیں بتائیں گے کس طرح کی دعا قبول ہوتی ہے تو اللہ کے حبیب نے ہمیں بتایا اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند فرماتا ہے اس نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا جو اپنے رسولوں کو حکم دیا۔ رسولوں کو فرمایا یا ایہا الرسل کلو من الطیب و اعملوا صالحا (المومنون) اور اہل ایمان کو فرمایا یا ایہا الذین امنوا کلو من طیب ما رزقکم۔ پھر سرکار نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز سے سفر کر کے آتا ہے سفر کی مشقت سے بال بکھرے ہوئے، کپڑے گرد آلود، اس حال میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے (دیکھنے والا سمجھتا ہے اس کی دعا تو ضرور قبول ہوگی) یا رب یا رب کہتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام کا لباس حرام کا انی مستجاب۔

کہتے ہیں کسی ظالم بادشاہ نے تخت سلطنت پر بیٹھے ہی علماء و صلحاء اور اہل اللہ کی پر تکلف دعوت کی اور پھر رعایا پر ظلم شروع کر دیا کسی نے کہا ظلم نہ کر کہیں کسی کی بددعا سے تیرا تخت خطرے میں نہ پڑ جائے، تو اس نے کہا وہ انتظام میں نے کر لیا ہے کہ تمام مستجاب الدعوات لوگوں کو حرام دعوت کھلا دی ہے اب ان کی دعا قبول ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ جسم جو حرام کمائی سے پر دان چڑھا وہ کبھی جنت میں نہیں جاسکتا۔ اس کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ (احمد۔ داری۔ بیہقی)

ہماری حالت کیا ہے؟

ہمارا تو آج یہ مشن بن گیا ہے کہ پیسہ ہو چاہے کیسا ہو، حرام ہو حلال ہو، جائز ہو ناجائز ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ دیکھیں اشیائے خوردنی بیچنے والے جتنے لوگ ہوٹلوں بکریوں۔ دودھ دہی کی دکانوں پہ بیٹھتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ بے نمازی۔ بے دین نہ نماز نہ روزہ۔ جانور ذبح کرنے والے ادھر باتیں کرتے رہتے ہیں ادھر چھری چلا دیتے ہیں۔ نہ تکبیر نہ رگوں کے کٹنے کا خیال، غلط جگہ سے گردن کاٹی جا رہی ہے، کیا ان باتوں کا ہمارے دین ایمان پہ اثر نہیں پڑتا ہوگا؟ کیوں نہیں جیسے طیب، پاکیزہ اور حلال کے لقمے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اس طرح حرام اور ناپاک روزی سے دل مردہ ہوتا ہے باطن بے نور ہو جاتا ہے۔

ایک نان بائی آٹا گوندھتا تو یا عزیز کا وظیفہ پڑھتا، روٹی لگاتا تو یا کریم پڑھتا آگ جلاتا تو اللھم اجرنی من النار پڑھتا رہتا، جتنے لوگ اس کی پکی ہوئی روٹی کھاتے سب کو اللہ نے ولی بنادیا لہذا نیک لوگوں سے اشیاء خریدی جائیں تو یہ بھی جہاں تعاونوا علی البر والتقویٰ کے زمرے میں آتا ہے وہاں بندے میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم فاسق فاجر لوگوں کے رحم و کرم پہ ہیں جو کھلائیں کھاتے جا رہے ہیں اور ہماری تقریبات و دعوتیں بھی فاسق و فاجر لوگوں سے رونق پاتی ہیں حالانکہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام عموماً خوش ہو کر صحابہ کو یہ دعا دیا کرتے۔

اکل طعامکم الابرار و صلت علیکم الملائکة و افطر عند

کم الصائمون۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶۹)

(خدا کرے) تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تم پر فرشتے رحمت بھیجیں اور

تمہارے پاس روزے دار روزہ افطار کریں۔

ایک صحابی کو ارشاد فرمایا لا تصاحب الا مؤمناء ولا یاکل طعامک الاتقی

(مشکوٰۃ ص ۲۳۶)

مومن کے علاوہ کسی کی صحبت نہ اختیار کر اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

خدا سے دُوری کا سبب

ایک آدمی تہجد کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ایک دن بات ہوئی تو اس کی بیوی

نے کہا جو تو پابندی سے تہجد پڑھتا ہے اس میں میرا بھی ہاتھ ہے اس نے کہا تو اپنا ہاتھ نکال لے، اٹھتا میں ہوں وضو میں کرتا ہوں، نیند میں خراب کرتا ہوں تو تیرا حصہ کہاں سے آگیا۔ اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن تہجد کے لئے جاگ نہ آئی جب بیوی سے پوچھا کیا ماجرا ہے تو اس نے کہا میں پہلے وضو کرتی تھی پھر دو نفل پڑھتی اور پھر تمہارے لیے کھانا پکاتی تھی اور ساتھ دعا کرتی یا اللہ! میرے خاوند سے آج جتنے گناہ ہوئے ہیں معاف کر دے، اور آج میں نے ایسا نہیں کیا اب تہجد کے لئے اٹھ کر دکھا۔ خدا کی شان کہ جیسا منہ ویسی چہرہ جس طرح حرام کا مال آتا ہے حرام کاموں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے تیل مہندی کی ہندوانہ رسموں پر، بسنت اور شہرات کی آتش بازی پر، بیماری پر، مقدموں پر، گانے باجے پر، نتیجتاً ہم مسجدوں سے دور ہو گئے علماء کے قریب نہیں آتے اور دین سے بھی دور لہذا خدا مصطفیٰ سے بھی دور ہو کر جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہو گئے۔ یہ سینما، ڈرامے، کیبل، وی سی آر کی لعنتیں الغرض خدا کی زمین گناہوں سے بھر گئی ہے اور دنیا جہنم کے مناظر پیش کر رہی ہے اور ان خرافات کو ہم نے مقصد حیات بنا رکھا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور ففروا الى الله کو بھول کر شیطان کے دامن میں پناہ تلاش کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش انجیر کے درخت کے پاس ہوئی تو اللہ نے اس کی قسم یاد فرمائی والتین۔ جنت میں زیتون کا درخت حضرت آدم علیہ السلام کے قریب تھا اللہ نے اس کی قسم اٹھائی والزیتون۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے اللہ نے طور پہاڑ کی قسم یاد فرمائی و طور سینین۔ اللہ کے محبوب کے ساتھ شہر مکہ کو نسبت ہوئی تو اس شہر مقدس کی قسم اٹھائی و هذا البلد الامین۔ تو کیا یہ چیزیں اشرف المخلوقات ہیں یا انسان؟ یقیناً انسان۔ لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم. ولقد كرمنا بني آدم کا تاج اسی کو پہنایا گیا پھر یہ اسفل المافلین بننے کی بجائے اپنے ایمان و اعمال کے زور سے الا الذین امنوا و عملوا الصلحت کے زمرے میں شامل ہو کر ابدی راحت حاصل کرنے کی کیوں فکر نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں دو مثالیں ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں نمبر ۱۔ کنعان حضرت نوح علیہ السلام نبی اللہ کا بیٹا ہو کر ایمان و عمل سے محروم رہا اور جہنم کا ایندھن بن گیا اور نمبر ۲۔ اصحاب کہف کی صحبت اختیار کرنے والا کتا اللہ کو پیارا ہو گیا

بنائے عمل دے نہیں نجات تیری
ماریا جائیں گا قطب دیا بیٹیا اوئے

(دارث شاہ)

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا ای المؤمن اکیس یا رسول اللہ عقل مند مسلمان کون ہے؟ فرمایا اکثر ہم للموت ذکر و احسنہم استعداد (ضیاء القرآن ج ۴ ص ۲۶۶) جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کے لئے خوب خوب تیاری کرے۔

نفس و شیطان کا علاج

اولیاء کرام نے ظاہر و باطن کی طہات حاصل کرنے کے لئے بہت عمدہ نسخے ہمیں عطا فرمائے ہیں حضرت سلطان العارفین سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ نے تصور اسم ذات کا نظریہ پیش فرمایا کہ سانسوں اور خیالوں میں خدا کا نام جپو، تاکہ دل و دماغ کی طہارت ہو، آپ نے فرمایا زبان سے ذکر کرو گے تو ثواب ملے گا لیکن اگر شیطان نے دل پہ قبضہ جما رکھا ہو تو خالی زبان سے ذکر کر کے ثواب تو لے سکتے ہو لیکن یہ ایسے ہی ہوگا کہ سانپ غار کے اندر بیٹھا ہو اور آپ غار کے منہ پر ڈنڈے مارتے رہیں تو اس کا کیا نقصان؟ لہذا پائیں انفاس کے ذریعے اس پر بجلی گراؤ، سانس اندر لے جاتے ہوئے اللہ کا تصور کرو اور باہر نکالو تو صوفی کی ضرب لگاؤ تو شیطان کا علاج ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ حرص۔ تکبر۔ ریا کا بھی خاتمہ ہوگا کہ ان تمام بیماریوں کا تعلق دل سے ہے۔ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے جو ہر وقت ہمارے ایمان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور ہم بہت کمزور ہیں کہ جو دشمن ہمیں نظر آئے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہ تو نظر بھی نہیں آتا۔ اس لیے ہم قرآن پڑھنے سے پہلے بھی اعوذ باللہ پڑھتے ہیں کہ یا اللہ! ہم میں اس لعین کے شر سے بچنے کی طاقت نہیں اس کے شر سے بھی تیری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ جیسے کسی کے گھر کے باہر کتا بیٹھا ہو اور آپ گھر والے کو ملنا چاہیں تو پہلے گھر والے کو ہی آواز دیتے ہیں تاکہ کتے کے شر سے بچ کر مالک مکان سے ملاقات کریں تو تلاوت قرآن بھی خدا سے ملاقات کا ذریعہ ہے مگر شیطان راستے میں رکاوٹ ہے تو ہم اعوذ باللہ پڑھ کر اللہ سے ہی عرض کر رہے ہیں تاکہ وہی اس رکاوٹ کو دور کرے اور اپنی ملاقات کا شرف بخشے۔

عمر اک دن ہو کہ سو سال گزر جاتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے من عمل صالحا فلنفسه و من اساء فعليها و ما ربك بظلام للعبيد۔ (حم السجدہ)

جس نے نیکی کی اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جس نے برائی کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا

ان تكفروا فان الله غني عنكم ولا يرضى لعباده الكفر و ان تشكروا يرضه لكم ولا تذر وازرة و زر اخرى ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعملون انه عليم بذات الصدور۔ (الزمر آیت نمبر ۷)

اگر تم اللہ کی ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانیوالی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے وہ تمہیں بتائے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

انسان گناہ کرے یا نیکی بہر حال لمحہ بہ لمحہ موت کے قریب جا رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں پڑے رہیں اور ایک دن مسجد کے سپیکر پہ اعلان ہو جائے کہ حضرات! فلاں جو کہ فلاں کا باپ یا فلاں کا بیٹا ہے وہ تھنائے الہی سے انتقال کر گیا ہے۔ پھر دوست احباب کہتے پھریں ابھی میرے پاس کھڑا تھا۔ ابھی مجھے بازار میں ملا ہے کیا ہو گیا اس کو؟ آگے سے جواب ملے بس معمولی بخار چڑھا، خون کی الٹی آئی یا دل پر درد ہوا ہم ہسپتال لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں جان دے گیا اور پھر آج کے دور میں موت جتنی سستی ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو اور جب موت آئے گی تو آج نماز سے بھاگنے والو! مسجد کے قریب نہ آنے والو! قبر میں جا کر اگر دو نفل پڑھنا چاہو گے تو نہ پڑھ سکو گے۔ اور وہاں کفار تک سے جب پوچھا جائے گا کہ تم عذاب میں کیوں مبتلا ہو گئے تو اپنے ہزاروں کفروں اور جرائم کے باوجود جواب دیں گے لم نک من المصلین کہ ہم دوزخ میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے پہنچ گئے۔ اور ہل ایمان اور اعمال صالحہ

والوں کو خوشخبری سنائی گئی۔

من عمل صالحا من ذکرا و انثی و هو مؤمن فلنحییہ حیوة طيبة۔ (القرآن)

جو نیک اعمال کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایماندار ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

ہم اپنی اس چند روزہ دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کیا کیا نہیں کرتے مگر کاش کہ سوچا ہوتا یہ زندگی اُس زندگی کے مقابلے میں کتنی ہے کہ جس زندگی کا صرف ایک پہلا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ کان مقدارہ خمسين الف سنة (القرآن) اور دنیا کی تیری کل زندگی کتنی ہے؟ زیادہ سے زیادہ سو سال۔ تو سو کو پچاس ہزار سے کیا نسبت اور پچاس ہزار سال تو ایک دن ہے کیوں کہ وہ تو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے ہم فیہا خلدون۔ مگر اس کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے یاد رکھو!

جو خدا کے آگے سر جھکا لیتا ہے پھر اللہ اس کا سر کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتا اور جو خدا کے آگے نہیں جھکتا وہ ہر در پر جھکتا نظر آتا ہے کیوں کہ وہ دنیا دار ہوتا ہے جو دنیا داروں کے گھروں کا کتوں کی طرح طواف کرتا رہتا ہے اور در در کی خاک چھانتا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی۔

حضرت عمر فاروق نے ایک غلام سیشل اس لیے رکھا ہوا تھا کہ صبح یہ کہہ کر ان کو تہجد کے لئے اٹھایا کرتے کہ اے عمر! تجھے موت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک دن آپ نے شیشہ دیکھا تو داڑھی میں ایک سفید بال نظر آیا اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا فرمایا اب موت کی یاد کے لئے یہ سفید بال کافی ہے۔ اور ہماری داڑھی ہی نہیں (تو سفید بال کہاں دکھائی دے) کہ کہیں موت یاد نہ آجائے۔

منزل قریب آئے تو مسافر سامان لپیٹنا شروع کر دیتے ہیں ہم بھی اپنی منزل (قبر) کے قریب جا رہے ہیں لہذا نیک اعمال کا سامان سمیٹنا چاہیے۔ تمام اعضاء اللہ کی امانت ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نیکی کمائی جاسکتی ہے، ہاتھ سے ظلم نہ کر کے، زبان سے غیبت نہ کر کے، کان سے غلط آواز نہ سن کے بلکہ ہاتھ سے کسی مظلوم کی مدد کرو زبان سے اچھے

کلمات نکالو، کان سے قرآن سنو یہ ان اعضاء کے اذکار بھی ہیں اللہ نے قد موالاتفسکم فرما کر اشارہ فرمایا کہ جیسے ایک ملک کی کرنسی دوسرے میں نہیں چلتی اگر چلانا ہو تو بدلتی پڑتی ہے ایسے ہی اس ملک کی کرنسی اعمال صالحہ ہیں یہ دنیا کی دولت یہیں رہ جائے گی وہاں اعمال صالحہ کی کرنسی چلے گی۔

شکر اور شکوہ

خدا نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے جو ہمارے پاس نہیں ہے ان کا شکوہ کرتے ہیں کیا کان، ناک، زبان، تندرستی خدا کی نعمتیں نہیں کہ ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے مکان و دکان کار کوٹھی کے رونے روتے پھریں اگر یہ سب کچھ مل جائے اور صحت نہ ہو تو ان چیزوں کو کیا کریں گے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے ہمیں دین کے معاملہ میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھنے کی تلقین فرمائی کہ اگر تم پانچ نمازیں پڑھتے ہو تو اس کو دیکھو جو تہجد بھی پڑھتا ہے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم تر اور نیچے والے کو دیکھنے کا حکم دیا تا کہ ناشکری کے جذبات نہ ابھریں۔ اگر آپ کے پاس ایک مکان ہے تو جس کے پاس دو ہیں اس کو دیکھنے کی بجائے اس کو دیکھو جو بے چارہ رات کو سڑک پہ سوتا ہے۔ کہ بارش ہو جائے تو تم گھر میں آرام سے سو رہے ہوتے ہو صبح پتہ چلتا ہے بارش ہوئی اور سڑک والا کبھی ادھر بھاگتا ہے کبھی ادھر سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سفر میں میرا جوتا ٹوٹ گیا چل چل کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے دل میں خیال آیا کہ دنیا دار عیش کر رہے ہیں اور میرے پاس جوتا بھی نہیں جب جامع مسجد میں گیا تو وہاں ایک بندے کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ سجدہ شکر ادا کیا کہ چلو جوتا نہیں تو کیا ہوا پاؤں تو ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے لسن شکرت لا زیدنکم اگر میرا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں (نعمتیں) زیادہ دیتا جاؤں گا۔ اور پھر خود ہی غیبی خبر دی و قلیل من عبادی الشکور (القرآن) شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔

ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ مہینہ نماز پڑھ لیتے ہیں تو خدا کے ساتھ شکوے شروع کر دیتے ہیں کہ نماز بھی پڑھتے ہیں پھر بھی کاروبار نہیں چلتا۔ بیماری نہیں چھوڑتی

۔ سداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
انے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

یہ چند باتیں بطور اصلاح احوال لکھ دی ہیں حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ کوئی نصیحت کی بات کرے تو اس کو قبول کرو کیوں کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ نصیحت کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اس موضوع پر قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ کا صرف حوالہ لکھ دیا جاتا ہے اگر ضرورت ہو تو ترجمے والے قرآن مجید سے دیکھ لی جائیں۔ ان شاء اللہ! اصلاح احوال کے لئے بہت مفید ہوں گی۔

۱۔ قل یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم الخ۔ (الزمر آیت ۱۸۲۹)

۲۔ افمن شرح اللہ صدرہ للإسلام فهو علی نور من ربہ۔ الخ

(الزمر آیت ۲۲ و ۲۳)

۳۔ لقد کان لسباء فی مسکنهم ایه الخ۔ (سورۃ سبا آیت ۲۰ تا ۲۵)

آخر میں چند پنجابی اشعار اس اصلاحی موضوع پر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اگلی حدیث پر بحث کرتے ہیں۔

۔ ایہہ داغ جدائی دا تیتھوں دھویا نیوں جاونا

فیر ہسنا تے کتھوں تیتھوں رویا نیوں جاونا

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سادہ لیکن عبرت آموز

بات فرمائی۔

فریدا اوہ پیان دسیدیاں ڈھیریاں جہاں تے ککھ پئے

اوپروں کوئی نہیں آوندا ایدھروں ککھ گئے

اور جاتے جاتے علی حیدر کی بات بھی سن کر پلے ہاندھنے والی ہے کیوں کہ

۔ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں

گفتہ آید در حدیث دیگران

(مولائے روم)

علی حیدر کہتا ہے

میں مست ہو یوں دولت دم چھپے
 پیارے دم نالوں پیارے دم تینوں
 دولت دور لت مار کے نس جا سی
 تیرے دم دی دین گے دم تینوں
 ایہہ جو دم تیرا ہم دم ہے ہر دم
 بھیت نہیں دینا اک دم تینوں
 علی حیدرا دم جدوں دم ہوئی
 گھروں کڈ دیں اک دم تینوں



عَلِي حَيْدَرُ
 حَزْرَةُ مُحَمَّدٍ عَلِيٍّ زَاهِدٍ

(۸۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

”میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو“

(الدر المنثور للسيوطی ج ۲ ص ۲۴۴)

اس موضوع پر چند احادیث شروع میں گذر چکیں اور وہاں سیر حاصل بحث ہو گئی جن میں رد مرزائیت کے ساتھ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کا ذکر خیر بھی ہوا۔ جیسے حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا آپ کی عظمت و شان کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ثابت کرتا ہے اسی طرح آپ کی امت کا آخری امت ہونا اس امت کی عظمت و شان کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ جو افضل و اعلیٰ ہوتا ہے سب کے بعد اسی کو ہی لایا جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کوئی محفل یا جلسہ ہو تو بڑے نعت خوان یا بڑے مقرر کو سب سے آخر میں وقت دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ تو ثابت ہے کہ اس دنیا میں حضور علیہ السلام اور آپ کی امت تمام نبیوں اور تمام امتوں کے بعد آئے لیکن دوسرے فرمان سے یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت والے دن سب سے آخر میں آنے والا نبی تمام نبیوں سے پہلے جنت میں جا رہا ہوگا اور سب سے آخر میں آنے والی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں جا رہی ہوگی۔

قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی امت کو خیر امت قرار دیا وہاں ان کی ایک ذمہ داری کو بھی بیان فرمایا اور وہ یہ کہ یا مرون بالمعروف وینہون عن المنکر کہ ”وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں“ لیکن افسوس کہ اس ذمہ داری کو امت بھٹلا چکی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ کام صرف علما کا ہے حالانکہ اصل میں یہ کام حکومت کا ہے اور پھر تمام مسلمانوں کا۔ قرآن پاک میں حکومت اسلامیہ کی ذمہ داریوں کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

الذین ان مکنہم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و

امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر۔ (الحج)

(ایمان والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم

رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ

فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ (صحاح ستہ)

جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹائے اگر نہ ہو سکے تو زبان سے

ختم کرے ورنہ دل سے تو ضرور بُرا جانے اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ظاہر ہے طاقت کے ذریعے برائی مٹانا سب سے پہلے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس

کے پاس اقتدار کی طاقت ہے اور علماء لسانی جہاد کر کے برائی مٹائیں جب کہ اس کو دل سے بُرا

سمجھنا تو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے لیکن دور عجیب آگیا ہے کہ برائی ہماری نظر میں برائی ہی نہیں

رہی بلکہ شیطان کی محبت ہمارے میں نیکی اور اچھائی کا روپ دھار چکی ہے اور جو اس کو بُرائی کہے

بھی تو وہ ہمیں بُرا لگتا ہے اور بنیاد پرست یا دہشت گرد، جنونی، دقیا نوی اور پتہ نہیں کیا کیا کہا جاتا

ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دو برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تدعون فلا

اجیب لکم تم دعا کرو تو تمہاری دعا قبول نہ ہو، تم سوال کرو تو تمہیں عطا ہی نہ کیا جائے، تم مدد

طلب کرو اور تمہاری مدد نہ کی جائے کیا وقت ہوگا کہ تمہاری عورتیں تم پہ غالب ہوں گی نو جوان

فاسق ہو جائیں گے اور جہاد کو چھوڑ دیں گے عرض کیا گیا حضور کیا ایسا ہو سکتا ہے فقال والذی

نفسی بیدہ و اشد منہ سیکون اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے

بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! کیف انتم اذ لم تامروا بالمعروف و لم تنہوا عن المنکر

اس وقت تم کیسے ہو گے کہ جب نیکی کا حکم دینا چھوڑ دو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے: عرض

کیا کیا کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا خدا کی قسم اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! کیف انتم اذ رایتہم

المنکر معروفاً والمعروف منکراً ”کیسا وقت ہوگا جب تم برائی کو نیکی اور نیکی کو برائی

دیکھنے لگو گے“ عرض کیا کیا۔ کیا یہ بھی ہوگا؟ فرمایا اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا آقا؟ فرمایا کیف

اتم اذا مرتتم بالمنكر و نهيتم عن المعروف کیا حال ہوگا تمہارا جب تم برائی کا حکم کرنے لگو گے اور نیکی سے منع کرنے لگو گے؟ اللہ نے قسم اٹھا کر فرمایا لا تبحن لہم فتنۃ بصیر الحلیم فیہا حیران۔ ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ بڑے سے بڑا صابر بھی حیران ہو کر کانپ اٹھے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام اور بچھو کا واقعہ

حضرت خضر علیہ السلام ایک مرتبہ دریا کے کنارے تشریف لے جا رہے تھے کہ دریا میں ایک بچھو غوطے لگاتا آرہا تھا آپ نے تنکا لیا اور آگے بڑھ کر اس کو باہر نکال کر خشک جگہ پر رکھنے ہی لگے تھے کہ وہ آپ کو ڈنگ مار کر پھر چھلانگ لگا کر دریا میں چلا گیا آپ نے دوبارہ ایسا ہی کیا اس نے بھی ویسا ہی کیا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا تو دور سے ایک بندہ دوڑ کر آیا عرض کیا اتنے بڑے بزرگ ہو کر کیا بچوں کا کام کر رہے ہیں؟ اچی یہ آپ کا مرید تو نہیں کہ آپ کو باہر نکل کے نذرانہ دے گا اس کو سو بار بھی نکالو گے تو ایسا ہی کرے گا۔ آپ نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا! جب وہ برائی کرنے سے باز نہیں آیا تو میں نیکی کرنے سے کیوں باز آؤں۔

وہ اپنی خو نہیں بدلے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

اللہ تعالیٰ شا کر علیم ہے اپنے بندوں کے معمولی عمل پر بھی بڑا اجر دیتا ہے کہ کتے کو پانی پلانے والی بدکارہ عورت کو بخش دیا۔ امام شامی لکھتے ہیں کہ جانوروں پہ ظلم کا گناہ انسان پر ظلم کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے کیوں کہ انسان تو پھر گلہ شکوہ کر لے گا جانور بے چارہ بے زبان ہے سوائے خدا کے اس کی کون سنے گا۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرة۔ اگر کھجور کا ایک حصہ بھی راہ خدا میں دے سکو تو دے دو ہو سکتا ہے اتنی بات پر بخشتے جاؤ۔ سانپ کے بچے کو چھوٹا سا سمجھ کے چھوڑ دو گے تو کل اثر دھا بن جائے گا کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیوں کہ حدیث میں ہے کہ ایک بلی کو بھوکا پیاسا مارنے والی عورت دوزخ میں چلی گئی (بخاری) یہ چند باتیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے لکھ دی گئیں تاکہ ہم اپنی اس کمی کو دور کریں کہ ہمیں دوسروں سے کیا لگے جی ہم تو نیک ہیں ناں؟ حدیث شریف میں ہے بلفوا عنی ولوایۃ اگر میرے دین کا ایک مسئلہ بھی تمہارے پاس ہے تو دوسروں تک پہنچاؤ کیوں کہ ہو سکتا ہے تمہیں وہ بھول جائے مگر جس کو بتا رہے ہو اس کو یاد رہے اور ایک پورا سلسلہ تبلیغ کا چل نکلے

بلکہ سرکار نے دعا فرمائی اس بندے کے لئے فضر اللہ عبدا سمع مقالتي ووعاها و
حفظها وادها۔ اللہ تروتازہ رکھے اس بندے کو جو میری بات سُنے اس کو یاد رکھے اور دوسروں
تک پہنچائے اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے و ذکر فان الذکری تنفع
المؤمنین۔ نصیحت کر کیوں کہ نصیحت مومن کو فائدہ دے گی۔



(۸۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا حَظُّكُمْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ حَظِّي

میں نبیوں میں سے تمہارے حصے میں آیا اور تم (امتوں میں سے) میرا حصہ ہو

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶، درمنثور ج ۵ ص ۱۳۸)

کیا عظیم خوشخبری ہے اس امت کے لئے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام اپنے آپ کو اس امت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور امت کو اپنے کھاتے میں شامل فرما رہے ہیں۔ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے۔

اور ہر کوئی اپنی شے کی تعریف کرتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام امت کی تعریف فرماتے ہیں اور امتی بھی اصل میں وہی ہے جو ہر دم اپنے آقا کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

جن کے لب پر رہا امتی امتی

یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی

وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی

میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

اور کسی عاشقِ مصطفیٰ علیہ السلام نے کیا خوب کہا کاش! یہ شعر ہمارے دل کی آواز بن

جائے۔ ہم امتی ہیں اپنے رسول کریم کے

جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے ہمیں پسند

ان عاشقوں کا میں ہوں ادنیٰ نیاز مند

جن کو میرے حضور کی ہے ہر ادا پسند



(۸۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ

میں ایسے (کھانا) کھاتا ہوں جیسے غلام (آقا کے سامنے بیٹھ کے کھاتا ہے)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۳)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا لا اکل متکناً مشکوٰۃ ص ۳۶۳ کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا (کیوں کہ ایسے متکبر کھاتے ہیں) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام اکڑوں بیٹھ کر انتہائی عاجزی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے فقال الاعرابی ما هذه الجلسة - یا رسول اللہ! یہ آپ کیسے بیٹھ کر کھا رہے ہیں؟ ایک اعرابی نے کہا۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعلنی عبداً کریماً ولم يجعلنی جبّاراً عنیداً مشکوٰۃ ص ۳۶۹ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا ہے متکبر اور مغرور نہیں بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

یا عائشة لو شئت لسارت معی جبال الذهب جاءنی ملک و ان حجزته لتساوی الکعبة فقال ان ربک یقرأ علیک السلام و یقول ان شئت نبیا عبداً و ان شئت نبیا ملکاً فنظرت الی جبرئیل علیہ السلام فإشار الی ان وضع نفسک و فی رواية ابن عباس فالتفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جبرئیل کالمستشیر له فإشار جبرئیل بیده ان تواضع فقلت نبیا عبداً قالت فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک لا یأکل متکناً یقول اکل کما یأکل العبد و اجلس کما یجلس العبد۔ (مشکوٰۃ ص ۵۲۱)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں میرے پاس فرشتہ آیا کہ اس کی کمر کعبہ کے برابر تھی اس نے مجھے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ساتھ یہ پیغام ہے کہ آپ عبد نبی بننا پسند کریں گے یا بادشاہ نبی۔ پس میں نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو اس نے مجھے اشارہ کیا کہ عاجزی کیجیے (یعنی عبد نبی پیسے)۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے جبریل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا اس سے مشورہ لے رہے ہیں اور جبریل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تو وضع کیجیے پس میں نے کہا عبد نبی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے بعد حضور علیہ السلام نے کبھی ٹیک لگا کر نہیں کھایا آپ فرمایا کرتے ہیں ایسے کھاؤں گا جیسے عبد (بندہ) کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبد (بندہ) بیٹھتا ہے۔

شائل ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں انا لا اکل متکنا۔ میں ٹیک لگا کر کھانے والا نہیں ہوں۔ ص ۷۷

ریشم پہن کے میری قیمت نہ بڑھ سکی

کھڑ بھی ان کے جسم پہ مہنگا بہت لگا

تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۳۲۲ ایک حدیث کے الفاظ یوں بھی ہیں

انا لا اکل مما ذبح علی النصب۔ میں ان جانوروں کا گوشت کھانے والا نہیں ہوں جن کو بتوں (کے نام) پر ذبح کیا گیا ہو۔



(۸۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَمْرُكُمْ بِخَمْسٍ أَمْرِنِي اللَّهُ بِهِنَّ السَّمْعُ
وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّ
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شَبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ
الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

میں تمہیں پانچ باتوں کو حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا۔ سماع (سنا)، طاعت
(ماننا)، جہاد، ہجرت اور جماعت کا، پس بے شک جو بالشت بھر بھی جماعت سے
جدا ہو اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو اتار دیا
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۱۶)

لزوم جماعت کے موضوع پر امام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے متعدد احادیث میں اسے امام
ترمذی کے حوالے سے حارث بن حارث الاشعری سے مروی طویل حدیث میں سے یہ الفاظ نقل
فرمائے اور اسی کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ”جابیہ“ مقام پر مشہور خطبہ کا یہ اقتباس
بھی نقل کیا۔

”عليكم بالجماعة و اياكم والفرقة فان الشيطان مع
الواحد و هو من الاثنين ابعد“ وفيه ”ومن اراد بحبوة
الجنة فليلزم الجماعة“.

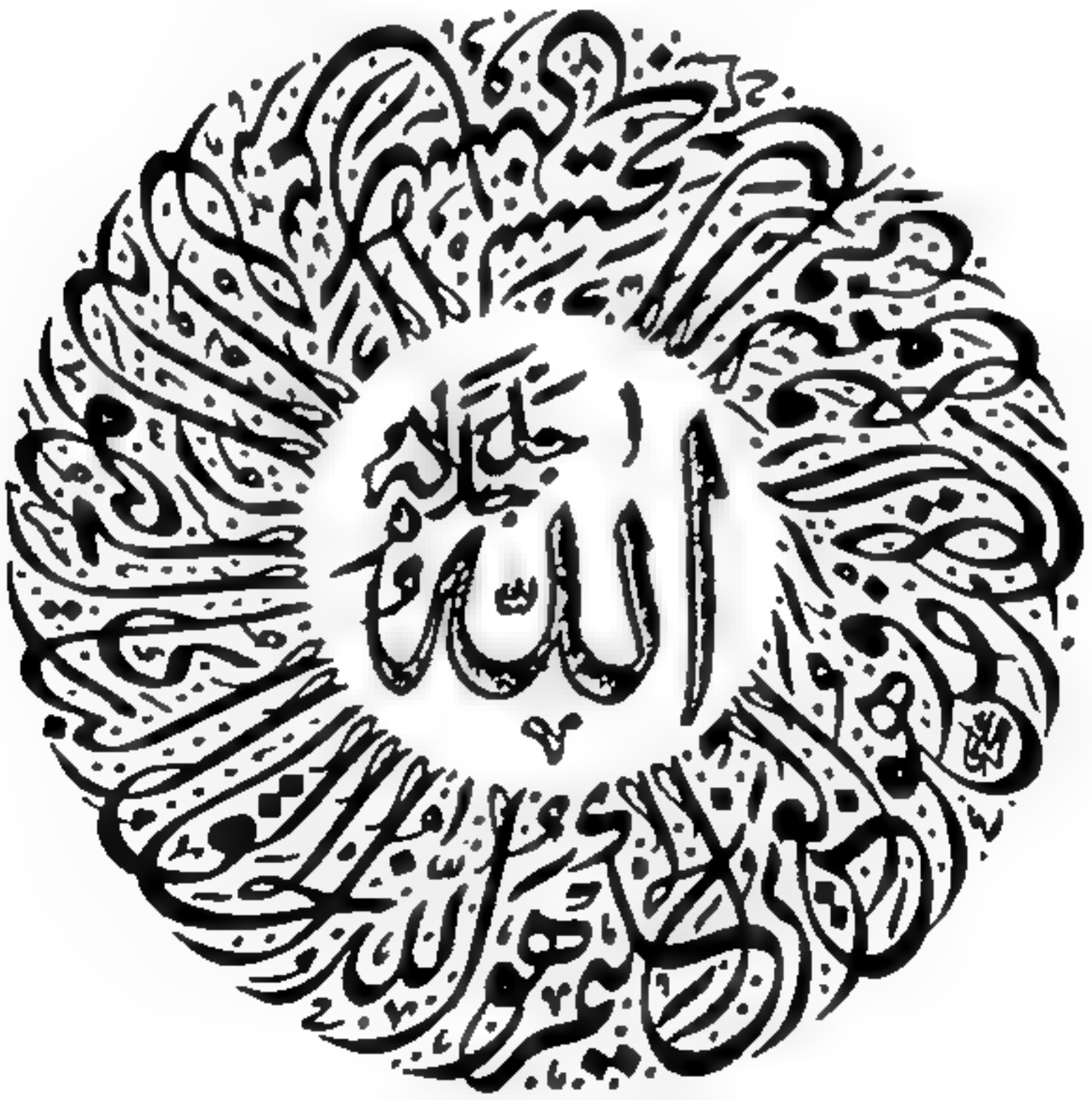
تم پر جماعت (کے ساتھ چلنا) لازم ہے کیوں کہ اکیلے بندے کے ساتھ
شیطان ہوتا ہے اور دو بندوں سے دور رہتا ہے۔ اور اس خطبہ میں یہ بھی ہے ”اور جو

جنت کی راحت چاہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔

والمراد بالجماعة اهل الحل والعقد من كل عصر.

اور جماعت سے مراد ہر دور کے اہل حل و عقد ہیں (صاحبان اختیار)۔

چونکہ بد عقیدہ اور بے دین لوگوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے ساتھ کھانے، پینے، نکاح، شادی اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اتبعوا اسواد الاعظم فسانہ من شد شد فی النار فرما کر صحیح العقیدہ جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے دور میں بھی تھی آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی لہذا نئے نئے فرقے فرقاں جو بذات خود بدعت ہیں ان سے دور رہنا اور جس جماعت میں اولیاء کرام کا وجود باوجود رہا اسی جماعت کو لازم پکڑے رکھنے سے ہی گمراہی سے بچا جاسکتا ہے۔



(۸۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا ابْنُ الذَّيْحَيْنِ

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۷۸، الکشاف ج ۲ ص ۵۶)

یہودیوں کی اکثر عادت رہی ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات کو یا تو چھپاتے تھے یا پھر جن انبیاء کی اپنے آپ کو اولاد کہتے (انبیاء بنی اسرائیل) دوسرے انبیاء کے کمالات چوری کر کے اپنے آباؤ اجداد کے کھاتے میں ڈال دیتے بالخصوص ہمارے آقا و مولا کے ساتھ تو ان کو خاص عناد ہے جس پر قرآن مجید شاہد عادل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين.

جب وہ جانا پہچانا (رسول) ان کے پاس آگیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔ (البقرہ)

الذين اتينهم الكتب يعرفونه كما يعرفون أبناءهم و ان

فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون۔ (البقرہ)

وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ (علیہ السلام) کو پہنچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے جان بوجھ کر حق کو چھپانے لگا۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ ذبیح اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں تو یہودیوں نے حضرت اسماعیل کو ذبیح ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں تا کہ حضور علیہ السلام کو ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد ہونے کے شرف سے محروم کیا جائے حالانکہ سرکار علیہ السلام کے اپنے کمالات اس قدر ہیں کہ آپ کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کی فضیلت پر موقوف کیا ہی نہیں۔ جب کہ اگر حقائق کو

دیکھا جائے تو خود ان کی کتابیں اہل اسلام کی تائید اور یہودیت کی تردید کرتی ہیں مثلاً

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ یہ قربانی مکہ المکرمہ کے قریب منیٰ میں ہوئی اور چار ہزار سال کی تاریخ گواہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام کبھی مکہ المکرمہ تشریف لائے ہی نہیں بلکہ انہی یہود کی کتاب کے بیسویں باب میں ہے کہ جس کی قربانی ہوئی وہ ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے اور ظاہر ہے حضرت اسحاق سے پہلے تو اسماعیل علیہ السلام تھے پھر اسحاق علیہ السلام اکلوتے کیسے ہوئے اور پھر یہ صراحت بھی ان کی کتاب میں موجود ہے کہ ہاجرہ کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کا ایک بیٹا اسحاق علیہ السلام سے پہلے بھی تھا۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔

اور پھر ہمارے لیے تو حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ آپ نے خود فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ اور ایک صحابی نے جب عرض کیا یا ابن الذبیحین تو سرکار نے مسکرا کر تصدیق فرمادی۔ پھر سرکار نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہوں اور وہ ذبیح اللہ ہیں اور دوسرا یہ کہ

ان عبدالمطلب لما حفر بشر زمزم نذر لله لئن سهل الله له امرها لذبحن احد ولده فخرج السهم على عبد الله فمنعه اخواله وقالوا له افد ابنك بمائة من الابل (الكشاف ج ۲ ص ۵۶) اخرجہ الحاکم والعلبی من رواية الصناحبی عن معاوية رضى الله عنه.

کہ جب حضرت عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے دادا جان) نے زمزم کا کنواں کھودنا شروع کیا تو نذر مانی کہ اگر یہ معاملہ آسانی سے پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اپنا ایک بیٹا اللہ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب اللہ نے آسانی سے کنواں کھدوا دیا تو قرعہ اندازی فرمائی تو نام حضرت عبد اللہ کا نکلا (حضور علیہ السلام کے والد ماجد) لیکن برادری کے کہنے پر سواونٹ فدیہ کے طور پر ذبح کر دیے گئے اور اللہ نے نور مصطفیٰ کے امین کو بچا بھی لیا اور ذبیح اللہ بھی بنا دیا۔

اس خاندان کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا

جلیل القدر پیغمبر بھی رشک کرتا ہوا نظر آتا ہے چنانچہ محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں

كان مجتهد بنی اسرائیل يقول اذا دعا اللهم اله ابراهيم و
اسماعيل و اسرائیل فقال موسى عليه السلام يا رب
المجتهد بنی اسرائیل اذا دعا قال اللهم اله ابراهيم و
اسماعيل و اسرائیل و انا بين اظهرهم فقد اسمعتني
بكلامك و اصطفيتني برسالتك قال: ي موسى لم يحبني
احد حب ابراهيم قط، ولا خير بيني و بين شني
الاختارني. و اما اسماعيل فانه جاد بدم نفسه. و اما
اسرائیل فانه لم يياس من روحى فى شدة نزلت به قط.

(الكشاف ج ۳ ص ۵۶)

بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عالم (مجتہد) جب بھی دعا کرتا تو کہتا اے اللہ! ابراہیم و اسماعیل و یعقوب کے معبود۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا یا اللہ میں تیرا کلیم، تیرا رسول اس کے سامنے موجود ہوں لیکن یہ دعا میں (میرا حوالہ دینے کی بجائے) ابراہیم۔ اسماعیل اور اسرائیل کا وسیلہ پیش کرتا ہے فرمایا اے موسیٰ! میرے ساتھ جیسی محبت ابراہیم نے کی کسی اور نے نہ کی جب بھی میرے اور کسی شے کے درمیان ان کو اختیار دیا گیا انہوں نے مجھے ہی اختیار کیا۔ اور رہے اسماعیل! انہوں نے تو میرے لیے جان کی بازی لگادی اور یعقوب علیہ السلام کی تو بات ہی کیا ہے کہ (یوسف کی جدائی میں کیا حالت ہو گئی لیکن) میری رحمت سے اس شدت میں بھی مایوس نہ ہوا بلکہ بیٹوں کو فرمایا لا تیسوا من روح اللہ جاؤ یوسف کو تلاش کرو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ یہ کافروں کا کام ہے۔

دلِ ناشاد کی حالت دلِ ناشاد ہی جانے
غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے



(۸۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ، اللَّهُ يَرْزُقُ وَأَنَا أُقْسِمُ

میں ہی ابو القاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں
(دلائل النبوة للشیخ محمد بن اسماعیل ج ۱ ص ۱۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں لا
تجمعوا اسمی و کنیتی یعنی میرا نام اور کنیت کوئی اپنے لیے جمع نہ کرے۔ نام میرے والا ہو
تو کنیت میرے والی نہ ہو، کنیت میری ہو تو نام اور ہو۔ (بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ سرکار کی ظاہری
حیات میں کسی کے لئے ابو القاسم کنیت رکھنا جائز نہ تھا بعد میں جائز ہے)۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام بازار میں تھے

فقال رجل يا ابا القاسم فالتفت اليه النبي صلى الله عليه
وسلم فقال انما دعوت هذا فقال النبي صلى الله عليه
وسلم سموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي. (متفق عليه)

ایک بندے نے آواز دی اے ابو القاسم! حضور علیہ السلام نے اس کی طرف
دیکھا تو اس نے کہا میں نے (آپ کو نہیں) فلاں کو بلایا ہے تب حضور علیہ السلام نے
فرمایا میرا نام تو رکھ لیا کرو کنیت نہ رکھا کرو۔

کیوں کہ نام رکھنے سے یہ غلط فہمی نہ ہوگی کہ کس کو بلا رہا ہے۔ ہزاروں کے نام بھی
اگر محمد ہوں تو حضور علیہ السلام کو نام لے کر پکارنا بھی ناجائز ہے لہذا کوئی یا محمد! کہے گا تو ظاہر ہے
حضور کے علاوہ کوئی پکارے گا جب کہ حضور کو پکارنا ہو تو یا ایہا النبی۔ یا ایہا الرسول کہہ کر
پکارنا ہوگا۔ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو عامیانا نہ انداز میں جیسے ایک دوسرے کو بلا تکلف پکارا
جاتا ہے پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم

بعضا۔ (سورۃ النور) نہ بناؤ رسول کا پکارنا آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے کی طرح۔ اگر کوئی آپ کے بابرکت نام کی معنویت کو پیش نظر رکھ کر محبت سے یا محمد! لکھے یا پکارے گا تو وہ الگ بات ہوگی کیوں کہ وہاں انداز عامیانه نہیں اور نہ خالی نام مقصود ہوتا ہے بلکہ اسم محمد کی برکات پیش نظر ہوتی ہیں جیسے جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا یا محمد! یا بروز قیامت اللہ فرمائے گا یا محمد ارفع راسک۔

الغرض حضور علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا انہی کے نام پر حضور علیہ السلام کی کنیت ابو القاسم ہے۔

مختلف کتب میں آپ کی کنیت کے متعلق مختلف الفاظ آئے ہیں مثلاً انا ابو القاسم اللہ یرزق و انا قاسم۔ انا ابو القاسم اللہ یعطی۔ انا ابو القاسم اقسام بینکم۔ (فتح الباری۔ مسند احمد) مذکورہ روایات میں لفظی اختلاف اگرچہ ہے، مگر کنیت ابو القاسم ہی ہے جب کہ دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۶۴ پہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں اس طرح بھی ہے۔

لما ولد ابراهیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ماریہ جاریتہ کان یقع فی نفس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ حتی اتاہ جبریل علیہ السلام فقال السلام علیک ابا ابراهیم و فی رواۃ الفقیہ یا ابا ابراهیم۔

جب حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آپ کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے ہو تو آپ کے دل میں کوئی بات آئی تب جبریل امین نے حاضر ہو کر یوں سلام کیا اے ابراہیم کے باپ! آپ پر سلام ہو۔

چنانچہ آپ نے فرمایا انا ابو ابراهیم میں ابراہیم کا باپ ہوں۔ (کنز العمال) تاہم یہ تو ایک واقعہ ہے جب کہ آپ کی کنیت ابو القاسم ہی متعین ہے اور اگرچہ یہ کنیت بھی صاحبزادے کے نام کی وجہ سے تھی لیکن آپ نے جو وجہ بیان کی اس کا تعلق عقائد کی دنیا سے بھی ہے فرمایا انما جعلت قاسما اقسام بینکم (متفق علیہ) میں (صرف کنیت کی وجہ سے ابو القاسم ہی نہیں بلکہ) خود بھی قاسم ہوں کہ (اللہ کی ہر نعمت) تقسیم کرتا ہوں۔

تقسیمِ مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں

۱- روى ابن هشام ان فضالة ابن عمير الليثي اراد قتل النبي صلى الله عليه وسلم و هو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضالة قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك قال لا شئى كنت اذكر الله فضحك النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله احب الى منه. (مدينة العلم)

ابن ہشام کی روایت ہے کہ فضالہ بن عمیر لیثی نے حضور علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا جب کہ آپ اور وہ بھی فتح مکہ کے سال بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے جب حضور علیہ السلام کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا ابھی اپنے دل میں کیا باتیں بنا رہا تھا؟ کہا کچھ نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا حضور علیہ السلام نے مسکرا کر استغفر اللہ پڑھا پھر اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پہ رکھا تو (وہ سکون کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا ہر سکون ہو گیا

۔ دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تمام لو جن کا محمد نام ہے)
اس کے دل کو سکون آ گیا اور فضالہ کہا کرتا تھا کہ ہاتھ رکھ کر ابھی اٹھایا نہیں تھا کہ اللہ کے نبی مجھے اللہ کی ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہو گئے۔

۲- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

قال النبي صلى الله عليه وسلم ان اول ما تبدأ به في يومنا هذا ان نصلى ثم نرجع فنحمر من فعله فقد اصاب سنتنا و من ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لا هله ليس من النسك

فی شئی فقام ابو بردہ و قد ذبح فقال ان عندی جذعة قال
اذبحها و لن تجزئ عن احد بعدک۔ (بخاری: ۵۴۱۸)

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس (عید الاضحیٰ کے) دن سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے بھیج دیا۔ وہ قربانی کے زمرے میں نہ آئے گا۔ حضرت ابو بردہ کھڑے ہوئے (عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو نماز سے پہلے ذبح کر چکا ہوں) اب میرے پاس ایک جذعہ (بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ جس کی قربانی جائز نہیں) ہے فرمایا تم اس کی قربانی کر لو لیکن یہ صرف تیرے لیے ہیں تیرے بعد کسی کے لئے جائز نہیں۔

۳۔ حضرت قتادہ نضر بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا

فاسلم علی انه لا یصلی الا صلاتین فقبل ذلک منہ۔

اور اس شرط پر ایمان لایا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھا کروں گا تو حضور علیہ السلام نے اس کی یہ شرط قبول کر لی۔ (مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۵)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بندہ گھبرایا ہوا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا ہلکت میں ہلاک ہو گیا فرمایا ما ذاک کیا ہوا؟ بولا وقعت باہلی فی رمضان قال اتجد رقبة؟ میں روزے کی حالت میں بیوی کے پاس چلا گیا فرمایا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ قال لا عرض کیا نہیں قال هل تستطيع ان تصوم شہرین متابعین۔ فرمایا پے درپے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا نہیں۔ قال هل تستطيع ان تطعم متین مسکینا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ کہا نہیں

قال اجلس و مکث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبینا نحن علی ذلک اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق فیہ تمر

والعرق المکئل الضخم قال این السائل قال انا قال خذ
هذا فتصدق به فقال الرجل اعلى افقر منى يا رسول الله فو
الله ما بین لا بیتها یرید الحرتین اهل بیت افقر من اهل
بیتى فضحك النبی صلی الله علیه وسلم حتى بدت انیابه
ثم قال اطعمه اهلك۔ (متفق علیه) مشکوٰۃ ص ۱۷۶

فرمایا بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر بعد بڑا ٹوکرا کھجوروں کا آگیا فرمایا سائل کہاں ہے عرض
کیا حاضر ہوں آقا۔ فرمایا یہ لے جاؤ اور لوگوں میں بانٹ دو عرض کیا پورے مدینے
میں مجھ سے زیادہ غریب ہی کوئی نہیں حضور علیہ السلام بہت ہنسے کہ دانت مبارک نظر
آنے لگے فرمایا اپنے گھر لے جا (یہی تیرا کفارہ ہے)۔

۔ ہر جرم پر کرم، ہر خطا پر عطا
رحمت مصطفیٰ اور کیا چاہیے

۵۔ حضرت اہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا۔

من یضمن لی ما بین لحدیثہ وما بین رجلہ اضمن له
الجنة۔ (بخاری: ۶۳۲۷)

کون ہے جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی مجھے ضمانت دے تو میں اس کو جنت کی
ضمانت دیتا ہوں۔

کون نہیں جانتا کہ ضمانت ملکیت والی شے کی ہی دی جاسکتی ہے یا پھر مالک کی طرف
سے ماذون ہو ورنہ فضولی کا عقد ہی بے کار ہے تو جب حضور علیہ السلام خدا کی تملیک سے مالک
جنت ہیں اسی لیے تو اللہ کی ہر نعمت کو تقسیم فرمانے کا اعلان کر رہے ہیں۔

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو



(۸۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أُحَرِّمُ الْمَدِينَةَ

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں

(الجامع الکبیر ص ۹۷)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا
ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما و انى حرمت المدينة
حراما ما بين ما زميها ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها
سلاح لقتال ولا تخطب فيها شجر الا لعلف.

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۳۹)

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا پس اس کو حرام (عزت والا بنایا کہ
بغیر حرام داخلہ ممنوع) قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دو گوشوں کے
درمیان کو، ان میں خون نہ بہایا جائے نہ جنگ کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں نہ
سوائے چارہ کے یہاں کا درخت کاٹا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب پہلا پھل پکتا تو مدینہ کے لوگ حضور
علیہ السلام کی بارگاہ میں لے کر آتے تو حضور علیہ السلام اسے ہاتھ میں لے کر دعائے برکت
فرماتے "یا اللہ! ہمارے پھلوں میں ہمارے لیے برکت دے، ہمارے مدینہ میں برکت دے،
ہمارے صاع، مد (پیمانے سے مراد ان میں ناپے جانے والے پھل غلہ وغیرہ ہیں) میں برکت
دے۔ پھریوں عرض کیا

ان ابراهيم خليلك و نبيك و انى عبدك و نبيك و انه
دعاك لمكة و انا ادعوك للمدينة بدش ما دعاك

لمكة و مثله معه ثم قال يدعوا اصغروا ليد فيعطيه ذلك
الشمرو۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۲۳۹)

الہی ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور
تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کے لئے ویسی ہی دعا کرتا
ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لئے کی اور اتنی اس کے ساتھ اور (دُگنی یا کئی گنا) پھر کسی
چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو پھل عطا فرمادیتے۔ (یعنی دعایا ختم کے بعد)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے لئے
یوں دعا فرمائی۔

اللهم اجعل بالمدينة ضعفى ما جعلت بمكة من البركة.

یا اللہ! جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ میں دی ہیں ان سے دُگنی برکتیں مدینہ منورہ میں
دے دے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے احد پہاڑ کو دیکھ
کر یوں فرمایا

هذا جبل يحبنا و نحبه اللهم ان ابراهيم حرم مكة و انى
احرم ما بين لا بتيها۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۲۴۰)

احد پہاڑ (ہو کر) ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم (رسول خدا ہو کر جواباً) اس سے
محبت کرتے ہیں بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں دو گوشوں
کے درمیان (مدینہ) کو حرم بناتا ہوں۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کے سلسلہ میں مذکورہ احادیث سے ہر شخص آسانی سے یہ نتیجہ نکال
سکتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف فرمائی اور
مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ باوجود اس کے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے لیکن پھر بھی مکہ و مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت
اللہ کی طرف کرنے کی بجائے ابراہیم و محمد علیہما السلام کی طرف کر کے اس دور کے خانہ

ساز تصور شرک کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ابراہیم بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے خلیل ہیں اور ہمارے آقا بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے حبیب ہیں۔ وہ مکہ کو حرم بنا رہے ہیں یہ مدینہ کو، کیا اللہ کا ذکر کر دینا ہی کافی نہیں تھا اور کیا یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

۲۔ علماء فرماتے ہیں جو فرق خلیل و حبیب میں ہے وہی فرق ان کی دعا میں ہے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی ظاہری و باطنی برکات میں ہے یعنی مدینہ میں مکہ سے ڈگنی برکات ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ڈبل برکت کی دعا فرمائی۔ یہ برکات رزق کی ہوں یا ثواب کی جیسی ہوں یا معنوی۔ لہذا کوئی بعید نہیں کہ مکہ میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز کے برابر ہو اور مدینہ میں ان احادیث کی بنا پر ایک نماز کا ثواب دو لاکھ کے برابر ہو یا یہ کہ کمیت (تعداد) میں تو پچاس ہزار ہو لیکن کیفیت (عظمت) کے اعتبار سے وہ پچاس ہزار کئی لاکھ کے برابر ہوں جیسے ایک طرف دس دس کے سو نوٹ ہوں اور دوسری طرف ہزار ہزار کے صرف پانچ ہی نوٹ ہوں تو اگرچہ گنتی میں زیادہ تو سو ہی ہیں مگر قدر و قیمت میں یہ پانچ ان سو پہ بھاری ہیں۔

۳۔ بے جان چیزیں بھی حضور علیہ السلام سے محبت کرتی ہیں اور جواب میں حضور علیہ السلام ان سے محبت فرماتے ہیں تو اگر کوئی غلام دل سے اپنے آقا سے محبت کرے گا تو حضور علیہ السلام جواب میں کیوں نہ محبت کریں گے۔ احد پہاڑ کا حضور علیہ السلام سے محبت کرنا کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے یا یہ تاویل کی جائے کہ اس سے مراد احد کے باشندوں کی محبت ہے۔ کیا حضور علیہ السلام کے فراق میں اونٹ نہیں روئے، اور استن حنا نہ تو آج بھی اعلان کر رہا ہے کہ ۔ مار دیندی اسے جدائی حضور دی۔ بخاری کی حدیث میں حضور علیہ السلام کے قدمِ مہینتِ نروم کا احد پہاڑ پہ لگنا اور احد کا وجد میں آکر جھومنا اور پھر سرکار کا ایڑی مار کر فرمانا اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان ”اے احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں“ بھی موجود ہے اور پھر کیا ہوا بقول اعلیٰ حضرت

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
 رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
 ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
 جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں
 دو قمر، دو ہنجر، خور، دو ستارے، دس ہلال
 ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں
 اے رضا طوفان محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
 شاد ہوئیں کشتی امت کو لنگر ایڑیاں

یعفور گدھے کا واقعہ

ابن عسا کر نے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر مال غنیمت میں سے حضور علیہ السلام کے حصے میں ایک سیاہ رنگ کا گدھا آیا آپ نے اُس سے گفتگو فرمائی تو اس نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے تو اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب ہے اللہ نے میرے آباؤ اجداد میں ستر ایسے گدھے پیدا کیے جن پر ستر نبیوں نے سواری فرمائی اور مجھے امید تھی کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے کیوں کہ میں ان گدھوں میں آخری گدھا ہوں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں (مرزائی گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد مرزا کو نبی بنا بیٹھے) اس سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا وہ مجھے بہت مارتا، بھوکا پیاسا رکھتا کام بہت لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا آج سے تیرا نام یعفور ہے بمعنی تیز رفتار حضور علیہ السلام نے کسی کو بلانا ہوتا تو گدھے کو بھیجتے یہ جا کر دروازے سے سر مارتا جب وہ باہر نکلتا تو سر سے مدینہ کی طرف اشارہ کرتا کہ ۔

چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلااتے ہیں
 (وہ بھی آگے سے کہتا ہوگا ۔)

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے یہ کوئی آ کر
 چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلااتے ہیں)

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس گدھے نے ہجر رسول میں ایک گڑھے میں چھلانگ لگا کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ (تفسیر بینات القرآن ج ۱ از آیت او کمالذی مر علی قریۃ بحوالہ مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۵۵۴ مطبوعہ بیروت، الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ)

تمام حسین صرف انسانوں کے محبوب ہوتے ہیں حضور علیہ السلام انسانوں، جنوں، لکڑیوں، پتھروں بلکہ خدا کے بھی خدائی کے بھی محبوب ہیں۔ دوسرے محبوبوں کو ہزاروں نے دیکھا مگر محبت ایک دو ہوئے حضور علیہ السلام کو آج کسی نے نہیں دیکھا ہوا مگر محبت کرنے والے اربوں کھربوں ہیں اور ایسے کہ

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے

جو تیرے کوچے میں ہے وہی کفن بر دوش ہے

سرکار کو پتھر کے دل کا بھی حال معلوم ہے کہ کس پتھر میں ہماری کتنی محبت ہے پھر ہمارے دل کی کیفیات سے کیوں آگاہ نہ ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کو اپنا عشق و محبت جتانے اور ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں انہیں ہمارے حالات خود ہی معلوم ہیں

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

اُحد نے کہا تو نہیں تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ جس کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت نہ ہو وہ پتھروں سے بھی گیا گزرا ہے بلکہ سابقہ حدیث کی روشنی میں گدھوں سے بھی گیا گزرا ہے۔ جو حضور علیہ السلام سے محبت کرے گا جواب میں حضور علیہ السلام بھی اس سے محبت کریں گے جب پتھر سے کرتے ہیں انسان تو پھر اشرف المخلوقات ہے۔ حضور علیہ السلام کی محبت آپ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جو چاہتا ہے حضور علیہ السلام اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ وہ حضور علیہ السلام سے محبت کرے۔ جو حضور علیہ السلام کا محبوب بن گیا وہ تمام جہانوں کا محبوب ہو گیا دیکھو آج ہم کیوں اُحد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہمارے آقا کا محبوب ہے۔ اولیاء اللہ سے بھی محبت کرنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ ہماری سرکار کے پیارے ہیں الحمد للہ جتنے حضور علیہ السلام کے پیارے ہیں وہ سارے ہمارے ہیں جو ان سے پیار نہ کرے وہ قسمت کے مارے ہیں

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی

ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اور مدینہ طیبہ سے محبت کرنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقائے مدینہ سے محبت کی

ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا (ایسا شدید کہ مکہ کو یاد کر کے شعر پڑھتے) حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد و صححا و
بارک لنا فی صاعها و مدھا و انقل حماھا فاجعلھا
بالجحفۃ۔ (متفق علیہ)

الہی مدینہ ہمیں ایسا پیارا کر دے جیسے مکہ پیارا تھا یا اس سے بھی زیادہ اور اسے
صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع و مد میں ہمارے لیے برکت دے اور یہاں کے
بخار کو وادی جحفہ میں منتقل کر دے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب کا ذکر
فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے کالی سیاہ بکھرے بالوں والی عورت دیکھی جو مدینہ سے نکلی اور
مھیچہ میں اتر گئی (وادی جحفہ) جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہی مدینہ کی دبا تھی (مشکوۃ) اس کے بعد
مدینہ کی حالت یہ ہو گئی کہ۔

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا

مذہ جو مدینے کی کلیوں میں دیکھا

۵۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کا نام یثرب (بیماریوں کا مرکز) تھا،
پانی کڑوا تھا زمین بنجر و بے آباد تھی۔ آپ تشریف لائے تو پانی میٹھا ہو گیا زمین آباد ہو
گئی اور یثرب مدینہ بن گیا۔

جن کی آمد سے یثرب مدینہ بنا
اُن کے قدموں کی برکت پہ لاکھوں سلام

پہلے دارالوباء تھا اب دارالشفاء بن گیا اور ایسا کہ غبار المدینۃ فیہ شفاء
للبرص۔ جب لاعلاج مرض کے لئے مدینے کی مٹی شفا ہے تو ماننا پڑے گا

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ دورانِ حج پھسلے تو ہڈی ٹوٹ گئی۔ سرد نے
کہا حج نہیں ہو سکے گا عرفات نہ جاؤ ہسپتال جاؤ فرمایا ہم ساری عمر بیماریوں کو مدینے بھیجتے رہے
اور اب خود مدینہ کے قریب آ کر بیمار ہوا ہوں تو کیوں نہ مدینہ جاؤں۔ مجھے مدینے لے جاؤ ڈاکٹر
کہنے لگے سفر سے تکلیف بڑھے گی فرمایا بڑھنے دو، مدینے پہنچ گئے درود و سلام پڑھ کر جالی کے
ساتھ کندھا لگایا ساری عمر ہڈی ٹوٹی رہی مگر مرتے دم تک درد کبھی نہ ہوئی اور کام بھی کرتی رہی
ڈاکٹر ہڈی جوڑ کر صحیح کرتے ہیں مدینے والے ٹوٹی ہوئی سے کام لے لیتے ہیں

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک درِ رسول کا سرمہ بنائیں ہم

اے خٹک شہرے کہ دروے دلبر است

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله

واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ (النساء ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! تیرے حضور حاضر ہوں
اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ
قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

قرآن مجید کی یہ آیہ مبارکہ قیامت تک گنہگاروں کے لئے مژدہء جانفرا ہے کہ جب
تک ظلم ہوتا رہے گا معافی کا سلسلہ قائم رہے گا اور یہ معافی مشروط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سفارش پر، کہ اگر ان کی سفارش کے بغیر معاف کرنا ہوتا تو جساء وک نہ فرمایا جاتا اور اگر

معاف کرنا ہی نہ ہوتا تو پھر بھی جاء وک کہہ کے نہ بلایا جاتا

۔ مجرم بلائے جاتے ہیں جاء وک ہے گواہ

پھر رو ہو کب یہ شانِ کریموں کے در کی ہے

اور اگر کوئی غریب گناہ تو کر بیٹھے مگر وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا، غربت آڑے آگئی تو سرکار کا تصور کرے۔ وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے۔ آخر امام بوصیری پہ کرم ہو سکتا ہے تو اس پہ کیوں نہیں ہو سکتا۔

بندہ گناہ کر کے ناراض خدا کو کرتا ہے مگر خدا فرماتا ہے میرے حبیب کو راضی کر لے تو میں بھی راضی ہوں۔

تفاسیر میں ہے ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی وفات کے تین دن بعد مدینہ آیا حضور علیہ السلام کا پوچھا تو پتہ چلا وصال ہو گیا ہے قبر مبارک پہ گیا عرض کرنے لگا میں نے جان پہ ظلم کیا ہے اور بحکم قرآن آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ قبر سے آواز آئی جا تیری نجات ہو گئی۔ (قرطبی بحوالہ ضیاء القرآن۔ خزائن العرفان زیر آیت ولو انهم اذ ظلموا)

الدرر السنیہ ص ۲۳ پہ ہے ایک اعرابی روضہ انور پہ حاضر ہوا اور یوں دعا کرنے لگا اللہم ان هذا حبیبک وانا عبدک والشیطان عدوک یا اللہ! یہ (روضے والے) تیرے محبوب ہیں، میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان تیرا دشمن ہے اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا حبیب راضی ہوگا (کہ اس کے گنہگار امتی کو معاف کر دیا گیا) وفاز عبدک تیرا بندہ کامیاب ہو جائے گا اور تیرا دشمن شیطان جل جائے گا اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا دشمن شیطان خوش ہوگا، تیرا بندہ ہلاک ہوگا اور تیرا محبوب خوش نہ ہوگا اور اے اللہ! تیری رحمت کب گوارہ کرتی ہے کہ تیرا محبوب پریشان ہو اور اے میرے رب! جب عرب کا کوئی سردار مرتا ہے تو اس کی قبر پہ غلام لے جا کر آزاد کیا جاتا ہے و ان هذا سید العالمین فاعتقنی علی قبرہ یا ارحم الراحمین اے اللہ! یہ تو سید العالمین کی قبر انور ہے مجھے بھی جہنم سے آزاد فرما دے۔ اس کی درد بھری آواز سن کر بے شمار حاضرین نے کہا اے بھائی ان اللہ قد غفر لک بحسن هذا السؤال جا اللہ نے تیرے اس حسن سوال کی بدولت تجھے بخش دیا ہے۔

جس خدا نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہہ کر ہمیں اپنی عبادت کرنے اور

اپنی ذات سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے اسی رب نے ہماری اس طرح مدد فرمائی ہے کہ گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو در رسول پہ حاضر ہو جاؤ لیکن ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ مؤمن در رسول پہ کشاں کشاں جائے گا اور منافق خدا کے در پہ تو بھاگ بھاگ کر جائے گا مگر خدا کے رسول کے در کی حاضری سے گھبرائے گا۔

و اذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول رايته
المنافقين يصدون عنك صدودا۔ (النساء: ۶۱)

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

و اذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لو وادرسهم و
رايتهم يصدون و هم مستكبرون۔ (النافقون)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر (بندر کی طرح) گھماتے ہیں (کہ رسول کے پاس نہیں جائیں گے) اور تم دیکھو گے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اور جو رسول کی بارگاہ میں جانے سے گھبراتا ہے اس کی رب کی بارگاہ کی حاضری بھی قبول نہیں

۔ یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے

دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

بخاری ج ۱ ص ۱۶۱ یہ حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

اذا قبل ثلاثة نفر فاقبل اثنان الى رسول الله صلى الله عليه
وسلم و ذهب واحد فوقفا على رسول الله صلى الله عليه
وسلم فاما احدهما فرأى فرجة في الحلقة فجلس فيها
واما الاخر فجلس خلفهم و اما الثالث فادبر ذاهبا فلما

فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اخبر کم عن
النفر الثلاثة اما احدہم فاوی الی اللہ فاواه اللہ و اما
الآخر فاستحیی فاستحیی اللہ منہ و اما الاخر فاعرض
فاعرض اللہ عنہ.

تین شخص آئے ایک قریب ہو کر بیٹھ گیا دوسرا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا تیسرا واپس
چلا گیا سرکار نے وعظ سے فارغ ہو کر ان تینوں کا حال بیان فرمایا۔ فرمایا ایک نے اللہ
سے پناہ طلب کی اللہ نے اس کو پناہ دے دی دوسرا شرماتا رہا اللہ بھی اس سے شرمایا
(اس کو رحمت سے نہ نوازا) تیسرے نے اللہ سے منہ موڑا اللہ نے اس سے منہ موڑ
لیا۔

سوال یہ ہے کہ وہاں تو رسول اللہ تھے اور حضور فرماتے ہیں اللہ نے پناہ دی، اللہ شرما
گیا، اللہ نے اعراض کیا، ماننا پڑے گا

ہے بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مقرر مقرر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
اور یہ بھی ماننا ہوگا

ہے وہ جو الہی در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
اور وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد

بعض لوگ اس حدیث کی آڑ لے کر روضہ مبارکہ کی نیت کر کے جانے سے منع کرتے
ہیں حالانکہ اس حدیث سے آگے والی حدیث میں "بخاری شریف ص ۱۵۹" موجود ہے کہ حضور علیہ
السلام مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے (ماضی استمراری ہے بار بار) و کسان
یزورہ را کبا و ماشیا۔ کبھی پیدل جاتے کبھی سوار ہو کر جاتے۔ کیا (نعوذ باللہ) حضور نے
خود ہی اپنی بات کا خلاف شروع کر دیا۔ جب کہ عاشقانِ مصطفیٰ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ

اُن کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے
خود مدینہ سے روکنے والے کبھی سسرال جارہے ہوتے ہیں کبھی بازار جارہے ہیں اور
کبھی کسی جلسہ میں خطاب کرنے۔ اس وقت بھی مذکورہ حدیث کے اطلاق پر عمل کر کے کہیں نہ جایا
کریں، صرف مدینہ جاتے ہوئے ہی یہ حدیث یاد آتی ہے؟ حالانکہ قرآن نے مدینہ سے بھاگنے
کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔

ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین۔ (الاحزاب)
پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن، پھٹکارے ہوئے
(لعنتی)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا
انی احرم ما بین لا بتی المدینہ ان یقطع عضا ہا او یقتل
صیدھا و قال المدینہ خیر لہم لو کانوا یعلمون لا یدعھا
احد رغبۃ عنھا الا ابدل اللہ فیہا من ہو خیر منہ ولا یثبت
احد لا وائھا و جہدھا الا کنت لہم شفیعاً او شہیداً یوم
القیمة۔ (رواہ مسلم)

میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان یہاں سے کٹانے کا ٹنا، یہاں کا شکار
کرنا حرام کرتا ہوں۔ فرمایا مدینہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوتے، ایسا
کوئی نہیں جو مدینہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے چھوڑ دے مگر اللہ اس سے بہتر کو مدینہ
میں لا بسائے گا اور کوئی شخص مدینہ کی بھوک اور سختی پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے
دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

بعض تاجر و سودا گروں کو گنبد خضریٰ بھی شرک نظر آتا ہے اگر گنبد شرک ہے تو یہ گنبد تو مقام
ابراہیم پہ بھی بنا ہوا ہے حالانکہ کعبہ کے قریب بھی شرک نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ اس کے اندر شرک
ہونے لگے اور اگر مقام ابراہیم پہ گنبد شرک نہیں تو مقام مصطفیٰ پہ کیسے شرک ہو سکتا ہے

۔ گنبدِ خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے

دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس بات پر تمام امت کا اجماع نقل فرمایا ہے ان موضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع الارض۔ کہ حضور علیہ السلام کا روضہ منور روئے زمین سے افضل و اعلیٰ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ روضے والا خود سب سے افضل و اعلیٰ ہے

۔ اک طرف روضے کا نور اک سمت منبر کی بہار

بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ مدینہ طیبہ میں روضہ شریف کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے تشریف فرما تھے کہ ایک نجدی سپاہی کہنے لگا کعبہ کو پشت کر کے بیٹھے ہو کیا روضہ شریف کعبہ سے افضل ہے فرمایا تم کعبہ کی بات کرتے ہو میں عرش سے بھی افضل سمجھتا ہوں معاملہ قاضی کے پاس چلا گیا اس نے دلیل طلب کی تو آپ نے فرمایا قرآن میں ہے لئن شکرتم لا زیدنکم اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پہ شکر نہیں کر رہے؟ تو پھر انتقال کے بعد ان کی قبر عرش پہ بنی چاہیے حالانکہ حضور فرماتے ہیں کہ وہ میرے روضے میں دفن ہوں گے۔ قاضی صاحب مبہوت ہو گئے اور کاظمی صاحب سرور ہو گئے۔

۔ رحمت نہیں ہے مسجد نبوی پہ منحصر

سارا مدینہ پاک ہے دار السلام ہے

طیبہ کی زندگی ہو مدینے کی موت ہو

میری یہی خدا سے دعا صبح و شام ہے

سلطان و شہر یار بھی اس در کے ہیں گدا

اس در کا ہی سکندر کم تر غلام ہے

مکہ و مدینہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو مکہ کے لئے دعا فرمائی اللہ نے وہ بھی قبول فرمائی اور ہمارے آقا و مولا نے مدینہ شریف کے لئے جو اس سے دُگنی برکت کی دعا فرمائی اللہ نے

وہ بھی قبول فرمائی جب اللہ عام بندے کے ہاتھ خالی واپس پھرنے سے حیا فرماتا ہے تو خلیل و حبیب کی دعا کو کیسے رد فرمائے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا

ان ابراہیم حرم مکة و دعا لها و انی حرمت المدينة کما
حرم ابراہیم مکة و دعوت لها فی مدھا و صاعھا مثل ما
دعا ابراہیم لمکة.

بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا فرمائی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور مدینہ کے لئے دعا کی اس کے مد و صاع میں (برکت کی) جیسے دعا کی ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے۔

جب کہ دوسری احادیث میں آپ پڑھ چکے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ کے لئے مکہ سے دُگنی برکت کی دعا کی۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ایک تو کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی جس کو مثال کے ذریعے پہلے سمجھا دیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر مان بھی لو کہ مکہ میں ثواب بہر حال زیادہ ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ مکہ میں اگر کوئی ایک گناہ کرے گا تو لاکھ گناہ لکھا جائے گا جب کہ مدینہ میں ایک گناہ ہو جائے تو پچاس ہزار نہیں لکھا جاتا بلکہ ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔

اس لیے کسی نے کیا خوب فرمایا

کعبہ کی حاضری میں بھی لذت تو ہے
پر نہیں وہ جو لذت مدینے میں ہے
ان سردوں کے یہ سجدے تو کعبے کو ہیں
پر دلوں کی عبادت مدینے میں ہے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام مکہ کی زندگی سے ڈرتے تھے کہ بتقاضائے بشریت اگر وہاں گناہ ہو گیا تو ان نیکی کے خوگر و متلاشی اور گناہ سے حتی الوسع بچنے والوں کے کھاتے میں ایک ہی گناہ پر لاکھ کا بوجھ پڑ جائے گا۔

اس بات کو امام اہل سنت نے اپنے رنگ میں یوں بیان فرمایا جب کسی نے مکہ و مدینہ

کی حاضری کا فرق پوچھا

۔ واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

مثال (میزابِ رحمت)

دُکاندار اپنی دُکان کا پتہ بتانے کے لئے چوک میں بورڈ لگا دیتا ہے اور ساتھ تیر کے نشان سے اشارہ بنا دیتا ہے کہ دُکان ادھر ہے۔ تو جن خوش نصیبوں کو کعبہ کی زیارت ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ کعبہ کا پرٹالہ (میزابِ رحمت) بھی یہی منظر پیش کر رہا ہے کہ حج تو یہاں کر لیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو میرے اشارہ کو سمجھو اور جاؤ مدینے۔

کیوں کہ حج یہاں ہوتا ہے اور قبولیت کی مہر وہاں لگتی ہے ادھر سے کعبہ اشارہ کرتا ہے اور ادھر مدینہ کے درود یوار کہتے ہیں

۔ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

اور اعلیٰ حضرت نے جو یہ فرمایا کہ۔ میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو۔ اس میں بھی عجیب نکتہ ہے کہ حاجیو! تم نہیں جانتے اس پیارے کی عظمت کو، مجھ سے پوچھو کہ ان کے آنے سے پہلے میری کیا حالت تھی، میں بتوں سے اٹا پڑا تھا انہوں نے آکر مجھے بتوں سے صاف کیا اور انہوں نے ہی آکر اپنی دعاؤں سے مجھے سارے جہان کا قبلہ بنایا لہذا اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے

۔ میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ پیارا وہ ہے جو پہاڑ پر چڑھے تو سارے پہاڑ کو ہی ”جبلِ نور“ بنا

وے پھر کعبہ میں آئے تو اس کو کیوں نہ بیت اللہ بنائے، اسی لیے جب یہ پیارا تشریف لایا تو کعبہ نے جھوم کر اس کا استقبال فرمایا۔

ليلة ولا دة صلى الله عليه وسلم تزلزلت الكعبة ولم
تسكن بثلاثة ايام ولما ليهن۔ (سیرت حلبیہ)

حضور علیہ السلام کی ولادت پر تین (دن) راتیں کعبہ وجد کرتا رہا۔
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
کیوں کہ

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے
ہندوستان کا مشہور شاعر ایک نعت لکھ کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لایا کہ دکھائے وہ
کتنا بڑا شاعر ہے۔ جس میں ایک شعر یہ تھا

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے
آپ نے فرمایا اس شعر کا مصرعہ ثانیہ بارگاہ رسالت کے شایان شان نہیں (حالانکہ اس
کے لئے یہی مصرعہ پوری نعت کی جان تھا) فوراً بولا کیا خرابی ہے اور یہ مصرعہ کیسے ہونا چاہیے فرمایا
اس میں فرشتوں کو مجنوں کہا گیا ہے اور روضہ رسول کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایسے ہونا
چاہیے۔ کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

وہاں (مکہ میں) اللہ کا گھر ہے، یہاں (مدینہ میں) رسول اللہ کا گھر ہے، وہاں آب
زمزم ہے، یہاں آب کوثر ہے، وہاں خدیجہ ہے، یہاں زہراء ہے، وہاں غار حرا ہے، یہاں گنبد
خضریٰ ہے، وہاں لڑائی حرام ہے، یہاں جدائی حرام ہے، وہاں بیت جبار ہے، یہاں یاروں کا یار
ہے، وہاں میدان عرفات ہے، یہاں امت کی برسات ہے، وہاں جلال خدا ہے، یہاں جمال

مصطفیٰ ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

قرآن مجید میں بیت اللہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا البلی بیکۃ مبارکۃ
وہ کعبہ جو مکہ میں ہے (تاکہ کعبہ کی عظمت کے ساتھ ساتھ مکہ شہر کی شان بھی واضح ہو جائے) کہ
کعبہ کی عظمت تو بہت ہے جس شہر میں کعبہ ہے کعبہ کی نسبت سے اس شہر کی عظمت بھی بہت ہے تو
جس کعبہ کی نسبت نے پورے شہر کو یہ فضیلت دے دی تو جو کعبے کا کعبہ ہے اس کی نسبت نے شہر
مدینہ کو کتنی عظمت بخشی ہوگی

ادب گاہیت زیرِ آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و یازید این جا

علامہ اقبال اور حاضری مدینہ

اقبال فرماتے ہیں یا رسول اللہ

تو فرمودی رہ بٹھا گرفتیم وگرنہ جز تو مارا منزل نیست

حضور آپ نے فرمایا ہے تو ہم مدینہ آتے ہیں ورنہ ہماری منزل تو آپ ہی ہیں، کیوں
کہ آپ ہی کی وجہ سے مکہ کو عظمت ملی اور مدینہ کو رتبہ ملا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لا اقسام بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔ (سورۃ بلد، ۲)

میں اس شہر مکہ کی قسم صرف اے محبوب! تیری وجہ سے یاد فرما رہا ہوں۔

اس لیے شہر مکہ کی قسم نہیں کہ یہاں کعبہ ہے، حلیم ہے، زمزم ہے، منیٰ، مزدلفہ، عرفات
ہے، صفا، و مردہ و مقام ابراہیم ہے ان سب کی شان اپنی جگہ مسلم ہے مگر اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسم
اپنے محبوب (کے قدموں کی نسبت جو شہر مکہ کی گلیوں کو حاصل ہے) کی وجہ سے یاد فرماتا ہے لہذا
محبوب مکہ میں ہو تو مکہ کی قسم مدینہ جائے تو مدینہ کی قسم حضرت آمنہ کے لطن میں آئے تو اس کی قسم
حلیمہ کی گود میں آئے تو اس کی قسم صدیق اکبر کے کندوں پہ سوار ہو جائے تو ان کی قسم

عبداللہ دا جن دکھیاں دا جن
جھوں لگدا گیا رنگ لاندہ گیا

علامہ اقبال نے شیخ عبدالعزیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی دیوانہ حضور غنیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قبر انور کو بوسہ دے لے تو خواہ مخواہ اس کو سجدہ قرار دے کر شرک کا فتویٰ نہ لگایا کرو ہو سکتا ہے وہ اپنی پلکوں سے در رسول پہ جھاڑ دے رہا ہو

سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
برہم از مژدہ خاک در دوست

حضرت ایوب انصاری کا حجاج کو جواب

یہی جواب حضرت ابو ایوب انصاری نے حجاج بن یوسف کو دیا جب آپ پریشان ہو کر قبر انور پہ سر رکھ کے پڑے ہوئے تھے تو حجاج نے اعتراض کیا آپ نے فرمایا حبنت رسول اللہ ما حبنت صنما۔ میں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی بت کے پاس نہیں اور رسول اللہ نے خود فرمایا تھا جب حاکم ظالم ہوں تو شکوہ شکایت میرے پاس ہی آ کے کر لینا۔ اس کے بعد علامہ اقبال نے شیخ کو کہا

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست
کہ باشد تا ابد اندر بر دوست

کہ تو بھی محبوب کے ہاتھوں جام پی لے تا کہ محبوب تجھے اپنے دامن میں لے لے یعنی دوسرے لفظوں میں عقیدہ درست کر لے تا کہ جیسے داتا صاحب نے کشف المحجوب میں اپنا خواب بیان کیا کہ حضور علیہ السلام امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو بغل میں لے کر پیار کر رہے تھے اگر تو بھی حضور کی محبت کا جام پی لے گا تو تجھے بھی اللہ کے محبوب اپنی بغل میں لے کر پیار کریں گے کیوں کہ بد عقیدہ تو نبی کی زندگی نہیں مانتا بغل میں لینا کیسے مانے گا؟

علامہ اقبال سے کسی نے حجاز مقدس میں بننے والے ہسپتال کے لئے چندہ مانگا تو اقبال نے چونک کر کہا

اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت مانگتا ہوں زمین حجاز میں

حدیث میں ہے من استطاع منکم ان یموت بالمدينة فلیمت بہا فانی
اشفع لمن یموت بہا (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۵) ہو سکے تو مدینہ میں آکر مرو، مدینہ میں مرنا
تمہارا کام ہے شفاعت کر کے بخشو ایچہ پیرے پیارے نبی کا کام ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب اپنے غلاموں کی آقا تقدیر بنایا کرتے ہیں
جنت کی سند دے دیتے ہیں روضے پہ بلایا کرتے ہیں
اے دولت عرفاں کے منگو اس در پہ چلو جس در پہ صدا
دن رات خزانے رحمت کے سرکار لٹایا کرتے ہیں

مدینہ میں رحمت ہی رحمت

جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو لگتا ہے اللہ نے مکہ کو جلال کی نظر سے
دیکھا اور جس شہر نے اللہ کے محبوب کو پناہ دی اس کو اللہ نے محبت و جمال کی نظر سے دیکھا اس لیے
مکہ جلال کا مرکز بن گیا مدینہ جمال کا مرکز بن گیا۔ ہزاروں لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ مکہ کے لوگ
جلالی، غصہ والے، جھگڑالو اور سخت طبیعت کے ہیں اور مدینہ کے لوگ جمالی، نرم مزاج اور درگزر
کرنے والے رحیم و کریم اور نخی ہیں۔ شاید اس لیے کہ تھانیدار کا ہمسایہ بھی سخت مزاج اور اس
ہمسائیگی کی وجہ سے دلیر ہو جاتا ہے اور مدینہ والے رحمۃ للعالمین کے ہمسائے ہونے کی وجہ سے
نرم دل ہیں، کیوں کہ فبما رحمة من اللہ لت لہم کا تقاضا یہی تھا۔ اللہ نے مدینہ کو ایسی رحم
و کرم کی نظر سے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اعلان کر دیا ما بین ینی و منبری روضۃ من
ریاض الجنة۔ کہ میرے گھر سے لے کر منبر تک جگہ کو اللہ نے دنیا میں ہی جنت بنا دیا ہے

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار

بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

گویا خدا کی جنت تو مرنے کے بعد حساب و کتاب کے بعد ملے گی اور مصطفیٰ نے یہاں
ہی در جنت کھول دیا ہے جو آئے سیدھا جنت میں جائے۔ اور ایسی جنت کہ ستر ہزار فرشتے صبح

آئیں ستر ہزار شام کو، جو ایک بار آئے دوبارہ آنے کی قیامت تک اجازت نہیں اور حضور پاک کے غلام روزانہ سو بار بھی جائیں تو کوئی رکاوٹ نہیں

۔ اک وار فرشتے روئے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نیں جیہڑے مُز مُز کے بلائے جاندے نیں
اور مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

۔ سیر گلشن کون جائے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون دیکھے در تمہارا چھوڑ کر

مکہ اور مکہ کا معنی

قرآن مجید میں مکہ کو مکہ فرمایا گیا اس کا معنی ہے ”گچلنا“ تو مکہ کو مکہ اس لیے کہا گیا کہ جو بھی اس کو نقصان پہنچانا چاہے گا خود کچلا جائے گا جیسا کہ اصحابِ فیل کا واقعہ سورہ فیل میں ہے اور مکہ کا معنی ہے ”چوسنا“ چونکہ اس کی زیارت سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ ایسے ہو جاتا ہے کیوم ولدتہ امہ (الحديث) جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (گویا یہ گناہوں کو چوس لیتا ہے) الغرض مکہ کے زائر کو یہ انعام ملتا ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جب کہ زائرِ مدینہ کو دو انعام نصیب ہوتے ہیں من زار قبری و جبت لہ شفاعتی۔ گناہوں کی بخشش بھی اور شفاعتِ مصطفوی بھی، جس کی لذت کو اہل عشق و محبت ہی جانتے ہیں

۔ کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

وہ (مکہ) حرمِ خدا ہے یہ (مدینہ) حرمِ مصطفیٰ ہے، جو اس کی حدود میں داخل ہو جائے وہ

شکارِ شکاری سے امن پا جاتا ہے اور جو گنہ گار اسکی پناہ میں آجائے وہ نارِ جہنم سے امن پا جاتا ہے۔

۔ وہاں خیر و شر کی پرش وہاں خوف سے لرزنا

یہاں عفو کا بہانہ یہاں ناز سے مچلنا

وہ خدا کا آستانہ، یہ نبی کا آستانہ

اور اقبال نے کیا خوب کہا

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

مکہ اور مدینہ کی نماز

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں کہ جو حدیث میں کعبہ کی نماز کا ایک لاکھ اور مسجد نبوی کی نماز کا پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب بیان ہوا ہے اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کعبہ کی نماز کی نسبت مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف ہے یعنی اگر لاہور کی کسی مسجد کی ایک لاکھ نماز ہو تو کعبہ کی ایک بنتی ہے اور مسجد نبوی کی نماز کی نسبت کعبہ کی طرف ہے یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھو تو کعبہ کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ کیوں کہ وہ بنیاد خلیل ہے اور یہ بنیاد حبیب ہے وہاں غاریں ہیں اور یہاں ان غاروں کو بسانے والے ہیں، وہ پیشانیوں کا قبلہ ہے یہ دلوں کا قبلہ ہے، وہاں سر جھکتے ہیں۔ یہاں دل جھکتے ہیں وہ صرف کعبہ ہے یہ کعبہ کا کعبہ ہے، تبھی تو نماز کے دوران حضور بلائیں تم آ جاؤ کام کرو باتیں کرو چار گھنٹے کے بعد نماز جہاں چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرو نہ نماز ٹوٹی ہے نہ قضا ہوئی ہے اگر تم کہو منہ کعبہ سے پھر گیا ہے تو میں کہوں گا ادھر ہی تو پھرا ہے جو کعبہ کا کعبہ ہے تفسیر روح المعانی میں زیر آیت ولکل وجهة هو موليہا فاستبقوا الخیرات (سورۃ بقرہ) ہے انت قبلتی کہ لوگوں کا قبلہ کعبہ ہی لیکن میرا قبلہ (مرکز توجہ) تو ہے۔ پوری عبادت اس طرح ہے۔

المراد بها ان لكل احد قبلۃ فقبلۃ المقربين العرش.

والروحانین الكرسی والکرویین بیت المعمور والانبیاء

قبلک بیت المقدس و قبلتک الکعبۃ و ہی قبلۃ

جسدک و اما قبلۃ روحک فاننا و قبلتی انت کما یشیر الیہ

"انا عند المنکسرۃ قلوبہم من اجلی". (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا قبلہ (مرکز توجہ) ہوتا ہے چنانچہ مقربین کا قبلہ

عرش ہے، روحانین کا قبلہ کرسی ہے، کروبیان کا قبلہ بیت المعمور ہے آپ سے پہلے

انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے آپ کی روح کا قبلہ میں ہوں اور میرا قبلہ تو ہے جیسا کہ اللہ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں ان دلوں کے پاس رہتا ہوں جو میری وجہ سے ٹوٹ چکے ہیں۔

دو شہروں سے پہلے انساں کی ہر اک تحریک ادھوری تھی
اک شہر جو تو نے چھوڑ دیا اک شہر جو تو نے اپنایا

نبی کا جس جگہ پر آستان ہے زمیں کا اتنا ٹکڑا آسمان ہے

لوگ دیکھ رہے ہیں غزنی کا بادشاہ مشک اٹھائے ہوئے ہے اور مدینہ کی گلیوں میں
چھڑکاؤ کر رہا ہے پوچھا گیا تو تو بادشاہ ہے اور کام گداؤں والا کر رہا ہے جواب دیا بادشاہ تو غزنی کا
ہوں اس در کا تو گدا ہوں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
دوسری طرف مصر کا بادشاہ بڑی کروفر سے آرہا ہے، ارے ارے مدینہ شہر اور تو اتنی سج
دھج سے کیوں آرہا ہے، بولا! مدینے والے نے ہی تو بادشاہی دی ہے دکھانے آیا ہوں اچھی بھی
لگتی ہے کہ نہیں۔

ہر ذرہ نور خزینہ اے شہراں وچوں شہر مدینہ اے
جتنے روضہ کملی والے دا اس تھاں دیاں ریاں کون کرے
لوگ کہتے ہیں مدینے میں کیا ہے ایک قبر ہی تو ہے اتنے پیسے خرچ کر کے صرف قبر
دیکھنے جاتے ہو مگر اہل محبت کہتے ہیں اس قبر والے نے فرمایا ہے من زار قبری وجبت له شفاعتی
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی تو کیا یہ چھوٹا مقصد ہے اگر چند
ہزار خرچ کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو سودا سستا ہے۔ یہ تو پچاس ہزار ہیں جب ایک نظر
روضہ پاک پہ پڑتی ہے تو اس ایک نظر میں کئی لاکھ آجاتے ہیں اور دیوانہ جھوم کے کہتا ہے۔

میں تن وار دیواں میں من وار دیواں

محمد ملن گھر دا گھر وار دیواں

اور سنو تم کہتے ہو، وہاں ایک قبر ہی تو ہے ہم سے پوچھو صرف قبر نہیں۔

ساری دولت خدا کی مدینے میں ہے
ساری رحمت خدا کی مدینے میں ہے

اللہ نے پہلے اپنا گھر بنوایا اور بعد میں محبوب کا شہر بسایا تا کہ جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے مدینے کی زیارت کرو تو پہلے حج یا عمرہ کر کے گناہوں سے پاک ہو کر مدینہ جاؤ کہ اب تم میرے نبی کے شہر کی زیارت کے قابل ہوئے ہو الغرض تم وہاں جانا شرک بتاتے ہو اللہ وہاں کی حاضری کو شرک کا علاج بتا رہا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک۔

مدینہ کی شان بیان کی جائے تو کچھ لوگ گھبرا جاتے ہیں، کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے ان سے پوچھو وہاں تو پھر قبر میں کوئی ہستی موجود ہے اور ایسی کہ نبی اللہ صلی پر رزق وہ زندہ بھی ہے اسے رزق بھی ملتا ہے یہ جو کعبہ میں کبھی پتھر کو چوم رہے ہو کبھی صفا مروہ کی تعظیم کے لئے دوڑیں لگا رہے ہو کبھی خانہ کعبہ جو پتھروں ہی کا مجموعہ ہے اس کی تعظیم کے لئے اس کا طواف کر رہے ہو کبھی مقام ابراہیم پتھر پہ نماز ادا کر رہے ہو کبھی پانی کو تعظیماً کھڑے ہو کر پی رہے ہو یہ سب شرک ہے کہ شرک کا علاج ہے۔ حالانکہ کعبہ میں بھلا خدا رہتا ہے، نہیں خدا رہنے سہنے سے پاک ہے جب کہ مدینہ میں تو مصطفیٰ رہتے ہیں جو کعبہ کے اندر خدا کو مانے وہ کافر اور جو مدینہ میں مصطفیٰ کو نہ مانے وہ کافر۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جب پتھر کی مثل پتھر نہیں تو نبی کی مثل بشر کیسے؟

اگر کوئی مشرک مسلمان ہو کر حج کو چلا جائے تو بیت اللہ جاتے ہی جب اس کو کہا جائے گا یہ حجر اسود ہے اس کو بوسہ دے کر طواف شروع کرو۔ یہ خانہ کعبہ ہے اس کی تعظیم میں طواف کے سات چکر مکمل کرو۔ یہ مقام ابراہیم ہے اس کی تعظیم میں دو رکعت واجب الطواف ادا کرو۔ یہ صفا مروہ ہے اس کی تعظیم میں سعی کرو اور یہ آب زمزم ہے اس کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اس کو پیو۔ ایک بار تو وہ چکر اچلا جائے گا کہ یہ پتھر یہ پانی اس کی تعظیم؟ میں نے ہندوستان میں پتھروں کی تعظیم کی تم نے مجھے مشرک کہا کیا یہ کعبہ یہ حجر اسود یہ صفا مروہ یہ مقام ابراہیم پتھر نہیں ہیں؟ جن

کی مجھ سے تعظیم کروا رہے ہو۔ وہاں ہندوستان میں پتھر کی تعظیم شرک ہے یہاں توحید؟ میں نے ایک پتھر کے سامنے سجدہ کیا تم نے مجھے شرک کہا اب اتنے پتھروں سے بنا ہوا ایک مکان جس کی طرف منہ کر کے مجھے سجدہ کرنے کا کہہ رہے ہو۔ تو اس کو کہا جائے گا وہ (ہندوستان والے) اور پتھر تھے یہ اور پتھر ہیں وہ ان جیسے نہیں کہ ان کی نسبت بتوں کی طرف ہے۔ ان کی نسبت اللہ کے پیاروں کی طرف، صفامروہ کی مائی ہاجرہ کے قدموں کی طرف، مقام ابراہیم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی طرف لہذا وہ پتھر ان پتھروں کی مثل نہیں ہیں جب اتنی بات ہوگی تو وہ ضرور چونکے گا کہ جب پتھر پتھر کی مثل نہیں ہو سکتا تو ہم اور تم نبی کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوا حج اہل محبت کے مسلک کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ مالدار اندھے پہ حج فرض نہیں جب کہ ٹانگوں سے معذور مالدار پہ حج فرض ہے کہ حج تو ہے ہی زیارات کا نام اندھا کیا زیارت کرے گا جب کہ درست آنکھوں والا زیارت تو کر لیتا ہے۔

پھر زمزم کی تعظیم کا آپ اس نو مسلم کو کہیں گے تو وہ فوراً کہے گا۔ میں نے ہندوستان میں گنگا جمن کی تعظیم کی تم نے مجھے شرک کہا یہ بھی تو پانی ہی ہے اس کی تعظیم کیوں توحید ہے؟ آپ اس کو کہیں گے یہ پانی اس پانی جیسا نہیں کیوں کہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم کی طرف ہے اور نسبت نے اس پانی کو بے مثل و بے مثال بنا دیا ہے تو کوئی امتی نبی کے مثل ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے ثابت ہوا حج میں کئی مقامات ایسے آتے ہیں کہ عقل وہاں چکرا جاتی ہے کہ ابراہیم، اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام کو تو شیطان نظر آیا تو انہوں نے اس کو پتھر مارے تم کیوں مار رہے ہو؟ ہاجرہ کو پانی کی ضرورت تھی اس لیے دوڑیں تم کیوں دوڑتے ہو؟ ایک خاص وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے طواف میں رمل کا حکم دیا تم کیوں رمل کرتے ہو، اور اللہ کے گھر میں طواف کے دوران اکڑ کے چلتے ہو؟ عقل کو سمجھانا پڑتا ہے کہ حکم شریعت ہے لہذا تمام کام کروا لیے اب دل کہتا ہے کہ میں تو مرکز محبت ہوں تیری ہر بات کو حکم شریعت کی وجہ سے مان لیا اب ایک میری مان اور مجھے میرے مرکز کی طرف لے چل اور مدینے کا رخ کر۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے

اب دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے طیبہ لے چلا

ہم بھی یہی کہیں گے کہ وجہ نہ ہونے کے باوجود تم نے حج کے تمام ارکان ادا کر لیے کہ

اللہ کے پیاروں کی یادیں ہیں اور حضور علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی سن کر انگوٹھوں میں نور نظر نہ آنے کے باوجود ہم نے چوم لیا کہ یہ تمام پیاروں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حجر اسود کو ہاتھ نہ لگے تو اشارہ کر کے چوم لیتے ہو تو پتھر کی برکات تمہیں مل جاتی ہیں تو حضور کے نام پہ انگوٹھے چومنے پر ہمیں نامِ مصطفیٰ کی برکتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے

یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں حج مقبولوں کی اداؤں کو اپنانے کا نام ہے۔ اور یہی حقیقت ہے ورنہ کبھی سر منڈانا کبھی کپڑے اتار کر دو چادریں باندھ لینا۔ کبھی دوڑ لگا دینا۔ سب کیا ہے۔

ایہہ پرانیاں رساں یار دیاں

اسیں گل نال لا کے بیٹھے آں

مکہ جلال والا مدینہ جمال والا

مکہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی چاہے کوئی شاہ ہو یا گدا، وزیر ہو یا فقیر حکم ہوتا ہے اپنا لباس شلوار قمیص ہو یا پینٹ شرٹ اتار دو اور کفن کی طرح دو چادریں اوڑھ لو، بوٹ اتار و چپل پہن لو، خبردار خوشبو نہیں لگانی، تیل بھی نہ لگاؤ، چلو طواف کرو اور ہاں ملنگوں کی طرح ایک کندھا ننگا کر دو، چومو حجر اسود، چٹو ملتزم سے، رور و کر دعائیں کرو، طواف کے سات پھیرے مکمل کرو، اب صفا مروہ کے سات چکر لگاؤ تاکہ تمہارا پیٹ ہلکا ہو، اب ٹنڈ کراؤ اگرچہ جتنے فیشنی بال رکھے ہوئے ہوں، اللہ اکبر! پچاس لاکھ ٹنڈیں نظر آرہی ہیں، اب چلو عرفات، منی، مزدلفہ شیطان کو کنکر مارو نظر آئے یا نہ آئے، چاہے اس کو مارتے مارتے خود نیچے آ کر مر جاؤ، دھوپ میں کھلے آسمان تلے گڑ گڑا کر مانگو دعائیں، پانچ ریال کی روٹی، بیس ریال کی پانی کی بوتل، خبردار معمولی غلطی ہوئی تو دم دینا پڑے گا، نہ بال توڑو نہ جوں مارو، اپنی بیوی کے قریب بھی مت جانا۔ حالت دیکھنے والی ہوتی ہے امیر لوگ ہانپ رہے ہوتے ہیں زبانیں باہر نکل آتی ہیں، سانس پھولا ہوا ہے جیسے گاڑی کا کلچ ڈھیلا ہو جائے تو آواز نکل رہی ہوتی ہے، کرو قربانی چاہے کتنی مہنگی ہو، گوشت اٹھایا ہوا ہے کپڑے خون سے رنگے ہوئے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے کسی کو قتل کر کے آرہے ہیں آخر میں طواف زیارات

اور سعی چار گھنٹے میں مکمل ہوتی ہے یہ مکہ ہے جلال والا۔

اب چلو مدینے تمیں میل دور کھجوروں کے باغات آنے والے عاشقوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں، مسجد نبوی کے نورانی میناروں کو دیکھ کر دل سینوں سے نکلے جا رہے ہیں۔

مدینے سے بلاوا آ رہا ہے

میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے

وہ دیکھو حاجیو ہیر علی سے

نظر کعبے کا کعبہ آ رہا ہے

وہاں مکہ میں کیا تھا۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے

اور اب مدینہ میں۔

میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے

نہ چادریں، نہ سعی، نہ طواف، نہ کوئی پابندی تیل خوشبو لگانے کی، نہ کوئی دھکا ایسے لگتا ہے جیسے جنت میں چل رہے ہیں اور نور والے آقا اپنی نور والی آنکھوں سے، اپنے غلاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ رات عشاء کی نماز پڑھو جا کر سو جاؤ تھکے ہوئے ہو آرام کرو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مسجد نبوی عشاء کے بعد بند کر دی جاتی ہے اس لیے کہ آقا خود بند کرواتے ہیں کہ میرے غلام تھکے ہوتے ہیں اگر کھلی رہی تو میرے عشق میں ساری رات بیٹھے رہیں گے رات آرام کریں صبح تہجد کے وقت پھر آئیں گے، تو ہجر کے بعد وصال کی لذت نصیب ہوتی ہے۔

مدینہ نبی کا قریب آ رہا ہے بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے

پیارا بچہ دن بھر ماں سے جدا رہے جب رات کو ملے تو دونوں کی محبت دیدنی ہوتی ہے اور رات بھر آقا سے جدا رہ کر تہجد کے وقت جب امتی اپنے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس ملاقات کا لطف بھی عاشق ہی جانتے ہیں۔

مرنے کی تمنا ہے نہ جینے کی تمنا

بس ایک تمنا ہے مدینے کی تمنا

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

مدینہ کی جدائی

مسلم شریف ص ۴۴۳ پہ ہے ایک صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میں کثیر العیال ہوں اور مختلف مصائب و آلام کا ذکر کیا اور اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہیں اور چلا جاؤں فقال ابو سعید لا تفعل الزم المدينة ایسا ہر گز نہ کر مدینہ کو نہ چھوڑ پھر فرمایا ایک مرتبہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھے تو ہم نے کچھ اس طرح کی باتیں کیں تو حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے بہت سارے فضائل بیان فرمائے (جن کا ذکر پہلے ہو چکا) اور پھر فرمایا من صبر علی لا وانها کنت له شفیعاً او شہیداً یوم القیمۃ۔ جو مدینہ کی سختیوں کو برداشت کرے میں قیامت کو اس کی شفاعت کروں گا یا (اس کے ایمان کی) گواہی دوں گا۔ ایک مقام پہ فرمایا میرا دل چاہتا ہے مدینہ سے جتنی بھی دور چلا جاؤں لیکن رات مدینہ میں ہی آکر گزاروں۔

بدن سے جاں نکلتی ہے آہ سینے سے
تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تو کفار نے پکڑ لیا کہ ہم نہیں جانے دیں گے آخر اس پہ فیصلہ ہوا کہ میرا سارا سامان لے لو اور مجھے مدینہ جانے سے نہ روکو۔

ان کا درد کہاں تک پہنچا قلب و جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی میں کعبے کی جاں تک پہنچا

— حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ ہر سال مدینہ شریف حاضر ہوتے ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ گنبد خضریٰ کو دیکھ دیکھ کر رو رہا ہے پھٹے پرانے کپڑے ہیں، بھوکا پیاسا بھی لگتا ہے آپ نے اس کو کھانا کھلایا کپڑے پہنائے، پتہ چلا کہ بچہ یتیم ہے آپ نے اس کو فرمایا چل میرے ساتھ پاکستان میرے لاکھوں مریدین ہیں

تجھے بیٹا بنا کر رکھوں گا ہر چیز ملے گی بچے نے عرض کیا سب ٹھیک ہے مگر یہ تو بتائیں کہ وہاں اس گنبد حضریٰ کی زیارت بھی ہوگی آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں فرمایا اگر یہ وہاں ہوتا مجھے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں سال میں ایک بار آتا ہوں تجھے ساتھ لے آیا کروں گا بچے نے عرض کیا میرا تو ایک دن بھی اس کے بغیر گزارا نہیں سال کون انتظار کرے۔ بابا جی مجھے پاکستان کی بادشاہی سے مدینہ کی گدائی منظور ہے مگر گنبد حضریٰ کی جدائی منظور نہیں ہے کیوں کہ۔

مدینہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر
عرض کیا میں دنیا کی ساری نعمتوں کو گنبد حضریٰ کی ایک نظر پہ قربان کرتا ہوں۔
روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

ایک بندے کو حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ روضہ پاک پہ حاضری دے کر روتا ہوا واپس آ رہا ہے فرمایا لوگ روتے ہوئے جاتے ہیں اور خوشی خوشی آتے ہیں تو روتا ہوا کیوں واپس آ رہا ہے؟ عرض کیا حضور بات ہی ایسی ہے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے روضہ پاک کے قریب ایک بلی بیٹھی ہوئی دیکھی مجھے بہت پیاری لگی میں نے ارادہ کیا اس کو اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گا کیوں کہ وہ مسلسل روضہ پاک کو دیکھتی رہتی ہے۔ اس اثنا میں مجھے نیند آ گئی اور حضور کا دربار لگا ہوا دیکھا۔ وہی بلی اپنا مقدمہ لے کر آ گئی کہ حضور آپ کا فلاں امتی مجھے پاکستان لے کر جانا چاہتا ہے جب کہ میں تو مدینہ نہیں چھوڑوں گی اور حضور نے اس کو تسلی دی کہ نہیں تو ہمارے پاس ہی رہے گی۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ مدینہ کی بلیوں کو بھی مدینہ کی جدائی برداشت نہیں ہمارے پاکستان کے بلے مدینہ سے اس قدر کیوں بغض رکھتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے ہیں قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

بزرگانِ دین و ملت اور احترامِ مدینہ منورہ

تیری نظروں سے نظروں کا ملنا بھی ہے بے ادبی
تیری سرکار میں پلکیں اٹھانا بھی ہے بے ادبی
وہ ناداں ہیں جو اونچا بولتے ہیں تیری نگری میں
وہاں تو بے تکلف مسکراتا بھی ہے بے ادبی
فرشتے جن کی مٹی پر قدم رکھتے جھجکتے ہیں
میرے جیسوں کا ان گلیوں میں جانا بھی ہے بے ادبی
کنارے پر کھڑے رہنا علامتِ کم نگاہی کی
تیری موجوں میں لیکن ڈوب جانا بھی ہے بے ادبی
وہاں کی دھوپ میں ٹھنڈک ہے جنت کے مکانوں کی
وہاں کی دھوپ سے خود کو بچانا بھی ہے بے ادبی
وہاں جانے کی خواہش کا نہ ہونا ہے گستاخی
وہاں پہ جا کے انجم لوٹ آنا بھی ہے بے ادبی

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ ساری عمر یہ دعا کرتے رہے اللھم ارزقنا شہادۃ فی سبیلک و وفاء
فی بلد رسولک۔ اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا کر اور رسول اللہ کے شہر
میں مرنا نصیب کر۔ صحابہ حیران تھے کہ جہاد تو میدانوں میں ہوتے ہیں اور آپ شہادت کی موت
بھی مانگتے ہیں اور پھر مدینہ میں لیکن یہ راز اس وقت کھلا جب ان کی دعا قبول ہو گئی اور مسجد نبوی
میں مصلے رسول پہ ان کو ایک مجوسی نے شہید کر دیا۔

رحمتِ دامینہ اے لوکاں دیاں لکھ ٹھاراں ساڈی ٹھار مدینہ اے

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

آپ مدینہ شریف کی طرف جارہے ہیں اور مدینہ کی خاک کے ذروں کو چوم رہے ہیں
اور ساتھ فرما رہے ہیں مجھے ان ذروں سے محبوب کے قدموں کی خوشبو آرہی ہے۔

جہاں پر بھی پائے حضور ہے
وہیں عرش ہے وہیں طور ہے
جو تیری نظر میں نہ آ سکا
تو تیری نظر کا قصور ہے

اور۔

اے پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

امام مالک علیہ الرحمۃ

آپ نے ساری عمر مدینہ شریف میں گزاری بس ایک فرضی حج کے لئے مکہ گئے۔ دو
گھونٹ پانی پیتے معمولی خوراک کھاتے کہ پیشاب پاخانے کے لئے بھی کم از کم مدینہ سے باہر
جانا پڑے تا کہ مدینہ کے باہر موت نہ آجائے۔ مدینہ کی گلیوں میں جوتا اتار کر دیواروں کے ساتھ
ساتھ چلتے کہیں ایسی جگہ پاؤں نہ آجائے جہاں سرکار کے قدم لگے ہیں۔ دیواروں کو بو سے دیتے
کہ ان پر سرکار کی نگاہیں پڑی ہوں گی۔

جو زیرِ فلک گلشنِ گلزارِ ارم ہے
اس شہر کی میں آب و ہوا مانگ رہا ہوں
ہوتی ہے شب و روز جہاں نور کی بارش
وہ منظرِ نوری وہ فضا مانگ رہا ہوں

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

آپ پچاس سال تک مدینہ شریف میں مقیم رہے اور مدینہ سے باہر نہ نکلے صرف مدینہ کی موت کی خاطر۔ روزانہ محفل میلاد کراتے۔ پھر اللہ نے آرزو پوری فرمادی موت بھی مدینہ میں ملی اور قبر جنت البقیع میں نصیب ہوئی۔

ازل سے سوئے مدینہ جھکاؤ رکھتا ہوں

نبی و آل نبی سے لگاؤ رکھتا ہوں

حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ

آپ کا مرید مدینہ جانے لگا فرمایا سرکار کی بارگاہ میں عرض کرنا آپ کے در کا کتا ابو المعالی سلام عرض کرتا تھا۔ مرید جب روضہ پاک پہ حاضر ہوا تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کر سکا عرض کیا حضور میرے پیرو مرشد سلام عرض کرتے تھے روضہ پاک سے آواز آئی اسی طرح ہی کہو جیسے ہمارے غلام نے کہا تھا۔ معلوم ہوا سرکار کو ہر بات کا علم ہوتا ہے بلکہ بندہ گھر سے چلتا ہے تو مدینہ والے کی اس پہ نگاہ ہوتی ہے۔ تجلیات مدینہ میں ہے کہ جب کوئی گھر سے مدینہ کے لئے چلتا ہے تو حضور علیہ السلام اس کا انتظار فرماتے رہتے ہیں اور راستہ میں تکلیف آئے تو مدد بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی کا واقعہ لکھا ہے ایک آدمی مدینہ کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا راستے میں بھوک پیاس سے نڈھال ہو گیا اور گر پڑا کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے پیچھے سواری پہ بٹھایا مدینہ پہنچا کر واپس جانے لگا تو اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں رضوان جنت ہوں حضور کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا۔ میری یہی ڈیوٹی ہے کہ زائرین مدینہ کی خدمت کرتا ہوں۔

جس شہرے کے کانٹوں میں پھولوں کا قرینہ ہے

وہ شہر مدینہ ہے وہ شہر مدینہ ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پردانہ شمع رسالت عشت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے مذہب عشق میں جو مدینہ منورہ کا ادب و احترام ہے اس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب کی زیارت حرمین شریفین کے موقع پر شہر بریلی کو دہن کی طرح سجایا گیا

جب اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو ملنے لگے تو پہلا سوال ہی یہ کیا! کہ کیا حضور کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی؟ گویا آپ کے نزدیک حج ہو یا عمرہ بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام کی حاضری ہی سب کچھ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں (جب کسی نے حج سے واپسی پہ) عرض کیا کہ خوش نصیبی ہے حج کی سعادت نصیب ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ حج بعد میں پہلے در محبوب کی حاضری ہے نہیں بلکہ

۔ ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

بہر حال شہر بریلی کے حاجی صاحب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا، حضور! دربار رسالت میں صرف دو دن کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔ امام اہل سنت نے عقیدت سے حاجی صاحب کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا ”حاجی صاحب آپ تو بڑے فیروز بخت اور سعادت مند ہیں کہ دو روز تک گنبد خضریٰ کی زیارت کرتے رہے اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں سانس لیتے رہے، عشق کی لہریں سینے میں موجزن ہوں تو جو ابنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مبارک شہر کے مقدس و نورانی ماحول میں لی جانے والی چند سانسیں بھی صدیوں کی زندگی پر بھاری اور سرمایہ حیات ہوتی ہیں“ آپ کی سعادت کا ٹھکانا کہ دو روز تک حاضری نصیب رہی۔“

۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت اپنے بھائی کو حج و زیارت کے لیے الوداع کہنے جہانسی مقام تک آئے حالانکہ اب تک آپ کا اپنا پروگرام ساتھ جانے کا نہ تھا مگر الوداع کہتے وقت دل ایسا بے قرار ہوا کہ صبر و ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے فوراً واپس آئے والدہ صاحبہ سے اجازت لی اور پھر واپس جا کر اسی جہاز پر بھائی صاحب کے ساتھ حج و زیارت کو روانہ ہو گئے۔ شاید اسی موقع پر یہ شعر کہا ہوگا۔

۔ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے

تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

بجائ آقا کی بُپالی کو بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پہ فرمایا کہ دنیا بھر میں چور

حاکموں سے چھپتے پھرتے ہیں کہ پکڑے گئے تو سزا ملے گی اس بارگاہ کا قانون ہی نرالا ہے۔

۔ چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یہاں اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
اور پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم کا سہارا لے کر عرض کیا کہ آپ کی بارگاہ تو
میرے آقا! امن کا گہوارہ بے سہاروں کا سہارا ہے آپ تو ذمہ انسانیّت کے لیے ماویٰ و ملجا ہیں
آپ کی بارگاہ سے بھاگ کر کوئی کہاں پناہ تلاش کرے گا۔

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ نکلوں
کیا پرش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے
غالب نے تو کسی کے عشق میں یوں کہا تھا۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی میں آئے کیوں
مگر اعلیٰ حضرت نے مدینے کی گلیوں کے ذروں کے بو سے لے کر عرض کیا۔ یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
اور ایسا کیوں نہ کہتے کہ غالب کا محبوب بے وفا صرف اس کا ہی تھا اور اعلیٰ حضرت کا
محبوب وہ ہے جو خدا کا بھی محبوب ہے اور ساری خدائی کا بھی محبوب ہے اور جب بارگاہ رسالت
سے فیوض برکات کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں تو جھوم کر عرض کرتے ہیں میرے آقا!

لب واہ ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت ”اگر“ کی ہے
منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اسی درد و سوز بے خودی اور اضطرابی کے عالم میں جب کرم ہوا اور آقا علیہ السلام نے جب خواب میں اپنا جمال جہاں آراء دکھایا تو ادھر اس سیفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہچکیوں اور آہوں کی زبان میں وہ سب کچھ کہہ دیا کہ اس کے بعد کہنے کو باقی رہتا ہی کیا ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں دشت طیبہ کے خوار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
ہاں! ہاں! اس سے آگے ایک اور مرحلہ بھی آتا ہے اور باب مراد کھلتا ہے اہل سعادت
جس دیدار کی خواب میں دعائیں کرتے ہیں وہ جلوہ آپ کو بیداری میں نصیب ہو جاتا ہے۔ اس
صورتحال نے اس عاشق کے خرمین صبر میں تو آگ ہی لگادی آپ تصورات کی وادیوں میں گم
تھے کہ جذبات کی دنیا میں پہچان پیدا ہوا شوق اپنی آخری سرحدوں کو پہنچ گیا اور جلوہ یار سامنے
آ گیا اور ادھر آپ کو بھی وجد آ گیا اور جھوم کر کہا۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آگنی ہیں جوشِ رحمت پہ انکی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
ان کے ثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم ٹھلا دیئے ہیں

زیارتِ حرمین شریفین کے بعد جب کسی نے سوال کیا کہ دونوں بارگاہوں کی حاضری
میں کچھ فرق محسوس ہوا تو آپ نے تڑپ کر فرمایا۔

۔ واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا

یاں گنہ گاروں کو دامن پہ مچلتا دیکھا

کہ وہاں مکہ میں بڑے بڑے پرہیزگار بھی جلالِ خداوندی سے پانی پانی ہو رہے تھے اور یہاں مدینہ شریف میں بڑے بڑے پاپی سرکار کی رحمت پہ ناز کرتے ہوئے کھل رہے تھے اس لیے آپ مکہ والوں کو مدینہ آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۔ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو

آب زمزم تو پیا خوب بھجائی پیاسیں

آؤ جو رُشہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا

میری آنکھوں سے برے پیارے کا روضہ دیکھو

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

آپ نے اپنے ایک مرید و خلیفہ حضرت مرولوٰی علیہ الرحمۃ کو کفن کا کپڑا دیا کہ مدینہ کی کسی گلی میں بچھا دینا تاکہ کسی کتے کا اوپر سے گذر ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا چار گتے آ رہے ہیں انہوں نے ان کے راستے میں بچھا دیا، چاروں سونگھ کر واپس جانے لگے تو یہ ہاتھ جوڑ کے کہنے لگے۔ میرے پیر نے تو تاکید کی تھی، مدینے والی سرکار کا صدقہ کوئی ایک تو مہربانی کر دے چنانچہ ایک کتے نے قدم رکھ کے اٹھا لیا جب حضرت مرولوٰی واپس آئے کپڑا خواجہ کی بارگاہ میں پیش کیا اور واقعہ سنایا تو خواجہ صاحب روتے جاتے، آنکھوں سے لگاتے جاتے اور ساتھ فرماتے جاتے مدینہ کے کتے نے مجھ پر کرم کر دیا ہے۔

اولیاء اللہ اور سگانِ مدینہ

ہر دلی اللہ نے اپنے آپ کو مدینہ کا سگ کہلانے میں فخر محسوس کیا ہے چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا

ایہو رتبہ اے ہر کامل ولی دا

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نہایت تاسف کے ساتھ عرض کرتے ہیں

سہ سکت را کاش جامی نام بودے

کہ آمد برزبانٹ گاے گاے

یا رسول اللہ! کاش کہ آپ کی گلی کے کتے کا نام جامی ہوتا کہ اس کو بلاتے ہوئے اسی

بہانے کبھی میرا نام بھی آپ کی زبان پہ آجاتا۔

حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک زخمی کتے کو مدینہ کی

گلی میں دیکھا تو بے چین ہو کر اپنی دستار اتار دی، کتے کو کلاوے میں لے کر اپنی دستار سے خون

صاف کیا پٹی باندھی پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ”اے سگ طیبہ سرکار کی بارگاہ میں میری شکایت نہ

کرنا میں تیری اس کے علاوہ اور کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

سہ پارۂ دل بھی نہ نکلا تجھ سے تحفہ میں رضا

ان سگان کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے نسبت مجھ کو

میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا

ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و فغاں ہم کو

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ مدینہ شریف جا کر بیمار ہو گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے

اتنے میں ایک کتا دیکھا اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے لیکن صبر و سکون سے جا رہا ہے تو بزرگ نے

سوچا مدینہ کا کتا اتنی تکلیف پہ صبر کر رہا ہے اور میں معمولی درد پہ بے صبری کے ساتھ ہائے ہائے کر

رہا ہوں پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے

سہ تیری کی مجال کمبیاں اوئے

کریں ریس دینے دے کتیاں دی

اور اس موضوع کو حضرت بیدم وارثی کے اس شعر پہ ختم کرتے ہیں۔

سب طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

مدینہ شریف میں جہاں خاک کے ذرے آسمان کے ستاروں پہ فخر کرتے ہیں اس کا احترام ہر مسلمان تو کرتا ہی ہے ہزار ہا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ کبوتروں کی ڈارا رہی ہے جب گنبد خضریٰ پہ آتے ہیں تو دو ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں ایک ادھر سے گذر جاتی ہے دوسری ادھر سے۔ سوال یہ ہے کہ ان پرندوں کو ادب فطرت کے علاوہ کس نے سکھایا؟ ثابت ہوا بے ادب فطرت کا ہی باغی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم پر آج بھی گنبد بنا ہوا ہے اگر گنبد شرک ہوتا تو نجدی لوگ نہ وہ رہنے دیتے نہ یہ، حالانکہ ان کے فتوے موجود ہیں کہ گنبد بنانا شرک ہے لیکن اللہ نے جب مقام ابراہیم کی اس قدر حفاظت فرمائی ہے تو مقام مصطفیٰ کی حفاظت کیوں نہیں فرمائے گا جب کہ اس کا وعدہ ہے۔ واللہ یعصمک من الناس کہ اے محبوب! تیری حفاظت لوگوں سے اللہ ہی فرمائے گا۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے

دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں اسرائیل مدینے پہ قبضہ کر لے گا (خدا نخواستہ، خاکم بدہن) یہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو مقام مصطفیٰ کا محافظ سعودی حکومت کو ٹھہراتے ہیں حالانکہ نجدی علماء تو گنبد خضریٰ کو گرانے کا فتویٰ دے چکے ہیں، حکومت بھی انہی کی ہے پھر کیوں محفوظ ہے صرف اس لیے کہ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے وہاں انقلاب آتے رہے لات وعزئی و منات کی پرستش ہوتی رہی مگر مقام ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا اور یہاں تو صرف قدم کا نشان نہیں سراپائے مصطفیٰ آرام فرما ہیں۔

حدیث میں ہے سرکار نے فرمایا جب ہم مدینہ سے باہر جاتے ہیں تو اس کے ہر راستے پر اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں (طاعون اور وصال سے) جہاں یہ فرشتے دیگر فتنوں سے حفاظت کرتے ہیں وہاں ان سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے روضے کی بھی حفاظت کرواتا ہے کہ یہ پوری حکومت گنبد خضریٰ کے خلاف ہے اور اس

کے مولوی فتویٰ دے چکے ہیں میرے نبی کے روضے کو گرانے کا، خبردار! کوئی میلی آنکھ سے ادھر دیکھے بھی نہیں۔ ایک نجدی بادشاہ نے میلی آنکھ سے دیکھا ارادہ کیا گرانے کا کہیں سے کنکر آیا واقعی اللہ نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔

جب محمد کی بات ہوتی ہے وجد میں کائنات ہوتی ہے
لیلۃ القدر کو جو شرما دے وہ مدینے کی رات ہوتی ہے

گنبد خضریٰ

حضور نبی اکرم علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ آپ جتنے لوگوں میں کھڑے ہوتے درمیانہ قد ہونے کے باوجود اور کئی لوگ آپ سے قد کے لحاظ سے لمبے ہونے کے باوجود آپ سرکار ہی سب سے اونچے نظر آتے اور گنبد خضریٰ کی بھی اللہ نے کچھ ایسی ہی شان بنائی ہے کہ باوجود اس کے کہ اونچی اونچی بلڈنگیں بن گئی ہیں لیکن دور سے دیکھو تو سب سے پہلے گنبد خضریٰ ہی نظر آتا ہے ورفعلنا لک ذکرک اللہ نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا جس شے کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی اللہ نے اس کو بلندی عطا فرمائی ان کا ذکر بھی بلند، ان کا مدینہ بھی بلند، ان کا مہینہ بھی بلند، ان کا روضہ بھی بلند۔

عرش بریں سے اونچا ہے زینہ حضور کا
میرے لیے ہے جنت مدینہ حضور کا
گھر سے اللہ کے محبوب کا گھر دور نہیں
ہم نے کعبہ میں کھڑے ہو کے مدینہ دیکھا

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حیران ہو گیا جب میں نے پراٹھا چکوا کر مدینہ شہر میں ایک جگہ چار (کتے) سگان مدینہ کھڑے تھے ان کو ڈالا انہوں نے توجہ ہی نہ کی میں سوچ میں پڑ گیا کہ کتے تو گندگی بھی کھا جاتے ہیں یہ پھر پراٹھا ہے تو کسی نے مجھے بتایا یہ مدینے کے کتے ہیں انصاف پسند ہیں، چار ٹکڑے کراگر ان کو کھلانا چاہتا ہے۔ جیسے ہی میں نے چار ٹکڑے کیے چاروں نے ایک ایک لے لیا۔

یا رسول اللہ! تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام
والہانہ جو طواف روضہ اقدس کریں
مست و بے خود وجد میں آتی ہواؤں کو سلام
مسجد نبوی کی صبحوں اور شاموں کو سلام
یا نبی! تیرے غلاموں کے غلاموں کو سلام

اسمائے مدینہ

وفاء الوفاء اور خلاصۃ الوفاء میں شیخ نور الدین نے مدینہ منورہ کے ۱۹۵ اسمائے مبارکہ ذکر فرمائے ہیں اگرچہ انہوں نے بہت سارے ناموں پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے دلائل بھی دیے ہیں مثلاً والذین تبوء الدار والایمان آیہ قرآنیہ میں ابن زبالبہ عثمان بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن جعفر سے روایت فرماتے ہیں کہ الایمان سے مراد یہاں مدینہ منورہ ہے۔ اسی طرح مدینہ شریف کا نام البلد لا اقسام بهذا البلد میں موجود ہے واسطی نے حضرت عیاض سے روایت کیا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی اسماء بھی آیات قرآنیہ سے لیے گئے جب کہ دیگر بہت سارے اسماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کو دلائل کے ساتھ شیخ سمہودی علیہ الرحمۃ نے خلاصۃ الوفاء میں ذکر فرمایا تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں یہاں ہم صرف چند نام لکھنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

ارض اللہ۔ اُکالۃ البلدان (تمام شہروں پر غالب) اُکالۃ القری۔
الایمان۔ البلد۔ بیت الرسول۔ جزیرۃ العرب۔ الجُنة (حدیث میں ہے انا فی
جنة میں جنة (ڈھال) میں ہوں یعنی مدینہ میں) الحصینۃ۔ الحبیۃ۔ الحرم۔ حرم
رسول اللہ۔ حسنة الخیرۃ۔ الدار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ قبة الاسلام۔
سیدۃ البلدان۔ الشافیۃ۔ طابۃ۔ طیبہ۔ العاصمہ۔ العزراء۔ العراء۔
العروض۔ الغراء۔ غلبہ۔ القاصمہ۔ قرۃ الانتصار۔ قرۃ رسول اللہ۔
المبارکۃ۔ المومنہ قلب الایمان۔ مبین الحلال والحرام۔ المحبوبہ۔
المحفوظہ۔ المحفوظہ مدخل صدق۔ مدینۃ الرسول۔ المرحومہ۔

المرزوقہ - مضجع الرسول - مهاجر الرسول - المقرّ - المقدّسہ - الموفیہ -
ذات النخل - دار الفتح - المکنیہ - الناجیہ - المسکینہ - المطیبہ -
المختارہ - المحرمہ - وغیرہ وغیرہ۔

۔ پیام لائی ہے بارِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی اُٹھی ہے گھٹا مدینے سے
حساب کیا نکیرین ہو گئے بے خود
جب آئی قبر میں ٹھنڈی ہوا مدینے سے
فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرشِ خدا مدینے سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مدینہ شریف کے ساتھ کس قدر محبت تھی اس ضمن میں
چند ایمان افروز احادیث کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد اپنے
آقا کے محبوب شہر کی محبت کے جذبات ہمارے دلوں میں بھی پیدا ہوں کیوں کہ محبوب کا محبوب بھی
محبوب ہوا کرتا ہے۔

مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں

مدنی احادیث

۱۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ حضور علیہ السلام نے
فرمایا

المدينة خير من مكة۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۷)

مدینہ شریف مکہ شریف سے افضل ہے۔

۔ اس راہ کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تختِ شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۲- ان الایمان لیا رز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرها۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

(آپ کا فرمان ہے) ایمان مدینہ منورہ میں پناہ لے گا جیسے سانپ اپنی بیل میں پناہ لیتا ہے۔

۔ خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۳- من مات بالمدينة كنت له شفيعا يوم القيمة۔
(کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۵)

جو شخص مدینہ شریف میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔
۔ کبھی یہاں سے مدینہ کبھی وہاں سے یہاں
میرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے

۴- من اراد اهل هذه البلدة بسوء اذابه الله كما يذوب الملح في الماء۔ (صحاح ستہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

۔ صد غیرت فردوس مدینے کی زمیں ہے
باعث ہے یہی اس کا کہ تو اس کا کیس ہے
(قریزدانی)

۵- اذا قدم من سفر فنظر الی جدرانها ان كان علی دابة حرکها من حبها۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۳)

جب حضور علیہ السلام سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے در و دیوار دیکھتے ہی سواری کو تیز چلانا شروع کر دیتے۔

۔ واللہ اس پہ آتش دوزخ حرام ہے

اک بار جو بھی چوم لے روئے کی جالیاں

۶۔ اللہم اجعل بالمدينة ضعفی ما جعلت بمكة من البركة.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنا برکت عطا فرما۔ (بخاری و مسلم)

۔ جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی

منہ پھیر بیٹھیں ہم تیری دیوار کی طرف

۷۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل مكة قال اللهم لا

تجعل منا یا بمكة حتی تخرجنا۔ (رواہ احمد)

جب حضور علیہ السلام مکہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا فرماتے یا اللہ! ہمیں مکہ میں

موت نہ دینا (اس میں مکہ سے نعوذ باللہ! بے زاری کا اظہار مقصود نہیں بلکہ مدینہ کی موت کی تمنا مطلوب ہے)۔

۔ جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے

میں کیسا لگوں گا میرا گھر کیسا لگے گا

۸۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ جب مکہ میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان

کی مکہ میں موت پر اظہارِ افسوس فرمایا

یوئى له رسول الله ان مات بمكة۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۳)

۔ اک وار جہاں نے دیکھ لیا اے قائدِ گنبدِ خضریٰ نوں

اوہ زارِ جیوندے اے مرجاندے جس وقت جدائی ہوئی اے

(قائدِ شہقوری)

۹۔ اللہم بارک لنا فی مدینتنا اللہم اجمع مع البركة

برکتیں۔ (غلامتہ الوقاء ص ۳۱)

(آپ کی دعا ہے) اے اللہ! مدینہ کو برکت دے۔ اے اللہ ایک برکت کے

ساتھ دو برکتیں جمع کر دے۔

۔ جب نصیبوں سے قدم مصطفیٰ لگا ہوا

طیبہ کی ہر گلی میں ہے میلا لگا ہوا

۱۰۔ علی انقاب المدینة ملائكة تحرسونها لا يدخلها

الطاعون والدجال۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مدینہ کے راستوں پہ فرشتے مقرر ہیں اس شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے (فرشتے ان کو داخل نہ ہونے دیں گے)۔

۔ صدقِ دل سے بیان دیتا ہوں میں مدینے پہ جان دیتا ہوں

کوئی آجائے دل کی مسجد میں روز اٹھ کر اذان دیتا ہوں

۱۱۔ المدینة و مكة محفوظتان بالملائكة۔ (خلاصة الوفاء)

مدینہ اور مکہ کو فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۔ زہے یہ عزو وقار دیارِ رسول

خمیدہ سر یہاں دیکھی ہے خواجگی میں نے

۱۲۔ امرت بقربة تاكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة.

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے

جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

مدینہ شریف کو اب یثرب کہنا گناہ ہے کیوں کہ یثرب کا معنی ہے بیماریوں کا مرکز،

ایک جگہ میں نے یثرب میڈیکل سٹور لکھا ہوا دیکھا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہاں سے بیماریاں

لگانے والی دوائیں ملتی ہیں (استغفر اللہ) بعض نعتوں میں مدینہ کی بجائے یثرب کا لفظ استعمال

کیا جاتا ہے یہ ناجائز ہے جیسے۔ یثرب کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی۔ بلکہ یوں کہا

جائے۔ طیبہ کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی! شاہ مدینہ۔ جو غلطی سے ایک بار مدینہ کو

یہ شرب کہہ بیٹھے وہ کفارے کے طور پر کئی بار مدینہ مدینہ کہے جو قصد اکہے وہ توبہ کرے ۔

یاِ خدا ذکرِ نبی حبِ اہل بیت
ناصر نے دل میں پورا مدینہ بسا لیا
(ناصر زیدی)

۱۳۔ ان اللہ امرنی ان اسمی المدینة طابة۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)
اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینے کا نام طابہ (بھی) رکھوں۔ (فرمان نبوی)
رباعی۔

جب روزِ ازل حق نے پیدا کیا منظر کو
ڈالی گئی گردن میں زنجیر مدینے کی
جنت سے نہ کر واعظ تعبیر مدینے کی
جنت بھی ہے دھندلی سی تصویر مدینے کی
(حافظ مظہر الدین)

۱۴۔ والذی نفسی بیدہ ان فی غبارھا شفاء من کل داء۔
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ
میں میری جان ہے بے شک مدینہ شریف کے غبار میں ہر بیماری کی شفا ہے۔
(خلاصۃ الوفاء ص ۲۸)

میری خاک یا رب نہ برباد جائے
میں مرگ کر دے غبار مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاک مزار مدینہ

۱۵۔ غبار المدینة یطفی الجدام۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۲۸)
(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا) مدینے
کا غبار کوڑھ پن کو ختم کر دیتا ہے۔

۔ اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

۱۶۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول للمریض بسم
اللہ تربة ارضا بریقة بعضنا یشفی سقیمنا۔ (صحاح ۲)

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ) حضور علیہ السلام
مریض کو ان کلمات سے دعا دیتے "اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی سے، ہم میں
سے بعض کے لعاب سے ہمارا مریض تندرست ہوگا۔"

۔ ان کا درود کہاں تک پہنچا قلب، جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی میں کعبے کی جاں تک پہنچا
۱۷۔ من زار قبری و جبت له شفاعتی۔ (دارقطنی۔ بیہقی)

(حضرت تافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سرکار علیہ السلام نے
فرمایا) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہوگئی۔

۔ ہمیں کوچہ تمہارا مل گیا ہے غریبوں کو سہارا مل گیا ہے
تو لے جا چاند اپنی چاندنی کو ہمیں رہبر ہمارا مل گیا ہے

۱۸۔ من جاءنی زائر الا تعمده حاجة الا زیارتی کان حقا علی
ان اکون له شفیعاً یوم القیمة۔ (دارقطنی۔ راحت القلوب)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جو
صرف میری زیارت کے لئے میرے پاس آیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کی
شفاعت کروں۔

۔ جس کو میرے حضور نے دیکھا بنا دیا
جو بے زبان تھا اسے گویا بنا دیا

جس جا قیام فرما ہوا آمنہ کا لعل
اس سر زمیں کو کعبے کا کعبہ بنا دیا
زلفیں بکھیر دیں تو شب قدر بن گئی
سلجھا کے روزِ عید مچلی بنا دیا

۱۹- من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی
حیاتی۔ (طبرانی)

(حضرت مجاہد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

۔ پائے رسول پر ہو میرا سر جھکا ہوا
ایسے میں آ اجل تو کہاں جا کے مر گئی

۲۰- من حج فزارنی فی مسجدی بعد وفاتی کان کمن زارنی
فی حیاتی۔ (خلاصۃ الوقایہ ص ۶۰)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری مسجد کی زیارت کر لی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (فرمان نبوی)

۔ مدینے کو سب کچھ دیے جا رہا ہوں
بہارِ مدینہ لیے جا رہا ہوں
مدینے کی باتیں مدینے کے چرچے
یہی کام ہر دم کیے جا رہا ہوں
میں اس سے کشی کے ہوں پر تصدق
پلاتے ہیں جتنا پئے جا رہا ہوں

۲۱- من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ (راحت القلوب ص ۲۰۶)

(حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا) جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا (استغفر اللہ)۔

۔ میرے لیے ہر گلشنِ رنگیں سے بھٹی ہے
کانٹے کی ایک نوک جو طیبہ میں پکی ہے
جو تیری گلی ہے وہ دراصل ہے جنت
دراصل جو جنت ہے وہی تیری گلی ہے

۲۲- من زارنی متعمدا کان جوارى يوم القيمة. (خلاصۃ الوفاء ص ۶۱)

جو قصدِ آمیری زیارت کو آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔ (فرمانِ نبوی)

۔ وایل ان کے گیسوئے خم دار کی قسم
کھائی ہے حق نے خاک دیار کی قسم

۲۳- من زارنی بعد موتی فکانما زارنی و انا حی.

(سعید مقبری فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً سنا کہ سرکار نے فرمایا) جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ (خلاصۃ الوفاء)

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لا فرق بین موتہ و حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور علیہ السلام کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

صد شکر اتنا ظرفِ میری چشم تر میں ہے
دیکھے بغیر سارا مدینہ نظر میں ہے
اس در پہ دعاؤں کی ضرورت نہیں ہوتی
تھوڑا سا سلیقہ اگر چشم تر میں ہے

۲۴- ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزونی فلیس له عذر.

(سمعان بن مہدی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے

فرمایا) جس نے وسعت و طاقت کے باوجود میری بارگاہ کی حاضری نہ دی اس کی

معافی نہ ہوگی۔ (خلاصہ ص ۶۲)

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا اگر کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے
ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ بھی ہے انہی کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہی کے نور سے پتلی حجر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں بجلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے سیاہ پوش ہجر وہ
چمکی دو پٹیوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

۲۵۔ من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ

حجتان مبرورتان۔ (خلاصہ الوقاص ۶۴)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرکار نے فرمایا) جس نے حج کیا پھر مجھے

ملنے میری مسجد میں ارادۂ آیاتو اس کے لیے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔

ثابت ہوا ارادۂ سرکار کی بارگاہ میں حاضری مقبول و محبوب ہے۔ عبدی مالکی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں المشی الی المدینۃ لزیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفضل من

الکعبۃ (خلاصہ الوقاص ۴۴) کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کے لئے مدینہ شریف

حاضر ہونا زیارت کعبہ سے افضل ہے۔ اس لیے حضرت عمریہ دعا فرماتے اللہم ارزقنی

شہادۃ فی سبیلک واجعل موسیٰ فی بلد حبیبک (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۳)

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سرمہ بنائیں ہم
دلِ درد سے نکل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ پڑا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

(مولانا حسن رضا)

صدقے اس انعام کے

بڑے سے بڑا شہر ہو اس کی گلیوں بازاروں میں پھرتے رہنا عیب شمار کیا جاتا ہے کہ بلا مقصد پھرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ لیکن مکہ اور مدینہ وہ بابرکت شہر ہیں کہ ان شہروں کی گلیوں میں پھرتے رہو تو بھی ثواب ہے کہ پھرنے والا اپنے آقا کی سنت ادا کر رہا ہے۔

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

پھر مدینہ اور مکہ کی عظمت و شان تو ظاہر بات ہے، مکہ کی کعبہ کی وجہ سے اور مدینہ کی مدنی آقا کی وجہ سے، اور حدیث شریف کی روشنی میں ایک مومن کی عظمت و شان کعبہ سے زیادہ ہے چنانچہ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالكعبة و
یقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک و اعظم
حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمة المومن اعظم
عند اللہ حرمة منک مالہ ودمہ وان نظن بہ الا خیرا۔

(ابن ماجہ ص ۲۹۰)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی

(کعبہ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں اے کعبہ!) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری ہوا بھی پاکیزہ ہے تو کتنا عظیم ہے اور تیری بہت عزت ہے لیکن مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کے نزدیک مومن بندے کی عزت تجھ سے زیادہ ہے اس کے مال کی اس کے خون کی اور ہم اس کے بارے اچھا ہی گمان رکھتے ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ مکہ شہر کو جس کعبہ کی وجہ سے عظمت حاصل ہوئی اس کعبہ سے تو سرکار کے ایک امتی کی شان زیادہ ہے، کہاں امتی اور کہاں امام الانبیاء۔

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است
آں خنک شہرے کہ دروے دلبر است

قربان اس اکرام کے

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

البقعة التي ضمنه صلى الله عليه وسلم فانها افضل البقاع
الارضية والسموية قبل و به اقول انها افضل العرش.

(زیر آیت انا انزلنه فی لیلۃ مبارکۃ - الدخان)

وہ زمین جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں وہ زمین و آسمان سے افضل ہے یہاں تک کہ کہا گیا اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔

لہذا! ہم حجر اسود کو اس لیے چومتے ہیں کہ اس کو حضور کے لب لگے اور روضہ کی جالی کو اس لیے چومتے ہیں کہ یہاں رسول کے لب لگے۔ حجر اسود بھی پتھر، جس کو کنکر مارے جاتے ہیں وہ بھی پتھر، مگر اس کو چوما جاتا ہے، اس کو مارا جاتا ہے، جس کو چوما جاتا ہے وہ چومے جانے کے قابل، جس کو مارا جاتا ہے وہ مارے جانے کے قابل، ہم پتھر اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے آیا ہے اور در رسول کو اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے بھی افضل ہے۔ ہم جنتی حجر کو بھی چومتے ہیں، جنتی بشر کو بھی چومتے ہیں۔ رسول اللہ نے جنتی حجر کو بھی چوما، جنتی بشر (حسن و حسین) کو بھی چوما۔ بلکہ حجر کو اگر ایک بار چوما ہے تو بشر کو سو بار چوما ہے۔ اور اس لیے چومتے ہیں کہ توحید

محفوظ ہو جائے کیوں کہ جو چوما جائے گا وہ خدا نہیں ہو سکتا، جو خدا ہے وہ چوما نہیں جاتا لہذا جنتی حجر ملے تو اس کو بھی چومو اور جنتی بشر ملے تو اس کو بھی چومو۔ اگر حجر نہ چوما جاسکے تو چھڑی سے اشارہ کر کے چھڑی کو چوم لو کہ اشارے سے کچھ نہ کچھ تو تعلق ہو گیا لہذا چھڑی کو چومنا بھی ثواب تو جالیوں کو چودہ سو سال کا تعلق ہے پھر ان کو چومنا ثواب کیوں نہیں؟ کالا کالا حجر چومتے ہو اور سنہری سنہری جالی چومنا شرک کہتے ہو حالانکہ

۔ آپ کے روضے کی جالی عرشِ اعظم سے عالی

اس پہ جائے جو سوالی، وہ نہ آئے ہاتھ خالی

اگر کوئی قبر کو چومنے سے قبر کا پجاری بن جاتا ہے تو تم پتہ نہیں محبت و پیار کے پردے میں کس کس کے پجاری بن جاتے ہو کبھی بچے کے پجاری کبھی بیوی کے پجاری۔ معلوم ہوا محبت کا تعلق ہو تو چوما جاتا ہے۔ ایک پتھر کو سرکار نے کعبہ کے اندر لگا کر چوم لیا دوسرے کو کعبہ کے اندر سے نکال کر پھینک دیا حالانکہ دونوں پتھر ہیں لیکن نسبت میں فرق ہے اور

۔ محمد کی نسبت بڑی چیز ہے خدادے یہ نعمت بڑی چیز ہے

والدین کے قدموں کو کیوں چوما جاتا ہے کہ ان کا ہم پہ احسان ہے انہوں نے ہمیں جنا۔ پالا۔ تربیت کی۔ اور ہم کبھی سبز گنبد کی جالی کو بوسہ دیتے ہیں کبھی صدیق کے قدموں کو چومتے ہیں کبھی حسین و حسن کے مزار کو چومتے ہیں کبھی داتا کی چوکھٹ کو چومتے ہیں کہ والدین کا ہم پر احسان ہے تو ان پر اللہ کا احسان ہے انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین۔ (اقتباس از خطاب ہاشمی میاں۔ اعثیا)۔

جیسے بھری دوپہر کو سائباں ملے

ان پر سلام نام سے جن کے اماں ملے

دیکھا نظر اٹھا کے اگر اہل عشق نے

طیبہ کے راستے میں دونوں جہاں ملے

اس لیے۔

دنیا کو دیکھنے کا مجھے شوق تھا نہ ہے
بس اک جھلک حضور کا روضہ دکھائی دے
اور آخر میں۔

مَدَنیاں دی آرزو اے سن لے دُعا الہی
اوہ دیس تاں دکھا دے جتھے وسدا تیرا ماہی
اہل عشق فرماتے ہیں روضہ پاک سے جوئے ہوئے مینار پر چار کنڈے چاروں سمتوں
سے لوگوں کو بلارہے ہیں لیٹا ہے تو ادھر آؤ اور اوپر والے کنڈے کا رخ آسمان کی طرف ہے وہ
فرشتوں کو بلارہا ہے تم بھی آؤ تمہیں بھی ملے گا۔ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان دکھایا۔



(۱۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَقْتُلُكَ أَنْ شَاءَ اللَّهُ

میں تجھے قتل کروں گا اگر اللہ نے چاہا

(شفا شریف ص ۱۱۷)

احد کی لڑائی میں جب حضور علیہ السلام کو امیہ بن خلف (جس کا بھائی ابی حضرت بلال کے ہاتھوں غزوہ بدر میں واصل جہنم ہوا اور امیہ قیدی بنا، فدیہ ادا کرنے کے بعد اس کو حضور علیہ السلام نے رہا کر دیا اس احسان کا بدلہ اس نے اس طرح دیا) نے دیکھا تو یہ کہتا ہوا پھر رہا تھا۔
این محمد لا نجوت ان نجاً ”کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں اگر وہ آج بچ کر نکل گئے تو سمجھو کہ میں مارا گیا“ اور کہنے لگا میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں اسے ہر روز ایک ٹوکرا اپنے کھلاتا رہوں گا اور اس پر سوار ہو کر اسے (حضور علیہ السلام کو) قتل کروں گا۔ تو اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ”تو نہیں بلکہ میں تجھے ان شاء اللہ قتل کروں گا۔ چنانچہ احد کے دن جب اس نے سرکار کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی طرف بڑھا مسلمانوں نے اسے روکنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هكذا اى خلوا طريقه۔ اسے آنے دو۔

اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آرہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے حارث بن قیس سے نیزہ لیا اور بڑے جوش سے میدان میں نکلے۔ کہ صحابہ کرام بھی اس کی تاب نہ لاسکے پھر حضور علیہ السلام نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان نگاہ رہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے اڑھکنے لگا۔ جس طرح تل ڈکارتا ہے اس طرح اس نے ڈکارتا شروع کر دیا۔ اس

ضرب ہے بظاہر اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی۔ لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا، چلاتا ہوا واپس بھاگا، قوم کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا قتلنی واللہ محمد۔ ”بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا“ جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے؟ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کو آتی (اگر چہ آنکھ میں لگتی) تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی (ان نادانوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے) وہ کہنے لگا۔ لات دعزی کی قسم جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو دونوں قبیلے پورے پورے ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر یہی اسی چوٹ کے اثر سے داصل جہنم ہو گیا۔ (دلائل النبوة بیہقی ج ۳ ص ۳۵۸)

شفا میں الفاظ اس طرح ہیں کہ اس نے لوگوں کو کہا۔

لو کان ما بی بجمع الناس لقتلهم البس قد قال لی انا
اقتلک واللہ لو بصق علی لقتلنی۔ (ج ۱ ص ۱۱۸)

جو تکلیف مجھے ہو رہی ہے اگر تمام انسانوں کو ہوتی تو وہ بھی مر جاتے، تمہیں معلوم نہیں کہ اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بد بخت اور جہنمی ہوتا ہے وہ شخص جو کسی نبی کو قتل کر دے یا کوئی نبی اس کو قتل کر دے۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں صرف یہی ایک بد نصیب قتل ہوا۔



(۹۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِحُدُودِ اللَّهِ وَاتَّقَاكُمْ

میں تم سب سے زیادہ حدود اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے
 ڈرنے والا ہوں

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار سے روایت
 فرمایا اور اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے
 لیا اور پھر اس کو کہا کہ جا حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھ کر آ کہ کیا روزے کی حالت میں ایسا کرنا
 جائز ہے؟ جب وہ عورت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اس مسئلہ کے متعلق عرض کیا تو سرکار
 نے ارشاد فرمایا انسی افعل ذلک "کہ میں خود ایسا کر لیتا ہوں" یعنی جواز میں فتویٰ ارشاد
 فرمایا۔

اس عورت نے آکر اپنے خاوند کو بتایا تو اس کا خاوند کہنے لگا۔

یوخص الله لنبيه فيما يشاء.

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس معاملہ میں رخصت دی ہوگی۔ (یعنی ہو سکتا ہے
 حضور کے لئے جائز ہو ہمارے لئے ناجائز ہو)۔

وہ عورت پھر آپ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے تاثرات کا ذکر کیا تو
 آپ نے ارشاد فرمایا انا اعلمکم بحدود اللہ و اتقاکم۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ
 کی حدود کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں ائمہ فقہ میں اس
 مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض نے مطلقاً روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ جائز فرمایا اور بعض
 نے صرف اس شخص کے لئے جو اپنے اوپر کنٹرول کر سکتا ہے جائز قرار دیا دوسرے کے لئے مکروہ

فرمایا اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں اما واللہ انی لا تقاکم للہ و اخشاکم للہ۔ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کے (منہیات سے) بچنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں (فتح الباری) جب کہ الجامع الکبیر میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں انسا اخشاکم للہ و احفظکم لحدودہ۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

حقیقت یہی ہے کہ جتنا کسی کے پاس علم ہوگا اسی قدر ہی اللہ کا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہوگا اور حضور علیہ السلام اس کائنات میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں لہذا آپ سب سے زیادہ متقی بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے بھی ہوئے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا علماء کو ہی قرار دیا گیا ہے اور مرتبہ اور مقام بھی علم ہی کی وجہ سے ملتا ہے ارشاد ربانی ہے والذین اوتوا العلم درجات۔ اہل علم کو بلند درجات عطا کیے گئے۔ مناسب ہوگا اس حدیث کے ضمن میں علم نبوت کی وسعتوں کا کچھ تذکرہ ہو جائے اور اس کے بعد اہل علم کی فضیلت کا بیان ہوگا ان شاء اللہ و ما توفیقی الا باللہ۔

علم نبوت کی وسعتیں

پوری کائنات کا علم اکٹھا کیا جائے، خواہ اس کا تعلق کسی شعبہ کے ساتھ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قلیل ہے وما اوتینم من العلم الا قلیلا۔ اور اپنے حبیب کے علم کے بارے میں فرمایا۔

وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما۔

جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اللہ نے آپ کو سکھا دیا اور (یہ) آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ (النساء)

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کے علم کے سامنے ایسے ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم مل کر حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہو اور حضور علیہ السلام کا سارا

علم خدا کے علم کے سامنے ایسے بھی نہیں جیسے سمندر کے سامنے قطرے کا کروڑواں حصہ ہو۔ کیوں کہ اللہ کا علم پھر بھی غیر محدود ہے اور حضور علیہ السلام کا علم جتنا بھی ہے بہر حال محدود ہے۔ اللہ کا علم قدیم۔ غیر حادث۔ ذاتی ہے اور حضور علیہ السلام کا علم حادث۔ اور عطائی ہے۔ لہذا جب سرکار علیہ السلام کے علم غیب کلی کی بات ہوتی ہے تو اس میں شرک کا تصور اس لیے نہیں ہے کہ مخلوق کے لحاظ سے کلی ہے نہ یہ کہ اللہ کے برابر ہو گیا ہے۔

چند احادیث علم مصطفوی کے متعلق

نمبر ۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور سمجھے کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے حضور علیہ السلام عیادت کے لئے تشریف لائے تو حضرت سعد وراثت کے مسائل پوچھنے لگے آپ نے فرمایا اے سعد! تو ابھی نہیں مرے گا حتیٰ یتفع بک اقوام و یضربک آخرون۔ جب تک کئی قومیں تم سے نفع اور کئی قومیں تم سے نقصان نہ اٹھا لیں۔ (ابھی تک اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں دے سکتا کا عقیدہ رکھنے والے پیدا نہیں ہوئے تھے ورنہ جھٹ سے اعتراض کر دیتے) (بخاری ج ۱ ص ۱۷۳) چنانچہ آپ ہی فاتح ایران اور قاتل رستم ہوئے اس طرح ایران کو نقصان اور مسلمانوں کو نفع ہوا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی زندگی و موت کا بھی بتا دیا اور آئندہ زمانے میں کئی سال بعد ہونے والے واقعات کی خبر بھی دے دی۔

سب توں پہلے حضور دا نور بنیا
لفظ کن سی جدوں فرمایا ضیا
ادھوں آکھنے نہیں آہ غائب تاہیں
جہدے سامنے سب کجھ بنایا گیا

نمبر ۲۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر میں تھے کہ ان کا بچہ بیمار ہوا پھر فوت ہو گیا واپس تشریف لائے بیوی سے پوچھا بچہ کیسا ہے (نظر نہیں آ رہا) اس نے بات چھپائی کہ ابھی سفر سے آئے ہیں یہ خبر سن کر اور پریشان ہو جائیں گے عرض کیا قد ھدا نفسہ وارجوا ان یكون قد استراح۔ تو یہ کلام کیا کہ ابھی سکھ کا سانس لیا ہے امید ہے راحت میں ہوگا (وہ سمجھے کہ سویا ہوا ہے جب کہ ان کی مراد تھی کہ فوت ہو گیا ہے) ابو طلحہ رات

سو گئے (اور اسی رات حقوق زوجیت ادا کیے) صبح غسل فرما کر حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے چلے تو بیوی نے بچے کی وفات کے بارے بتا دیا (اتنی بڑی صدمہ کی خبر بھی ان کو نماز باجماعت سے نہ روک سکی) حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور بچے کی وفات کی خبر دی۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعل الله ان يبارك في ليلتهما.

آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں (جو حقوق زوجیت ادا کیے ہیں) برکت دے گا۔

فقال رجل من الانصار فرايت تسعة اولاد كلهم قد مرء القرآن۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۳-۱۷۴)

انصار کے ایک شخص (عبایہ بن رفاعہ) فرماتے ہیں میں نے (اس دعا کی برکت سے) ابو طلحہ کے نو بچے دیکھے اور نو کے نو ہی قرآن کے قاری۔

نمبر ۳۔ عن ابی ہریرہ قال: جاء ذئب الی راعی الغنم فاخذ شاة، فطلبه الراعی حتی انتزعها منه، قال: فصعد الذئب علی تل فاقعی واستدفرفقال عمدت الی رزق رزقینہ اللہ عزوجل انتزعنہ منی، قال الرجل: تالله ان رایت کالیوم ذئبا یتکلم قال الذئب: اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرثین ینخبرکم بما مضی و ما هو کائن بعدکم، قال فكان الرجل یهودیا، فجاء الی النبی ﷺ فاخبره فصدقة النبی ﷺ۔ (مسند امام احمد ۸۰۴۰)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری لے گیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری چھڑالی۔ تو بھیڑیا ایک نینے پر تپہ ہر کھینٹ لگا۔

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے اور میں نے لیا اور تو نے مجھ سے چھڑا لیا، وہ راہی بولا کہ آج تک میں نے بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا جیسے آج دیکھا ہے تو بھیڑیا کہنے لگا کہ اس سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ایک آدمی مدینہ شریف میں تمہیں خبر دیتا ہے جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے اور تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں:

وہ شخص یہودی تھا۔ اس نے آکر رسول کریم ﷺ کو خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔

اس حدیث کو امام احمد اور ابو نعیم نے سند صحیح روایت کیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۶۳)

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوانات بھی رسول کریم ﷺ کو عالم ما کان وما یكون جانتے تھے لیکن آج کل کے انسان کو اس کے ماننے میں تاثر ہے۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ مدینے کے بھیڑیے بھی سرکار کا علم مانتے ہیں اور پاکستان کے ذیاب فی ثیاب انکار کرتے ہیں۔

۔ یہی وہ علم ہے علم لدنی جس کو کہتے ہیں

یہی وہ غیب ہے علم غیب سنی جس کو کہتے ہیں

نمبر ۴۔ غزوہ موتہ ملک شام میں لڑائی ہو رہی ہے اور ادھر حضور علیہ السلام مدینہ میں مسجد نبوی شریف کے منبر شریف پر جلوہ گر ہو کر ملک شام میں ہونے والی لڑائی کا اپنے صحابہ کرام کے سامنے آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے ہیں۔

اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها
عبد الله بن رواحة فاصيب و ان عيني رسول الله صلى الله
عليه وسلم لتذرفان.

اب جھنڈا زید نے پکڑ لیا ہے پس وہ شہید ہو گئے پھر جعفر (بن ابی طالب) نے لے لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا وہ بھی شہید ہو گئے (اور اپنے وفادار و جانثار غلاموں کی شہادت پر) حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فرمایا ثم اخذها خالد بن ولید بغیر امره فتح له۔ (مساح ۲)

اب خالد بن ولید نے خود ہی جھنڈا پکڑ لیا ہے اور اللہ نے فتح دیدی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں اگر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا علم تھا تو وہ روتے کیوں تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھ رہے ہیں، بتا رہے ہیں اس سے بڑھ کر کیا علم ہوگا، مگر رو بھی رہے ہیں۔ لہذا جہد الی میں رونا عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے یہ تو کبھی کبھی ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام معجزے کے طور پر اظہار فرماتے تھے حالانکہ اللہ فرماتا ہے لنن شکرتکم لا زیدنکم۔ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا تو حضور علیہ السلام کا سب سے زیادہ شکر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ آپ کو سب سے زیادہ علم دینے والا ادھر شکر کی انتہا ہو گئی ادھر علم نبوت مکمل ہو گیا اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ادھر قرآن مکمل ہوا ادھر حضور کا علم مکمل ہو گیا اس کے بعد کوئی بتائے کہ فلاں بات کا علم نہ تھا۔ اور اس علم کی تکمیل کا نظارہ کرنا ہو تو دیکھو قیامت تک جو بھی مرے گا حضور اس کی قبر میں تشریف لائیں گے کوئی مشرق میں مرے یا مغرب میں ہر ایک کی موت کو بھی جانتے ہیں اور قبر کا بھی علم ہے تبھی تشریف لاتے ہیں اور بروز قیامت اللہ فرمائے گا اے محبوب! (میرے دیے ہوئے علم سے) جس کے دل میں رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم اور اس سے بھی کم ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے ایمان دل میں ہے اور دل سینے میں تو اگر اس غیب الغیب کو جانتے نہیں تو دوزخ سے نکال کیسے لائیں گے۔ مولائے روم تو اولیاء کرام کے بارے فرماتے ہیں۔

بندگان خاص علام الغیوب در میان شاں جواسیس القلوب

روح محفوظ است پیش اولیاء ۱۰ آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

اگر جسم کا طبیب جسم کی ہر خوبی و کمال کو جانتا ہے تو روح کے طبیبوں سے کوئی بات کیسے

تھپ سکتی ہے۔

نمبر ۵۔ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا حضور ہم میں

سے کون آپ کی بارگاہ میں سب سے پہلے (فوت ہونے کے بعد) حاضر ہوگی فرمایا

اطول لکن یداً جو تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے (اس سے حضور علیہ السلام کی

مراد سخاوت تھی جب کہ وہ سمجھیں کہ حقیقتاً جس کے لمبے ہاتھ ہیں وہ سب سے پہلے

فوت ہوگی) چنانچہ انہوں نے کوئی چھڑی وغیرہ لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپا تو حضرت
سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ لے نکلے جب کہ حضور علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے
وصال ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہوا وہ چونکہ زیادہ سخاوت کرتی تھیں
اس لیے ہم سمجھ گئیں کہ اس سے مراد سخاوت تھی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹۱) اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو نہ صرف اپنی
وفات کا علم ہے بلکہ ہم میں سے ہر ایک کی موت کے بارے آپ جانتے ہیں ورنہ وہ
یہ سوال ہی نہ کرتیں اور اگر کر ہی لیا تھا تو آپ منع فرما دیتے کہ مجھے تو اپنی موت کا پتہ
نہیں تمہاری موت کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ ما تدری نفس ما ذا تکسب
غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت (لعمریہ) کوئی نہیں جانتا کل کیا
کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کون کہاں مرے گا۔ جب کہ میدان بدر میں معرکہ سے
ایک دن پہلے ہی چھڑی کے ساتھ نشان لگا کر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بتا دیا کہ
کل فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں یہاں مرے گا چنانچہ صحابہ فرماتے ہیں جس کے
بارے حضور علیہ السلام نے جہاں نشان لگایا وہ ہیں مرانہ اس سے آگے نہ پیچھے۔

نمبر ۶۔ ایک مرتبہ غزوہ تبوک کے سفر میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو پہلے ہی بتا دیا

انہا مستهب اللیلۃ ریح شدید ولا یقوم من احد و من کان معہ
بعیر فالیعقلہ فعقلنا ہا و ہت ریح شدید فقام رجل فالفقہ
بجبل طی۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۰)

کہ آج رات شدید آندھی آئے گی لہذا کوئی بھی نہ اٹھے اور جس کے پاس اونٹ
ہے وہ اس کو باندھ لے چنانچہ رات ہوئی تو شدید آندھی آئی ایک بندہ اٹھا تو آندھی
نے اس کو طی کے پہاڑوں میں اٹھا کر پھینک دیا۔

ایک دوسرے سفر (غزوہ خیبر سے واپسی) میں حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو
فرمایا ہم نے یہ آپ جانتے رہنا اور نماز کے وقت ہمیں اٹھا دینا۔

فصلی بلال فقدر اہ و نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و اصحابہ

حضرت بلال کی قسمت میں جتنی عبادت لکھی تھی وہ کرتے رہے اور حضور علیہ السلام بمع صحابہ کرام کے آرام فرما ہو گئے۔

فجر کا وقت قریب آیا تو حضرت بلال بھی کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر شدت نوم کی وجہ سے سو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے حضور بیدار ہوئے اور نماز کے قضا ہونے پر گھبرائے ہوئے تھے (اس واقعہ میں بھی اللہ نے سنت کو قائم کرنا تھا وگرنہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا میرا دل نہیں سوتا صرف آنکھیں سوتی ہیں جب کہ دل اللہ کے انوار میں مستغرق تھا اور امت کو مسئلہ سمجھانا تھا کہ اگر اس طرح غلبہ نوم میں نماز قضا ہو جائے اور اچانک جاگ آجائے تو فوراً پڑھ لو گناہ نہیں ہوگا) فرمایا ارے بلال یہ تو نے کیا کیا؟ عرض کیا اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسک جس نے آپ کو سلا یا اس نے مجھے بھی سلا دیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے تھوڑا آگے جا کر اذان دلوائی اور باجماعت نماز ادا کی۔ (مشکوٰۃ ص ۶۷) ایک دوسری روایت جو مشکوٰۃ شریف کے اسی صفحہ پر ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نماز کے بعد آپ سرکار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (میں تجھے بتاؤں بلال کے ساتھ کیا ہوا) بلال نماز پڑھ رہا تھا شیطان آیا اور جیسے بچے کو تھپکی دے کر سلا یا جاتا ہے اس طرح شیطان نے تھپکی دے کر بلال کو سلا دیا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو بلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا تو انہوں نے ویسے ہی عرض کیا جیسے حضور علیہ السلام نے ابوبکر کو بتایا تھا فقال ابو بکر اشهد انک رسول اللہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نعرہ بلند کیا اے اللہ کے محبوب! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ کیسا امتی ہے جو خود تو علامہ پہلوا تا ہے اور اللہ کے محبوب کے علم کی بات آئے تو کہے

دیوار پیچھے کا علم نہیں۔

ذکرِ رو کے فضل کا نئے نقص کا جو یاں رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جب کہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ انسان ہو کر دوسرے علاقے یا دوسرے ملک کے انسان کی زبان نہ سمجھ سکیں اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانور اپنی فریادیں لے کر حاضر ہوتے اور آپ ان کی درت گیری فرماتے۔ سینکڑوں واقعات کتب سیرت میں موجود ہیں جس کو شوق ہو

الشفافاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کر لے۔ یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک اونٹ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی زبان میں کچھ عرض کیا سرکار نے فرمایا انہ شکى كثرة العمل وقلة العلف کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے چارہ کم ڈالتا ہے ایک روایت میں ہے

انہ شکى الى انکم اردتم ذبحه بعد ان استعملتموه فى

شاق العمل من صغره۔ (الشفا ج ۱ ص ۳۱۲)

کہ یہ شکوہ کر رہا ہے تم نے اس کو ذبح کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے حالانکہ اس سے پہلے تم اس سے بہت کام لیتے رہے۔

اسی طرح ایک باغ میں کوئی داخل ہوتا تو ایک اونٹ اس پر حملہ آور ہو جاتا جب حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو اونٹ آپ کے قدموں میں گر گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔

ما بين السماء والارض الا يعلم انى رسول الله الا عاصى

الجن والانس۔ (الشفا ص ۳۱۲)

زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سوائے نافرمان جنوں اور انسانوں کے سب جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

علمی لطیفہ نمبر ۱

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو اردو بازار لاہور میں ایک مرتبہ ایک بد عقیدہ شخص نے طنزاً تنکا پکڑ کر کہا کہ کیا حضور علیہ السلام کو اس تنکے کا بھی علم ہے؟ آپ نے مذکورہ حدیث پڑھ کر فرمایا کیا اس تنکے کو حضور علیہ السلام کا علم ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا؟ ہاں! کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں فرمایا شرم نہیں آتی تنکے کو تو حضور علیہ السلام کا علم ہو اور حضور علیہ السلام کو تنکے کا علم نہ ہو۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

علمی لطیفہ نمبر ۲

کوئی اگر یہ کہے کہ اونٹ کے بڑبڑانے سے حضور علیہ السلام نے اتنا بڑا جملہ کیسے نکال

لیا کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم ڈالتا ہے تو مولانا ابوالنور محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے فرمایا کرتے ہیں کہ جب پرانے دور میں ٹیلی فون کی بجائے تار کا نظام ہوتا تو سننے تھے فلاں کا تار آیا ہے وہ جاتا تو تار سننے والا بتاتا کہ تیرے گھر پوتا ہوا ہے حالانکہ اس بے چارے کو تو صرف ٹپ ٹپ کی ہی آواز آئی تو وہ فرماتے تم ٹپ ٹپ کی آواز سے اتنا بڑا پوتا نکال لیتے ہو تو نبی اونٹ کی بڑ بڑاہٹ سے جملہ نکال لے تو ماننے سے انکار کرتے ہو۔

نمبر ۷۔ ترمذی شریف کی طویل حدیث جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نماز میں اونگھ آئی تو اچانک میں رب العالمین کے سامنے تھا اور میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ جب کہ دوسری حدیث میں اونگھ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا فیم یختصم الملاء الاعلیٰ کہ ملاء اعلیٰ میں کس بات پہ جھگڑا ہو رہا ہے میں نے عرض کیا یا اللہ تو ہی زیادہ جانتا ہے فوضع کفہ بین کتفی فوجد بردھا بین یدیی فعلمت ما فی السموت والارض۔ ایک روایت میں ہے فتجلی لی کل شئی و عرفت۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو ہر شے میرے سامنے واضح اور روشن ہو گئی اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے جان لیا۔ (مشکوٰۃ ص ۷۲ ص ۶۹) یہاں پر کل شئی کے الفاظ ہیں اور قرآن پاک میں آدم علیہ السلام کے بارے فرمایا و علم ادم الاسماء کلھا۔ وہاں بھی کل یہاں بھی کل لوگ کئی نہیں مانتے اللہ نے کل عطا کر دیا۔

(ما جزاؤہ افتخار الحسن)

نمبر ۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

واللہ ما ینخفی علی رکو عکم ولا خشو عکم وانی لا راکم

و راء ظہری۔ (بخاری: ۸۳۲۱)

”خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں پیٹھ کے پیچھے سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔“

یہ معجزہ ہے رسول کریم ﷺ کا کہ آپ آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے، اور ظاہر ہے کہ

خشوع فعل قلب ہے، معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے لوگوں کے دلوں کی حالت بھی پوشیدہ نہ تھی۔ (اللہم صل علی سیدنا محمد)

ہاں! یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکم مقتدیوں کو فرمایا، نہ صرف پہلی صف والوں کو بلکہ سب کو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں جتنی صفیں ہوتیں سب کے رکوع و خشوع کو آپ دیکھتے تھے۔ فللہ الحمد۔

نمبر ۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنیا الا قالت زوجتہ من الحور
العین لا تؤذیہ قاتلک اللہ فانما هو عندک دخیل یوشک

ان یفارقک البنا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲)

کوئی عورت جب دنیا میں اپنے خاوند کو ستاتی ہے تو جنت کی موٹی آنکھ والی حور
(اس کی جنتی بیوی) کہتی ہے اللہ تجھے مارے اس کو نہ ستا تیرے پاس چند دنوں کا
مہمان ہے عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

حالانکہ کبھی میاں بیوی کی لڑائی رات کے اندھیرے میں ہوتی ہے کہ بچوں کو بھی پتہ
نہیں چلتا مگر حور جنت میں سات آسمانوں کے اوپر جان لیتی ہے۔ جب حور کا علم یہ ہے تو سراپا نور
کا علم کیا ہوگا۔ حور تو حضور کے قدموں کے دھوئیں کا ایک چھینٹا ہے

یہ علم غیب ہے کہ رسول کریم نے

خبریں وہ دیں کہ جن کی کسی کو خبر نہ تھی

ایک عورت نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں میں شہید ہو جاؤں فرمایا انت شہیدۃ تو
شہید ہے چنانچہ وہ زندگی میں ہی شہیدہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

حضرت بہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ایک شخص جو

مسلمانوں کے لشکر میں تھا بڑی ہمت اور بہادری کے ساتھ کافروں سے لڑ رہا تھا اور

کافروں کو فنا فی النار کر رہا تھا میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا ما

اجرا منا الیوم احد کما اجرا فلان کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی اس

کی طرح بہادری کا مظاہرہ نہیں کر رہا (یعنی رشک کی کیفیت پیدا ہو گئی کہ کاش ہم بھی اس کی طرح لڑتے) لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا انہ من اهل النار وہ جہنمی ہے (ہم ڈر گئے اور ساتھ حیران بھی ہوئے) چنانچہ ہم میں سے ایک بندہ اس کے ساتھ ساتھ ہولیا کلما وقف وقف معہ و اذا اسرع اسرع معہ جب وہ کھڑا ہوتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا جب وہ چلتا تو یہ بھی ساتھ چلتا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر

فاستعجل الموت فوضع نصل سيفه بالارض و ذبابہ بین
ثدیہ ثم تحامل علی سيفه فقتل نفسه.

اس نے اپنی تلوار کی ٹوک سینے پہ رکھی اور اپنا پورا زور لگا کر اس کو سینے میں پروست کر لیا اور خودکشی کر لی۔

حضور علیہ السلام کی بازگاہ میں اس کا واقعہ عرض کیا گیا اور عرض کرنے والے نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی کہ ایسی بات اللہ کا رسول ہی کر سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا

ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة فيما يبدو للناس و هو
من اهل النار و ان الرجل ليعمل عمل اهل النار فيما يبدو
لناس و هو من اهل الجنة۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۰۲)

بندہ کبھی ہوتا جہنمی ہے لیکن زندگی میں عمل جنتیوں والے کرتا رہتا ہے (اور موت کے وقت بدبختی اس پہ غالب آ جاتی ہے) اور کبھی بندہ جنتی ہوتا ہے لیکن عمل زندگی میں جہنمیوں والے کرتا رہتا ہے (جب کہ خاتمہ ایمان پر نصیب ہو جاتا ہے)۔

علم نبوت کو ہم اپنی ناقص عقل کے ترازو پہ تو لیں گے تو ایمان کا ستیاناس کر بیٹھیں گے، بھلامنوں و زن سنار کی چھوٹی سی کنڈی پہ کیسے ٹل سکتا ہے اور علم نبوت بھی ہماری ناقص عقل کے چھوٹے سے ترازو پر ٹلنا۔ اس خیال است و محال است و جنون ہے

ان پہ کتاب اتری تیسنا لکل شنی
تفصیل جس میں ما عبر ما غیر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

کوئی جتنے بھی بڑے ادارے یا یونیورسٹی، کالج میں پڑھے اس کی سند پہ نہیں لکھا ہوتا کہ
م نے ایسا پڑھا دیا ہے کہ کبھی نہیں بھولے گا لیکن خدا نے اپنے محبوب کو یہ گارنٹی دے رکھی ہے۔
سنقرنک فلا تنسی الا ما شاء اللہ اے محبوب! ہم تمہیں ایسا پڑھا رہے ہیں کہ تو کبھی نہیں
بھولے گا مگر جو ہم چاہیں گے۔ بلکہ اکیسینہ بے کینہ علم کا گنجینہ کے ساتھ جو لگا اللہ نے اس کے
لئے بھی علم کے دروازے کھول دیے حضرت عبداللہ بن عباس کو سید المفسرین اور حبر الامۃ کیوں
کہا جاتا ہے فرماتے ہیں۔

ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ و قال اللهم
علمہ الکتب۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

حضور علیہ السلام نے مجھے سینے سے لگا کر دعا دی یا اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر
دے۔

الغرض علّام الغیوب پڑھانے والا ہو اور محبوب خدا پڑھنے والا ہو تو دنیا کا کون سا علم ہو
گا جو حاصل نہ ہو گا چاہے اس کا تعلق مافی الارحام کے ساتھ ہو یا علم الساعۃ ہو یا علوم خمسہ میں
سے کوئی علم ہو یہ الگ بات ہے کہ وہ عاجزی کریں اور سب کچھ جاننے کے باوجود فرمائیں میں
کچھ نہیں جانتا سب کچھ میرا رب ہی جانتا ہے اور رب ان کی شان ظاہر فرمائے اور کہے و
علمک مالک نکن تعلم کہ محبوب تو تو سب کچھ جانتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

بعض باتیں حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بتائیں؟

جن بعض باتوں کے بارے سرکار نے خاموشی اختیار فرمائی یا قصد امت کو نہ بتایا یا اپنی

ذات سے نفی فرمائی ان میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے یا کوئی راز کی بات تھی جس کے بتانے کی اجازت نہ تھی جیسے قیامت کے بارے تفصیلات اور عین وقت نہ بتایا گیا اگر علم اصلاً ہوتا ہی نہ تو بے شمار نشانیاں کیسے بتا دیں۔ افسوس کہ مخالفین ان حقائق کی طرف نہیں جاتے جو سرکار نے طشت از بام فرمادے اور اس ایک آدھ بات کو خوب اچھالتے ہیں کہ جس کو حضور علیہ السلام نے حکمتاً نہ بتایا۔ دیکھیے علوم خمسہ میں یہ بھی ہے و يعلم ما فی الارحام۔ اور اللہ جانتا ہے جو رحموں میں ہے۔ ان پانچ چیزوں کے بارے میں منکرین علم غیب کہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا جب کہ قرآن مجید کی اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کسی کو بتاتا بھی نہیں ہے بارش کے بارے میں تو مطلقاً علم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے و یسزل الغیث کہ بارش اللہ برساتا ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور جہاں تک بارش کے نزول کا علم ہے تو محکمہ موسمیات والوں کا علم تو قبول ہے اور امام الانبیاء کا قبول نہیں ہے جب کہ "کون کہاں مرے گا" اور "کون کل کیا کرے گا" میں بھی درایت کی نفی ہے علم کی نہیں تو پھر اتنے احتمالات کے ہو گئے ہوئے کس قدر ڈھٹائی سے کہا جاتا ہے "کچھ نہیں جانتے"۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ سمجھ کر پوچھا کہ یہ اس واقعہ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں تو انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کی شریک بن سحماء کے ساتھ اور ہلال بن امیہ، براء بن مالک کے مادری بھائی تھے اور اسلام میں انہوں نے سب سے پہلے لعان کیا، چنانچہ راوی کہتے ہیں پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا تو حضور علیہ السلام نے (صحابہ کو) فرمایا۔

ابصروها فان جاء ت به ابیض سبطا قضیٰ العینین فھو
لھلال بن امیہ و ان جاء ت به اکحل جعدا حمش
الساقین فھو لشریک بن سحماء قال فانبت انھا جاء ت
اکحل جعدا حمش الساقین۔ (ج ۱ ص ۴۹۰)

اس عورت کو دیکھتے رہو اگر اس کا بچہ سفید رنگ کا، سیدھے بالوں والا، لال آنکھوں والا پیدا ہوا تو ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر سرمئی آنکھوں والا گھنگھریالے بالوں

والا پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو شریک بن سماء کا ہوگا حضرت انس فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی کہ اس عورت کا لڑکا سرگیں آنکھوں والا گھنگھریالے بالوں والا اور پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا۔

جب کہ دوسری روایت میں صاف الفاظ ہیں کہ جب یہ دونوں میاں بیوی لعان کے لئے حاضر ہوئے، مرد نے لعان کر لیا عورت کرنے چلی تو آپ نے اس کو فرمایا مَہْ تَھْہَر (اپنے قصور کا اعتراف کر لے) لیکن اس نے انکار کر دیا اور لعان کیا۔

فلما ادبر اقال لعلها ان تحببني به اسود جعدا فجاءت به اسود جعدا۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۹۰)

تو جب دونوں پیٹھ پھیر کر چل دیے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا ہو سکتا ہے اس عورت کا بچہ کالے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا پیدا ہو (اس شخص کی شکل کا جس کا خاوند کو گمان تھا) چنانچہ جیسے حضور نے فرمایا تھا اس طرح ہی پیدا ہوا۔

یہاں لعن شک کے لئے نہیں بلکہ عاجزی کیلئے تاکہ بھروسہ اللہ کی ذات پر ہی رہے۔ اسی طرح ام الفضل حضور علیہ السلام کی چچی کو جب خواب آیا کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میری گود میں آکر گرا ہے آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوگا اور تیری گود میں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی

اس قدر وسعت علمی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پھر دعا سکھائی کہ پڑھتے رہا کریں رب زدنی علما۔ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ظاہر ہے اللہ نے خود ہی دعا سکھائی تو اضافہ فرمانے کے لئے ہی سکھائی یہ تو عام بندہ بھی نہیں کر سکتا کہ ملازم کو کہے میں تیری تنخواہ میں اضافہ کر دوں گا تو درخواست لکھ دے وہ درخواست لے کر جائے تو تنخواہ پہلے سے بھی کم کر دے۔ جب کوئی معمولی افسر اپنے ملازم سے ایسا نہیں کر سکتا تو بھلا خدا اپنے محبوب سے ایسا کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

تو گھٹائے سے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی حضور علیہ السلام کے علم غیب کے ثبوت میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے تو منکرین فوراً کہتے ہیں یہ تو اطلاع علی الغیب ہے اخبار عن الغیب ہے اظہار عن الغیب ہے یہ بات کوئی عقل سے عاری شخص کہے تو سمجھ میں آتی ہے بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اور بزعم خویش وارثان منبر و محراب بھی یہی کہتے نظر آتے ہیں ان بھلے مانسوں سے بندہ پوچھے کیا خبر بغیر علم کے صادق ہو سکتی ہے اور جو جانتا ہی نہ ہو وہ خبر کیا خاک دے گا پہلے خود اس کے پاس واقع کا علم آئے گا پھر ہی دوسرے کو بتائے گا۔ حالانکہ یہ بھی انکار کا ایک بہانہ ہے وگرنہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا جب اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا فعلمت ما فی السموات الخ یہاں نہ اطلاع ہے نہ اخبار اور نہ ہی اظہار بلکہ علم کا لفظ ہے اب کہیں گے یہاں غیب کا لفظ نہیں تو کیا زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو تم سے غیب ہو، حضور اس کو بھی جانتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں جب بتا دیا تو غائب کہاں رہی؟ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی کہا جائے گا کیوں کہ اس کے سامنے تو کچھ غائب ہے ہی نہیں تو اللہ کو عالم الغیب کہنے پر بھی اعتراض ہوگا۔

سوال

علمت ماضی ہے صرف ایک بار علم ثابت ہوا ہمیشہ کے لئے نہیں؟

جواب

ثابت تو ہو گیا اب واپس لینا تم ثابت کر دو۔

نمبر ۲ نکاح کے وقت بھی قبلت ماضی کا صیغہ بولتے ہو، کیا ایک لمحہ کے لئے نکاح ہو جاتا ہے کہ ساری عمر کے لئے۔

جہاں بھی ”کوئی نہیں جانتا“ کے الفاظ ہوں اس ”کوئی نہیں“ میں نبی کو شامل نہ کیا کرو کیوں کہ ”نبی کوئی نہیں“ اللہ کے محبوب ہیں۔ مفسرین نے تو ”یا ایہا الدین امنوا“ کے پاکیزہ خطاب میں نبی علیہ السلام کو شامل نہیں کیا اور فرمایا ہے کیوں کہ یہ صرف غلاموں کے لئے ہے حضور

کے لئے الگ خطاب فرمایا گیا ہے یا ایہا النبی - یا ایہا الرسول - یا ایہا المزمحل - اور تم ہو کہ نبی کو "کوئی" کہتے ہوئے بھی نہیں گھبراتے ہو۔ کوئی میں تمہارے محکمہ موسمیات والے ہو سکتے ہیں جو کہتے ہیں موسلا دھار بارش ہوگی اور آسمان پہ بادل کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کہتے ہیں بارش کا امکان نہیں اور موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے۔ یا کوئی میں نجومی و کاہن ہوں گے جو دامن نبوت کو چھوڑ کر آئندہ کے حالات جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

علم مصطفیٰ ﷺ پر ایک مثال

اگر کسی نے سارا لاہور دیکھنا ہو تو ہو سکتا ہے کئی دنوں کے اندر بھی نہ دیکھ سکے لیکن مینار پاکستان پہ چڑھ جائے تو سارا لاہور ایک لمحہ میں دیکھ لے گا اور اوپر چلا جائے جہاز پہ سوار ہو جائے تو کوئی شے پوشیدہ نہ رہے تو جو اللہ کا نبی اتنا اونچا ہو جائے کہ عرش بھی اس کے قدموں کے نیچے ہو جائے اس سے کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

اتنا وسیع علم اس لیے دیا کہ باقی انبیاء کرام خاص خاص علاقوں، قبیلوں کی طرف نبی بن کر آئے اور حضور رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین بن کر تشریف لائے پتہ نہیں وہ کون سی دیوار ہے جس کے پیچھے کا علم نہیں ہو سکتا حضور نے تو قیامت کی دیوار کے پیچھے کا علم بھی اپنی امت کو دے دیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے آنے والی نسلوں کے بارے میں بتا دیا انک ان تذہم یضلو اعبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا (سورہ نوح) بے شک (اے اللہ) اگر تو انہیں (زندہ) رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار اور بری ناشکری ہوگی۔

فرشتوں کو اللہ نے جب فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا۔ کیا تو اس کو بنائے گا جو زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا۔ حالانکہ یہ فساد و خون ریزی ہزاروں سال بعد ہونے والی تھی اللہ نے نہ نوح علیہ السلام کو فرمایا اور نہ فرشتوں کو کہ کل کے بارے میں تو کوئی جانتا نہیں ہے اور تم ہزاروں سال بعد کی باتیں کرتے ہو۔ پتہ چلا یہ بدبودار عقیدہ اس وقت نہیں تھا بلکہ موجودہ دور انحطاط و زوال کی پیداوار ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دنوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خراب تھیں (کئی دن گزر گئے خیبر فتح نہ ہو رہا تھا آخر کار) حضور علیہ

السلام نے ارشاد فرمایا۔

لا عطين الرؤية اوليا خذن غدار جل يحبه الله ورسوله او
قال يحب الله ورسوله يفتح الله عليه فاذا نحن بعلي و ما
نرجوه فقالوا هذا على فاعطاء رسول الله صلى الله عليه
وسلم ففتح الله عليه۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۱۸)

میں ضرور اس کو جھنڈا دوں گا یا فرمایا کل ضرور وہ بندہ جھنڈا لے گا جس سے اللہ و
رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے
دے گا اچانک علی المرتضیٰ آگئے ہمیں نہیں امید تھی کہ جھنڈا ان کو ملے گا (کیوں کہ ان
کی آنکھیں خراب تھیں۔ حضور نے لعاب دہن سے آنکھوں کو درست کر دیا اور) جھنڈا
حضرت علی المرتضیٰ کو دے دیا اللہ نے خیر فتح فرمادیا۔

اس حدیث میں تو غدا کا لفظ بھی موجود ہے صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا؟
حضور! قرآن تو فرماتا ہے ما ذا تكسب غدا کل کیا ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا آپ یہ فرما رہے
ہیں۔ نعوذ باللہ کیا ان کو قرآن نہیں آتا تھا یا تو حید و شرک کا معنی نہیں جانتے تھے یا پھر وہ بریلوی
تھے۔

ایک دلچسپ شیطانی مکالمہ

ان الشیطن لیوحن الی اولیاءہم لیجادلو کم۔ (القرآن)

شیطان اپنے چیلوں کو شیطانی ہدایات دیتا رہتا ہے تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔

اسی سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہاں پوری صاحب نے
بخاری شریف مترجم جلد اول کے صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ کے حاشیہ پر ایک لطیفہ تحریر فرمایا ہے لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ مدرسہ النوار التوحید میں شرک فروش ٹولے کے دو مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے
توحید کو پھیلائے اور شرک کو پوری دنیا سے مٹانے کی تدابیر پر غور فرما رہے تھے ایک کا عربی نام تھا
مولانا شرک پھوڑ صاحب اور دوسرے مولانا بدعت توڑ صاحب کے نام سے موسوم تھے۔ گفتگو
کے دوران مولانا شرک پھوڑ صاحب فرمانے لگے بھائی بدعت توڑ صاحب! دل چاہتا ہے کہ آج

آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں یا رکھ دوں بعض احادیث کو پڑھ کر تو میں حیران رہ جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جن کو ہم پوری امت محمدیہ میں سے بہترین اور مثالی مسلمان شمار کرتے ہیں انہیں ہو کیا گیا تھا (یعنی صحابہ کرام کو) پورا قرآن کریم پڑھ جائیں اس میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ جب میرا آخری رسول تھو کے تو تم اسے حاصل کر کے اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا جب وہ وضو کریں تو مستعمل پانی کے قطروں کو حاصل کرنے کی خاطر ایڑھی چوٹی کا زور لگا دینا۔ اگر نہ مل سکے تو جس جگہ وہ مستعمل پانی گرا ہو وہاں کی گیلی مٹی کو لے کر اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا یا دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ لگا کر چہرے اور سینے پہ مل لینا۔ اگر وہ حجامت بنوائیں تو ایک ایک بال کے لیے ایسے سر توڑ کوشش کرنا کہ دیکھنے والے یہی محسوس کریں کہ گویا یہ آپس میں لڑ پڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک بال بھی مل جائے تو وہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے اور حد درجہ اس کا احترام کرے کمال بات تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نماز بھی اسی جگہ پڑھنا زیادہ پسند کرتے تھے جہاں حضور علیہ السلام سے نماز پڑھوا لیتے تھے۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی نے بھی ایسا کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا تھا۔ ہم نے حدیث کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں لیکن ہمیں تو ان میں کہیں ایسا حکم نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں پھر صحابہ کرام کس کے حکم سے شب و روز ایسا کرتے تھے اور غضب تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی انہیں اس دھندے سے روکنے والا نہیں تھا۔

بھائی بدعت توڑ (نے ارشاد فرمایا) اگر سچی بات کہہ دوں تو سارے مسلمان لٹھ لے کر ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ جان برادر! حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو صحابہ کرام بھی بالکل بریلوی ہی نظر آتے ہیں۔ عقیدت کے پردے میں جو کچھ وہ کرتے رہتے تھے کیا یہ بریلویت نہیں ہے؟ زاویہ نظر ان کا بھی موحدانہ کم اور شرک پسندانہ ہی زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ ہائے افسوس! جب امت کی بنیاد ہی غلط رکھی گئی تو ساری عمارت غلط تعمیر نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تو انہوں نے اپنے منہ پر سکوت کی مہر لگائے رکھی اور پھر ایک سرد آہ بھر کر قفل دہن کھولتے ہوئے یوں گواہر افشانی فرماتے ہیں۔ مولانا بدعت توڑ صاحب (نے ارشاد فرمایا) ہو سکتا کہ صحابہ کرام عقیدہ کے پردے میں ایسے کام اس لیے کر رہے ہوں کہ قیامت تک ان کے عاشق رسول ہونے کی شہرت رہے گی اور رہتی دنیا تک ان کے عشق رسول کے ڈنکے بجتے رہیں گے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے انہیں منع

کیوں نہ فرمایا۔ یہ کیوں نہ کہا کہ اے مسلمانو! جب ایسا کرنے کا پورے قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حکم نہیں دیا گیا علاوہ بریں خود میں نے بھی تمہیں ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا اس کے باوجود تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا کہوں مجھے تو یوں لگتا ہے کہ حضور پر بھی بریلی والے مولوی کا شائد جادو چل گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضور بھی اس کی چکنی چڑی باتوں میں آگئے ہوں۔ کیوں کہ لاکھ وہ شرک پسند سہی لیکن اس کی باتوں میں مٹھاس بہت ہے۔ مولانا بدعت توڑ صاحب نے (لقمہ دیتے ہوئے) فرمایا کہ بھائی شرک پھوڑ صاحب! بریلی والا مولوی تو ابھی کل، پرسوں پیدا ہوا تھا وہ حضور کے زمانے میں کب تھا۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب نے فرمایا کہ بات کچھ بھی ہو لیکن یار میں تو یہی سمجھ سکا ہوں کہ توحید کی علمبرداری کے ساتھ ساتھ بریلویت بھی خود حضور نے ہی پھیلائی تھی۔

اس کے بعد ایک سرد آہ بھرتے ہوئے مولانا شرک پھوڑ صاحب نے دردناک لہجے میں کہا اچھا یارب سب کچھ جانے دو، صحابہ ایسا کرتے رہے، حضور علیہ السلام بھی اس دھندے کو تعظیم کے پردے میں چھپا کر خوش ہوتے رہے کہ میرا قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر احترام کیا جا رہا ہے کیوں کہ یہ احترام دل کی گہرائیوں اور پورے خلوص کے ساتھ ہو رہا تھا لیکن معلوم نہیں ایسے جملہ مواقع پر خدا کو کیا ہو گیا تھا کہ دوسرے ہزاروں احکام تو نازل کرتا رہا لیکن ایک دفعہ بھی یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ تعظیم کے پردے میں جو پوجا پاٹ کا کاروبار کر رہے ہو اسے بند کر دو ساتھ ہی نہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دو۔ مولانا بدعت توڑ صاحب! مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا خود ہی شرک پسند اور بریلویت کا بانی ہے اور غالباً اسی لیے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرو۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب! ابھی یہ جملہ ختم کرنے ہی پائے تھے کہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آنے والے کی صورت تو نظر نہ آئی لیکن بلند آواز سے کوئی یہ کہہ رہا تھا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

عقیدہ اہل سنت اور علم غیب

سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ علم غیب ہوتا کیا ہے اور نبی کا معنی کیا ہے؟

قول جمہور المفسرین ان الغیب وهو الذی یکون غائباً
عن الحاسۃ۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ)

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غیب ایسی شے کو کہا جاتا ہے جو حواس خمسہ سے معلوم نہ کی جاسکے یعنی جو باتیں پانچوں حواس (دیکھنے کی حس، سونگھنے کی حس، چکھنے کی حس، سننے کی حس اور چھونے کی حس) سے معلوم نہ کی جاسکیں انہیں علم غیب کہتے ہیں مثلاً دل کی بات جان لینا، قبر کے حالات معلوم کر لینا، کسی کے متعلق جان لینا کہ کب مرے گا، کہاں مرے گا، کیسے مرے گا یا آئندہ کے حالات کی خبر دینا وغیرہ۔

النبوة ما خوذۃ من النبا بمعنی الخبر ای اطلعه اللہ علی
الغیب۔ (مواہب اللدنیہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ)

(لفظ) نبوت نبأ سے بنا ہے اور نبا کے معنی ہیں خبر (اطلاع) یعنی اللہ تعالیٰ کا
(اپنے بندے کو) غیب پر اطلاع دینا (غیب کی خبریں دینا)۔

النبوة هی الاطلاع علی الغیب۔

(شفا شریف قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ)۔

نبوت کا معنی ہے غیب پر اطلاع پانا۔

نبوت صفت ہے نبی کی۔ اور نبی کا معنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

النبی المنخبر عن الغیب۔ (المنجد عربی کی مشہور لغت)۔

نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا۔

اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا:۔

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیکؐ (سورۃ آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما هو على الغيب بضنين 0 (سورة الكور آیت ۲۳)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

دونوں آیات پر غور فرمائیے کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور حضور ﷺ اپنے امتیوں کو غیب کی خبریں بتاتے بھی ہیں۔ ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جن سے حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ طوالت کی وجہ سے نہیں لکھی گئیں۔ حضور ﷺ کے علم غیب کے اثبات میں اب مزید چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

قام فينا النبي ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى
دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك
من حفظه و نسيه من نسيه.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب بدء الخلق باب ۲۸۵ ص ۲۰۹)۔

ایک روز نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے مخلوق کی ابتداء پیدائش کی خبر دی حتیٰ کہ جنتی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں۔ پس جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

عن عبد الله ابن عمر و قال خرج علينا رسول الله ﷺ
وفي يديه كتابان فقال اتدرون ما هذان الكتابان قلنا لا
يا رسول الله ﷺ الا ان تخبرنا فقال للذي في يده اليمنى
هذا كتاب من رب العلمين فيه اسماء اهل الجنة و اسماء
ابائهم و قبائلهم ثم اجمل على اخرهم فلا يزداد فيهم
ولا ينقص منهم ابدا ثم قال للذي في شماله هذا كتاب من
رب العلمين فيه اسماء اهل النار و اسماء ابائهم و قبائلهم
ثم اجمل على اخرهم فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم

ابدا۔ (ترمذی شریف مترجم جلد دوم باب ۸ ص ۲۲۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الایمان بالقدر ص ۳۳)۔

روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں فرمایا جانتے ہو یہ کتابیں کیا ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے تو داہنے ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔ پس ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اب ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

بعض احادیث میں یہاں تک بھی ہے کہ فرمایا میں سب سے آخری جنتی کو بھی جانتا ہوں اور جہنمی کو بھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ کہا کہ عالم الغیب تو میں ہوں اور آپ غیب کی باتیں بتا رہے ہیں میری توحید میں فرق آرہا ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب سے اللہ کی توحید و شان میں فرق نہیں آتا بلکہ مزید نکھار پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے خود ہی تو عطا فرمایا ہے اگر نبی کے علم کی شان یہ ہے تو عطا کرنے والے خدا کے علم کا حال کیا ہوگا۔ مرید اور شاگرد با کمال ہو تو پیر اور استاد کا ہی کمال تصور ہوتا ہے اور نبی کی شان سے بھی خدا کی عظمت ہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے جب فرمایا انا اعلمکم میں تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں ادھر اللہ نے فرمادیا انا فتحنا لک فتحا مینا (القرآن) اور حدیث میں ہے انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔ مجھے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی گئیں۔ اب کوئی علم نبوت سے کیڑے نکالے تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میرا قرآن وحدیث پہ ایمان ہے۔ جن کا ایمان تھا وہ تو کہہ گئے۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
آنچه محفوظ است محفوظ از خطا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

لوح محفوظ جس میں ہر خشک و تر چیز کا علم ہے ولا رطب ولا يابس الا في كعب

مبین (القرآن) اس کا مشاہدہ جب اولیاء کرتے رہتے ہیں يشهد المقربون (القرآن) تو نبی کا علم کس قدر ہوگا اور نبیوں کے نبی کی علمی وسعت کا عالم کیا ہوگا۔ کیوں کہ آپ تو امام الانبیاء بھی ہیں اور سید المقربین بھی ہیں۔

ایک علمی نکتہ

انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے جب اپنے ہی بارے میں سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ تو کیوں پیدا کیا گیا۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ تجھے کس نے پیدا کیا وغیرہ ان سوالات کے حل کے لئے انسان عقل کے پاس جاتا ہے تو وہاں سے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا کیوں کہ وہ کہتی ہے میں تو تیرے پیدا ہونے کے بعد تیرے اندر آئی اور تیرے مرنے کے ساتھ ہی بلکہ "ارزل العمر" میں ہی میں زوال پذیر ہونا شروع ہو جاؤں گی مجھے کیا پتہ مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا ہو گا۔ پھر وہ حواس خمسہ ظاہرہ لامسہ، سامعہ، شامہ، باصرہ، ذائقہ سے جواب طلب کرتا ہے وہاں سے بھی مایوسی ہوتی ہے تو حواس باطنہ کا سہارا طلب کرتا ہے جب ہر طرف سے تشنگی نہیں ہوتی تو اس وقت وہ دست بدعا ہو جاتا ہے کہ یا اللہ! ان ذرائع سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا پھر اللہ اس کی در نبوت کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور وہاں سے آواز آتی ہے سلونی عما شتم جو چاہو پوچھو ہر سوال کا تسلی بخش جواب ملے گا۔ (اقتباس از خطاب ڈاکٹر طاہر القادری)

خدا کے بارے پوچھو پھر بھی جواب ملے گا خدائی کے بارے پوچھو تو بھی جواب ملے گا۔ قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ الغرض وہ کون سا علم ہے جس کی در رسالت سے بھیک نہیں ملتی۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمہ نے امداد المصنق میں لکھی ہے فرماتے ہیں "لوگ حدیبیہ کا واقعہ پیش کر کے حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ اگر آپ کو پتہ ہوتا کہ عثمان غنی شہیر نہیں ہوئے تو بیعت کیوں فرماتے؟ حالانکہ ہم اس واقعہ کو علم کی دلیل بناتے ہیں کہ بیعت تو زندہ کی کی جاتی ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بتادیا میرا عثمان زندہ ہے اور بیعت اس لیے لی کہ اگر عثمان کو کچھ

ہو گیا تو میں اور میرے چودہ سونگلام عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جانیں قربان کر دیں گے۔ خون کی ندیاں بہا دیں گے) حالانکہ علم کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے کبھی علم ہوتا ہے توجہ نہیں ہوتی۔ لہذا جہاں کوئی منکر اعتراض کرے کہہ دو توجہ اس طرف نہیں تھی۔ توجہ کہاں تھی خدا کی ذات و صفات کے مشاہدے میں مستغرق تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام پاس ہی کنوئین میں رہے تو آپ نے نہ بتایا اور قمیص مصر سے چلی ہے تو آپ کو خوشبو آگئی ہے اور فرما رہے ہیں انسی لا جد ریح یوسف (القرآن) کہ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

کہ بر طارم اعلیٰ نشینم گہ بر پشت پائے خود نہ ینم

(گلستان سعدی)

کبھی ہم اونچی پرواز پہ ہوتے ہیں کہ ہر شے نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور کبھی (انوار الہیہ کی اس قدر بارش ہو رہی ہوتی ہے کہ ہم اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں) اپنے پاؤں کے اوپر والے حصے پر بھی توجہ نہیں ہوتی۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کبھی مجھ پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی میرے اور خدا کے جلوؤں کے درمیان حائل نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں ہے یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض۔ زمین و آسمان کی ہر شے اللہ کی تسبیح کہتی ہے۔ ولکن لا تفقهون تسبیحہم تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے لیکن حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم دسترخوان پہ نعمتوں کی تسبیح سنا کرتے تھے گویا کہ صحابہ علیہ السلام کو اس آیت کے عموم سے نکال لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کھانا کھاتے ہوئے پیالہ صاف کرے تستغفر له القصعة۔ پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے نہ کہ صرف اس دور کے لئے۔ اور یہی استغفار ہی وہ تسبیح ہے جو ہم نہیں سن سکتے اور صحبت نبوت کی برکت سے صحابہ سنا کرتے تھے اگر قرآن کے عموم سے حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے صحابہ خصوصیت کے دائرے میں آجائیں تو کوئی اعتراض نہیں اور لا یعلم الغیب کے عموم سے اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے خدا کے قرب کی برکت سے حضور خصوصیت کے حصار میں آجائیں تو اس میں کون سا شرک نظر آتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اگر بعض سوالات کا جواب نہیں دیا تو اس پر اعتراض کرنا ایسے ہی سمجھ لیجیے کہ بچہ کہے میں تو سکول نہیں جاؤں گا کہ ماسٹر کو آتا ہی کچھ نہیں، سارا دن مجھ سے پوچھتا رہتا ہے یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ بچہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے بالغ ہوگا تو سمجھ جائے گا میں غلطی پر تھا اور علم و عقل میں کیا ہی حضور علیہ السلام کے علم پر اعتراض کرے گا کسی کامل کی نگاہ میں آکر یکے ہوں گے تو سمجھ جائیں گے ہم غلطی پر تھے۔ ایسا محقق تحقیق سے نہیں حقہ سے بنتا ہے اور ایسا فاضل فضل و فضیلت سے نہیں فضول سے بنتا ہے جو امام الانبیاء کے علم سے بھی کیزے نکالنے سے باز نہیں آتا (پھر بھلا اس کو کون عالم مانے گا)۔ وگرنہ جن ہزاروں سوالوں کے جوابات آپ نے دیے ان کی طرف نظر کیوں نہیں جاتی اور جس ایک آدھ سوال کا جواب حکمتاً نہ دیا وہاں کیوں سوئی اٹک جاتی ہے۔ ذرا سوالات و جوابات کے انبار ملاحظہ فرمائیں اور اپنی اصلاح کا سامان بھی حاصل کریں۔

دین و دنیا کی بھلائی پر ایک ایمان افروز مکالمہ (25 مسائل کا حل)

عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں زمینی اور آسمانی۔ زمینی آفتوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اصول وضع کئے ہیں، رہی آسمانی آفتیں تو ان کا صرف ایک ہی حل ہے ”توبہ“۔ 25 مسائل ہیں۔ فرد ہو یا قوم انہی 25 مسائل کا شکار ہوتے ہیں، ان کا حل اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ یوں تجویز فرمایا۔ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ ہاں کہو دربار میں اس وقت حضرت خالد بن ولید بھی موجود تھے۔ انہوں نے حدیث مبارکہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ بعد ازاں یہ فرمان۔ کنز العمال، مسند احمد میں منقول ہوا۔

(۱) عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں۔“

فرمایا، ”قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے۔“

(۲) عرض کیا، ”میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں۔“

فرمایا، ”تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔“

(۳) عرض کیا، ”عزت والا بننا چاہتا ہوں۔“

- فرمایا، ”مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتا بند کرو با عزت ہو جاؤ گے۔“
- (۴) عرض کیا، ”اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔“
- (۵) عرض کیا، ”عادل بننا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو۔“
- (۶) عرض کیا، ”طاقت ور بننا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”اللہ پر توکل کرو۔“
- (۷) عرض کیا، ”اللہ کے دربار میں خاص (خصوصیت) درجہ چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”کثرت سے ذکر کرو۔“
- (۸) عرض کیا، ”رزق کی کشادگی چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”ہمیشہ بادِ حضور ہو۔“
- (۹) عرض کیا، ”دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”حرام نہ کھاؤ۔“
- (۱۰) عرض کیا، ”ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”اخلاق اچھا کرلو۔“
- (۱۱) عرض کیا، ”قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”جنابت کے فوراً بعد غسل کیا کرو۔“
- (۱۲) عرض کیا، ”گناہوں میں کمی چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”کثرت سے استغفار کیا کرو۔“
- (۱۳) عرض کیا، ”قیامت کے روز نور میں اٹھنا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”ظلم کرنا چھوڑ دو۔“
- (۱۴) عرض کیا، ”چاہتا ہوں اللہ مجھ پر رحم کرے۔“

- فرمایا، ”اللہ کے بندوں پر رحم کرو۔“
- (۱۵) عرض کیا، ”چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی فرمائے۔“
- فرمایا، ”لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔“
- (۱۶) عرض کیا، ”رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”زنا سے بچو۔“
- (۱۷) عرض کیا، ”چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ترین بن جاؤں۔“
- فرمایا، ”جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہو اس کو اپنا محبوب بنالو۔“
- (۱۸) عرض کیا، ”اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”فرائض کا اہتمام کرو۔“
- (۱۹) عرض کیا، ”احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں۔“
- فرمایا، ”اللہ کی یوں بندگی کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“
- (۲۰) عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلاتی ہے۔“
- فرمایا، ”آنسو، عاجزی اور بیماری۔“
- (۲۱) عرض کیا، ”کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی۔“
- فرمایا، ”دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔“
- (۲۲) عرض کیا، ”اللہ کے غضب کو کیا چیز سرد کرتی ہے۔“
- فرمایا، ”چپکے چپکے صدقہ اور صلہ رحمی۔“
- (۲۳) عرض کیا، ”سب سے بڑی برائی کیا ہے۔“
- فرمایا، ”بد اخلاقی اور بخل۔“
- (۲۴) عرض کیا، ”سب سے بڑی اچھائی کیا ہے۔“
- فرمایا، ”اچھا اخلاق، تواضع اور صبر۔“
- (۲۵) عرض کیا، ”اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔“

فرمایا، "لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔"

ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں، لہذا ہم دنیاوی مسائل سے کیسے بچ سکتے ہیں، ہم من حیث القوم اسراف کا شکار ہیں لہذا امیر (غنی) کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ کی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں لہذا ہمارا رزق کیسے کشادہ ہو سکتا ہے؟ توکل اختیار نہیں کرتے۔ لہذا ہم طاقتور کیسے بن سکتے ہیں؟ بد اخلاق ہیں لہذا ہمارا ایمان کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ بندوں پر رحم نہیں کرتے لہذا اللہ ہم پر رحم کیسے کرے گا؟ صدقات سے پرہیز کرتے ہیں لہذا اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ کسی نے پوچھا، حضرت پھر ہمیں اللہ کی رحمت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا اللہ سے توبہ کریں اور عوام سے توبہ کی اپیل کریں۔ اللہ آنسو بہانے، گڑ گڑانے اور معافیاں مانگنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ یقین کر لیجئے یہ مسائل زمینی نہیں آسمانی ہیں جب تک اللہ کی مدد، اللہ کی رہنمائی اور اللہ کی رحمت نہیں آئے گی نہ ہی یہ ملک ٹھیک ہوگا اور نہ ہی اس ملک کے مسئلے ختم ہوں گے، اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں اللہ کے احکامات کی جس قدر خلاف ورزی کی گئی اب اس کے عذاب سے بچنے اور اس سے معافی مانگنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے "توبہ"۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑ گڑائیں۔ اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اس سے توبہ کریں، اس سے پہلے کہ "توبہ" کے سارے دروازے بند ہو جائیں اور اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔

ہر علم کی کوئی حد ہوتی ہے کوئی ایک فن کا عالم کوئی دو کتابوں کا عالم۔ کسی نے ایک ملک کی سیر کی تو وہ صرف ایک ملک کے حالات کا عالم۔ جبکہ کہ لاعلمی کی حد نہیں ہوتی۔ اللہ نے فرمایا و علمک ما لم تکن تعلم۔ ما کو عام رکھا کہ اگر لوگوں کے لئے نامعلوم اشیاء کی حد نہیں تو ہم نے تیرے علم کی بھی حد نہیں رکھی کہ کوئی ناپتا پھرے۔

جب علمک ما لم ہے پھر علم ہے اول آخر کا

اب کون کہے کیا کیا نہ دیا تیرے علم و عطا کا کیا کہنا

مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش اور علم نبوت

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور چالاکی کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث

مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں پیش پیش تھا۔ اس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنا لیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیرزنیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت و عناد کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے عمیر نے کہا: اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے تم جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں نیز میں عیال دار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیوں کہ میں ایسا مقروض ہوں کہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہوں اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے بال بچے اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچے کو بھیک مانگنے کے لئے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی اس نے جب عمیر کی باتیں سنیں تو کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل و عیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔

اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے اٹھے

اور صفوان، عمیر کے لئے زاد سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلوار دی جو از حد صیقل تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اسے کئی بار زہر میں بچھایا گیا تھا چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لئے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے کے بعد بڑی توقعات دل میں لئے عازم مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اتر ا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں سرکارِ دو عالم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت فاروق اعظم کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ جو گفتگو تھے عمیر کو دیکھ کر حضرت عمر گھبرا گئے فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی میت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر، رحمت عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا انداز اور دھوکا باز ہے اس کا خیال رکھئے۔

حبیب کبریا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ”ادخلہ علی“ عمیر کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر، عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اس نے تلوار باندھ کر گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا۔ ”انعموا صباحا“ تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں یہ مشرکین کا سلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قد اکرمنا اللہ بتیحیۃ خیر من تحیتک بالسلام تحیۃ اہل الجنة۔

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم۔“

اس ارشاد کے بعد حضور نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔

میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی مروت فرمائیں گے عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور علیہ السلام کو مطمئن

کر لیا ہے۔ اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور نے یہ فرما کر اسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔ اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے کہا

قَبَحَها اللہ من سیوف و هل اغنت عنا اغنت شینا

”ان تلواروں کا ستیاناس ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا تھا۔“

میں اونٹ سے اتر ا۔ جلدی سے حضور کی خدمت میں آ گیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ درحقیقت یہ فولاد کی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی کی بنی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیں معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

رحمت عالم نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن حضور علیہ السلام نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں؟ اب وہ گھبرایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں؟ اس پیکر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرما دیا۔

تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہوگا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کر دے گا اے عمیر بن! میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے۔“

حضور علیہ السلام کی اس ضربت قاہرہ سے اس کی عیاری، چالاکی اور دانش مندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ.

یا رسول اللہ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سرِ مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی

کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس سِرِّ مکتوم پر آگاہ فرما دیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

ایسے خطرناک دشمن کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا اب میری خواہش ہے کہ حضور مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں جا کر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دوں شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گم کردہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ رحمت عالم نے اس پر جوش نو مسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں مدینہ طیبہ سے خوش کن خبر دوں گا۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کر دیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کر دے گا اور کبھی اس کی امداد نہیں کرے گا عمیر واپس آئے تو یہاں تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہوئی۔ (سیرت ابن کثیر، جلد ۲ ص ۵۸۹ تا ۵۹۲ بحوالہ ضیاء النبی ج ۳ پیر محمد کرم شاہ)

علم نبوت اور علامات الساعة (قیامت کی نشانیاں)

اَف بے حیاتیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو در گذر کی ہے

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر ارشاد فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں قیامت کی نشانیاں، علامتیں اور شرطیں بتاؤں؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان، ضرور ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ نمازوں کو ضائع کرنے لگ جائیں گے۔ نفسانی خواہشات غالب ہو جائیں گی۔ مالداروں کی تعظیم ان کے مال کی وجہ سے کی جائے گی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یکون هذا۔ کیا ایسا ہو گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے ایسا ہو کر رہے گا۔ لوگ زکوٰۃ کو مثل تاوان (ٹیکس) دیں گے۔ جہاد سے آیا ہوا مال غنیمت اپنی دولت سمجھیں گے۔ جھوٹ بولنے والوں کو سچا سمجھا جائے گا۔ سچ بولنے والوں کو جھوٹا کہا جائے گا۔ خائن امین مشہور ہوں گے۔ امین خائن سمجھے جائیں گے۔ جن لوگوں کو بولنے کا سلیقہ نہ ہو گا وہ خطیب اور واعظ بن جائیں گے۔ حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار ہونے لگے گا۔ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن کے فقط حروف رہ جائیں گے (ان پر عمل نہ ہوگا)۔ قرآن کو سنہری جزدانوں سے سجایا جائے گا (حالانکہ وہ عمل کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ سجا کر طاقتوں پر رکھنے کے لئے)۔ مردوں میں موٹا پا بڑھ جائے گا۔ لونڈیوں (عورتوں) سے صلاح مشورے ہونے لگیں گے۔ منبروں پر کم عمر نوٹیز لوگ خطبے دیں گے۔ کام کی باتیں عورتوں کے ہاتھ میں ہوں گی۔ مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی اور گرجوں کی طرح سجائی جائیں گی۔ ان کے مینار بلند کئے جائیں گے۔ نمازیوں کی صفیں کافی زیادہ ہوں گی۔ لیکن ان کے دل اور زبانیں الگ الگ ہوں گی (یعنی دلوں میں بجائے اخلاص کے ایک دوسرے کا حسد اور بغض بھرا ہوگا)۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ایسا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! خدا کی قسم! ضرور ہوگا۔ (اور سنو) مومن (کامل) اس وقت لونڈیوں کی مانند سمجھا جائے گا۔ مومن اس وقت اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں، برائیاں اور بے حیائیاں دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھے گا اور بیچ و تاب کھا کھا کر اندر ہی اندر گھلے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ کیوں کہ وہ لوگوں کی اصلاح پر قادر نہ ہوگا۔ مرد، مردوں سے شہوت رانی کریں گے۔ عورتیں عورتوں سے مشغول ہوں گی۔ لڑکوں پر بالکل اسی

طرح نظر ڈالی جائے گی جس طرح کنواری نوجوان لڑکیوں پر۔ اس وقت فاسق لوگ امام (حکمران) بن بیٹھیں گے۔ ان حکمرانوں کے وزیر بد کردار و بدکار ہوں گے۔ (بظاہر) امین لوگ خیانت کریں گے۔ نمازیں (دنیا کے دھندوں میں پھنس کر) برباد کر دی جائیں گی۔ لوگ خواہشات کے پیچھے لگ جائیں گے۔ خبردار! تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ ایسا وقت آئے گا کہ لوگ مشرق و مغرب سے تمہیں گمراہ کرنے کے لئے تمہارے پاس آئیں گے۔ ان کی شکلیں تو انسانوں کی ہوں گی لیکن ان کے دلوں میں شیطانییت بھری ہوگی۔ وہ نہ چھوٹوں پر رحم کریں گے اور نہ بڑوں کی عزت و توقیر کریں گے۔ حج تو اس وقت بھی ہوگا لیکن بادشاہوں کا حج سیر و تفریح کے لئے ہوگا۔ مالدار تجارتی مفاد کے پیش نظر حج کریں گے۔ مسکین سوال کرنے کی خاطر حج کو جائیں گے۔ عالموں کا حج ریاکاری اور دکھاوے کے لئے ہوگا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! کیا اس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! ضرور ایسا ہوگا۔ اس وقت جھوٹ دنیا پر چھا جائے گا۔ دم دار ستارہ نظر آئے گا۔ عورتیں مردوں کے ساتھ تجارت (ملازمت) میں شریک ہوں گی۔ بازاروں کی بہتات ہوگی اور قریب قریب ہوں گے۔ ایسی آمدھیاں چلیں گی جن میں زرد سانپ ہوں گے۔ وہ سانپ اس وقت کے سردار علماء کو چٹ جائیں گے جنہوں نے برائیاں دیکھیں اور ان سے منع نہ کیا۔ (تفسیر درمنثور)



(۹۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضیٰ اس کا دروازہ ہے
(کنز العمال۔ المعجم الكبير للطبرانی۔ البدایہ والنہایہ لابن الکثیر)

ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ انا مدينة الحكمة و علي بابها (لسان
المعیر ان لابن حجر ۴: ۳۳۲) ترمذی شریف میں اس طرح ہے انا دار الحكمة و علي بابها ج ۲
ص ۲۱۳ جب کہ دیگر صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں فرمایا انا مدينة
العلم و ابو بکر اساسها۔ میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس کی بنیاد ہے۔ (اتحاف السادة المتقين
للویبیری الفوائد المجموعه للشوكاني)

اسی طرح انا مدينة العلم و ابو بکر اساسها و عمر جدارها و عثمان
سقفها و علي بابها۔ کے الفاظ بھی بعض کتب میں موجود ہیں۔ انشاء اللہ! خلفائے راشدین کا
تذکرہ تو کسی دوسری کتاب میں تفصیلاً کیا جائے گا یہاں پر اہل علم یعنی ”علماء حق“ کی فضیلت و
عظمت کے حوالے سے جو کچھ میں نے جمع کیا وہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلی
حدیث پر بحث کے آغاز میں وعدہ کر چکا ہوں۔

ایک بات مذکورہ حدیث کے بارے ذہن نشیں رہے کہ شہر ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس
سے لوگ اپنی ضروریات کا سامان حاصل کریں تو جب حضور علیہ السلام علم کے شہر ہوئے تو اس شہر
علم سے علم کی روشنی حاصل کرنے والے ”علماء“ کو اللہ رسول کی بارگاہ سے کیا مراتب عطا ہوئے
اور یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو شہر علم کا دروازہ قرار دیا اور شہر میں داخل
ہونے کے لئے دروازے میں داخل ہونا ضروری ہے لہذا حضور علیہ السلام سے علم کی خیرات لینی
ہو تو شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی قدم بوسی لازمی ہے۔ علی المرتضیٰ کا بے ادب بارگاہ

نبوت سے علم کی دولت نہیں پاسکتا۔

اہل علم آیات قرآنیہ کی روشنی میں

۱۔ شہد اللہ انہ لا الہ الا هو والملئکة و اولوا العلم قائما

بالقسط۔ (ال عمران: ۱۸)

گواہی دی اللہ نے (اس بات کی) کہ بے شک کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے، (وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل و انصاف کو۔

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت توحید کی شہادت ہے اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کا خود سب سے بڑا گواہ ہے اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور علم والے اس سچائی کے سچے گواہ ہیں۔ قرآن پاک کی اس آیت میں علم کی عظمت اور اہل علم کی شان کو بیان کر کے اہل ایمان کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور توحید کے گواہوں میں اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ علماء حق کی گواہی کو شامل کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اور خود انسان کی ذات میں الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کر دیے اور رسولوں کو اپنی الوہیت و وحدانیت کی خبر دی اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی اس طرح اللہ نے، فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی۔

علم کی اسی عظمت کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تادم واپس علم میں اضافہ کی دعا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی و قل رب زدنی علما۔ اور (اے محبوب!) تو کہہ اے میرے پالنے والے! میرے علم میں اضافہ فرما۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال ابن عینہ لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زیادة حتی توفہ اللہ عز وجل و قبل هذا اشارة الی العلم اللدنی۔ (روح البانی)

یعنی اس دعا کی برکت سے حضور علیہ السلام کے علم میں آخر تک اضافہ ہوتا رہا اور

یہ بھی کہا گیا کہ علم لدنی کی طرف اشارہ ہے۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا اور ہمارے آقا کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھا دی اور اپنے سوا کسی کے پاس نہ بھیجا تا کہ دنیا جان لے کہ وہ ہستی جس نے ادبنی ربی کے کتب میں رب زدنی علما کا سبق پڑھا ہے وہ ذات و علمک عالم تکن تعلم کی درس گاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں فعلت علم الاولین والاخرین کا نکتہ پہنچا سکتا ہے۔
(علامہ اسماعیل حقی بحوالہ رسالہ قشیریہ)

مولائے روم نے کیا خوب فرمایا

علمہائے انبیاء و اولیاء در دلش رشتہ چوں شمس انضی
عالیٰ کا موز گارش حق بود علم او بس کالے مطلق بود

تمام انبیاء و اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں، وہ عالم جس کا استاد خود حق تعالیٰ ہو (الرحمن علم القرآن) اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ کر سکتا ہے؟

۲۔ انما یخشى الله من عباده العلماء۔ (فاطر: ۱۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

کس عمدگی کے ساتھ حصر کے طریقے پر اہل علم کی عظمت کو خشیت الہی کے حوالے سے نمایاں کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں جس دقت نگاہ سے علماء نظر کر سکتے ہیں کوئی دوسرا کیا کرے گا اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہو گا جو انہیں حق البیق کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اس منزل پر پہنچ کر رب ذوالجلال کی معرفت نصیب ہوتی ہے پھر جس خشیت سے ان کے دل معمور ہوتے ہیں اہل دل ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔

— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لیس العلم عن كثرة الحديث
لكن العلم عن كثرة الخشية۔ زیادہ باتیں بتانا علم نہیں، اللہ سے ڈرنا اصل علم

ہے۔

❖ امام مالک فرماتے ہیں ان العلم ليس بكثرة الراوية و انما العلم نور يجعله الله في القلب۔ کثرت کے ساتھ روایت کرنے کا نام علم نہیں، علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے۔

❖ مجاہد فرماتے ہیں انما العالم من خشى الله عز وجل۔ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

❖ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من لم يخش الله تعالى ليس بعالم۔ جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

❖ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كفى بخشية الله تعالى علما و بالا غتسار جهلا الله کے ڈر سے بڑھ کر علم کوئی نہیں اور اللہ کے بارے غرور کرنے سے بڑھ کر جہالت کوئی نہیں۔

❖ حضرت سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے فرمایا اتقاهم لربہ عز وجل۔ جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

❖ باب مدنیۃ العلم علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

ان الفقيه حق الفقيه من لم يقنط الناس من رحمة الله و لم يرخص لهم في معاصي الله تعالى و لم يؤمنهم عذاب الله و لم يدع القرآن رغبة عنه الى غيره۔

صحیح معنوں میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر انہیں جرأت نہ دے، خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔ (قرطبی)

ظاہر ہے اللہ کی شناخت ہوگی تو خشیت الہی پیدا ہوگی اور جب خدا کی پہچان کا ذریعہ (علم) ہی نہ ہوگا تو یہ نعمت کیسے نصیب ہوگی اس لیے شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔ بے علم اللہ کو پہچان ہی نہیں سکتا۔

۳۔ قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما

يتذكر اولوا الالباب۔ (الزمر: ۹)

آپ پوچھیے کہ کیا بھلا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو صرف عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔

وہ لوگ جن کو علم سے چڑا اور خدا واسطے کا بیر ہے بالخصوص انگریز کی غلامی میں صرف علماء اور ائمہ مساجد سے نفرت و دشمنی، وہ اس آیت میں غور کریں۔ ایک شخص اگر ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو تو انہیں برداشت ہے نہ طعن کریں کے نہ تشنیع۔ لیکن اگر دوسرا شخص داڑھی رکھ لے علم دین پڑھنا شروع کر دے اس کا بچپن جوانی کتنا ہی پرہیزگاری میں گذرا ہو تو پھر بھی یہ دوسرا شخص ہی ہمارے قہر و غضب کا نشانہ بنے گا اور اسی کا مذاق اڑایا جائے گا اگر اس کو اللہ تعالیٰ منبر و محراب کا وارث بنا دے تو دن رات اللہ کی نافرمانیوں میں گزارنے والا ہمارا دوست بھی ہے اور پیارا بھی ہے اور یہ فرشتہ سیرت صرف علم دین کا حامل ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں کیا کیا ہے۔ کیا یہ علم دشمنی نہیں؟

امیر کی عزت دولت کی وجہ سے ہے، تاجر کی تجارت کی وجہ سے، حاکم کی حکومت کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے، تو کیا علماء کی عزت علم نبوت کا وارث ہونے کی وجہ سے نہ کی جائے گی۔ کسی کا باپ بے نمازی، شرابی، بدکار ہو تو پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے صرف باپ ہونے کی نسبت سے۔ افسر راشی بھی ہو ظالم بھی ہو تو بھی اس کے عہدے منصب کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے۔ کسی نہ کسی وجہ سے بہر حال عزت کا پہلو نکل آتا ہے تو کیا دینِ مصطفیٰ کا مبلغ ہونا منبر و محراب اور علم نبوت کا وارث ہونا وجہ نہیں بنا سکتا کہ اس کی عزت کی جائے۔ یاد رکھو دنیا دار جتنا بھی دین دار ہو جائے لیکن دین کی پہچان علماء ہی سے ہوگی کیوں کہ اشاعت دین کا یہی ذریعہ ہیں ایک سازش کے تحت لوگوں کو دین سے دور رکھنے کے لئے علماء کے خلاف طرح طرح کا زہر ذہنوں میں پھیلا یا جا رہا ہے کہ لوگ ان سے دور رہیں گے تو دین سے دور ہو جائیں گے۔

ہزاروں عیب لوگوں میں ہوں تو پرواہ نہیں لیکن انہی میں سے ایک عیب کسی عالم میں ہو تو اندھے کی لاشی کی طرح سب کو عیب دار گردانا شروع کر دیتے ہیں شاید اس لیے کہ جو کپڑا سیاہ ہو گا اس پہ سینکڑوں داغ بھی ہوں تو فرق نہیں پڑے گا اور عالم پاک و سفید کپڑے کی طرح ہیں کہ

معمولی نشان سے بھی داغدار ہو جاتا ہے۔

۴- يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات.

اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔ (المجادلہ: ۱۱)

ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک بلندی درجات اور رفعت مراتب کا معیار ایمان و علم ہے ایک ایمان دار اور صاحب علم جتنا بھی نادار اور مفلس کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں بے علم اور بے ایمان رئیس سے کہیں زیادہ عزت رکھتا ہے۔

قطرة آب وضوء قنبرے خوب تر از خون ناب قیصرے

(اقبال)

یعنی علی المرتضیٰ کے غلام ”قنبر“ کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔ اسی طرح صاحب علم، جاہل سے افضل و اعلیٰ ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیردار اور دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء صحابہ کو، اگرچہ عمر میں چھوٹے ہوتے بڑے بزرگوں پر ترجیح دیتے ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا من جاءہ الموت وهو يطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فیہنہ و بین النین درجة۔ جو شخص علم حاصل کرتا رہا تا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے اگر اس حالت میں موت آجائے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

آپ نے فرمایا یشفع یوم القیمة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء، شہدا اور علماء۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، حکومت اور مال میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا آپ نے علم کو پسند کیا اللہ نے علم کی برکت سے آپ کو حکومت بھی دے دی اور مال بھی دے دیا۔

۵- و تلک الامثال نضربہا للناس و ما یعقلہا الا العالمون.

اور یہ وہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں، ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ (عنکبوت: ۴۳)

بات ساری سمجھنے کی ہے اور سمجھنے والے علماء ہی ہیں ظاہری طور پر اگر ان کی اہمیت کچھ بھی نہ ہو لیکن جب ان کا مولیٰ ان کی ڈھارس بندھا رہا ہے تو کسی کی کیا پرواہ۔ دیکھو اگر کتے کو مالک کی سمجھ آجائے اگرچہ معمولی ہو تو فقہ کا مسئلہ ہے کہ مالک کی بات مان کر شکار کرے تو وہ شکار حلال ہے اور وہ کتا جو مالک کی بات نہ سمجھے اگرچہ جتنا مہنگا ہو اس کا مارا ہوا حرام۔ تو جو انسان اپنے مالک کی پہچان حاصل کر لے اللہ اس کو تمام انسانوں پر فضیلت دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں فرمایا کہ میرے حبیب کی امت کے علماء وہ ہوں گے یرضون من اللہ بالیسر من الرزق و یرضی اللہ منہم بالیسر من العمل۔ میں ان کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت تھوڑا رزق دوں گا وہ مجھ سے راضی رہیں گے اور اگر وہ دوسرے لوگوں سے تھوڑی عبادت بھی کریں گے تو میں ان پر راضی رہوں گا۔
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم و للجهال مال

فان المال یفنی عن قریب وان العلم باق لا یزال

ہم اللہ کی تقسیم پہ خوش ہیں کہ ہمیں اس نے علم دیا اور جاہلوں کو مال دیا پس بے شک مال عنقریب ختم ہو جانے والا ہے اور علم باقی رہنے والا ہے اس کو زوال نہیں، مال فرعون کی وراثت ہے علم نبیوں کی وراثت، مال خرچ کر دیا جائے گا علم جتنا سکھاؤ گے بڑھتا جائے گا۔ فضائل و کمالات کا معیار مال نہیں بلکہ علم ہے مال تو خدا نے اپنے دشمنوں کو بھی دیا مگر علم نافع صرف اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کا رنگ کالا سیاہ تھا شکل نہایت قبیح۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے ان سے ایک حدیث سنی۔ جب بھی بات ہوتی فرماتے ما رايت الفضل من عطاء بن ابی رباح میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعظم وہ تھے کہ پانچ کروڑ مالیت کا جہاز ڈوب جانے کی خبر سن کر بھی صرف الحمد للہ کہہ دیتے یعنی پرواہ نہیں کرتے کہ اتنے نقصان کی خبر سن کر بھی دل اللہ کی محبت سے غافل نہیں ہوا مگر قدر کرتے ہیں تو اس کی جس

سے ایک حدیث سنی۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا!

علماء حق احادیث نبویہ کی روشنی میں

کتب احادیث میں اہل علم کی عظمت و شان پر پورے کے پورے ابواب موجود ہیں آپ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ہی دیکھ لیں تو ایک لامتناہی سلسلہ احادیث کا موجود ہے مگر یہاں صرف چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی (فقہ) سمجھ عطا کر دیتا ہے من یرود اللہ بہ خیر ایفقہ فی الدین۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶)

نمبر ۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں فرماتا ہے۔ اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں کر سکتا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۵)

وہ صاحبزادگان (جن کے بزرگوں کو خدمت دین اور اشاعت علم دین کی وجہ سے اللہ نے عزت دی) جو اپنے آباء کے راستے سے ہٹ چکے ہیں اور پدرم سلطان بود کا نغمہ آلاپ رہے ہیں ان کے لئے اس حدیث میں سبق ہے جس کو علامہ اقبال نے آسان کر کے سمجھایا۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

جس دین نے تمہارے بزرگوں کو عزت دی اور اس کی نسبت سے آج لوگ تمہارے

ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں اور نذرانے دے رہے ہیں اس دین کی دھجیاں تم تو نہ اڑاؤ مالی کا کام باغ کی حفاظت ہوتا ہے اگر وہ خود ہی باغ کی تباہی کا سبب بن جائے تو نگہبانی کون کرے گا۔ دنیا کا مال اکٹھا کرنے کی بجائے اس دولت کو سنبھالو جس کی وجہ سے تمہیں مال بھی ملا ہے اور عزت بھی ملی ہے۔

نمبر ۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم (فقیہ) ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۴)

نمبر ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر کے اُن دس افراد کی شفاعت کرنے کا اس کو اذن دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹)

نمبر ۵۔ حضرت ابو امامہ باہلی بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر، پھر آپ نے فرمایا کہ تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے (عالم) کیلئے دعا کرتی ہے۔ (ترمذی ص ۳۷۷)

ایک روایت میں ہے: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصے کو حاصل کر لیا۔ (ترمذی ص ۳۸۴)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں کہ امام ابو جعفر نے فرمایا عالم کی موت شیطان پر ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷)

مقام غور و فکر

قرآن پاک میں مجاہدین کا ذکر فرمایا گیا فضل اللہ المجاہدین علی القعدین اجرا عظیمًا۔ (النساء) اللہ نے جہاد کرنے والوں کو نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے اور اہل ایمان و اہل علم کے بارے فرمایا یوسف اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ کہ ان کو کئی درجے فضیلت دی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجاہد کافر کا خاتمہ کرتا ہے اور عالم کفر کا خاتمہ کر دیتا ہے اور کافر کو ختم کرنے کی بجائے اس کا کفر ختم کر کے لٹام کی شمع اس کے دل میں روشن کر دینا زیادہ فضیلت کا کام ہے جیسا کہ حضرت اہل بن سعد بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو تمہارے لیے سُرُخ اونٹوں (ساری دنیا) سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۵۹)

اور اس لیے بھی کہ مجاہد اپنے زمانے کے کافر کو ختم کرتا ہے اور عالم اپنی تحریر کے ذریعے ہر دور کے کفر کے خاتمے کا سبب بنتا ہے۔ وہ اگرچہ خدا کی گواہی کے لئے تلوار بھی چلاتا ہے سر بھی کٹاتا ہے مگر جب توحید کی گواہی کی بات آئی تو اس میں مجاہدین کا ذکر نہیں اہل علم کو اپنی گواہی کے ساتھ ذکر کیا شہد اللہ انہ لا الہ الا هو والملائکۃ و اولوا العلم۔ (ال عمران)۔

انبیاء کرام کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے علم کی وجہ سے فضیلت کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہاد و عبادت ہر نئی کرتا۔ و اخترونہم علی علم علی العالمین اور ہم نے علم کی وجہ سے ان کو تمام جہانوں پر پسند فرمایا۔ کوئی زمانہ اولوا العلم سے خالی نہیں رہا۔ قارون کے دور میں جب اس کی شان و شوکت کو دیکھ کر دنیا دار ہلکان ہو کر کہہ رہے تھے انہ لڈو حظ عظیم یہ تو بڑا نصیب والا ہے تو قرآن فرماتا ہے وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن و عمل صالحا اہل علم نے کہا تمہارا اہل ہو! نصیب والا تو وہ ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا جیسے اولوا العلم ہر دور میں رہے اسی طرح علم سے محروم طبقہ بھی ہر دور میں اہل علم کا مذاق اڑاتا رہا جو دراصل نیک قوم اور نیک وطن کا کردار ادا کرتے ہیں ان کو اگر کچھ علم حاصل ہو بھی جائے تو ان کے لئے بربادی کا باعث بنتا ہے یہ کون لوگ تھے؟ وہی جو حضور علیہ السلام کے دور میں صحابہ کرام (اہل علم) کو بے وقوف کہتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔

و اذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء۔
 کہ جب ان کو کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے لوگ (صحابہ کرام۔ علم والے) ایمان لائے تو وہ کہتے
 ہیں ”کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں“ اللہ نے ان کی بے وقوفی کو طشت از بام کرتے
 ہوئے ارشاد فرمایا الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون حقیقت میں تو بے وقوف یہی
 لوگ ہیں لیکن یہ جانتے نہیں ہیں (البقرہ)۔

و منهم من يستمع اليك و جعلنا على قلوبهم اكنة ان
 يفقهوه و في اذانهم وقرا۔ (الانعام)

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو تیری بارگاہ میں کان لگا کر سُنا ہے (مگر پلے کچھ
 نہیں پڑتا کیوں کہ) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور
 کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ جب آپ کی بارگاہ سے سُن سُنا کر نکلتے ہیں

قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال انفا۔ اولئك الذين طبع
 الله على قلوبهم واتبعوا اهواءهم۔ (محمد)

تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی (حضور نے) کیا فرمایا ہے (یہ کیوں ہے اس
 لیے کہ) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

اور اس دور میں یہ لوگ جو روپ دھار کر آتے ہیں اور ”فقیر شہر قاروں“ ہے لغتاً ہائے
 ”جازی“ کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کی پہچان یہ ہے۔

بن عشق محمد کے جو پڑھتے ہیں بخاری

آتا ہے بخار ان کو نہیں آتی بخاری

جو رسول سے سُن کر بغلیں جھانکتے رہے اور ہاتھ ملتے رہے وہ کتابوں سے کیا حاصل
 کریں گے اور اگر مغز ماری کر کے کچھ حاصل کر بھی لیں تو حاصل کرنا اور ہے اور و علمنہ من
 لدنا علما عطا کیا جانا اور ہے۔

اپنا جانا اور ہے اُن کا بلانا اور ہے

اور اولوا العلم اور ان کے دشمن کب تک رہیں گے یہ بھی قرآن سے سن لیں
ثم يوم القيمة يخزيهم و يقول اين شركاءى الذين كنتم
تشاقون فيهم قال الذين اتوا العلم ان الخزي اليوم
والسوء على الكافرين۔ (النحل)

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں (علم دشمنوں کو) رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں
ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے (اولوا العلم) کہیں گے آج
ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

علماء حق کی قربانیاں

قرآن پاک سے پوچھا اتوا العلم کی مزید پہچان کیا ہے تو فرمایا بل هو ایت
بینت فی صدور الذین اتوا العلم۔ جنہوں نے قرآن کی آیات کے ساتھ اپنے سینوں کو
سجا رکھا ہے۔

جو اسی کلام اللہ کی طاقت سے کبھی فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ بن کر آیا کبھی نمرود کے
سامنے خلیل بن کر آیا۔ یزید کے سامنے حسین بن کر نکلا اور آج بھی ہزاروں فرعونوں کے مقابلہ
میں نظامِ مصطفیٰ کا جھنڈا تھام کر امام حسین کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے وقت کے یزیدوں سے ٹکرا
رہے ہیں۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی ست

کہا جاتا ہے مولوی صرف حلوہ کھانے والے ہوتے ہیں۔ یہ کہنے والوں نے مولوی کو
پڑھا ہی نہیں تاریخ انڈیا پڑھ کر دیکھو ستاون ہزار علماء ہی تو تھے جن کو خنزیر کے چمڑوں میں بند کر
کے جلادیا گیا۔ ان کی کھوپڑیوں میں انگریز شراب پیتا رہا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جان دے
دی مگر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ واپس نہ لیا۔ احمد بن حنبل کو خلقِ قرآن کے مسئلہ پر معصوم باللہ
روزانہ دس کوڑے مارتا۔ ابو حنیفہ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے۔

قرآن کا فارسی میں ترجمہ کرنے والے عالم کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں۔ یہ کون تھے؟
علماء ہی تو تھے۔

علماء کی ضرورت

علماء کے بغیر عوام ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے بھیڑیں بغیر چرواہے کے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جن سے تمہیں واسطہ پڑتا ہے اور واسطہ بھی ایسا کہ مولوی نہ آئے تو ساری بارات بیٹھی رہے ان کو پانی تک نہ پلایا جائے، مولوی نہ آئے تو جنازہ کوئی نہ پڑھا سکے، بچہ پیدا ہو تو اذان تک نہ پڑھ سکے۔ ایک آدمی کہنے لگا بچہ پیدا ہوا تھا مولوی صاحب نہ مل سکے میں نے ٹی وی پر اذان ہو رہی تھی اس کا کان ساتھ لگا دیا کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے کہا جائز ناجائز تو بعد کی بات ہے پہلے یہ بتاؤ جو ساری عمر اذان نہ یاد کر سکا یہ تو نے جائز کیا یا ناجائز؟

اب اس طرح کے لوگ علماء کے خلاف زبان کھولیں تو یہ قیامت کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے۔

میں کہوں گا پوری کوشش کر لو علماء کو بدنام کرنے کی ان شاء اللہ! حضور کے نام لیواؤں کا مخالف جب کتے کی موت مرے گا تو جان لے گا کہ میں ہی غلط تھا۔

اگر تم علماء کو دشمن سمجھتے ہو تو اپنے جنازے، نکاح، ایکٹروں، اداکاروں اور مسخروں سے پڑھایا کرو مگر ایسے موقعوں پر پھر علماء ہی یاد آتے ہیں۔ بے شک جس عالم کو شراب پیتا، زنا کرتا، ڈاکہ مارتا دیکھو گولی مار دو لیکن جو علماء اسمبلی کی دیوار اور مسجد کی دیوار ایک کرنا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں اذان ہو تو ممبران اسمبلی سیٹیں چھوڑ کر وضو کرنا شروع کر دیں ان کا ساتھ تو دو۔ بے شک کسی عالم کو شراب خانے کے دروازے پر دیکھو ذبح کر دو، کوئی شاہی محلے کی سیڑھیاں چڑھتا نظر آ جائے گولی مار دو لیکن اہل حق علماء کی تو قدر کرو جب طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں تو ان طلباء کو علماء بنانے والے اساتذہ کا مقام کون بیان کر سکتا ہے۔

اس دور میں قرآن و حدیث کی بات کرنے والا اور دنیا داروں کی خوشامد نہ کرنے والا برا لگتا ہے گویا حق بات کرنا تلوار کی دھار، نیزے کی نوک اور انگاروں پر چلنے کے مترادف ہے لیکن یہ وقت ہر امت پہ آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو آروں سے چیر دیا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت نوچ لیا گیا لیکن وہ دین سے نہ ہٹے۔ یہ امت تو سب سے افضل امت ہے اور اس امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح کہا گیا ہے یہ فضیلت گھر بیٹھے رہنے سے تو نہیں ملتی بلکہ "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شیری" سے ملتی ہے۔

علماء حق کا مذاق اڑانے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرَسُولٍ مِنْ قَبْلِكَ۔ آپ سے پہلے رسول کا مذاق اڑایا جاتا رہا تو جب علماء انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے تو ان کا مذاق اڑانے والے ان کافروں کے وارث کیوں نہیں ہیں جو رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے لہذا راہ حق میں ستایا جانا یہ بھی علماء کو انبیاء کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ اور پھر خالی قرآن کا مذاق اڑانا کفر ہے تو جس کے سینے میں قرآن ہو وہ تو ساتھ مسلمان بھی ہے۔ اس کا مذاق اڑانے والا شیطان نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟ جب اہل علم خدا کی توحید کے گواہ ہیں تو گواہ کو کمزور کرنے والے دعویٰ توحید سے ہاتھ دھو کر شیطان کے نمائندے نہیں بنیں گے تو کیا بنیں گے؟ قرآن مجید میں کسی کا بھی مذاق اڑانے سے منع کیا گیا لَا یَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے اچھا ہو۔ یہ تو امکان کی بات تھی تبھی عسیٰ کا لفظ ارشاد فرمایا اور جہاں یقینی طور پر وَالَّذینَ اَوْتُوا الْعِلْمَ درجت فرمادیا ان کی توہین کرنے والا کس قدر شیطان کو راضی کرتا ہوگا۔

اب ہمارے دور میں تو باقاعدہ علماء کی توہین کرنے والوں کی عزت افزائی حکومت کی طرف سے ہوتی ہے جو وزیر علماء کے خلاف زیادہ زبان درازی کرے اس کو وزیر اعظم اور صدر کی طرف سے زیادہ بھاری انعام ملتا ہے مگر یاد رکھو! سینکڑوں مضبوط کرسیاں ٹوٹ گئیں لیکن منبر و مصلے کو علماء سے کوئی نہ چھین سکا۔ دو سال وزیر پھر سابق وزیر مگر علماء وفات کے بعد بھی سابق نہیں ہوتے انما یتذکر اولوا الالباب۔

محمد بن قاسم ۱۱۷ھ یا ۱۲۷ھ میں آئے تب سے لے کر ۱۸۵۷ء تک جتنے حکمران آئے کچھ نہ کچھ خوف خدا ان کے دلوں میں موجود تھا اور لطف کی بات یہ ہے کوئی چشتی کوئی قادری۔ مغلوں کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں مجاز تھا۔ کوئی میاں میر کا عقیدت مند، تو کوئی مجدد پاک کا ارادت مند، کوئی حافظ، کوئی عالم، کوئی صوفی، کوئی درویش، کسی نے فتاویٰ تاتار خانی جمع کرایا، تو کسی کی کوششوں سے فتاویٰ عالمگیری وجود میں آیا، کوئی اپنے ہاتھوں سے قرآن لکھ کر، کوئی ٹوپیاں بنا کر گزارا کرتا لیکن مسجدیں ایسی بنا گیا کہ آج ترقی کے دور میں بھی اس طرح کی نہیں بن سکتیں۔

پھر انگریز کی حکومت آئی ایف اے، بی اے کا وقار ہو گیا مگر عالم دین دفتر میں چپڑا سی بھی نہیں لگ سکتا، سکول میں عربی پڑھانے والے کے لئے لازم ہے کہ میٹرک پاس ہو حالانکہ اس کو میٹرک کی کیا ضرورت ہے مگر انگریزی پڑھانے والے کو پہلا کلمہ بھی نہ آئے تو کوئی ضروری نہیں۔

لیکن قربان ان کی عظمت پر انہوں نے ساری عزتیں ٹھکرا کر مسجد کی ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں پہ بیٹھ کر روکھی سوکھی کھا کر بھی دین مصطفیٰ کے جھنڈے کو بلند رکھا کیوں کہ دراصل اس تعلیم کا مقصد کلر کی یا افسری نہیں بلکہ رضائے خدا اور خوشنودی مصطفیٰ ہے، اشاعت دین اور لوگوں کی اصلاح ہے۔

ایک بادشاہ اور ایک عالم ربانی

اخبار الاخبار میں ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک عالم دین کو کہا میرے دربار میں آ کر میرے بیٹے کو پڑھا جایا کریں انہوں نے بڑی بے نیازی سے فرمایا دوسروں کے بچے میرے پاس پڑھنے آتے ہیں میں تیرے بچے کے لئے تیرے دربار میں کیوں چل کے جاؤں اگر پڑھانا چاہتے ہو تو یہیں مسجد میں بھیج دیا کرو چنانچہ بچہ مسجد جانے لگا چند دن گزرے بادشاہ دیکھنے گیا کہ کیسے پڑھ رہا ہے دیکھا تو بیٹا استاد کو وضو کر رہا تھا لوٹا پکڑ کر پاؤں پہ پانی ڈال رہا تھا بادشاہ نے اپنے بچے کا کان مروڑ کے کہا! ایک ہاتھ میں تو لوٹا ہے دوسرا خالی کیوں ہے اس سے استاد کے پاؤں صاف کر۔

۔ وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

امام مالک اور ہارون الرشید

علامہ اقبال نے بھی اپنی فارسی کتاب اسرار و رموز میں ہارون الرشید اور امام مالک، کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے مدینہ حاضر ہو کر امام مالک سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور دار الخلافہ (بغداد) جا کر مجھے حدیث کی تعلیم دیں۔

گفت مالک مصطفیٰ را چا کرم
نیست جو سودائے او اندر سرم
بہر تعلیم تو آیم بر درت
خادم ملت نہ گر در چاکرت
بہرہ خواہی اگر از علم دیں
درمیانِ حلقہ در سم نشیں

امام مالک نے فرمایا میں اپنے حضور کا نوکر ہوں اور ان کے عشق کے سوا میرے سر میں کسی کا عشق نہیں ہے۔ کیا تیرے دربار میں تجھے پڑھانے جاؤں اور تیری نوکری کروں اگر تجھے علم پڑھنے کا شوق ہے تو میرے حلقہ درس میں آکر بیٹھ میں در مصطفیٰ کسی قیمت پہ نہیں چھوڑ سکتا۔

بے نیازی ناز ہا دارد بے
ناز او انداز ہا دارد بے
تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

یہ لوگ علم کے قدردان تھے اسی لیے انہوں نے کامیاب حکومتیں کی ہیں اور ان کے ادوار حکومت سنہری دور شمار ہوتے ہیں۔ ہماری بد بختی کہ ہمیں علماء کی تذلیل کا دور ملا ہے۔ برکات ختم ہو گئیں اور کنز العمال شریف کی حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا جب لوگ علماء سے دور بھاگیں گے تو ان پر تین قسم کی لعنتیں مسلط کی جائیں گی۔

نمبر ۱ کسب سے برکت اٹھالی جائے گی۔

نمبر ۲ ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔

نمبر ۳ (علماء سے دوری کی وجہ سے) بے ایمان ہو کر مریں گے۔

اللہم ارزقنا حبک و حب احباءک

علماء حق اللہ کے دین کے سفیر ہوتے ہیں ایک حکومت کے سفیر کی شان دیکھ کر اندازہ ہو

جاتا ہے سفیر کی کیا شان ہوتی ہے تو اللہ کے دین کے سفیر کیا مقام رکھتے ہوں گے۔

لوگ حکمرانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے لیکن علماء حق کو اللہ نے اپنی اور اپنے محبوب کی تعریف کے لئے پسند کر لیا ہے۔ دنیا دار کا نام آئے تو بے چین ہو جاتے ہیں اور مدینے کی گلی کے کتے کا نام آئے تو وجد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

پارۂ دل بھی نہ نکلا تم سے تحفہ میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے جب فرمانروائے ریاست نان پارہ کی تعریف کے لئے
کہا گیا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا۔

کرے مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں
یہ وہ پاکیزہ جذبہ ہے کہ ہزاروں حکومتیں اس پر قربان کی جاسکتی ہیں اور یہ جذبہ صرف
علماء حق کو دیا گیا ہے۔

بزرگانِ دین اور علم شریعت

بعض لوگ بزرگوں کے کلام سے غلط مفہوم نکال لیتے ہیں۔ بے نمازی و بے روزہ
حضرت سلطان العارفین کا یہ شعر پڑھ دیں گے۔

نفل نمازاں کم زمانے روزے صرف روٹی ہو
اور علم دشمن حضرت بابا بلے شاہ کا شعر پڑھ دیں گے۔
علموں بس کریں اوے یار

یہاں علم شیطان نے پڑھیا چکا اوہدا سارا سڑیا

اگو الف تینوں درکار علموں بس کریں اوے یار

حالانکہ حضرت سلطان العارفین خود فرضی نماز کے علاوہ روزانہ ہزار ہزار نفل پڑھتے اور
سال کے اکثر دن روزے سے رہتے تو جب یہ عورتوں کے کام ہیں تو وہ خود کیوں کرتے رہے
یقیناً ان کے کلام کا مفہوم عوام الناس نہیں سمجھ سکتے اور میاں محمد بخش عارف کھڑی نے کیا خوب

فرمایا ہے
خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد، کتیاں اگے دھرنی

یقیناً حضرت بلھے شاہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ”یہنا علم شیطان نے پڑھیا“ اور نہ ہی انہوں نے الف تک پڑھ کر بریک لگا دی تھی اور کہہ دیا ہے۔ اگوالف تینوں درکار۔

بلکہ انہوں نے حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کئی سال گزارے اور علم کے سمندر اپنے سینے میں انڈیل لیے کوئی ولی اللہ جاہل نہیں ہے بلکہ ہر عالم کسی نہ کسی ولی اللہ کا مرید ہے اور ہر ولی اللہ کسی نہ کسی عالم کا شاگرد ہے۔ یہ ملنگ اینڈ کمپنی کا نظریہ ہے شریعت اور ہے طریقت اور ہے حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

ہر	مراتب	از	شریعت	یا فتم
پیشوائے	خود	شریعت	ساختم	

میں نے تمام مراتب شریعت سے حاصل کیے ہیں اور شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔ مجھے ایک شخص نے حضرت بلھے شاہ کا یہی شعر پڑھ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ علم نہیں پڑھنا چاہیے میں نے کہا بلھے شاہ ولی اللہ ہیں اور۔ ولی را ولی می شناسد۔ بہر حال تو میرے ساتھ بات کر کہ ”یہنا علم شیطان نے پڑھیا کہ اللہ دے رسول نے پڑھیا“ جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے الرحمن علم القرآن۔ یہ تو وہابیوں گستاخوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ) لہذا شعریوں ہونا چاہیے۔

علم توں پڑھدا رہیں اوئے یار علم توں پڑھدا رہیں اوئے یار
یہنا علم حضور نے پڑھیا سنیں جوڑیاں عرشاں تے چڑھیا
علم تو پڑھدا رہیں اوئے یار

بزرگوں کے کلام میں کچھ اشعار جن کی صحیح تاویل ہو سکتی ہے وہ تو مانے جاسکتے ہیں انہیں کے ہوں گے وگرنہ جب احادیث میں موضوع، من گھڑت، ضعیف کی آمیزش موجود ہے تو بزرگوں کا کلام نبی کے کلام سے آگے تو نہیں ہے کئی لوگ عقیدت کی وجہ سے کوئی شعر کہہ کر بزرگ کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں۔ مذکورہ اشعار کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے وہ نماز جس میں ریا ہو وہ روزہ جس میں خود ستائی ہو یہ عورتوں کا کام ہے (ورنہ کیا اللہ کے نبی ساری عمر نماز نہ پڑھتے پڑھاتے

رہے تھے؟) اور وہ علم جو پڑھ کر تکبر و سرکشی آجائے اور بندہ اہل اللہ اور انبیاء کرام کی توہین کرنا شروع کر دے ایسے علموں بس کریں اوئے یار۔ جاہل پیر جو نذرانے سارے جہان کے اکٹھے کر لیتے ہیں اور قرآن کی ایک آیت بھی صحیح نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے جب کہا جائے نماز پڑھاؤ تو کہتے ہیں یہ ہمارا کام نہیں مولوی صاحب کا ہے کیا تمہارا کام صرف لوگوں کی جیبیں خالی کرنا ہی رہ گیا ہے قرآن مجید میں مناصب نبوت میں سے تعلیم کتاب و حکمت بھی ایک منصب بیان فرمایا گیا ہے۔ جو یہ نہیں کر سکتا وہ اپنا تزکیہ بھی نہیں کر سکتا دوسروں کا کیا کرے گا مولائے روم فرماتے ہیں

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
بس بہر دست نباید داد دست
کار شیطان می کند نامش ولی
گر ولی این است لعنت بروی

جب نماز پڑھنے کی بات آئے تو یاد دل کی نماز پڑھتے ہیں یا پھر مدینے میں جا کر بھوک لگے تو کھانا مدینے سے ان کو نہیں ملتا اور نہ ہی دل کا کھانا کھانے پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ مریدوں کی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ استنجاء کرنے کا طریقہ آتا نہیں اور دلوں کا تزکیہ کرتے پھرتے ہیں۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مقامِ افسوس ہے کہ انگلش پڑھانے والا تو معاشرے پر بوجھ نہ ہو۔ دکلا برادری جو ساری عمر جان بوجھ کر جھوٹے مقدمات کو سچا اور سو فیصد سچے کو جھوٹا ثابت کرنے پر لگے رہتے ہیں اور اس طرح حرام کی کمائی سے محلات کوٹھیاں اور بینک بیلنس بناتے رہتے ہیں وہ تو معاشرے پر بوجھ نہ ہوں اور طبقہ علماء جو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے اللہ کے گھروں کو آباد رکھے ہوئے ہے۔ مدارس میں دینی تعلیم کا نظام قائم کیے ہوئے ہے اس کے بارے کہا جا رہا ہے یہ معاشرے پہ بوجھ ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایسی سوچیں ذہنوں میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ڈاکٹرز اگر ہزاروں لے کر ظاہر کو شفا دیتا ہے تو وہ معاشرے پہ بوجھ نہیں تو عالم دین قرآن و سنت کے نور سے باطن کو شفا دے کر اور بغیر کسی فیس اور اخراجات کے ہزار ہزار طلباء مدرسہ میں لے کر ان کو قرآن و سنت کا نور عطا کرتا ہے ان کو کھانا مفت، رہائش مفت، کپڑے مفت، صابن، تیل مفت مہیا

کرتا ہے تو وہ عالم معاشرے پہ بوجھ سمجھا جاتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

کتاب الروایا میں ہے امام ابن کثیر سے کسی نے خواب بیان کیا کہ میں عرشِ الہی کو کندھا دے رہا ہوں فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو عالم دین کے جنازے کو کندھا دے گا ایک عالم کے مرنے سے اللہ کی رحمت کے چالیس دروازے بند ہو جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا موت العالم موت العالم۔ عالم کی موت پورے جہان کی موت ہے اور فرمایا گیا من صار بالعلم حیالہ یمت ابدا جو علم سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہ مرے گا (ہدایہ اولین خطبہ حاشیہ ص ۱) حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وقت آئے گا لوگ علماء کا احترام نہیں کریں گے ان کی ضروریات کا خیال نہیں کریں گے نتیجتاً علماء اپنا پیٹ پالنے کے لئے کاروبار کرنا شروع کر دیں گے اس طرح علم اٹھ جائے گا اور قیامت پٹا ہو جائے گی (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۸ ص ۶۸۱) یہ حضرت مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جس ولی نے اپنی ولایت کو چھپانا ہو وہ مولوی بن جائے لوگ کبھی ولی نہیں مانیں گے کیوں کہ عالم دین جتنا بھی پرہیزگار اور غوثیت کے مقام پہ بھی فائز ہو جائے لوگ کہیں گے یہ مولوی ہے اس کے پاس شریعت ہے اس کو طریقت کا کیا پتہ۔

لطیفہ

علماء سے دور رہ کر ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ایک بار میں نے ایک پڑھے لکھے نو جوان شادی شدہ سے پوچھا کہ غسل کے فرائض معلوم ہیں؟ فوراً بولا! ہاں جی! تین ہیں۔ میں خوش ہوا کہ واقعی آتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون کون سے؟ جھٹ سے کہنے لگا۔ صابن، تیل اور تولیہ۔

اسی طرح ایک نو جوان عصر کے وقت آیا بڑا پریشان تھا، رمضان کا مہینہ تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں اتنے پریشان ہو۔ کہنے لگا کیا بتاؤں سارا دن روزے کو سنبھالتا رہا، بس عصر کی اذان ہوئی ہے تو مجبوراً توڑ دیا۔ میں نے سوچا شاید بھول کر کھاپی لیا ہو گا یا تے وغیرہ آگئی ہوگی اور یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ جب اس نے بتایا تو میں حیران رہ گیا۔ کہنے لگا ”ہوا خارج ہو گئی ہے“ میں نے عرض کیا! اوئے بھلے مانس! ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت محدث اعظم پاکستان کا تقویٰ

کیسے کیسے پرہیزگار علماء ہوئے ہیں آپ حیران ہوں گے حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے پانی مانگا شاگرد نے لا کر دیا تو پوچھا کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا مسجد کے نلکے سے فرمایا یہ واپس وہیں ڈال کے آؤ یہ تو وضو کے لئے وقف ہے پینے کے لئے تو نہیں ہے پھر وہ گھر سے لایا جو پینے کے لئے تھا تو آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر مسجد سے باہر لے جاؤ مسجد میں صرف معتکف اور سا فر کھا پی سکتا ہے میں نہ معتکف ہوں نہ مسافر۔ آپ فرمایا کرتے تھے قیامت والے دن میرے یہ ہاتھ رسول اللہ کے سامنے وجد کریں گے کہ ساری عمر کسی گستاخ کے ساتھ میں نے ہاتھ نہیں ملایا۔ پوچھا گیا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے فلاں گستاخ ہے اس سے ہاتھ نہیں ملانا فرمایا! مجھے اس کی گستاخی کی بدبو آ جاتی ہے۔

یہ لوگ ولی نہیں تو کون ولی ہوگا۔ ولی کے لئے عالم لازمی امر ہے یہ نہیں کہ جب علم نہ ہو تو ولی رہے اور علم پڑھتے ہی ولایت غائب ہو جائے کتب تصوف میں ایک حدیث ملتی ہے کن عالما او متعلما او مستمعا ولا تکن رابعا یا عالم بن یا طالب علم بن یا علم کی باتیں سننے والا بن (یعنی علماء کے پاس بیٹھا کر ان سے محبت کیا کرتا کہ خوش ہو کر تمہیں دین کی باتیں بتائیں) اس کے علاوہ چوتھا کوئی درجہ تلاش نہ کر۔

علماء حق کے متعلق ہی فرمایا گیا۔ من صافح عالم فکانما صافحنی و من جلس عند عالم فکانما جلس عندی اجلسہ اللہ تعالیٰ یوم القیمة تحت العرش و من صلی خلف عالم فکانما صلی خلف نبیا من الانبیاء۔ (نزہۃ المجالس)

(حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے عالم (باعمل صحیح العقیدہ) سے مصافحہ کیا گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم دین کی صحبت میں بیٹھا گویا وہ میرے پاس بیٹھا اور اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو عرش معلیٰ کے سائے میں بٹھائے گا اور جس نے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبیوں میں سے کسی نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ولی جو محنت بقیس آنکھ جھپکنے سے پہلے

سینکڑوں میلوں سے اتنا بھاری ہونے کے باوجود لے آیا اور قرآن پاک میں سورہ نمل کے اندر اللہ نے اس کا تعارف علم کے حوالے بھی کرایا قال الذی عندہ علم من الکتب (النمل) وہ جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔ ثابت ہوا کہ علم اور ولایت لازم و ملزوم ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر کسی مدرسے سے نہ پڑھا ہو تو اللہ تعالیٰ پھر بھی ولی کو جاہل نہیں رہنے دیتا بلکہ جس کو ولی بنانا ہو اس کو علم لدنی عطا کر دیتا ہے تاہم ولی علم اور علماء کا قدر دان ہوتا ہے، ان سے محبت کرنے والا ہوتا ہے ان کا مخالف نہیں ہوتا۔ جو علم و علماء سے بیر رکھتا ہو اور پھر ولی بننا پھرے سمجھ لو کہ اس کا اپنا برتن علم سے خالی ہے۔

پاکستان کی مختصر تاریخ گواہ ہے کہ یہاں جب بھی علماء کی تذلیل کی گئی ہمارا نقصان ہوا کیا یہ نقصان کم ہے کہ ملک پاکستان پوری دنیا میں واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا لاکھوں جانیں دی گئیں، راوی دریا مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو گیا پوری ٹرین لاشوں سے بھری ہوئی آکر لاہور رکتی تو صرف ڈرائیور زندہ ہوتا۔ گدھوں نے انسانوں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا یہ علماء کی مخالفت کی نحوست ہے کہ آج تک اس ملک میں اتنا نقصان اٹھا کے بھی اسلام کا نفاذ نہ ہو سکا۔ ۱۹۷۱ء میں علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں ملک دو ٹکڑے ہو گیا، ستر ہزار بچیاں نیلام ہوئیں چار لاکھ بچے یتیم ہوئے۔ عصمتیں لوٹی گئیں اسی طرح ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ اگر نجات کی ضرورت ہے تو دینی علوم کی حامل قیادت کو آگے لانا ہوگا جو یہود و نصاریٰ کی سازشیں بھی ناکام بنائے اور ملک میں دین اسلام کا نفاذ بھی کرے اور ان شاء اللہ یہ کام علماء ہی سرانجام دیں گے

ہے حقیر جان کر بجھا دیا جنہیں تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ایک ایمان افروز حدیث

یؤتی بعالم یوم القیمۃ من علماء امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیقول اللہ عزوجل یا جبرائیل خذ بیدہ و اذهب بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیاخذ جبرائیل بیدہ ویاتی بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هو علی شاطئ الحوض

يسقى الناس بالانية فيقوم النبي صلى الله عليه وسلم و
يسقى العالم بكفه فيقول الناس يا رسول الله تسقينا بالانية
و تسقى العالم بكفك فيقول نعم لان الناس كانوا
مشتغلين فى الدنيا بالتجارة والعالمون مشتغلين
بالعلم۔ (وقائق الاخبار۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ)

بروز قیامت حضور علیہ السلام کی امت کے علماء میں سے ایک عالم کو (بڑی شان و شوکت سے) لایا جائے گا، وہ عالم اللہ کی بارگاہ میں آکر کھڑا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ جبریل امین علیہ السلام (فرشتوں کے سردار) کو فرمائے گا اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر میرے محبوب کی بارگاہ میں لے جا، جبریل علیہ السلام اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام کے پاس لے جائیں گے اس وقت حضور علیہ السلام حوض کوثر کے کنارے پہ جلوہ گر ہوں گے اپنی پیاسی امت کو جام بھر بھر کے پلا رہے ہوں گے۔ جب اس عالم کو پیش کیا جائے گا تو حضور علیہ السلام (جن کے استقبال کو شب معراج مسجد اقصیٰ میں سارے نبی کھڑے ہو جائیں۔ آسمان پہ تشریف لے جائیں تو فرشتے کھڑے ہو جائیں اس عالم کی عزت افزائی کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے اور اس عالم دین کو اپنے ہاتھ سے حوض کوثر کا جام پلائیں گے۔ لوگ سوال کریں گے حضور ہمیں آپ برتنوں سے پلاتے رہے اور اس کو ہاتھ سے؟ فرمایا اس لیے کہ دنیا میں تم تجارتیں کر کے اپنا مال بڑھانے کی فکر میں لگے رہے اور یہ میرا دین پھیلانے میں لگا رہا اس لیے تمہیں برتن سے پلا رہا ہوں اور اس کو ہاتھ سے

۔ یہ مرتبہ بلند مل گیا جس کو مل گیا

ایک عظیم نکتہ

آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا چونکہ عبادت کرنا بندوں کا کام ہے اور علم اللہ کی صفت ہے اس لیے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت علم عطا فرمائی فرمایا و علم ادم الاسماء کلہا۔ علم نام ہے چیزوں کے اسماء کو جاننے کا کسی چیز کے نام زیادہ ہوں تو جتنے اسماء زیادہ جانتے جائیں گے اس شے کی معرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ مثلاً زید کو آپ جانتے ہیں مگر وہ عالم

بھی ہے حافظ و قاری بھی ہے تو ان ساری صفات کو جانیں گے تو زید کے بارے تفصیلی علم ہوگا۔ اور علم کی زیادتی فضیلت کی زیادتی کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا و علمک مالک تکن تعلم کہ جو آپ نہیں جانتے تھے سب کچھ سکھا دیا اس کو اطلاع علی الغیب کہواظہار عن الغیب کہواخبار عن الغیب یہ سارے ذریعے علم ہی کے ہیں وگرنہ جس کو اطلاع نہیں یا تعلیم نہیں وہ بھی نہ جانے اور اظہار عن الغیب والا بھی نہ جانے تو دونوں میں فرق کیا ہوا پھر کلی جزی کی بحث میں پڑنا بے فائدہ ہے کیوں کہ کلی کی سات قسمیں ہیں نمبر ۱۔ پایا جانا محال، ہو جیسے ۲۔ ممکن ہو مثل عنقا نمبر ۳۔ صرف ایک ہی پائی جائے جیسے واجب الوجود نمبر ۴۔ ایک کے علاوہ دوسرے فرد کا پایا جانا ممکن تو ہو مگر پایا نہ جائے۔ جیسے شمس و قمر نمبر ۵۔ سات فرد پائے جائیں جیسے کواکب سبعہ نمبر ۶۔ اتنے افراد ہوں کہ گنے جائیں۔ جیسے انسان نمبر ۷۔ لامتناہی ہوں جیسا کہ معلومات الہیہ۔ یہ ساتویں کلی اللہ کی صفت ہے اور ہم حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم کی چھٹی قسم کے قائل ہیں وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطائی الغرض علم ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا گیا اور مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ لہذا معیار فضیلت علم ہے نہ جاہ و حشمت، نہ مال و زر، نہ حسن و جمال۔

ایک ضروری بحث

جب عبادت بندے کی صفت ہے اور علم خدا کی صفت، تو بے علم عبادت گزار جتنی بھی عبادت کرے عالم کا مقابلہ نہ کر سکے گا کہ عابد پھر بھی بندے ہی کی صفت سے متصف رہے گا اور عالم میں بہر حال صفت علم ہے جو خدا کی صفت ہونے کی وجہ سے عالم کو افضل رکھتی ہے جیسا کہ احادیث اس بارے گزر چکی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ اپنی کوئی صفت بندے کو عطا کر دے اور بندے پر وہ صفت بولی جائے تو یہ کوئی شرک والی بات نہیں ہے بلکہ اشتراک لفظی ہے اور خدا کی صفات بہر حال مستقل۔ ذاتی۔ غیر فانی، غیر حادث ہیں اور بندے کی صفات غیر مستقل۔ عطائی۔ فانی اور حادث ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں تاکہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔ اور جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بنادیتے ہیں ان کی اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے۔

بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اللہ عز و جل کی جو صفات ہیں لفظی طور پر وہ مخلوق کے لیے

بھی بول دی جاتی ہیں پس اس طرح بھی شرک ثابت نہیں ہوتا مثلاً اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت کی صفت ”زندگی“ بیان کی گئی ہے۔ اب شرک کا فتویٰ لگانے والوں سے پوچھ لیں کہ تم خود اور تمہارے سارے علماء و عوام اور مولوی کیا مردے ہیں۔ یقیناً جواباً ہی کہیں گے کہ ہم زندہ ہیں تو اللہ بھی زندہ ہوا اور یہ لوگ بھی زندہ ہوئے تو کیا خود کو زندہ کہہ کر، اللہ تعالیٰ کی صفت اپنے اوپر بول کر شرک نہ ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جن کے جسم میں روح ہے وہ تو زندہ ہوئی اب دیکھیں کہ رب تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جس کے جسم سے لوگوں کے سامنے روح نکلی تلوار سے گھائل کیے گئے گولیاں لگیں پھر ان کا انتقال ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان کو بھی مردہ نہ کہو۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴)

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ (سورۃ لقمان آیت ۲۸)

بے شک اللہ سنتا، دیکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ کو پڑھیں اب پوچھیں ذرا اپنے علماء سے کیا تم خود اور تمہارے سارے مولوی اندھے اور بہرے ہیں۔ پھر اللہ رب العزت انسان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (سورۃ دہر آیت ۲) تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ

۳۔ مِنْهَا خَلَقَكُمْ۔ (سورۃ طہ آیت ۵۵) ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون
طیرا باذن اللہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا
ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے۔

دونوں آیات مبارکہ پر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا اور عیسیٰ علیہ
السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔

۴۔ فقال لهم الله موتوا ثم احياهم ط (سورۃ البقرہ آیت ۲۴۳)

تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا

و احی الموتی باذن اللہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

۵۔ و کفی بالله علیما ط (سورۃ النساء آیت ۷۰) اور اللہ کافی ہے جاننے والا

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جاننے والا۔ کیا انسانوں میں کوئی جاننے والا نہیں سارے کے
سارے جاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جاننے والا اور اپنے مولویوں کو بھی جاننے والا کہتے ہیں پھر اپنے
ہی فتویٰ کے مطابق خود مشرک نہ ہوئے؟ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے فرمایا و علمک مالک
تسکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما (سورۃ النساء آیت ۱۱۳) اور تمہیں سکھا دیا جو
کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے کہ رب
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ محبوب جو کچھ تم نہ جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا اب
کوئی بات ایسی نہیں جسے تم نہیں جانتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ حضور ﷺ کو فلاں بات کا علم
نہیں تو وہ اس آیت مبارکہ کا انکار کر رہا ہے، رب کے قول کو جھٹلا رہا ہے۔

۶۔ وهو العزيز الحكيم ط (سورۃ الحشر آیت ۲۴)

اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

انک انت العليم الحکیم ۵ (سورة البقرہ آیت ۳۲)

بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت کی صفت بھی ”حکیم“ اور یہ اپنے معالج کو بھی ”حکیم“ کہیں تو مشرک بھلا کیوں کرتے ہوئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب تعالیٰ نے خطاب فرمایا:-

و انزل الله علیک الکتب والحکمة۔ (سورة النساء ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری۔

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بھی حکمت والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حکمت والے

اسی طرح قرآن بھی حکمت والا کہ اسے قرآن حکیم کہا جاتا ہے۔

۷۔ و ان الله رءوف رحیم ۵ (سورة نور آیت ۲۰)

اور یہ کہ اللہ تم پر مہربان، رحم والا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:-

بالمؤمنین رءوف رحیم ۵ (سورة التوبہ ۱۲۸)

مسلمانوں پر کمال مہربان، رحیم۔

۸۔ ان العزة لله جمیعاًط (سورة یونس آیت ۱۲۸)

بے شک عزت ساری اللہ کے لیے ہے

و لله العزة و لرسوله وللمؤمنین ۵ (سورة المنافقون آیت ۸)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان ہی کے لیے ہے۔

۹۔ علم الغیب والشہادۃ ج (سورة الحشر ۲۲) ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا۔

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ط (آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

وما هو على الغيب بضنين ۝ (سورة التکویر آیت ۲۳)
اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ رب العزت بھی غیب جاننے والا اور نبی کریم ﷺ بھی رب تعالیٰ کی عطا سے غیب جاننے والے کیوں کہ غیب کا علم ہوگا تو تب ہی بتائیں گے اور رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

۱۰۔ اللہ نور السموات والارض ط (سورة النور آیت ۳۵)
اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:-

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین ۝ (سورة مائدہ ۱۵)
بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

قد جاء کم من اللہ نور رسول یعنی محمدا ﷺ۔

قد جاء کم من اللہ نور سے مراد اللہ کے رسول یعنی محمد ﷺ ہیں۔ تفسیر ابن عباس۔ اس کے علاوہ مخالفین اہل سنت بھی فرشتوں کو نور مانتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

و کفی باللہ شہیدا ۝ (سورة النساء آیت ۶۹) اور اللہ کافی ہے گواہ۔
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد فرمایا:-

ویکون الرسول علیکم شہیدا ط (سورة البقرة آیت ۱۴۳)
اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے عرض کی۔

انت ولینا (سورة الاعراف آیت ۱۵۵)

تو ہمارا ولی (والی) ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:-

اللہ ولی الدین امنوا (سورة البقرة آیت ۲۵۷)

اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا (سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

تمہارے ولی (دوست) نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

۱۳۔ وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا (سورۃ النساء ۴۵)

اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

مکہ شریف کے مسلمان جو ہجرت نہ کر سکے تھے کمزور و ضعیف مرد، عورتیں اور بچے انہوں نے دعا کی:-

واجعل لنا من لدنک ولیا، واجعل لنا من لدنک

نصیرا (سورۃ النساء آیت ۷۵)

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار

دے۔

عن عمران ابن حصین ان النبی ﷺ قال ان علیا منی و

انا منه وهو ولی کل مومن۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے مددگار ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۳۶)

ترمذی شریف جلد دوم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۷۱۰)

۱۴۔ انت مولنا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶) تو ہمارا مولیٰ ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

فان اللہ هو مولہ و جبریل و صالح المؤمنین ج والملئکہ

بعد ذلک ظہیر (سورۃ التحریم آیت ۴)

تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل امیں اور نیک ایمان والے اور اس

کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

جو لوگ مولا علی کہنے پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں کہ مولا تو صرف اللہ ہے اور دلیل دیتے ہیں ”انت مولنا“ پھر اپنے ہر مولوی کے نام کے ساتھ ”مولنا“ کا سابقہ لگاتے ہیں اور بے چارے خود ہی اپنے فتوے کی زد میں آ جاتے ہیں۔ مولیٰ علی کہنے کے متعلق بھی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن زید بن ارقم ان النبی ﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه۔ (رواہ احمد والترمذی)۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶۔ ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب ص ۷۱۰)۔

۱۵۔ و انت احکم الحکمین ۵ (سورہ حود آیت ۴۵)

اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔

اور حضور ﷺ کو خطاب فرمایا:-

فلا وربک لا يؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم

ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت و یسلموا

تسلیمًا ۵ (سورۃ النساء آیت ۶۵)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

۱۶۔ الحمد لله رب العلمین ۵ (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

اور حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا:-

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۵ (سورۃ بنی اسرائیل

(آیت ۷۹)

قریب ہے تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

۱۷- حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا:-

و ذا مرضت فهو يشفين ۝ (سورۃ الشعراء آیت ۸۰)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:-

و ابرىء الاكمه والابرص (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

اور میں ہی شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو۔

۱۸- اللہ يتوفى الانفس حين موتها (سورۃ الزمر آیت ۴۲)۔

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

اور حضرت عزرائیل کے متعلق ارشاد فرمایا:-

قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم (سورۃ السجدہ آیت ۱۱)

تم فرماؤ! تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس کے علاوہ انسان بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے والے، جج قتل کی سزا میں قتل کا حکم

جاری کرنے والا وغیرہ۔

۱۹- واللہ غنى حميد ۝ (سورۃ التائبین آیت ۶)

اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا اور حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا:-

و وجدك عائلا فاغنى ۝ (سورۃ النبی آیت ۸)

اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما نقموا الا ان اغنهم الله ورسوله من فضله

(سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔
علاوہ ازیں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا لقب غنی ہے اور اصطلاح شرع میں ہر
اس شخص کو غنی کہا جاتا ہے جو صاحب نصاب ہو (جس پر زکوٰۃ فرض ہو)۔
اللہ رب العزۃ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا:-

۲۰- و نحن اقرب الیہ من حبل الوريد ۵ (سورۃ ق آیت ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔
اور حضور ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:-

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم (سورۃ الاحزاب آیت ۶)

نبی مسلمانوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

حضور ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اس سلسلہ میں ایک فرقے
کے بانی فرقہ کی کتاب کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو
یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان
کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اولیٰ کا معنی اقرب (قریب تر) ہے۔
(تحدیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند، بھارت مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ص ۱۲)۔

۲۱- یهب لمن یشاء اناثا و یهب لمن یشاء الذکور ۵

(سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹)

اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے
جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی مریم رضی اللہ عنہا سے کہا۔

لاہب لک غلاما ذکیا ۵ (سورۃ مریم آیت ۱۹)

تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

۲۲- وما من ذآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا (سورۃ ہود آیت ۶)

زمین پر ہر چلنے والے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف ط

(سورة البقرة آیت ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا حسب دستور۔

و اذا حضر القسمة اولوا القربى والیتامی والمساکین

فارزقوهم منه۔ (سورة النساء آیت ۸)

پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی

رزق دو۔

علاوہ ازیں تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کا کام مخلوق میں

رزق تقسیم کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

انما انا قاسم واللہ يعطی۔

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب العلم باب ۵۵ ص ۱۳۷)

بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

۲۳- الملک القدوس السلام المؤمن۔ (سورة الحشر آیت ۲۳)

بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا۔

ملک الناس ۵ (سورة الناس آیت ۲) سب لوگوں کا بادشاہ

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ان الله قد بعث لکم طالوت ملکاً ط (سورة البقرة آیت ۲۴۷)

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

ان الله له ملک السموت والارض (سورة البقرة آیت ۱۰۷)

بے شک اللہ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی۔

اور فرماتا ہے۔ واللہ یؤتی ملک من یشاء ط (سورة البقرة آیت ۲۴۷)

اور اللہ اپنا ملک (بادشاہی) جسے چاہے دے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:-

وقل رب انزلنی منزلاً مبارکاً و انت خیر المنزلین ۵

(سورۃ المؤمنون آیت ۲۹)

اور یوں عرض کرو اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

الا ترون انی اوفی الکیل و انا خیر المنزلین ۵

(سورۃ یوسف آیت ۵۹)

کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں۔

۲۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے رب العلمین (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سارے جہانوں کا رب۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی زلیخا سے فرمایا:-

انہ ربی احسن مثوای ط (سورۃ یوسف ۲۳)

وہ (عزیز مصر) تو میرا رب ہے (یعنی پرورش کرنے والا) اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

اور فرمایا بصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربہ خمراً

(سورۃ یوسف آیت ۳۱)

اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اذکونی عند ربک

سورۃ یوسف آیت ۴۲

اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فانسه الشیطن ذکر وہ (سورۃ یوسف آیت

(۴۲)

- تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے۔
- قال ارجع الی ربک۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۰) فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا۔
- معزز قارئین! آپ نے گزشتہ آیات میں پڑھا کہ:-
- خالق بھی زندہ اور مخلوق بھی زندہ۔ -۱
- خالق بھی دیکھتا، سنتا ہے اور مخلوق بھی دیکھتی، سنتی ہے۔ -۲
- اللہ رب العزت بھی تخلیق فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔ -۳
- اللہ تعالیٰ بھی مردے زندہ فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی مردے زندہ کرنے والے ہیں۔ -۴
- رب تعالیٰ بھی جاننے والا ہے اور اس کی مخلوق بھی جاننے والی ہے۔ -۵
- رب تعالیٰ بھی حکیم ہے اور مخلوق بھی حکیم ہے۔ -۶
- اللہ تعالیٰ بھی رؤف ورحیم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رؤف ورحیم ہے۔ -۷
- خالق بھی عزت والا ہے اور مخلوق بھی عزت والی ہے۔ -۸
- خالق بھی غیب جاننے والا ہے اور مخلوق بھی غیب جاننے والی ہے۔ (النبی المنخبر عن الغیب۔ عربی لغت ”المنجد“ میں نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)
- اللہ رب العزت بھی نور ہے اور اس کی مخلوق بھی نور ہے۔ -۱۰
- خالق بھی شہید ہے اور مخلوق بھی شہید ہے۔ -۱۱
- خالق بھی ولی ہے اور مخلوق بھی ولی ہے۔ -۱۲
- خالق بھی مددگار ہے اور مخلوق بھی مددگار ہے۔ -۱۳
- خالق بھی مولا ہے اور مخلوق بھی مولا ہے۔ -۱۴
- خالق بھی حاکم اور مخلوق بھی حاکم۔ -۱۵

۱۶- خالق کی بھی تعریف ہے اور مخلوق کی بھی تعریف ہے۔

۱۷- خالق بھی شفاء دینے والا ہے اور مخلوق بھی شفاء دینے والی ہے۔

۱۸- خالق بھی موت دینے والا ہے اور مخلوق بھی موت دینے والی ہے۔

۱۹- خالق بھی غنی ہے اور مخلوق بھی غنی ہے۔

۲۰- اللہ تعالیٰ بھی شرک سے زیادہ قریب ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مومنوں کی

جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۱- اللہ تعالیٰ بھی بیٹے اور بیٹیاں دینے والا ہے اور جبریل علیہ السلام بھی بیٹا دینے والے

ہیں۔

۲۲- اللہ رب العزت بھی رزق دینے والا ہے اور مخلوق بھی رزق دینے والی ہے۔

۲۳- خالق بھی بادشاہ ہے اور مخلوق بھی بادشاہ ہے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ خیر المنزلین ہے (سب سے بہتر اتارنے والا) اور حضرت یوسف علیہ

السلام بھی سب سے بہتر اتارنے والے ہیں۔

۲۵- خالق بھی رب ہے اور مخلوق بھی رب ہے۔

علاوہ ازیں خالق کائنات کی دیگر صفات ملاحظہ فرمائیں جن کو لفظی طور پر مخلوق پر بھی

بول دیا جاتا ہے۔

۲۶- اللہ تعالیٰ پاک ہے اور کسی مسلمان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو تو اس کا بدن بھی پاک

ہے، اس کا لباس بھی پاک ہے اسی طرح قرآن پاک، رسول پاک ﷺ۔

۲۷- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ”المومن“ اور حضور ﷺ کے غلام بھی مومن ہیں۔

۲۸- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ”العزیز“ اور اپنے رشتہ داروں کو بھی عزیز کہا جاتا ہے یا

کسی شخص کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھے بڑا عزیز ہے۔

۲۹- ”السلام“ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور مسجد نبوی کے دروازے کو بھی ”باب

السلام“ کہتے ہیں۔

۳۰- رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ”المصور“ اور تصویر بنانے والے کو بھی مصور کہا جاتا

ہے۔

۳۱- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "العظیم" اور رب تعالیٰ کے عرش کو بھی عظیم (عرش عظیم) کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شرک بھی ظلم عظیم، ان الشُرک لظلم عظیم (لہمن ۱۳) حضور ﷺ کے اخلاق کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کہا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم: ۴)

۳۲- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الکریم" اور حضور ﷺ کو بھی نبی کریم کہا جاتا ہے۔

۳۳- اللہ رب العزۃ کی صفت ہے "المجید" اور قرآن پاک کو بھی قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

۳۴- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الوکیل" اور سیشن کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے بھی وکیل۔

۳۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے "القوی" اور مخالفین اہل سنت کے خلاف علماء اہل سنت کے دلائل بھی قوی۔

۳۶- "الحمید" اللہ رب العزۃ کا صفاتی نام ہے اور قرآن مجید کو فرقان حمید بھی کہا جاتا ہے۔

۳۷- "المقسط" (عدل کرنے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور موجودہ دور میں بھی کئی جج صاحبان ایسے ہیں جو کہ عدل کرنے والے ہیں۔

۳۸- "المانع" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے یعنی منع کرنے والا اور علماء بھی برائیوں سے منع کرنے والے۔

۳۹- "الضار" (ضرر دینے والا) رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور بہت سی جڑی بوٹیاں اور پتھر بھی ضرر دینے والے مثلاً نیلا تھوٹھا، پکلا وغیرہ اسی طرح دیگر زہریلی کہ بلڈ پریشر کے مریض کو نمک ضرر دینے والا، معدے کے السر کے مریض کو مرچ ضرر دینے والی۔

۴۰- "النافع" (نفع دینے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور علم بھی نفع دینے والا تجارت

بھی نفع دینے والی، شہد بھی نفع دینے والا وغیرہ۔

حق کو جاننے کے لئے ہدایت کے متلاشی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر شرک فی الصفات کیا ہوا؟ علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی اور کو بعینہ شریک ٹھہرایا تو یہ عقیدہ شرک کہلائے گا۔ اللہ رب العزۃ کی ذات میں شریک ٹھہرانے کی تعریف گزشتہ اوراق میں تحریر کر دی گئی اب شرک فی الصفات کے متعلق پڑھیں۔

”جو صفات خالق کی ہیں بعینہ (ان کو ہی) صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک کہلائے

گا۔“

لیکن کوئی بھی مسلمان اللہ رب العزۃ کی عین وہی صفات مخلوق میں کسی کے لئے بھی نہیں مانتا کیوں کہ خالق اور مخلوق کی صفات کے درمیان اس قدر فرق ہے کہ ہم اسے زمین و آسمان کا فرق نہیں کہہ سکتے۔ آئیے دیکھیں کہ خالق اور مخلوق کی صفات میں کیا فرق ہے؟

۱۔ خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات ذاتی ہیں جب کہ مخلوق کی صفات اللہ رب العزۃ کی عطا کردہ ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود ہیں جب کہ مخلوق کی صفات محدود ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں یعنی انہیں گنا نہیں جاسکتا جب کہ مخلوق کی صفات متناہی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی صفات واجب ہیں یعنی اس کی ذات کے ساتھ لازم جب کہ مخلوق کی صفات واجب نہیں ہیں۔

۵۔ خالق کائنات کی صفات ازلی، ابدی، قدیم ہیں یعنی ان کی نہ کوئی ابتداء اور نہ ہی انتہاء جب کہ مخلوق کی صفات حادث ہیں (یعنی پہلے نہ تھیں) بعد میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی صفات کو پیدا فرمایا۔

۶۔ خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات کا باقی رہنا واجب ہے جب کہ مخلوق کی صفات

اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ جب چاہے فنا کر دے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تغیر و تبدل سے پاک ہیں یعنی ان میں تبدیلی نہیں آ سکتی جب کہ مخلوق کی صفات کو اللہ تعالیٰ جب چاہے تبدیل فرما دے۔

حاصل کلام یہ کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں بعینہ وہ مخلوق میں سے کسی کے لئے مان لی جائیں تو شرک لازم آئے گا اور اگر اوپر تحریر کئے گئے فرق کو مانا اور اللہ تعالیٰ کی صفت لفظی طور پر مخلوق پر بول دی تو شرک نہیں کہلائے گا۔ بلکہ صرف اشتراک لفظی کہلائے گا۔

شرک کی مذکورہ تعریف کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور اب اس تعریف کی روشنی میں دیکھیں کہ مسلمانوں پر جن وجوہات کی بنا پر مخالفین اہل سنت شرک کے فتوے لگاتے ہیں آیا واقعی یہ باتیں شرک ہیں یا محض افتراء ہے۔

ثابت ہوا جو واقعاً اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں اگر قرآن و حدیث میں ان کا استعمال مخلوق پر کیا گیا ہے تو شرک نہیں۔ تو داتا۔ گنج بخش۔ غوث اعظم۔ غریب نواز وغیرہ تو الفاظ ہی عربی نہیں نہ قرآن و حدیث میں ان کا استعمال اللہ پر ہوا ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں لیکن ثبوت شرک کے لئے جب بعینہ وہی الفاظ جو اللہ نے اپنے لیے فرمائے جب وہ الفاظ بندوں کے لئے بولنا شرک نہیں تو جو الفاظ (مذکورہ) اللہ نے اپنے لیے بولے ہی نہیں وہ بندوں پر بولنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ (آدم برسر مطلب)

ائمہ مساجد اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کی طرف سے آزمائشوں میں سو فیصد کامیابی حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انعام عطا فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما۔ اے ابراہیم! میں نے تجھے لوگوں کا امام بنادیا ہے۔ کیا امامت کوئی معمولی چیز ہے کہ آج مسجد کا امام شرم سے منہ چھپاتا پھرے اور اپنے آپ کو امام مسجد کہنے سے شرماتا پھرے، یہ امامت نبیوں کے سردار نے زندگی کے آخری لمحات تک کرائی۔ ابو بکر صدیق نے مرتے دم تک امامت کرائی حضرت عمر مصلیٰ امامت پہ شہید کر دیے گئے، عثمان غنی آخری دم تک لوگوں کے امام رہے علی المرتضیٰ کو نماز پڑھاتے ہوئے شہید کیا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں میں سے صرف ہمارے آقا کو امامت کے لئے چنا گیا۔

الغرض اللہ کا ہر پیارا یہ کام کرتا رہا۔ کیا کوئی مسلمان بھی کہلائے اور امامت جیسے مقدس کام کو حقیر بھی جانے اس کا ایمان کب یہ گوارا کرے گا۔ وہ لوگ ان حقائق سے سبق حاصل کریں جو بچوں کو اس لیے دینی مدارس میں داخل نہیں کراتے کہ ہمارا بیٹا پڑھ کر امامت کرے گا؟ اگر تیرا بیٹا امام مسجد بن گیا تو کیا یہ تیری کم خوش نصیبی ہے کہ نبیوں کے مشن پر چل پڑا ہے امامت کرانا کوئی معمولی لوگوں کا کام ہے؟ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور ولیوں کی ولایت کا راز ہے۔

آج کسی چوہدری یا افسر کی تعریف اس کا نوکر کر دے تو پھولا نہیں سماتا جب کہ مسجد میں امامت کا فریضہ ادا کرنے والا وہ ہے کہ خدا اور رسول نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء والعلماء والمؤذنين
المحتسين و حملة القرآن۔ (قرطبی)

بے شک زمین انبیاء، علماء، مؤذن اور حفاظ قرآن کے جسموں کو (موت کے بعد بھی) نہیں کھاتی۔

دنیا تڑپتی ہے کہ حضور علیہ السلام ہم پر ایک نگاہ کرم فرمادیں امام مسجد خوش نصیب ہے کہ اس کی مظلومیت حضور نے چودہ صدیاں پہلے ملاحظہ فرمائی (مسجد کی ٹوپی ٹوٹ گئی امام کو جواب دے دیا۔ امام دیکھتا کیسے ہے نکال دو۔ ایک امام کو پچیس سال امامت کے بعد معمولی بات پہ نکالا گیا کہ محلہ میں نووارد ایک شخص کرائے دار آیا اس سے امام کی بات ہو گئی تو لوگوں کو بہانہ مل گیا کہ محلے دار نہیں مانتے یعنی پچیس سال امامت کرنے والا محلے دار نہیں بنا اور جس کو محلہ میں آئے دو مہینے ہوئے اور کرائے دار ہے وہ محلہ دار ہو گیا؟ بد بختو! وہ کون سی یونیورسٹی ہے جس سے محلے دار ہونے کی ڈگری ملتی ہے، ہمیں بھی تو بتاؤ۔ کیا یہ کردار ان کو فیوں کا نہیں جنہوں نے امام مسلم بن عقیل سے غداری کی۔ کاش خرجیسی ایک نماز ہی پڑھ لو کہ ایک بار ”پیچھے اس امام کے“ کہا اور جان قدموں میں قربان کر دی)۔

سرکار نے فرمایا اللھم ارشد للائمة واغفر للمؤذنین (ترمذی صفحہ ۵۱) اے اللہ! میری امت کے اماموں کو ہدایت پر قائم رکھ (کہ سب کچھ سہہ کے بھی امامت کراتے رہیں اور صبر کرتے رہیں) اور میری امت کے مؤذنین کو بخش دے۔ بلکہ جو شخص امام کے بالکل پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے حضور علیہ السلام نے اس کے لئے تین بار دعا فرمائی (ترمذی ص ۵۳)

نیز ارشاد فرمایا جو شخص امام کے مصلے سے دور ہو اوہ جنت سے دور ہو گیا (مشکوٰۃ ص ۱۲۳) کیا یہ ساری نعمتیں اور باجماعت ایک نماز کا ثواب ستائیں کے برابر امام ہی کی وجہ سے نہیں ملتا؟ پھر کیا وجہ ہے معمولی دنیوی فائدے کی وجہ سے دنیا داروں کا احترام تو کرتے ہو اور اس قدر دینی فائدے جس کی وجہ سے نصیب ہیں اس کا احترام تمہاری نگاہوں میں کیوں نہیں؟ یہ بدبختی نہیں تو کیا ہے؟

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (جوان تین مخلص افراد میں شامل ہیں جو غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ گئے اور اللہ نے ان کی توبہ کی قبولیت کا سورہ توبہ میں خصوصیت سے ذکر فرمایا) کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی عادت کریمہ یہ تھی کان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة کہ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ (صحابی رسول) کے لئے دعا کرتے ان کے بیٹے فرماتے ہیں میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے میں کیوں نہ اس کے لئے دعا کروں کہ اس نے ہمیں سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا (ابوداؤد ص ۱۵۳، ابن ماجہ ص ۷۷) ایک جمعہ پڑھ کر ساری عمر دعا کرتے رہے اور آج کے نمازی ساری عمر نمازیں پڑھ کر بھی اپنے امام کی غیبت کرتے ہیں۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

علماء سے دوری اور نفرت کا نتیجہ

جیسے رافضیوں نے قرآن مجید کے متعلق عقیدہ بنالیا ہے کہ یہ اصل قرآن نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام جنہوں نے قرآن پاک کو جمع فرمایا ان کے متعلق بدزبانی کی تو ان پر ایسی لعنت برسی کہ حفظ قرآن کی دولت سے محروم کر دیے گئے اسی طرح جو لوگ علماء کے بارے بدگمانیاں پھیلاتے ہیں کبھی کہتے ہیں امام حسین کو حافظوں، قاریوں نے ہی تو شہید کیا تھا، کبھی کہتے ہیں داڑھیاں تو سکھوں کی بھی ہیں کبھی یوں کہیں کہ مولوی بخشے گئے تو ہم سب بخشے جائیں گے، کبھی یوں کہیں کہ بھیڑیے نے یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے مولویوں میں سے ہو جاؤں یعنی علماء کے بارے میں اللہ و رسول نے جو فضائل بتائے ان کی

طرف نہیں آتے اور بھیڑیوں کی بولیاں بولتے ہیں۔ بھیڑیے نے اگر کہا بھی ہو تو وہ بھیڑیے کا ہی عقیدہ ہو سکتا ہے تو نے خدا اور رسول کا دیا ہوا عقیدہ چھوڑ کر بھیڑیے والا عقیدہ اپنایا اور طرح طرح کے من گھڑت لطیفے علماء کے بارے میں گھڑے اللہ کی ایسی لعنت پڑی کہ نماز سے محروم، مسجد سے دور دین سے دور اور شکل و صورت محمدی سے نفرت کی تو یہود و نصاریٰ کی شکل و صورت نصیب ہو گئی، آپ دس عیسائی یہودی گھڑے کریں ان میں ایک اس طرح کا مسلمان بھی گھڑا کر لیں تو پہچان نہیں سکیں گے ان میں مسلمان کون ہے وہی شکل و صورت جویش و شیرون کی ہے اسی کو مسلمانوں نے اپنایا ہوا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نتیجتاً دین کے معاملے میں حالت یہ ہو گئی کہ جنازہ لے کر جا رہے ہوں تو ہر کندھا دینے والا بلند آواز سے ”کلمہ شہادت“ کا لفظ تو بول لیتا ہے آگے کلمہ شہادت آتا ہی نہیں پڑھے کون؟ نماز جنازہ تو کیا آئے گی ساری عمر امام صاحب ہر جنازے کے ساتھ نیت بتاتے ہیں وہ ساری زندگی یاد نہیں ہوتی اور جنازہ پڑھ آتے ہیں یعنی زندہ سے بھی دھوکہ اور مردوں سے بھی فراڈ۔ جو کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھتا اس کو جنازہ پڑھنے سے کیا کام صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ورنہ بیچ گا نہ نماز تو فرض عین ہے وہ کبھی پڑھی نہیں جنازہ تو نہ بھی پڑھے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ لیکن خدا کی ناراضگی کی پروا نہیں صرف یہ کہ برادری خاندان ناراض نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ ٹی وی کے معلوماتی پروگرام نیلام گھر میں میں نے خود سنا جب سوال ہوا کہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت کا نام بتاؤ تو کسی یونیورسٹی کے طالب علم نے جواب دیا کہ سورہ بقرہ۔ اور سب سے پہلا جمعہ اسلام میں کس نے پڑھایا؟ تو جواب آیا کہ محمد بن قاسم نے۔ تین طلاق بیوی کو دے کر پھر مولوی کے پاس بھاگتے ہیں جی غصے میں دی تھی۔ بھلا کوئی پیار میں بھی طلاق دیتا ہے کہ بیگم آج تو نے کھانا بہت اچھا پکایا ہے جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔

نکاح میں جب مولوی صاحب نو جوان کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہتے ہیں تو اس وقت اس نو جوان پڑھے لکھے کی کیا حالت ہوتی ہے؟ یا مولوی صاحب جانتے ہیں یا پھر دولہا جانتا ہے پہلے کلمے میں ہی بے چارہ بھنس جاتا ہے پھر ساتھ والے یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں جی بے چارہ شرما

رہا ہے آپ خود ہی پڑھ دیں ہمیں آپ پر اعتبار ہے۔ یہ ظالم شراب پیٹے، جھوٹ بولتے نہیں شرماتا کلمہ پڑھتے شرماتا ہے۔

پھر نکاح کے بعد بیوی چونکہ ایم اے پاس ہوتی ہے اور بابو میٹرک سے دو دفعہ فیل ہوتا ہے لنڈے بازار سے پانچ روپے کی پینٹ پہن کر بابو بنا ہوا ہوتا ہے جھگڑا ہو جائے تو بیوی انگریزی میں گالیاں دیتی ہے اور بابو پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے ”بیڈ فول“ یہ کہتا ہے ”جی حضور“۔

لطائف

ایک بابو کی دو بیبیاں تھیں ایک اوپر رہتی تھی دوسری نیچے بابو جی دوپہر کی گرمی میں دفتر سے گھر آیا اوپر والی کے پاس جانے لگا تو نیچے والی نے ٹانگوں سے پکڑ لیا اوپر والی کو پتہ چلا تو اس نے ٹائی سے پکڑ لیا (کیوں کہ سر تو انہوں نے جوتے مار مار کے پہلے ہی گنجا کر دیا تھا) اب نیچے والی نیچے کھینچ رہی ہے اوپر والی اوپر باؤ جی پھنس گئے غصے میں کہا اوپر تیرے پاس آؤں تو تجھے طلاق نیچے تیرے پاس آؤں تو تجھے طلاق اب کہہ تو بیٹھے مگر پھنس گئے کہ جدھر گیا طلاق ہو جائے گی اور دونوں بیبیاں ہاتھ سے گئیں اور ایسی گئیں کہ پھر واپس نہ آئیں۔ اب مولوی یاد آیا۔ جب پھنس جاتے ہیں تو پھر مولوی یاد آتا ہے (جو پیدا ہونے سے مرنے تک کان میں اذان، نکاح، جنازہ، قل، چالیسواں اور سالانہ ختم تک تیرے کام آتا ہے۔ اگر وہ وفادار نہیں تو تُو بھی تو دلدار نہیں) مولوی صاحب کے پاس بندہ بھیجا کہ باؤ جی کی بیبیاں بچائیں اور ساتھ باؤ جی کو بھی، انہوں نے فرمایا سیڑھی لگا کر نیچے والی کو اوپر لے جاؤ اوپر والی کو نیچے لے آؤ دونوں بمعہ باؤ جی کے بچ جائیں گی۔

ملاں بتاتا ہے تجھے جنت کا راستہ
گر مانتے نہیں تو جہنم میں جائیے
گر چاہتے ہیں آپ کہ بچے ہوں با ادب
تو پہلے اپنے بچوں کو قرآن پڑھائیے

انگریز بننے کی اگر تمنا ہے آپ کی
تو پہلے اپنے چہرے پہ چونا پھرائیے
اسلام چاہتا ہے کہ نمازی بنائیے
اور آپ کا ہے شوق کہ کرکٹ کھلائیے
قرآن خواں کو دیکھ کے منہ پھیر لیجیے
عمران خاں کے نام پہ قربان جائیے

(مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب)

✽ — ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ آپ نماز جنازہ نہ آنے کی بات کرتے ہیں مجھے تو نماز جنازہ کی دعاؤں کا ترجمہ بھی آتا ہے میں نے کہا سبحان اللہ! سنائیں اللھم اغفر لحینا کا معنی کیا ہے کہنے لگے حیت کا معنی سانپ۔ یعنی اے اللہ ہمارے سانپ کو بخش دے۔ باپ کو سانپ کہہ رہا ہے۔

✽ — اسی طرح ایک صاحب ڈبل ایم اے کہنے لگے مولویوں کی ضرورت کیا ہے قرآن کا ترجمہ مل جاتا ہے ہر بندہ خود سمجھ سکتا ہے میں نے کہا پھر تمہیں نمازیں کون پڑھائے گا۔ تمہارے نکاح کون پڑھے گا۔ جنازے کون پڑھے گا کہنے لگا ہم خود پڑھ لیں گے میں نے کہا پھر تم خود مولوی بن جاؤ گے پھر مولویوں سے جان تو نہ چھوٹی۔

پھر تم نے بڑے دعوے سے قرآن فہمی کی بات کی ہے ذرا بتاؤ تو بسم اللہ کا ترجمہ کیا ہے، بڑا لال پیلا ہوا، میں اتنا ہی جاہل ہوں کہ مجھے بسم اللہ کا ترجمہ نہ آئے میں بھی سمجھ گیا کہ اگر آتا ہوتا تو اتنا غصے میں نہ آتا۔ میں نے عرض کیا اگر آتا ہے تو سنا دیں ثواب ہوگا، کہتا ہے سنو! شروع کرتا ہوں، ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا تو میں نے روک کر کہا یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے "شروع کرتا ہوں" ب کا معنی ساتھ اسم کا معنی نام اللہ اسم جلالت ہے الروح من بہت مہربان الروح من بہت رحم کرنے والا ہے۔ یہ شروع کرتا ہوں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ڈبل ایم اے صاحب اب لگا بغلیں جھانکنے۔ گویا کہ، یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ، اگرچہ، میرا مطلب ہے وغیرہ۔

✽ — ایک صاحب فرمانے لگے یہ مولوی نے ایسے ہی فرتے بنارکھے ہیں کوئی وہابی کوئی سنی کوئی کچھ میں صرف مسلمان ہوں میں نے کہا اچھا ذرا صرف مسلمانوں والی نماز پڑھ

کردکھاؤ جیسی نہ وہابی پڑھتے ہوں نہ سُنی نہ شیعہ۔ پھر یہی ہو سکتا ہے ایک ٹانگ کھڑی
کردو اور ایک بازو اٹھا لو۔

بچھلے دنوں ناظمین کے الیکشن کے موقع پر اخبارات میں بڑے عجیب عجیب لطائف
آتے تھے۔

❖ کسی ناظم کے امیدوار سے نماز جنازہ کے بارے سوال کیا گیا تو اس نے کہا چار
رکعتیں ہر رکعت میں دو دو سجدے۔ کسی کو دعائے قنوت یاد نہیں تو کوئی تیسرا کلمہ نہ سنا سکا
یہ بی اے پاس ہیں یا بی بی پاس۔ کوئی وزیر مر جائے تو ماتحت عملہ بے وضو ہی جنازہ میں
شامل ہو جاتا ہے ہم نے اللہ کی نماز تو نہیں پڑھنی ہم نے تو وزیر کی پڑھنی ہے وضو کی کیا
ضرورت۔

ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنی ہو تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں کوئی منہ پر ہاتھ
پھیرے تو ہم بھی پھیریں اور خلاصی ہو۔

❖ کہتے ہیں ایک چوہدری صاحب کا وصال ہو گیا، مولوی صاحب نہیں تھے لوگ ایک
درویش کو لے آئے کہ جنازہ پڑھاؤ انہوں نے مصلے پہ کھڑے ہو کر ایک بار جنازے کو
دیکھا پھر نمازیوں کو دیکھا اور آدھا گھنٹہ جنازہ پڑھانے پہ لگا دیا لوگ سلام پھیرتے ہی
درویش کو مارنے لگے اتنی دیر لگادی، انہوں نے فرمایا وجہ تو پوچھ لو، مارتے کیوں ہو، در
اصل میں نے تو ابھی جلدی پڑھا دیا ہے، کیوں کہ ایک نہیں پڑھایا بلکہ سب کا پڑھا دیا
ہے ایک مردہ آگے تھا تین سو مردے پیچھے تھے کیوں کہ تم خدا کے لئے تھوڑا آئے ہو!
تم تو چوہدری کے لئے آئے ہو۔ خدا کے لئے آتے ہوتے تو پانچ وقت مسجد میں بھی
گئے ہوتے۔

جو جنازہ گاہ میں جنازہ پڑھنے سے پہلے جنازہ کی نیت پوچھ رہا ہے اس کو نماز جنازہ تو
ضروری آتی ہوگی۔

❖ روزہ ایک نہیں، تراویح کبھی نہیں، نماز کی گیارہ مہینے چھٹی اور چاند رات کو اسپیشل پوچھا
جاتا ہے جی عید کتنے بچے ہوگی۔ تمہیں کیا تیرے لیے تو روزانہ ہی عید ہے۔

❖ مردے کو جس صابن سے نہلایا جاتا ہے وہ مولوی کو دے دو مردے کے کپڑے، جوتی

مولوی کو دے دو۔ مردے کا کھانا مولوی کو دے دو، پھر کہتے ہیں مولوی میں بڑی آکڑ ہے، کیوں نہ ہو ہر چیز جو آکڑ خان کی بے چارہ استعمال کرتا ہے۔

اپنی طرف سے مسئلے گھڑے جا رہے ہیں جیسے گھر کی شریعت ہو، جی دو خطبے بھاری ہوتے ہیں، تمہیں کیا لگے، بھارے ہوں گے تو مولوی پر ہوں گے جس نے دینے ہیں اگر بھار اتارنا چاہتے ہو تو اس بے چارے کو کہو مولوی صاحب ایک آپ دے دیں ایک ہم دے دیتے ہیں تاکہ آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ لیکن ہر وقت گالیاں دینے والا خطبہ کیا دے گا۔

✽ — ایک بخیل صاحب مر رہے تھے کسی نے کہا خدا کے نام پہ بھی کچھ دو تو کہنے لگے جان تو دے رہا ہوں اور کیا دوں۔

✽ — ایک بخیل صاحب کو دل کا دورہ پڑ گیا تو لوگوں نے پوچھا کیا کچھ خرچ کر بیٹھے ہیں؟ تو جواب ملا نہیں بلکہ کسی کو خرچ کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

پچھلے دنوں ٹی وی پہ ڈرامے میں دکھایا گیا ایک چوہدری صاحب فوت ہو گئے تو ان کے بیٹوں نے مولوی صاحب کو کہا کہ روزانہ اس کی قبر پہ جا کر پڑھا کرو۔ مولوی صاحب گئے آدھ گھنٹے کے بعد واپس آئے، پوچھا گیا اتنی جلدی آگئے ہو، عرض کیا ایک پارہ پڑھا آیا ہوں، پاس ہی ایک مسخرہ بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا مولوی صاحب! یہ بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے گناہ بھی بڑے ہوتے ہیں ان کا ایک پارے سے کچھ نہیں بنتا۔

۔ جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ

حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

✽ — میاں محمد اکرم مرحوم نے مجھے بتایا کہ عبدالحق نامی ایک شخص جس کو وہ ذاتی طور پر جانتے تھے، دبئی سے آرہا تھا ایک سکھ کے ساتھ جہاز میں سیٹ ملی، اب عبدالحق کلین شیو ہے اور سکھ کی داڑھی ہے۔ بجائے اس کے کہ سکھ پوچھتا تو نے داڑھی کیوں نہیں رکھی، جھٹ سے اس نے سکھ سے پوچھ لیا کہ سردار جی! یہ داڑھی کیوں رکھی ہوئی ہے۔ سردار نے جوابا کہا! تیرے ہی نبی کی سنت ہے۔ جس کی مجھے توفیق مل گئی تھی نہ ملی۔ بس پانی پانی ہو گیا اللہ نے ہدایت دے دی آج اس کی مشیت بھر داڑھی ہے اور بس چلا رہا ہے۔

✽ — حضرت پروفیسر محمد اکرام صاحب (مرید خاص حضرت قبلہ سید ابو البرکات علیہ الرحمۃ) بیان فرماتے ہیں کہ ایک انگریز کو حضرت پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے میرے حوالے کیا، میں اس کو داتا صاحب لے گیا اور عرض کیا آپ گنج بخش ہیں اپنے خزانے سے اس کو بھی بھیک عطا ہو۔

اللہ نے مہربانی فرمائی مسلمان ہو گیا، اذان ہوئی تو ہمیں غور سے دیکھتا اور پوچھتا۔
Are You Muslim? کیا تم مسلمان ہو؟ تو پھر بیٹھے ہوئے کیوں ہو کیا اللہ تعالیٰ نماز کے لئے نہیں بلارہا؟

✽ — اخباری رپورٹ کے مطابق بیس افراد کا وفد پاکستان سے لندن گیا انہوں نے سورکا گوشت پیش کیا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ہمارے مذہب میں حرام ہے، انہوں نے حلال کھلا دیا کھانے کے بعد شراب خود طلب کر لی اور شراب نوشی کرتے رہے۔

عیسائی لوگ کہ جن کو نفرت سے چوڑھا کہا جاتا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ملکہ الزبتھ بھی اپنے مذہبی راہنما کو فادر کہے گی اور اگر ملکہ الزبتھ کسی کو پھانسی کی سزا سنا دے اور پوپ اس سزا کو معاف کرنا چاہے تو سزا نہ ہوگی اور ملکہ بھی سر جھکا کر پوپ کی بات مانے گی۔

ہم خود اپنی زبان سے اپنے مذہبی راہنماؤں کی تذلیل کرتے ہیں کہ مولوی ایسے ہیں ایسے ہیں میں نے کہا اس لیے کہ تمہارے والدین کا نکاح مولوی نے پڑھایا ہے جس کے نتیجے میں تیرے جیسی سوغات آئی چونکہ تو آپ ایسا ہے لہذا ”المرء یقیس علی نفسه“ ہر کوئی دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔

ہم اس قدر احساس کمتری کا شکار ہو گئے ہیں کہ ایک طرف عالم اپنی تقریر میں پورا قرآن پڑھ جائے عربی فارسی پہ مہارت تامہ رکھتا ہو تو کوئی حیرانگی نہیں ہوتی دوسری طرف قرآن و سنت سے ناواقف تقریر میں ایک جملہ انگریزی کا بول دے تو حیران ہو رہے ہیں کہ بڑا پڑھا لکھا بندہ ہے یعنی قرآن و حدیث نہ آئے تو پرواہ نہیں لیکن انگریزی نہ آئے تو بڑی کمی محسوس کرتے ہیں، انگریز نے ہم سے انتقام لیا اور ہماری معیشت کو بھی انگریزی کے ساتھ مشروط کر دیا انگلش آئے گی تو ملازمت ملے گی چاہے پبا کلمہ بھی نہ آئے اور انگریزی نہیں آتی تو کسی کام کے نہیں ہو

چاہے پورا قرآن آتا ہو نہ ہماری کوئی اپنی سوچ ہے نہ تہذیب نہ تمدن ۔

آدی بس آدی ہیں بات کے

در حقیقت بیل ہیں گجرات کے

انگریز اور انگریزی کو اپنا قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے ایک بات قرآن و سنت کے اندر ہو تو توجہ

ہی نہیں کرتے وہی بات انگریزی میں کوئی انگریز مفکر کہہ دے تو جھومتے رہتے ہیں

طاقِ دل میں چراغِ انگریزی

سر کے اندر دماغِ انگریزی

چالِ انگریزی ڈھالِ انگریزی

جسم کا بال بالِ انگریزی

گلا چھلتا ہے گر تو چھل جائے

لہجہ "صاحب" سے اپنا مل جائے

دو ایمان افروز روایات ملاحظہ فرمائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے

میرے اللہ مجھے ایسا بنادے کہ کوئی شخص مجھ پر کیچڑ نہ اچھالے۔ اللہ نے فرمایا ہذا شیئی لم

استخلصہ لنفسی کیف افعلہ بک۔ اے یحییٰ علیہ السلام یہ چیز تو میں نے اپنے لئے

بھی نہیں رکھی تمہارے لئے کیسے رکھوں۔ پھر حضرت انس نے یہ آیت پڑھی کہ یہود عزیر علیہ السلام

کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہ کہ یہود نے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا قرار دیا۔

(درمنثور بروایت دیلمی فی مسند الفردوس جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)

امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

فرمایا: اگر تجھے تمہارے مسلمان سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے تو غم نہ کرو اگر وہ بات درست ہے

تو تمہاری غلطی پر تمہیں دنیا میں تنبیہ ہوگئی اور اگر غلط ہے تو تمہیں ایک نیکی کا بن کیے ثواب مل

گیا۔ (درمنثور حوالہ مذکورہ)

مسلمانوں کو قرآن و سنت کے حاملین سے وہ معاملہ نہیں کرنا چاہیے جو اہل کتاب نے

اپنی کتابوں سے کیا: چنانچہ حضرت جبر بن نصیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوشک ان یرفع العلم - قریب ہے کہ علم اٹھ جائے۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیسے اٹھ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن لبید تجھے تیری ماں روئے میں تجھے اہل مدینہ میں فقیہ تر سمجھتا تھا۔ کیا یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں تورات و انجیل نہیں ہے؟ مگر جب انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو انہیں یہ چیز بچانہ سکی پھر آپ نے آیت پڑھی۔ و لو انہم اقاموا التوراة و الانجیل الخ۔ (تفسیر ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم جلد ۲ صفحہ ۷۹)

علماءِ سوء

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک ہی مچھلی سارا جال خراب کرتی ہے دیکھنے میں دونوں موتی ہوتے ہیں مگر جوہری جانتا ہے ہیرا کون سا ہے اور عام پتھر یا شیشہ کون سا، ہوتے دونوں کاغذ ہیں ایک قرآن مجید میں لگ کر عزت پا جاتا ہے اگرچہ ظاہر استہی ہو دوسرا اگرچہ قیمتی ہو مگر اس پر پکوڑے کھائے جاتے ہیں۔ بعض نام نہاد علماء دنیا داروں، حکمرانوں کے خوشامدی، ان کی کوٹھیوں کا طواف کرنے والے جن کی زبانوں سے بظاہر قال اللہ اور قال الرسول ہوتا ہے مگر ذناب فی ثیاب کی شان رکھتے ہیں، ایسے بازی گروں کو دیکھ کر علماء حق کی قدر نہ کرنا اور ان کے پردے میں دین کے سچے و فاشعاروں کو کوہنا عقل مندی نہیں ہے اتنی پہچان تو جانور بھی کرتا ہے کہ میرا مالک کون ہے اور میرے مالک کا دشمن کون ہے، ایسے علماء سوئی اللہ رسول کی بارگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ حدیث کی روشنی میں ایسا عالم، ریا کار بنی اور غازی سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے

۔ اس طرف بھی آدمی ہیں اس طرف بھی آدمی

ان کے جوتوں پر چمک ہے اُن کے چہرے پر نہیں

(ساحر لدھیانوی)

اگرچہ حکمرانوں اور دنیا داروں جن کی یہ لوگ خوشامد کرتے ہیں ان کے نزدیک یہی اصل علماء حق ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سارے ایسے ہی ہو جائیں لیکن کردارِ حسینی کے حامل ہر دور میں اپنا فرض ادا کرنے سے نہیں رکتے۔

جو ظلم پر لعنت نہ کرے آپ لعین ہے

جو صبر کا منکر ہے وہ منکرِ دیں ہے

اس کے باوجود ان علماء سو کی وجہ سے دین کو ہی چھوڑ دینا اور دین کا مذاق اڑانا کسی شریف آدمی کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

دین کا مذاق اڑانا کفار و مشرکین کا کام ہے

اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ بعض صحابہ کو کفار نے ازراہ مذاق کہا کہ عجیب تمہارا نبی ہے علمکم نبیکم کل شئی حتی الخیراء۔ تمہیں اس طرح کی باتیں بھی بتاتا ہے کہ استنجا کیسے کرنا ہے۔ اگر ہمیں کوئی ایسی بات کر دے تو ہم ایسے نام نہاد عاشق رسول ہیں کہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر خود بھی دین کا مذاق اڑانا شروع کر دیں کہ واقعی یار یہ تو کوئی مہذب بات نہیں ہے لیکن تہذیب حاضر کے دلدادہ کو کیا معلوم تہذیب و تمدن سرکارِ دو عالم کی ہی تعلیمات کا نام ہے۔

آج کا مسلمان مفکر بھی احساسِ کمتری کا شکار ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضور علیہ السلام نے فرمایا مکھی اگر پینے والی شے میں گر جائے تو اس کو ڈبو کے نکال دو اور پینا چاہو تو پی لو، یہ آپ نے کیا فرما دیا، غیر مسلم یہ پڑھ کر مذاق اڑاتے ہوں گے، تہذیب کے منافی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آج غیر مسلموں کے سائنس دانوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں جب لیبارٹری میں جا کر دیکھا کہ واقعی مکھی کے ایک پر میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں جو خود ڈبوتی ہے اور دوسرا ڈبویا گیا تو اس میں شفا کے جراثیم تھے جنہوں نے بیماری کے جراثیموں کو مار دیا۔

پھر حضور علیہ السلام صرف امیروں کے رسول تو نہیں کہ جن کو وافر مقدار میں ہر نعمت مہیا ہو جاتی ہے ان غریبوں کے بھی رسول ہیں کہ جن کو ہو سکتا ہے سال بعد دودھ کا پیالا ملے۔ جب حسرت کے مارے پینے لگیں تو مکھی گر جائے۔ اگر انڈیل دینے کا حکم دیا جاتا تو ان بے چاروں کے دل پہ کیا گذرتی۔ اس لیے اجازت دے دی جو نہ پینا چاہے اس کی مرضی کسی کو پلا دے لیکن چاہے تو پی بھی سکتا ہے کیوں کہ دودھ اللہ کا نور ہے اور حضور بھی نور خدا ہیں نور خدا نور نبوت سے جان گیا کہ کہ اب اس مشروب میں کوئی خرابی نہیں لہذا احترام کا تقاضا ہے پی ہی لیا جائے۔

اور اگر حکم ہوتا کہ مکھی والی شے کو ہرگز نہ کھاؤ پیو تو آج بے چارے حلوائی، گوالے، مشروبات والے، گوشت والے کہاں جاتے کہ جہاں ہر وقت مکھیوں کا ہجوم ہوتا ہے وہ تو سارا دن مکھیاں ہی مارتے رہتے۔

الغرض ان گنت حکمتیں بیان کی جاسکتی ہیں آدم برسر مطلب! جب صحابہ پر کافروں نے اعتراض کیا تو وہ سچے عاشق تھے ایسا جواب دیا کہ لا جواب کر دیا فرمایا ڈوب کے مر جاؤ تمہارا بھی کوئی دین ہے تمہیں تو استنجاء کرنے کا کسی نے نہیں بتایا۔ ہمارے نبی نے تو ہمیں استنجاء تک کا طریقہ بتا دیا ہے۔

نہانا النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلة بغائط
او بول و ان لا نستنجی بالیمین و ان لا یستنجی احدنا
باقل ثلثة احجار او یستنجی برجیع او عظم۔

ہمیں ہمارے آقا و مولا نے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنے سے اور
دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے اور تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے سے
اور گوبر، لید، ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۴)

طالب علم کے لئے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کتنے قدردان لوگ تھے جو حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے
الفاظ کتنی محنت سے حاصل کرتے (صحیح بخاری ص ۸۷) یہ ہے رحل جابر ابن عبد اللہ
مسیرۃ شہر الی عبد اللہ بن انیس فی حدیث واحد۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کو پتہ چلا
کہ حضرت عبد اللہ بن انیس کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک فرمان ہے جو میرے پاس نہیں
انہوں نے پشیل سواری خریدی اور مہینہ سفر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کا فرمان حاصل کیا۔

میزبان رسول حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث حضور علیہ السلام
سے سنی کچھ عرصہ بعد صرف الفاظ میں شبہ پڑھ گیا (مفہوم معلوم تھا) اس وقت ان کے علاوہ
صرف ایک صحابی (عقبہ بن عامر) زندہ تھے اور وہ بھی مصر میں تھے چنانچہ آپ پشیل مصر گئے، لق و
دق صحراؤں اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا ایک مہینہ پورا لگ گیا مصر پہنچے تو ان کا ٹھکانہ معلوم

نہ تھا، امیر مصر مسلمہ بن مخلد کے پاس گئے اور کہا جلدی کرو (مرنے سے پہلے میں حدیث کے الفاظ تو صحیح کرنا چاہتا ہوں) مجھے عقبہ کے پاس پہنچاؤ۔ چنانچہ اس کا انتظام کیا گیا۔ آپ جب حضرت عقبہ کے ہاں گئے ان کو معلوم ہوا کہ میزبان رسول آئے ہیں فرط شوق میں گلے لگا لیا، آنے کی وجہ پوچھی، فرمایا مومن کی پردہ پوشی کے متعلق سرکار کے فرمان کا مفہوم یہ ہے الفاظ کیا ہیں؟ میں صرف یہی تصدیق کرنے آیا ہوں انہوں نے الفاظ پڑھے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ستر مؤمناً فی الدنیا علی عورة سترہ اللہ یوم القیمة (یعنی، فتح الباری) ”میں نے اپنے آقا سے سنا کہ جو شخص دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کی پردہ پوشی فرمائے گا“ حضرت ابویوب کی جان میں جان آئی فرمایا الحمد للہ مجھے بھی ایسے ہی یاد تھی شبہ دور ہو گیا۔

اور وہ حدیث یہ ہے یحشر الناس یوم القیمة فینا دیہم بصوت یسمعه من بعد کما یسمعه من قرب انا الملک الدیان لا ینبغی لا هل الجنة ان یدخل الجنة و واحد من اهل النار یطلبہ بمظلمة حتی اقتصہ منه حتی اللطمة۔

(فتح الباری بحوالہ ضیاء النبی ج ۷ ص ۸۰)

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور ان کو آواز دی جائے گی جس کو دور والا بھی ایسے ہی سنے گا جیسے قریب والا، میں بادشاہ ہوں، بدلہ دینے والا ہوں۔ جنت والے جنت میں نہ جائیں جب تک کہ کسی دوزخی کا اس کے ذمے کسی ظلم کا حساب باقی ہو اور وہ قصاص نہ دے لے۔ حتیٰ کہ ایک تھپڑ کا حساب بھی نہ چکا دے۔ (اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں آپ کو پڑھنے کے لئے ملیں گے، اصحابہ صفہ نے ہر لذت کو ٹھکرا کر در حبیب پہ اسی لیے ڈیرے ڈال دیے کہ جب حبیب خدا کی زبان سے موتی نکلیں تو انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیا جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اہل علم کے لئے ایک علمی بحث

حضور علیہ السلام نے فرمایا منہو مان لا یشتعان منہو فی العلم لا یشبع منہ و منہو فی الدنیا لا یشبع منہ (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ثالث) دو حریص (لا لچی) کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص دوسرا دنیا کا حریص۔ یعنی حرص اچھی بھی ہوتی ہے بُری بھی،

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا "حریص علیکم" تم پر حریص ہیں۔ مگر باقی ہر کوئی اپنے لیے حریص اور حضور علیہ السلام امت کے لئے۔

اس حدیث میں علم سے دینی علم مراد ہے کہ یہی دراصل علم ہے باقی سب فتون ہیں، یہی وجہ ہے علم دین چھوڑ کر دوسرے علوم و فتون حاصل کرنے والے دین کے معاملے میں بالکل بے بہرہ اور جاہل کی طرح ہوتے ہیں لہذا جتنا بڑا سائنس دان ہو یا کسی بھی شعبہ میں مہارت حاصل کر لے مگر دین کے معاملہ میں نابلدہ ہو تو اس کو مفکر کہا جاسکتا ہے فنکار کہا جاسکتا ہے لیکن عالم نہیں کہہ سکتے۔

علمی کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

اگر تو فنون، علم کے معین یعنی مددگار ہوں تو علم کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں جیسے لکڑی اگر چہ کھائی نہیں جاتی مگر چونکہ کھانے کی معین ہے لہذا کھانے کے اخراجات میں شامل کر لیا جاتا ہے کہ ماہانہ کھانے کا خرچہ پوچھا جائے تو لکڑیوں یا سوئی گیس وغیرہ کا خرچہ بھی اس میں ڈال کر بتایا جاتا ہے کہ کھانے کا اتنا خرچہ ہوا۔ لہذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا لکڑیاں اور سوئی گیس بھی کھانے میں شامل ہے کیوں کہ یہ چیزیں کھانے کے لئے معین ہیں۔ تابع ہو کر معین بھی مقصود میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لیے جو فن نہ معین ہونے خود مقصود ہو وہ جہل ہے اسی لیے فرمایا گیا ان من العلم جهلا (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۰)

اسی طرح وہ علم دین بھی جس پر عمل نہ ہو، خاص اس جہت (بے عملی) کے اعتبار سے جہالت ہے کہ اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ (اللهم انی اعوذ بک من علم لا یتفع بہ) اسی طرح علم دنیا بھی، جب کہ وہ علم دین کا ذریعہ نہ بنے۔ اصطلاحاً اگرچہ ان کو بھی علوم کہہ دیا جاتا ہے مگر شارع کی نگاہ میں علم نہیں ہیں۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ بہت سے علوم خبیثہ اہل دنیا کی نگاہ میں بھی علوم ہیں مثلاً غلامت کی صفائی باقاعدہ ایک علم ہے کہ ہر بندہ جمہدار کی طرح صفائی نہیں کر سکتا اگرچہ بالمشئی الاعم علم ہے مگر فن خمیس ہونے کی وجہ ہے اس کو علم کی فہرست سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ باتفاق عقلاء علم وہی ہے جس میں کوئی وجہ شرف ہو اور جس میں وجہ شرف نہ ہو وہ شارع کی نگاہ میں علم نہیں اور یہ کوئی تعصب پر مبنی بات نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ کوئی بھی جمہدار کو صفائی کا ماہر ہونے کی وجہ سے عالم نہیں کہتا۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ اگرچہ خبر ہیں مگر ہر خبر سے مقصود انشاء ہی ہوتا ہے کیوں کہ فقط واقعہ بیان کر دینا مقصد نہیں ہوتا نہ ہی اس سے کچھ حاصل ہوگا اور شارع علیہ السلام کا دامن اس سے پاک ہے کہ محض حکایت بیان کر دیں اور اس میں عبرت یا سبق نہ ہو۔ یہ ایک کلیہ ہے جو ہر جگہ پایا جاتا ہے تو جتنے جمل خبریہ قرآن و حدیث میں پائے جاتے ہیں وہ "من حیث ہو خبر" مقصود نہیں بلکہ ہر خبریہ سے کوئی انشائیہ مقصود ہوتا ہے مثلاً "قل هو اللہ احد" یا اللہ الذی لا الہ الا هو یا الہکم الہ واحد۔ سب خبریہ ہیں مگر ان سے انشاء مقصود ہے کہ "اعتقاد رکھو اللہ ایک ہے۔"

جیسے طبیب کا مریض کو یہ کہنا کہ "تمہیں فلاں بیماری ہے" اس سے مقصود صرف یہ خبر دینا نہیں بلکہ علاج کراؤ (انشاء) مقصود ہے۔ یہی قانون پورے قرآن و حدیث میں جاری ہوگا پہلی امتوں کے واقعات بیان کیے گئے مقصد خبر دینا نہیں بلکہ یہ حکم دینا ہے کہ تم ان گناہوں سے بچو تا کہ ان عذابوں سے بچ جاؤ۔

حضور علیہ السلام بھی ہمارے دلوں کے طبیب ہیں آپ نے اگر کسی شے کی تعریف فرمائی ہے یا مرض کی خبر دی ہے تو مراد دونوں سے انشاء ہے۔ لیکن یہ عقل مند اور جاننے والے کو ہی معلوم ہوگا کہ اس خبر سے کون سا انشاء مراد ہے۔ مذکورہ حدیث (منہومان) میں بعد انضمام مقدمات خارجہ حرص دنیا کو مذموم کہا گیا اور حرص علم کو محمود لہذا دنیا کی حرص کے ساتھ اتر کوا پوشیدہ ہوگا اور حرص علم کے ساتھ اطلبوا جملہ انشائیہ مذکور ہوگا۔

دنیا کا مذموم ہونا ظاہر و باہر ہے مثلاً قرآن پاک میں فرمایا گیا الہاکم التکاثر مال کی کثرت طلبی نے تمہیں غافل کر دیا۔ جب کہ حدیث میں فرمایا گیا لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے (نہ کہ سونا چاندی)

گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

خاص کر اس دور میں تو تعلیم بھی حرص دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں اور اس کا نام ترقی رکھا ہوا ہے جب کہ خود مدینۃ العلم کو پہاڑ سونا چاندی کے بنا کر ساتھ چلانے کی پیش کش فرمائی گئی اور آپ نے قبول نہ کی۔ پھر یاد رکھو طلب دنیا منع ہے نہ کہ کسب دنیا جیفۃ و طالبہا کتاب الدنیا زور لا یحصل الا بالزور۔ حب الدنیا راس کل خطیئة وغیرہ

تمام احکام طلب دنیا سے متعلق ہیں جب کہ کسب دنیا کے بارے ارشاد ہے کسب الحلال فریضة بعد فریضة۔

اور علم کا محمود ہونا بھی ظاہر ہے کہ اس کی طلب کو فرض قرار دیا گیا طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة - اطلبوا العلم من المهد الى اللحد لهذا اس کی حرص مذموم اور اس کی حرص محمود ٹھہری۔

اور جیسے حرص مذموم ختم نہیں ہوتی کہ دنیا دار چاہتا ہے میرا مال بڑھتا رہے فرمایا گیا کہ اگر ابن آدم کو سونے کی پوری وادی (دو پہاڑوں کے درمیان جگہ) بھر کر دی جائے اور پوچھا جائے کافی ہے؟ تو کہتا ہے ایک اور ہو جائے۔ اسی طرح حرص محمود (طلب علم کی) بھی ختم نہیں ہوتی کہ بندہ جتنا بڑا عالم بن جائے لیکن طلب علم کی حرص بڑھتی رہے گی کیوں کہ یہ بھی ایک حکم کے تحت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ فرض ادھورا رہ گیا ہو۔

مذاق (تمسخر) اور مزاح میں فرق

مذاق اڑانا یا تمسخر کرنا ممنوع و مذموم ہے قرآن پاک میں فرمایا کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو (النحرات) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب بنی اسرائیل نے سوال کیا (قاتل کے بارے) آپ نے فرمایا گائے ذبح کر دو تو وہ کہنے لگے اتخذنا ہزوا آپ ہمیں مذاق کرتے ہیں فرمایا اعود باللہ ان اکون من الجاہلین میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ ثابت ہوا مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔

کیوں کہ مذاق میں جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسرے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے اور اس کی عزت مجروح ہوتی ہے اس لیے یہ گناہ ٹھہرا۔^۱

جب کہ مزاح میں یہ قباحتیں نہیں ہوتیں صرف خوش طبعی مقصود ہوتی ہے اس لیے یہ محمود ہے کہ خود اللہ کے نبی علیہ السلام نے مزاح فرمایا۔ چنانچہ

— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے چھوٹے بھائی نے چڑیا رکھی ہوئی تھی جس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا وہ مر گئی تو حضور علیہ السلام اس سے مزاح فرماتے یا ابا عمیر ما

فعل التغير (بخاری و مسلم) اے ابوعمیر! (یہ ان کی کنیت تھی نام کبشہ تھا) چڑیا کا کیا بنا۔

— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے سواری (اونٹ) طلب کی فرمایا اونٹنی کا بچہ ہے اس پہ سواری کر لو اس نے عرض کیا ما اصنع بولد الناقة۔ میں بچے کو کیا کروں گا فرمایا اهل تلد الابل الا النوق (ترمذی، ابو داؤد) ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

— ایک شخص کو سرکار علیہ السلام نے مزاحاً یا ذا الاذنین (اے دوکانوں والے) فرمایا۔ دیکھو نہ اس میں جھوٹ ہے؟ (ہر کسی کے دو ہی کان ہوتے ہیں) نہ دل آزاری (ترمذی)

ایک عورت آپ کے پاس آئی آپ نے فرمایا لا تدخل الجنة عجوز جنت میں کوئی بوڑھی نہ جائے گی اس نے (پریشان ہو کر) عرض کیا، کیوں یا رسول اللہ! فرمایا اہا تقررین القرآن انا انشانا هن انشاء فجعلنا هن ابكارا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۶) کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہم بوڑھیوں کو قیامت کے دن جوان کر دیں گے۔ (چنانچہ وہ خوش ہو گئی)۔

— حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام چڑے کے ایک (چھوٹے سے) خیمے میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا آ جاؤ خیمہ میں داخل ہو جاؤ (چونکہ خیمہ چھوٹا تھا گنجائش کم تھی) میں نے عرض کیا اکلسی یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ! سارا آ جاؤں۔ فرمایا ہاں پورے ہی آ جاؤ (ابوداؤد) اس حدیث میں صحابی کا حضور علیہ السلام کے ساتھ مزاح بھی بیان ہو گیا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ ہم سے دل لگی بھی فرماتے ہیں (ان باتوں کو کیا سمجھا جائے) فرمایا انی لا اقول الاحقا (رواہ الترمذی) میں (جس حالت میں بھی) جو کچھ کہوں وہ حق ہی ہوتا ہے۔

مزاح اور مذاق میں فرق سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھیے کہ شریعت کے کسی معمولی مسئلہ کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔ (بہار شریعت ج ۳) میں ہے کہ اگر کوئی اس لیے ننگے سر نماز پڑھتا ہے

کہ ٹوپی، عمامہ کو حقیر جانے کہ ٹوپی کیا ہوتی ہے؟ چھوڑو اس کو، تو ایسا کفر ہے۔ جب ہمارا دین ہماری بے عزتی برداشت نہیں کرتا بلکہ ہماری شرمندگی بھی ہمارے آقا کو پسند نہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا دوران نماز اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر صف سے باہر آ جائے۔

(تا کہ لوگ سمجھیں کہ نکسیر کی وجہ سے جارہا ہے اور اس کو شرمندگی نہ ہو)۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح شرعی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو وتر نہ پڑھ سکا تو اگر دن کو لوگوں کے سامنے ان کی قضا کرے تو تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین نہ کرے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس کے وتر رات کو رہ گئے تھے اور اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ (بہار شریعت)

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا، تو پھر

مسلمان کیوں اسلام کا مذاق اڑاتا ہے؟

یہاں تو شعار اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور مذاق اڑانے والے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں غالباً اس دور میں سب سے مظلوم ترین سنت داڑھی ہے جو صرف ہمارے نبی کی نہیں تمام نبیوں کی سنت ہے۔ لیکن یہ سنت دیکھو کتنی پردہ پوش ہے کہ اس دور میں بھی، بندہ کتنا گنہ گار کیوں نہ ہو پھر بھی اسی سنت سے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور یہ سنت کتنے گناہوں سے روک لیتی ہے بشرطیکہ سنت سمجھ کر رکھی ہوئی ہو نہ کہ فیشنی۔ داڑھی والا شراب خانے جو اخانے سینے جاتا ہوا شرمائے گا لوگ کیا کہیں گے داڑھی منہ پہ ہے اور کہاں جارہا ہے۔

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا تو اے مسلمانو! تم کیوں پھر اسلام کا مذاق اڑاتے ہو؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا جہاں آئے تو روکنے کی کوشش کرو سارا منہ کھول کر ہاٹھانہ کرو کہ شیطان ہنستا ہے (اور ایک مسلمان پر شیطان کا ہنسا مجھے پسند نہیں) جب ایک مسلمان اس نبی علیہ السلام کی سنت پہ ہنستا ہے تو اس نبی پر کیا گذرتی ہوگی۔

ایک صحابی جماعت میں شامل ہونے کے لئے مسجد میں تیز چلا اور دور سے ہی جھٹک کر تکبیر تحریر یہ کہہ کے شامل ہو گیا آپ نے سلام کے بعد فرمایا علیکم الوقار و السکینۃ عزت

وسکون سے آؤ جو جماعت سے ملے ساتھ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پڑھ لو۔ (تا کہ تمہاری کسی بھی حرکت کی لوگ ہنسی نہ اڑائیں) (مشکوٰۃ) اسلام بلند دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی سر بلند دیکھنا چاہتا ہے۔

وہی سر بلند ہوگا جو اسلام کی سر بلندی چاہے گا ورنہ بڑے بڑے ابو جہلوں نے اسلام کا تو کچھ نہ بگاڑا اپنے ہی گلے میں لعنت کا طوق ڈالا، اسلام کسی کامرہون منت نہیں، سب پر اس کا احسان ہے، میری تمہاری کیا حیثیت ہے بڑے بڑے مٹ گئے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

خدا اگر چاہے تو ولید بن مغیرہ کے بیٹے کو خالد بن ولید کو سیف من سیوف اللہ بنا دے اکبر جیسے متکبر کی اولاد سے اور نگزب جیسے درویش کو پیدا کر دے۔ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ۔

کتے کی پسندیدہ خصلتیں

دین کے دشمنوں کے انجام بد سے عبرت پکڑو ہمارے آقا نے تو کوئی اچھی خصلت اگر کتے میں بھی ہو تو اس کو اپنانے کا حکم دیا ہے ہر اچھائی اسلام کے دامن میں ہے اور کسی بُرائی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ سنیے! امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینبغی للمؤمن ان یکون اخلاقہ کا خلاق الکلب و فیہ خمسة اخلاق الاول یکون جائعا ابدا و هذا من اخلاق الصالحین والثانی لا یکون موضع و هذا من اثر الصالحین والثالث انه لا ینام باللیل و هذا من افعال الصالحین. والرابع لا یکون له مال حتی یرثه الوارث و هذا معیشة الصالحین والخامس ان لا یفارق من باب صاحبه و ان طرده فی یوم مائة مرة و هذا

من وفاء الصالحین۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے کہ مومن کے لئے چند عادتیں کتے کی عادتوں جیسی ہوں اور وہ یہ پانچ خصلتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہمیشہ بھوک برداشت کرتا رہے اور یہ صالحین کی عادت سے ہے ثانی یہ کہ اس کے پاس مکان نہ ہو اور یہ صالحین کی علامت ہے تیسری یہ کہ رات کو بیدار رہے اور یہ صالحین کے کاموں سے ہے چوتھی یہ کہ اپنے پاس جمع نہ رکھے کہ کوئی وارث مالک ہو اور یہ صالحین کی معیشت ہے پانچویں یہ کہ اپنے مالک کا دروازہ نہ چھوڑے اگرچہ دن میں اسے وہ سو بار دھکے دے اور یہ صالحین کی وفاء سے ہے۔

وقال علی کرم اللہ وجہہ طوبی لمن کان عیشہ کعیش
الکلب و فیہ عشر خصال الاول لیس له مال والثانی لیس
له قدر والثالث الارض کلها بیت له والرابع فی اکثر
الافاق یکون جائعاً والخامس فی غالب اوقاته یکون
ساکناً والسادس یحول حول بیت صاحبه باللیل والنهار
والسابع یقنع بما یدفع الیه والثامن لو ضرب صاحبه مائة
جلدة لا یتربک باب دار صاحبه والتاسع یاخذ عدو
صاحبه ولا یاخذ صدیقه، والعاشر اذا مات لم یتربک من
المیراث شیئاً.

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا خوشی و خوبی ہے اس شخص کے لئے جس کی زندگی گزارنا کتے کی مانند ہو اور کتے میں دس عادتیں اچھی ہیں اول اس کے پاس مال نہیں ہوتا دوم وہ کچھ قدر نہیں رکھتا سوم سب زمین اس کا گھر ہے چہارم وہ اکثر اوقات بھوکا رہتا ہے پنجم وہ اکثر اوقات خاموش رہتا ہے ششم وہ رات و دن اپنے مالک کے گھر کے گرد گھومتا رہتا ہے ہفتم وہ اس پر قناعت کرتا ہے جو لقمہ مالک اسے ڈالتا ہے ہشتم اگر اس کا مالک اسے سو ڈنڈے مارے وہ مالک کا دروازہ نہیں چھوڑتا نہیم وہ اپنے مالک کے دشمن کو کاٹتا ہے مالک کے دوست کو نہیں کاٹتا۔ دہم جب وہ مرتا ہے تو اپنی

کچھ میراث نہیں چھوڑتا۔

اس کے بعد امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حضرت مقاتل سے دس جانوروں کے جنتی ہونے کی نشاندہی فرمائی جس کو بیان کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

قال مقاتل عشرة من الحيوان في الجنة ناقة صالح و عجل ابراهيم و كبش اسماعيل و بقرة موسى و حوت يونس و حمار عزيز و نملة سليمان و هدهد بلقيس و ناقة محمد صلى الله تعالى عليهم اجمعين و كلب. اصحاب الكهف يصوره الله تعالى على صورة كبش و يدخله في الجنة الا ترى ان الكلب اذا دخل وسط الاحياء فلم يطردوه والعاصي اذا دخل في كهف التوحيد مدة خمسين سنة فكيف اطرده عن الرحمة يوم القيمة و اسم الكلب زائل عنه و يسمونه، فراون و قيل حرمان و قيل قطمير و يكون لونه، اصفر۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی)

حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ دس جانور قیامت کے دن جنت میں جائیں گے۔

۱ صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ (جو پتھر سے نکالی گئی اور آپ کا معجزہ تھی) سورة الشمس

۲ ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (جب فرشتے مہمان بن کر آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے وہ بچھڑا دوست کر کے ان کے سامنے رکھا تھا) سورة الذاریات

۳ اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ (جو آپ کی قربانی کے وقت جنت سے آیا تھا) سورة الصافات

۴ موسیٰ علیہ السلام کی گائے (جس کے نام پر سورة بقرہ کا نام ہے)

۵ یونس علیہ السلام کی مچھلی (جس کے پیٹ میں آپ رہے) سورة الانبیاء

- ۶ غزیر علیہ السلام کا گدھا (جس کا ذکر قرآن کے تیسرے پارے میں ہوا)
- ۷ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (جس کے نام پہ سورہ نمل کا نام رکھا گیا)
- ۸ بلقیس (ملکہ) کا ہدھد (پرندہ) جو سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر ملکہ بلقیس کے پاس گیا۔ سورہ نمل میں اس کا ذکر ہے اور نام ہے۔
- ۹ حضور ﷺ کی اونٹنی

۱۰ اصحاب کھف کا کتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل دینے کی صورت پر کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا کیا تو نہیں دیکھتا کہ تحقیق کتاب جب دوستوں میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے نہ بھگایا اور گنہگار جب داخل رہا تو حید کی پناہ گاہ میں عرصہ پچاس سال تو اللہ روز قیامت اسے اپنی رحمت سے کیسے بھگائے گا اور اس کا نام کتا اس سے زائل ہو گیا اور اس کا نام فروان رکھا گیا ہے اور حرمان بھی کہا گیا ہے اور قطمیر بھی کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ رنگ اس کا زرد ہوگا۔

ہر بندے کو کسی نہ کسی نیکی میں ضرور کوئی نہ کوئی کمال حاصل کرنا چاہیے کیوں کہ قیامت کے دن ہر نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کے مطابق اس نیکی کے علمبردار کے جھنڈے کا سایہ نصیب ہوگا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب دقائق الاخبار میں ایک روایت درج فرمائی ہے۔

قیامت کے دن! کون کس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا؟

الخبر اذا كان يوم القيمة ينصب لواء الصدق لابی بكر
الصدیق و كل صدیق تحت لوائه و لواء العدل لعمر و
كل عادل تحت لوائه و لواء السخاوة لعثمان و كل سخی
تحت لوائه و لواء الشهادة لعلى كرم الله وجهه و كل
شهید تحت لوائه و لواء الفقه لمعاذ بن جبل و كل فقیہ
تحت لوائه و لواء الزهد لابی ذر و كل زاهد تحت لوائه
و لواء الفقر لابی الدرداء و كل فقیر تحت لوائه و لواء

القرآنۃ لابی بن کعب و کل قاری تحت لوآئه ولو آء
الاذان لبلال و کل مؤذن تحت لوآئه ولو آء المقتول ظلما
لحسین بن علی و کل مقتول ظلما تحت لوآئه فذلک
قوله تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامهم و فی الخبر اذا
کان یوم القیمة یقوم الخلاق و یشتدبهم العطش و
یہجمهم العرق و یکون فی۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو لوائے صدق حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر صدیق اس کے جھنڈے
کے نیچے ہوگا اور عدل کا جھنڈا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر
عادل ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور سخاوت کا جھنڈا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
لئے نصب کیا جائے گا اور ہر نخی ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور شہادت کا جھنڈا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر شہید اس جھنڈے کے نیچے
ہوگا اور فقہ کا جھنڈا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر
فقیہ ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور زہد کا جھنڈا حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے لئے
نصب کیا جائے گا اور ہر زاہد ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور فقر کا جھنڈا حضرت ابو
درداء رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر فقیر اس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا
اور قرأت کا جھنڈا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر
قاری ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور اذان کا جھنڈا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے
نصب کیا جائے گا اور ہر مؤذن ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور ظلماً مقتول کا جھنڈا
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر ظلماً مقتول ان کے
جھنڈے کے نیچے ہوگا پس یہ بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ جس دن
ہم ہر گروہ کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب
روز قیامت کا ہوگا تو سب مخلوق کھڑی ہوگی تو پیاس ان کو سخت ہوگی اور پیمہ ان کے
گرد جمع ہوگا اور وہ حیرت میں ڈوبے ہوں گے۔

حیرۃ فیبعث اللہ تعالیٰ جبرائیل الی محمد صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فیقول اللہ تعالیٰ لجبرائیل یا جبرائیل قل
لمحمد یقول لامتہ حتی یدعوننی بالاسم الذی کانوا
یدعوننی بہ فی الدنیا عند الشدائد فینادی الامۃ
المحمدیۃ بلسان واحد و یقولون بسم اللہ الرحمن
الرحیم و یقضی اللہ القضاء بین الخلائق ثم یقول اللہ تعالیٰ
لسائر الامم لو لم یکن ذکر الامۃ المحمدیۃ لی بهذا
الاسم لا بقیت القضاء علیکم الف عام ثم یقضی اللہ تعالیٰ
بین الوحوش والطیور والبهائم حتی انه یقتص للجماء من
ذات القرن ثم یقول اللہ تعالیٰ للوحوش والطیور والبهائم
کونوا ترابا فیکونوا ترابا فعند ذلک یقول الکفر یلبتنی
کنت ترابا۔ (دقائق الاخبار ص ۱۸۰)

اور پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حضرت محمد ﷺ کے پاس بھیجے گا پس اللہ
تعالیٰ جبریل سے فرمائے گا کہ اے جبریل! محمد ﷺ کو کہہ دو کہ وہ اپنی امت سے فرما
دیں کہ مجھے میرے اس نام سے پکاریں جس سے مجھے دنیا میں سختیوں کے وقت
پکارتے تھے تو امت محمدیہ سب ایک ہی زبان بولیں گے اور بسم اللہ الرحمن
الرحیم پڑھیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اس
کے بعد اللہ تعالیٰ سب امتوں سے فرمائے گا اگر امت محمدیہ مجھے اس نام سے نہ پکارتی
تو میں تم پر ہزار سال تک فیصلہ نہ کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ وحشی جانوروں اور پرندوں اور
چوپاؤں سے فرمائے گا مٹی ہو جاؤ تو اس وقت مٹی ہو جائیں گے اور کفار کہیں گے
کاش! کہ ہم مٹی ہوتے۔

لواء الحمد کیسا ہوگا؟

اور حضور علیہ السلام کے جھنڈے لواء الحمد کی عظمت بھی ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد اگلی

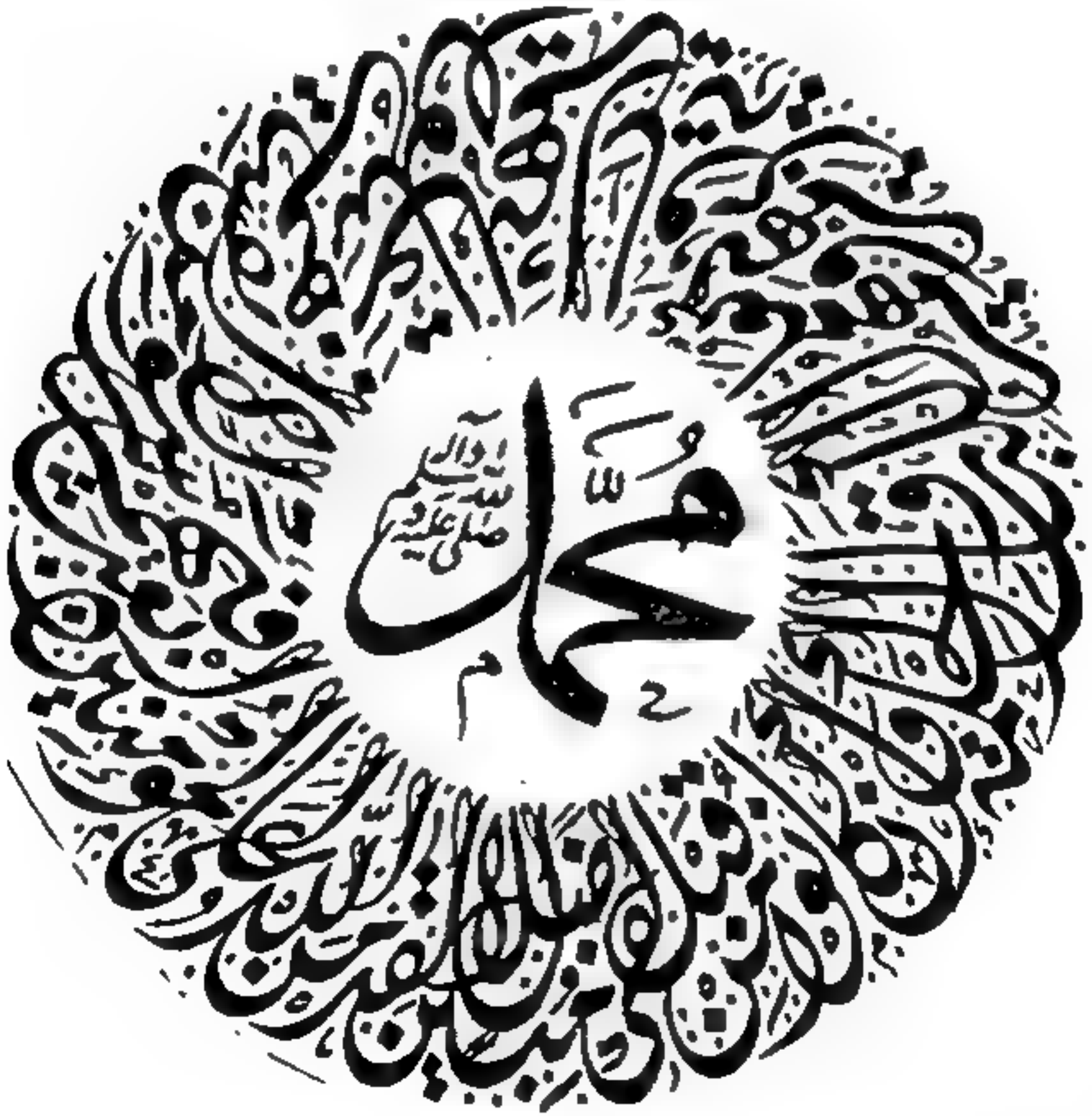
حدیث درج کی جاتی ہے۔

(لوائے حمد کی صفت) پس رسول اللہ ﷺ سے لوائے حمد کی صفت اور طول کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کا طول ہزار برس چلنے کی راہ ہے اور اس پر لکھا ہے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله و عرضه ما بين السماء
والارض سنانه، من ياقوت حمراء و قبضته من فضة
بيضاء و زبرجد خضراء وله ثلاثة ذو آتب من النور ذائبة
في المغرب و ذائبة في المشرق و ذائبة في وسط الدنيا و
مكتوب عليها ثلث اسطر السطر الاول بسم الله الرحمن
الرحيم والسطر الثاني الحمد لله رب العلمين والسطر
الثالث لا اله الا الله محمد رسول الله و كل سطر مسيرة
الف سنة و عنده سبعون الف لوآء تحت كل لوآء سبعون
الف صف من الملائكة و في كل صف خمسمائة الف
ملك يسبحون الله و يقدسونه و قال محمد بن الجرجاني
في معنى لوآء الحمد بیدی اذا كان يوم القيمة كان اللوآء
مضروبا والمؤمنون حول لوآئه من لدن ادم الى قيام
الساعة و يكون الكفار في ناهية من النار ما دام لوآء
الحمد مضروبا و اذا حول اللوآء فح يساق الكفار الى
النار۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی علیہ الرحمۃ)

”لا اله الا الله محمد رسول الله“ اور اس کا عرض آسمان و زمین کے درمیان کی خلاء کے برابر ہے۔ اور اس کی نوک سرخ یا قوت سے ہے اور اس کا قبضہ سفید چاندی اور زبر
زبرجد سے ہے اور اس کے تین گیسو نور سے ہیں ایک گیسو جانب مغرب اور دوسرا
جانب مشرق اور تیسرا وسط دنیا میں اور اس پہ تین سطریں لکھی ہیں سطر اول پر بسم الله
الرحمن الرحيم اور دوسری سطر پر الحمد لله رب العلمين اور تیسری سطر پر

لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ان میں ہر سطر ایک ہزار سال چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی اور اس کے قریب ستر ہزار جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے ستر ہزار ملائکہ کی صفیں ہوں گی اور ہر صف میں پانچ لاکھ فرشتے ہوں گے جو سب اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہوں گے اور امام محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک ﷺ کے اس ارشاد کہ لواءِ حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، کی شرح میں فرمایا جب روز قیامت ہوگا تو لوائے حمد نصب کیا جائے گا اور آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین جھنڈے کے ارد گرد جمع ہوں گے اور کفار آگ کے کنارے رہیں گے جب تک جھنڈا نصب رہا اور جب لوائے حمد گھمایا جائے گا تو کفار دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔



(۹۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَعْرِفُكُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّكُمْ لَهُ خَشْيَةً

میں تم سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں
(کشف الخفاء للعجلوانی ج ۱ ص ۲۳۱)

جیسے حضور علیہ السلام سب سے زیادہ اپنے رب کے حامد ہیں اسی طرح آپ تمام مخلوق سے زیادہ اپنے رب کے عارف بھی ہیں اور عالم بھی ہیں۔

معرفتِ الہی

معرفت وہ نور الہی ہے جس کے ذریعے ذات و صفات الہی کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ جب کسی خوش نصیب کو یہ نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ دلائل و براہین، وسائط و شواہد حتیٰ کہ ذات و صفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

یہ مرتبہ کائنات انسانی میں صرف حضور علیہ السلام کو حاصل ہے، شب معراج اسی معرفت کا علمی ظہور ہوا۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن

اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(اعلیٰ حضرت)

دیگر کائنات کو جتنی جتنی معرفت ملی وہ اسی کی خیرات سمجھ لیجیے۔ یہی اصل دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون (المطففین) "اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے"۔

جس دنیا کی طرف ہم بھاگتے ہیں وہ تو سائے کی مانند ہے اُس کے پیچھے پیچھے بھاگو تو وہ آگے آگے دوڑتی ہے اور اس سے دور بھاگو تو پیچھے پیچھے آتی ہے۔ اسی لیے فرمایا ففروا الی

اللہ (القرآن) (دنیا کی طرف نہیں) رب کی طرف بھاگو۔ ورنہ ہاتھوں سے دین بھی جائے گا۔
کشتی پانی میں رہے تو تیرتی رہتی ہے اور اگر پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جاتی ہے یہ
دنیا بھی کشتی کی مانند ہے انسان اس پر سوار رہے تو محفوظ رہے گا اس کو اپنے اوپر سوار کر لے تو
ہلاکت ہے۔ حدیث میں ہے

فواللہ ما الفقرا خشی علیکم ولکنی اخشی علیکم ان
تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم
فتنافسوا کما تنافسوها فتہلککم کما اہلکتہم۔

مجھے تم سے غریبی (دنیا نہ ہونے) کا خطرہ نہیں بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا (کی
دولت) وافر ہو جائے، جس طرح پہلوں پر ہوئی پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے
جس طرح پہلوں کو ہلاک کیا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

بلکہ ایک شخص نے جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں آپ سے محبت
کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا انظر ما نقول دیکھ لے کیا کہہ رہا ہے؟ عرض کیا واللہ انی
احبک، اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں (تین مرتبہ عرض کیا) تو آپ نے فرمایا ان
کنت تحبنی فاعد للفقر نجافا۔ اگر مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقیری کے لئے تیار ہو جا۔
(الشفاء ص ۲۸)

فالفقرا سرع الی من یحبنی من السبل الی منتھاھا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۴۸)

فقیری میرے محبت کی طرف ایسے دوڑتی ہے جیسے سیلاب اپنی منزل کی طرف۔

اسی لیے ہر وقت اس دعا کی تلقین فرمائی گئی اھدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ!
ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما اور ظاہر ہے راستے کی تو مسافر کو ہی ضرورت ہوتی ہے
تو دنیا میں انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مسافر ہی سمجھے اور جب حضور علیہ السلام جن کے لئے
ساری کائنات کو بنایا گیا وہ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے تو ہم کہاں کے مقیم ہو گئے اور اس کے نتیجے
میں خدا سے غافل ہو بیٹھے۔ اور تکبر و غرور کے پیکر بن کر ہر جائز و ناجائز طریقے سے دنیا اکٹھی

کرنے کو مقصد حیات بنالیا۔

یہ کوشی جو تم کو نظر آ رہی ہے
یہ اپنی اداؤں پہ اترا رہی ہے
ذرا اس کے گلے کے پھولوں کو سونگھو
تو خونِ غریباں کی بو آ رہی ہے

(اکبر الہ آبادی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بڑا مالدار بندہ حضور علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا ما را یک فی هذا اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے عرض کیا

رجل من اشراف الناس هذا والله حری ان خطب ان ینکح
و ان شفیع ان یشفع۔

بہت بڑا آدمی ہے اللہ کی قسم اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اس لائق ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے، اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے۔

آپ خاموش رہے پھر ایک کنجال شخص کا گذر ہوا تو آپ نے پھر اسی بندے سے فرمایا
اس کے بارے کیا رائے دیتے ہو اس نے عرض کیا

هذا رجل من فقراء المسلمين۔

یہ بے چارہ تو غریب مسلمان ہے۔

اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے، کسی کی سفارش کرے تو نہ مانی جائے۔

آپ نے فرمایا۔

هذا خیر من ملأ الارض مثل هذا۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۶)

یہ اُس سے بہت بہتر ہے اگرچہ اس پہلے کی طرح کے لوگوں سے زمین کو بھر دیا

جائے (تو بھی اس اکیلے کی شان کے برابر نہیں ہو سکتے)۔

ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام چٹائی پہ تشریف فرما تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر

ہوئے تو دیکھا جسم پہ چٹائی کے نشان پڑے ہیں۔ عرض کیا حضور اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت پیدا فرمائے فان فارس والروم قد وسع علیہم و ہم لا یعبدون اللہ۔ ”روم و ایران والے دشمن خدا ہو کر عیش کر رہے ہیں“ آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے! تو ایسی بات کر رہا ہے؟ اولنک قوم عجلت لہم طیباتہم فی الحیوة الدنیا۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو یہ نعمتیں دنیا میں دے دی گئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے اما ترضی ان تكون لہم الدنیا ولنا الآخرة (متفق علیہ) کیا تو اس بات پہ راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

ابن مسعود کی روایت میں ہے یا رسول اللہ اگر آپ فرمائیں تو ہم آپ کے لئے گدے کا انتظام کر دیں؟ آپ نے فرمایا مالی وللدنیا وما ان والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح وترکھا (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۴۱۲) مجھے دنیا سے کیا کام میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو تھوڑی دیر سنانے کے لئے کسی درخت کے نیچے بیٹھ جائے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے۔

دل کی امیری

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تو نگری بدل است نہ بہ مال بزرگی بعقل است نہ بہ سال
امیری دل سے ہے نہ کہ مال سے بزرگی عقل سے ہے نہ کہ لمبی عمر سے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر سب کچھ حضور علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیا، جب آپ نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا اللہ و رسول کو چھوڑ آیا ہوں یعنی گھر میں سب کچھ ہے اور ایک دوسرے شخص نے سونے کی ایک ڈلی پیش کی تو قبول نہ فرمائی (ابوداؤد ص ۲۳۵) کہ صدیق کا دل غنی تھا سب کچھ لٹا کر بھی کہہ رہے ہیں سب کچھ ہے اور اس کے دل میں غنا نہیں تھا۔ لہذا دل غنی ہو تو خالی جھولی بھی بھری ہوئی ہوتی ہے اور دل غنی نہ ہو تو سب کچھ ہونے کے باوجود دامن خالی ہوتا ہے۔

سرکار نے فرمایا اگر احد پہاڑ جتنا سونا میرے پاس آجائے تو میں تین دن گزرنے سے

پہلے راہِ حق میں خرچ کر دوں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کوئی ایسا عمل بتائیں کہ آپ سے محبت ہو جائے فرمایا دل کو دنیا کی محبت سے پاک کر لے۔ یہی تعلیم اپنے گھر والوں کو بھی دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو لاکھ درہم کی تھیلیاں آئیں افطاری سے پہلے پہلے سب خرچ کر دیا اور پانی اور کھجوروں سے روزہ افطار کر لیا۔

حضور علیہ السلام کی ایک دعا ہے اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا (متفق علیہ) اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق گزارے کے مطابق کر دے۔

اور دعا کی اللھم احیننی مسکینا و امتی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین (مشکوٰۃ ص ۴۴۷) اے اللہ! مجھے مسکین بنانا کر زندہ رکھ، مسکین بنانا کر موت دے اور قیامت کو مسکینوں کے گروہ سے حشر فرما۔

نیز فرمایا لیس الغنی عن کثرة العرض ولكن الغنی غنی النفس یعنی تو نگری بدل است نہ بمال۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۰)

علم و معرفت

علم و معرفت میں فرق یہ ہے کہ علم بغیر عقل، سہارے کے حاصل نہیں ہوتا اور معرفت عقل کی بیساکھی توڑے بغیر حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ عقل عموماً تکبر سکھاتی ہے اور معرفت کے لئے تواضع ضروری ہے عقل والے کو تھوڑا سا بھی مل جائے تو دعویٰ کرتا ہے۔ ہچموں مادِ گیرے نیست اور معرفت جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے بندہ جھٹکا جاتا ہے۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

مشہور ہے سو عالم (جن کے پاس معرفت نہ تھی) بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے ایک ایک سے پوچھا تم میں سے بڑا کون ہے ہر ایک نے کہا مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ پھر اس نے سو عارفوں سے باری باری پوچھا تو ہر ایک نے کہا میرے بعد جو آ رہا ہے وہ سب سے بہتر ہے اور جب آخری سے پوچھا تو اس نے کہا سب سے بہتر تو پہلے والا تھا۔

کیوں کہ عقل و علم کو کسی کے آگے جھٹکنا نہیں آتا اور معرفت بغیر جھکے نصیب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ علم و عقل کا تعلق ماسوی اللہ سے ہے اور معرفت کا تعلق صرف اللہ سے ہے۔

اللہ بس باقی ہوں۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے
جو عقل میں آجائے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ عقل میں آ نہیں سکتا ولا یحیطون
بشئی من علمہ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ
شیخ اکبر کے اس قول کا "العلم حجاب الاکبر"۔ علم بہت بڑا پردہ ہے، کا بھی
یہی مطلب ہے ورنہ تو کسی عارف کا یہ بھی قول ہے العجز عن درک الادراک
ادراک۔ یہ جان لینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی جانتا ہی ہے

۔ ہر ایک بات پہ کہتا تھا من نمی دانم
یہ بات سچ ہے اکبر بہت ہی عالم تھا
اسی لیے علم کا امام اعظم بھی جب معرفت کی بات ہوتی تو حضرت بہلول کے پاس
حاضر ہو جاتا۔ اور امام احمد بن حنبل بھی معرفت کا مسئلہ جا کر حضرت بشرحانی سے پوچھا کرتے۔
مولائے روم فرماتے ہیں۔

محرم این ہوش جز بے ہوش نیست
مر زبان را مشتری چوں گوش نیست
حصول معرفت کا سبب اہل اللہ کثرت عبادت اور گریہ کو قرار دیتے ہیں عقل کہتی ہے
خوش رہ اور غم کر زندگی گزار اور معرفت کہتی ہے دنیا کے چار دن رب کی محبت میں رو دھولے پھر
آخرت میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

اقبال ہو رومی ہو غزالی ہو کہ رازی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آو سحر گاہی
(اقبال)

اور رونا بھی رات کا کہ جس کے لئے رورہے ہو اس کے سوا کوئی نہ جانے اور معرفت کے دریا پی کر بھی ہل من مزید کا نعرہ لگاتا رہے اور یہ وظیفہ پڑھتا پھرے ما عرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک ہم تیری معرفت و عبادت کا حق نہیں ادا کر سکے۔ کیوں کہ۔ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔

اور معرفت کی علامت استقامت حال کو قرار دیا گیا ہے کہ بڑے بڑے طوفانوں سے بھی اس کے حال کو بدلانا نہیں جاسکتا اللہ اس کو جس حال میں رکھے راضی رہتا ہے بیماری۔ غربت پر بھی خوش رہتا ہے اور عرض کرتا ہے یا اللہ! اگر تو مجھے بچا کر راضی ہے تو میں بچ کر راضی ہوں اور اگر تو مجھے کٹا کر راضی ہے تو میں خون کی ندیاں بہا کر راضی ہوں

۔ راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

جاں تیری دی ہوئی ہے لینے میں کیا گلہ ہو

جس طرح پانی کو جس رنگ کے برتن میں ڈالو اسی رنگ کا نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس کی نہیں بدلتی اسی طرح عارف کامل اگر چہ دیکھنے والوں کو کبھی ہنستا کبھی روتا نظر آتا ہے مگر اس کے تعلق باللہ میں فرق نہیں آتا۔

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے

ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

فرمایا گیا الرحمن فسنل بہ خبیروا (القرآن) رحمن کے بارے کسی خبر والے سے پوچھ۔ اور فرمایا ولا یسئک مثل خبیرو۔ تجھے خبر والے کی طرح کوئی نہیں بتا سکتا۔ خیر دونوں جگہ نکرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شمار خیر ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا راستوں کا جنگشن ہے ریلوے لائنوں کا جنگشن ہو تو تلاش ضروری ہے ورنہ کراچی کی بجائے پشاور چلے جاؤ گے ایسے ہی راہ حق کے مسافروں پر لازم ہے کہ کسی خیر سے پوچھ کر راستہ طے کریں ورنہ

۔ لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں

ارشاد ربانی ہے و اذا سالک عبادی عنی لانی قریب کہ جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرمادیں میں تو قریب ہوں۔ قریب

ہونے کے لئے رسول سے پوچھنا مشروط قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ سے تعلق مضبوط رہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل رہتا ہے۔ پھر دعائیں بھی قبول ہیں اور ایمان بھی سلامت ہے۔

عقل والا تیری دنیا سے پریشان گیا
عشق والا تجھے ہر رنگ میں پہچان گیا

خوفِ خدا

مذکورہ حدیث میں خشیت الہیہ کا تذکرہ بھی آیا ہے جتنی اللہ کی معرفت ہوگی اتنا ہی اس کا خوف ہوگا۔ خوفِ خدا سے بے نیازی بھی کفر ہے اور رحمتِ الہی سے مایوسی بھی کفر ہے الايمان بين الخوف والرجاء۔ ایمان نام ہے خوف و امید کی درمیانی کیفیت کا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا و في
رواية ما تلذذتم بالنساء على الفروش ولخرجتم الى
الصعدات تجارون الى الله۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۱۳۵)

جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے ایک روایت میں ہے
عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا چھوڑ دیتے اور جنگلوں میں نکل جاتے، رورو
کر اپنے رب سے دعائیں کرتے رہتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ احادیث بیان کر کے فرماتے

لوددت اني شجرة تعضد.

کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضور علیہ السلام کی خوفِ خدا سے یہ حالت تھی کہ رات اتنی عبادت کرتے کہ حتیٰ
سرم قدمہ قدم مبارک سوج جاتے اور جب عرض کیا جاتا یا رسول اللہ! اس قدر تکلیف
کیوں فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا افلا اکون عبدا شکورا کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ
نہ بنوں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کی راتوں کو اٹھ اٹھ کر لمبی نماز پڑھنا بھی خوفِ خدا کے باب میں بیان کیا ہے کہ ایک ایک رکعت میں سورۃ بقرہ، آل عمران، نساء اور مائدہ پڑھی جا رہی ہیں اور فلا یمر بایۃ رحمة الا وقف سال ولا یمر بایۃ عذاب الا وقف فتعوذ رحمت کی آیت آتی تو رحمت کا سوال کرتے عذاب کی آیت آتی تو پناہ طلب کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کو سرکارِ دو عالم علیہ السلام تین تین مرتبہ اٹھتے ہر دفعہ تازہ وضو فرماتے، مسواک کرتے، سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت فرماتے اور نماز پڑھتے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۶)

اور نسائی شریف میں ہے یہ عمل سرکار کا صرف گھر میں ہی نہ ہوتا بلکہ سفر میں تشریف لے جاتے تو بھی اسی طرح ہی کرتے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۷)

زندگی کا ماحصل

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آپ کی سنت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

المعرفة راس مالي والعقل اصل ديني والحب اساسي
والشوق مركبي وذكر الله انيسي والثقة كنزي والحزن
رفيقي والعلم سلاحي والصبر ودائي والعجز فخري
والزهد حرفتي واليقين قوتي والصدق شفيعي والطاعة
حسبي والجهاد خلقي وقرة عيني في الصلوة وفي
حديث آخر وثمره فؤادي في ذكره وغمي لا جل امتي و
شوقي الي ربي عز وجل۔ (الشفاع حریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۳۶)

معرفت میری اصل پونجی ہے، عقل میرے دین کی بنیاد ہے، محبت میری اساس ہے، شوق میری سواری ہے، اللہ کا ذکر میرا مونہ و غم خوار ہے، اس پر بھروسہ میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میرا مال غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے باعثِ فخر ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا

شفیع ہے، بندگی میری طینت ہے، جہاد میرا خلق ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”میرے دل کا میوہ اللہ کے ذکر میں ہے، میرا غم اپنی امت کے لئے ہے، اور میرے اندر شوق صرف اپنے رب کے لیے ہے۔

آپ علیہ السلام نے (باوجود یہ کہ گناہوں سے معصوم اور امام الانبیاء ہونے کے) ارشاد فرمایا انی لا استغفر الله فی الیوم مائة مرة (شفا ص ۱۳۶) میں ایک دن میں اپنے رب سے سو مرتبہ معافی مانگتا ہوں (ہم تو پھر گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں یہ ہماری تعلیم کے لئے ہے کہ تمہیں تو بہت زیادہ استغفار کرنی چاہیے)۔

حدیث نمبر ۹۳ مختلف کتب میں مختلف الفاظ سے آئی ہے مفہوم تقریباً ملتا جلتا ہے مثلاً

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَحْفَظُكُمْ لِحُدُودِهِ

(الجامع الکبیر المخطوط الجزء الثانی۔ الحمید المصریہ ص ۷۸۶)

أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِحُدُودِ اللَّهِ وَاتَّقَاكُمْ

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱)

أَنَا اتَّقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَعْلَمُكُمْ بِحُدُودِهِ

(مسند احمد بن حنبل ۵: ۲۳۳)

لفظ ”آنا“ کی مناسبت سے مذکورہ احادیث کو لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔



(۹۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِي

”میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے“

(مدارج النبوة)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی کے نور سے ہوا یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و
 انجم کی ضیاء ہوتی، نہ بہاروں کی شیم جانفرا، نہ کلیوں کا تبسم، نہ غنچوں کی چمک، نہ پھولوں کی مہک،
 نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم، نہ گل خنداں کی بہار دلکشا، یہ مہکتے گلبن یہ مسرت کے
 لمحات اور خوشی کی شہنائیاں سب اسی نور پاک کا صدقہ ہے۔

سے خیمہ افلاک کا استاد اسی نام سے ہے

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

قرآن مجید کی آیہ کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین (المائدہ آیت ۱۵)
 میں مفسرین نے بالاتفاق نور مبین سے حضور علیہ السلام کی ذات انور کو مراد لیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳
 ص ۳۹۵، تفسیر ابن عباس ص ۷۲، خازن ج ۱ ص ۴۱۷، مدارک ج ۱ ص ۴۷۰ روح المعانی ج ۶ ص
 ۸۷، روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸، معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳، درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱، جلالین ابن
 جریر۔ اسی طرح دیکھیے مدارج النبوة۔ مواہب اللدنیہ۔ زرقانی۔ شفا ص ۱۰، امداد السلوک
 ص ۱۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷۷ از اشرف علی تھانوی)۔

اسی نور مصطفیٰ کے بارے فرمایا گیا یویدون لیطفؤا نور اللہ بافواہم واللہ متم
 نورہ ولو کرہ الکفرون (سورۃ القف) اور (کفار) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے

مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں

۔ فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے
۔ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چند روایات ملاحظہ ہوں

آیات کے بعد احادیث کی طرف آئیں تو ایک معتد بہ روایات کا ذخیرہ آپ کو ملے گا۔

۱۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل جبریل علیہ السلام فقال یا جبریل کم عمرت من السنین؟ فقال یا رسول اللہ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجما یطلع فی کل سبعین مرة رایتہ اثین وسبعین الف مرة فقال یا جبریل و عزة ربی جل جلالہ انا ذلک الکوکب۔ (السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل امین سے پوچھا اے جبریل! بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل نے عرض کیا آقا عمر کا تو مجھے کوئی اندازہ ہی نہیں بس اتنا یاد ہے کہ (کائنات بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکا کرتا تھا اور میں نے وہ ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے سرکار علیہ السلام نے (مسکرا کے) فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم اے جبریل! وہ ستارہ تو میں ہی تھا۔

۔ اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کلی والا خاک کی تعبیر سے پہلے بھی تھا

فرشتے تھے نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

نمبر ۲- امام ابن القطان اور امام طبری روایت فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین نے اپنے والد
امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ سے نقل فرمایا

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نوراً بین یدی ربی
قبل خلق آدم علیہ السلام بأربعة عشر الف عام.

(احکام ابن القطان، ۱: ۱۰- السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۰ نشر الطیب: ۱۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے
چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔

بظاہر مذکورہ دو روایات میں ٹکراؤ نظر آتا ہے کہ پہلی روایت کے لحاظ سے مدت زیادہ
ہوتی ہے دوسری میں صرف چودہ ہزار سال اس کا جواب نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی نے یوں
دیا کہ ”چودہ ہزار والی روایت میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں لہذا شبہ نہ رہے، رہ گئی بات کہ
تخصیص کیوں فرمائی گئی تو ممکن ہے جس مجلس میں حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا اس میں کوئی تذکرہ
ہی ایسا چل رہا ہو۔ یعنی کسی حوالہ سے چودہ ہزار سال کی مدت کا ذکر یا سوال ہوا ہو اور حضور علیہ
السلام نے اس ضمن میں یہ جواب ارشاد فرمایا ہو۔ (نشر الطیب: ۱۷)

۳- عن میسرۃ قال قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال لما
خلق اللہ تعالیٰ الارض واستوی الی السماء فسواهن سبع
سموت.

حضرت میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا، حضور!
آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے۔

و خلق العرش، کتب علی ساق العرش: محمد رسول اللہ
خاتم الانبیاء، و خلق اللہ تعالیٰ الجنة التي اسکنها آدم

وحوا، فكتب اسمي على الأبواب، والأوراق،
والقباب، والخيام، و آدم بين الروح والجسد، فلما أحياه
الله تعالى نظر الى العرش فرأى اسمي، فأخبره الله تعالى انه
سيد ولدك، فلما غرهما الشيطان تابا واستشفعا باسمي
اليه۔ (الوقاء باحوال المصطفى، ۱: ۳۳)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور
آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش
کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا
فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی
جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا
حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس جب ان کی
روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ
اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ
تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الہی
میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

۳۔ ویروی، انه لما خلق الله تعالى آدم الهمه ان قال يا رب
لم کنيتني ابا محمد قال الله تعالى يا آدم ارفع رأسك
فرفع رأسه فرأى نور محمد ﷺ في سرادق العرش
فقال يا رب ما هذا النور قال هذا نور نبی من ذریتك
اسمه فی السماء احمد و فی الارض محمد لولا ما
خلقتک ولا خلقت السماء ولا أرضا۔ (المواهب اللدنیہ، ۱: ۱۹)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو نام محمد کے ساتھ
ابو محمد کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کیا باری تعالیٰ! میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نور محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

۴- عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:
لما اصاب ادم الخطيئة رفع رأسه فقال: رب بحق محمد
الا غفرت اليه. فاوحى الله تعالى اليه: و ما محمد و من
محمد؟ فقال: رب، انك لما اتممت خلقي رفعت رأسي
الى عرشك، فاذا عليه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول
الله، فعلمت انه اكرم خلقك عليك اذ قرنت اسمه مع
أسمك قال: نعم قد غفرت لك، وهو آخر الانبياء من
ذريتك، ولو لاه ما خلقتك۔ (الوفاء باحوال المصطفى، ۳۳:۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جواٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم! تم سچے ہو۔ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

۵- عن كعب الأحبار قال: لما أراد الله تعالى أن يخلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم أمر جبرئیل علیہ السلام أن يأتيه فأتاه بالقبضة البيضاء التي هي موضع قبر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فعجنت بماء التسنيم، ثم غمست في أنهار الجنة، و طيف بها في السموات والأرض، فعرفت الملائكة محمدا و فضله قبل أن تعرف آدم، ثم كان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم يرى في غرة جبهة آدم. و قيل له: يادم هذا سيد ولدك من الأنبياء والمرسلين فلما حملت حواء بشيث انتقل عن آدم الى حواء، و كانت تلد في كل بطن ولدين الا شيثا، فانها ولدت له وحده، كرامة لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم لم يزل ينتقل من طاهر الى طاهر الى ان ولد صلی اللہ علیہ وسلم ولما توفي آدم كان شيث عليه الصلوة والسلام وصيا على ولده ثم أوصى شيث ولده بوصية آدم ان لا يضع هذا النور الا في المطهرات من النساء و لم تزل هذه الوصية جارية تنقل من قرن الى قرن الى ان ادى الله النور الى عبد المطلب و ولده عبد الله - (المواهب اللدنية، ۲۳: ۱، الوفاء باحوال المصطفى، ۱: ۳۴-۳۵)

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی لوح و قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تاکہ ہر شے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و کمال کو پہچان لے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ تخلیق

آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حواء کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کیوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے جدا مجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ و کمال کے لحاظ سے یکتا بنے پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہتا آ نکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک ہے اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسلاً بعد نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہتا آ نکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبد اللہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔

اللہ نے اپنے نور کا جلوہ دکھا دیا
سب نور کو ملا کے محمد بنا دیا (ﷺ)

امام ابن جوزی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب "المیلاد النبوی" میں لکھتے ہیں۔

فسبحان من اصطفیٰ ادم بمحمد و اجتباہ و تاب علیہ و
عفرلہ و ہداه و لا زال نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فی صلب ادم حتی حملت حواء بشیث فانتقل ذلک
النور عن ادم الی حواء و کانت قبلہ تلد فی بطنها توامین

ای الاثنین الا فی شیث علیہ السلام فانہا ولدته و حدہ
کرامة لسید الثقلین و جد الحسنین فلما ایقن ادم بالموت
اخذ بید ولده شیث و قال یبنی ان اللہ تبارک و تعالیٰ
امرنی ان اخذ علیک عہد من اجل هذا النور الذی ارى
فی وجهک ان لا تضعہ الا فی الاطهرین من النساء.

(المیلا دہنبوی لابن الجوزی المحدث)

پاک ہے وہ ذات جس نے آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے
برگزیدہ اور مقبول بنایا اور ان کی توبہ قبول کر کے اپنی رحمت و مغفرت کے دامن
میں ڈھانپا اور اس کی انہیں ہدایت بخشی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنے
محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو رکھا پھر حضرت حواء اپنے فرزند حضرت شیث سے
حاملہ ہوئیں تو وہ نور صلب آدم سے بطن حواء کی طرف منتقل ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل
حضرت حواء سے دو بچے پیدا ہوتے تھے مگر حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے
صرف حضور علیہ السلام جو دونوں جہان کے سردار اور حسن و حسین کے نانا ہیں کی عزت
و کرامت کی وجہ سے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی موت کا یقین ہو
گیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے
بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے
عہد لوں جو تمہاری جبین سعادت میں جلوہ گر ہے کہ تم اسے پاکیزہ ترین عورتوں کی
طرف منتقل کرنا۔

پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے اللہ! جس
نور کے بارے میں تو نے مجھ سے عہد لیا تھا وہ میں نے اپنے بیٹے کو منتقل کر دیا ہے تو اس پر گواہ ہو جا
اور اس کی حفاظت فرما پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جہر مٹ میں اترے اور حضرت
آدم علیہ السلام سے عرض کیا اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے فرزند حضرت
شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرمادیں کیوں کہ یہ فرشتے
آسمان کے عبادت گزار بندے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اس وقت

حضرت شیث علیہ السلام کو دو جنتی سبز حُلے پہنائے گئے اور اللہ نے ان کو بی بی "مخولہ البیضاء" جو قد و قامت اور حسن و جمال میں حضرت حواء کی مانند تھیں بیاہ دیا۔ چنانچہ وہ "انوش" سے حاملہ ہوئیں اور دورانِ حمل ان کو آوازیں آتی تھیں تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارے بطن میں نور محمدی کو ودیعت کر دیا ہے۔

محدث ابن جوزی نے نور مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق متعدد ایمان افروز روایات نقل فرمائی ہیں لیکن میں یہاں مزید صرف ایک روایت درج کرنے پر اکتفا کروں گا۔

وروی عن ادم انه لما تاب قال اللهم بحق محمد اغفر لي خطيئتي و تقبل توبتي فقال سبحانه من اين عرفت محمدا فقال يا رب اني رايت في كل مرضع من الجنة مكتوبا عليه لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اكرم الخلق عندك و قال صلى الله عليه وسلم كنت نبيا و ادم بين الماء و الطين۔ (الميلاد النبوی لابن جوزی)

سیدنا ادم علیہ السلام کے بارے مروی ہے کہ جب انہوں نے توبہ کی تو عرض کیا اے اللہ! اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے ادم! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا میں نے جنت میں ہر جگہ لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا دیکھا ہے تو اس سے میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں یہ ہستی ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب ادم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (جدوں ادم گارے وچ سی محمد اودوں تارے وچ سی)۔ (علیہ السلام)

مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نثر الطیب فی ذکر النبی الحبيب (جو انہوں نے بغرض از دیاد محبت یعنی حضور علیہ السلام کی محبت میں اضافہ کرنے کے لئے) لکھی ہے میں مذکورہ

روایت امام بیہقی کے حوالہ سے کچھ اضافے کے ساتھ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ (ص ۲۰، ص ۲۱)

اس کے بعد مولانا تھانوی نے وہ مشہور روایت ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے کہ نکاح کے بعد جب آدم علیہ السلام مائی حواء کے قریب گئے تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! اس کو مہر کیا دوں تو اللہ نے فرمایا حق مہر یہ ہے کہ بیس دفعہ میرے حبیب پہ درود بھیجو۔ (ص ۲۱)

جب کہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ اللہ نے فرمایا ان تصلی علی صاحب هذا الاسم مرة عشرا۔ اے آدم! میرے محبوب پہ دس مرتبہ درود بھیج یہ حق مہر ہے۔

(المسجد النبوی لابن جوزی)

حیرت ہے کہ مولانا تھانوی نے اپنی مذکورہ کتاب کے پہلے باب کا نام ہی یہ رکھا ہے ”نور محمدی کا بیان“ اور اس میں چھ روایات معتبر کتابوں سے حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر درج کی ہیں لیکن آج انہی کے ماننے والے سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر جھگڑا کرتے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو وہ پانچوں روایات یہاں درج کرتا جو حضرات شوق رکھتے ہوں وہ نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۳ تا ۱۹ کا ضرور مطالعہ کریں۔ میں فی الحال اسی کتاب کے اس باب کی چوتھی فصل سے تین روایات درج کر رہا ہوں مولانا تھانوی کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت

حافظ ابو سعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاخبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السموات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول ”قبلتہ“ سے نکاح کیا

اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبد اللہ آپ کے والد ماجد سے حاملہ ہو گئیں اور عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی سے چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر "جبل ثبیر" کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ برکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذا فی المواہب۔

دوسری روایت

ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریق عطاء سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبد المطلب اپنے فرزند عبد اللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گزرے جو یہودی ہو گئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ ختمیہ کہتے تھے اس نے عبد اللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا تو عبد اللہ کو اپنی طرف بلایا۔ مگر عبد اللہ نے انکار کر دیا۔ کذا فی المواہب۔

اس روایت کو محدث ابن جوزی نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے کہ جب حضرت عبد اللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا اور نور نبوت حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا تو اس کے بعد پھر حضرت عبد اللہ کا گذر فاطمہ ختمیہ کے پاس سے ہوا تو اس نے کوئی توجہ نہ کی، آپ نے فرمایا میں وہی عبد اللہ ہوں کیا آج تیری وہ خواہش نہیں جو پہلے تھی، اس نے کہا

والله انى لست بصاحبة ربة و لكنى رايت نور النبوة فى وجهك فاردت ان يكون ذلك النور فى بطنى فابى الله ان يجعله فى الاحيى كان ولكن يا عبد الله اخبر زوجتك انها حملت بخير اهل الارض و نبها صلى الله عليه وسلم۔ (المسند النبوى لابن جوزى)

خدا کی قسم میں نہ حسد کرنے والی عورت ہوں اور نہ حرام کار مگر چونکہ آپ کی پیشانی میں میں نے نور نبوت کو دیکھا تھا اس بنا پر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور میرے بطن میں ہو لیکن خدا کی رضا اس میں نہ تھی کہ وہ نور میرے شکم میں آئے بجز اس جگہ کے

جہاں اب موجود ہے مگر اے عبداللہ! تم اپنی بی بی کو خوش خبری دے دو کہ وہ روئے زمین کے سب سے بہترین شخص اور ان کے نبی سے حاملہ ہو گئی ہیں۔

تیسری روایت

جب ابرہہ بادشاہ اصحابِ قبل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھا آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبلِ ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درختاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھالیا بالجلہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ کذافی توارخ حبیب الہموٹا عنایت احمد۔ (نشر الطیب ص ۲۸)

۔ نبی خود نور اور قرآن ملا نور نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

(از مولانا تھانوی، رسالہ النور)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرما کر زمین کو فرش اور آسمان کو بلندی بخشی تو اللہ نے اپنے پر تو نور جمال سے ایک مٹھی لے کر فرمایا تو محمد ہو جا تو مشیت نور ستون بن کر اتنا بلند ہوا کہ حجابِ عظمت تک پہنچ گیا پھر اس نور نے سجدہ کیا اور الحمد للہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور! اسی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا اور تیرا نام محمد رکھا لہذا تجھی سے خلق کی ابتداء کرتا ہوں اور تجھی پر رسولوں کو ختم کرتا ہوں اس کے بعد اللہ نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا پہلے حصے سے لوح اور دوسرے سے قلم کو پیدا فرمایا پھر قلم کو حکم دیا لکھ تو قلم ایک ہزار سال ہیت الہی سے کانپتا رہا پھر قلم نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا میری توحید میں لکھ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" چنانچہ قلم نے یہ لکھ دیا۔

پھر قلم مختلف انبیاء کرام کی امتوں کے بارے لکھتا رہا کہ جو اطاعت کرے گا جنت میں

جائے گا اور نافرمان دوزخ میں جب حضور علیہ السلام کی امت کے بارے قلم نے یہ لکھنا چاہا کہ جو نافرمانی کرے گا جہنم جائے گا تو اللہ کی طرف سے ندا آئی اے قلم! ادب کر اس پر قلم شق ہو گیا اور دست قدرت سے اس میں قطا لگا (شکاف پڑ گیا) پھر قلم نے عرض کیا یا رب کیا لکھوں تو حکم ہوا

اكتب امة مذبذبة و رب غفور لکھ! امت گنہ گار ہے اور اللہ بخشنہا رہے۔

(المیلاد النبوی)

امام ابن جوزی نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن بلوغ کو پہنچے صنادید قریش میں سے ہر طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے اور ہر جگہ آپ کا تذکرہ ہونے لگا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو فرمایا بیٹا تم بغرض شکار کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے چلے جاؤ تاکہ عورتوں سے نجات پاسکو چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کو چلے گئے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں ہم جب جنگل میں پہنچے تو اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلواریں سونٹے ہوئے ہمارے سامنے نمودار ہو گیا اور بولے ہم عبداللہ کو قتل کریں گے حضرت وہب نے پوچھا ان کا تصور کیا ہے تو انہوں نے کہا قصور تو کوئی نہیں لیکن ان کی پشت میں آخر الزماں نبی کا نور ہے جس کا دین تمام دینوں کو ختم کر دے گا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کر دے گی حضرت وہب کہتے ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آسمان سے ایک لشکر اتر آیا اور تمام یہودیوں کو قتل کر دیا۔ (المیلاد النبوی۔ امام ابن جوزی) یہی ابن جوزی آخر کار فرماتے ہیں۔ ولد الحبيب و مثله لا یولد خدا کا محبوب بے مثال پیدا ہوا۔

بجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کے لئے

بنے ہیں دونوں جہاں شاہِ انبیاء کے لئے

یہی نور جس کی دھوم عرش و فرش پہ مچی رہی بارہ ربیع الاول کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کی گود سے ظاہر ہوا تو آپ فرماتی ہیں میں نے اس نور کی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اور دنیا پکارا ٹھٹی۔

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

حضور علیہ السلام نور ہیں، نظر آتے ہیں مگر کس کو.....؟

حیرانگی ہے کہ عقل کے بارے کہا جاتا ہے نور فی بدن الادمی (نور الانوار) کہ عقل ایک نور ہے جو انسان کے جسم میں ہے اور جب امام الانبیاء کی نورانیت کی بات ہو کہ عقل جس کے گھر کی لونڈی ہے، تو شیطان ذہن میں کئی وسوسے ڈال دیتا ہے مثلاً یہ کہ عقل تو نظر نہیں آتی ثابت ہوا کہ جو نور ہو وہ نظر نہیں آتا میں عرض کروں کہ معترض میں عقل ہو تو کچھ نظر آئے بعض نور نظر آتے ہیں بعض نہیں آتے کیا چاند، سورج نور نہیں؟ مگر نظر آتے ہیں۔

ایمان، ہدایت، عقل بھی نور ہیں مگر نظر نہیں آتے حضور چونکہ سب سے اعلیٰ نور ہیں نظر آتے بھی ہیں نہیں بھی آتے، ابو بکر کو نظر آتے ہیں ابو جہل کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
امی لقصی ہوں پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بو جہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

واقعہ ہجرت پر غور کرو حضور کافروں کے جھرمٹ سے سورہ یسین کی تلاوت باواز بلند کرتے ہوئے گزر رہے ہیں مگر ابو جہل اینڈ کمپنی کو نظر نہیں آ رہے جب بڑوں کو نظر نہ آئے حالانکہ جانتے تھے گزر رہے ہیں تو چھوٹوں کو آج کیسے نظر آ سکتے ہیں۔

ہاں مگر نظر آتے ہیں پوچھ لو امام سیوطی سے کہ بیداری میں بہتر مرتبہ زیارت کر رہے ہیں اور پوچھ لو مولائے روم سے کہ فرماتے ہیں۔

شب کہ جسم بر جمال یار بود من بخوابم بخت من بیدار بود

نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

اسی طرح کبھی کہتے ہیں اگر حضور نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

حالانکہ جانتے ہیں بیت بدل جائے تو نہ کھانے والے بھی کھانا شروع کر دیتے ہیں دیکھو! ڈنڈا نہیں کھاتا مگر جب وہی ڈنڈا سانپ بن جائے تو قرآن فرمانا ہے فاذا ہسی تلفف مایا فکون۔ رسیوں کو کھا گیا۔ بے شک نور نہیں کھاتا مگر جب بشریت کی صورت میں آیا اور ستر

ہزار بشریت کے پردوں میں آیا تو کھانا پڑ گیا۔ اگرچہ ان کے کھانے اور ہمارے کھانے میں بھی فرق ہے کہ جتنا انہوں نے ساری عمر کھایا ہم اتنا ناشتہ کر جاتے ہیں اور پھر سرکار فرماتے ہیں انسی ابیت عند ربی يطعمنی و یسقینی۔ میں تو اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

لہذا ہم کھانے پینے کے محتاج ہوئے اور حضور نے اس لیے کھایا تا کہ کھانا ہمارے لیے سنت بن جائے اور کھاتے بھی رہیں ساتھ ثواب بھی حاصل کرتے رہیں۔ ان ساری باتوں کے باوجود حقیقت نور ہی رہے گی اور۔ ایسا نور کہ۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا

جس پر نگاہ اٹھائی اسے نور کر دیا

نور تھے تو شادی کیوں کی؟

کبھی کہا جاتا ہے کہ اگر نور تھے تو شادیاں کیوں کیں؟

حالانکہ قرآن پڑھتے ہیں اور بہت زیادہ پڑھتے ہیں لیکن کیا کیا جائے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ کیا قرآن میں نہیں ہے و زوجنا ہم بحور عین کہ ہم نے اہل ایمان کا نکاح گوری گوری، موٹی موٹی آنکھوں والی جنتی حوروں سے کر دیا ہے تو اگر اللہ خاکیوں کا نکاح نوری مخلوق سے کر دے تو ان کے نور میں فرق نہ آئے تو امام الانبیاء سے تمہیں کیا دشمنی ہے ان کا نکاح بھی تو اللہ نے کیا ہے قرآن پاک میں ہے زوجنکھا (الاحزاب) اے حبیب! ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کر دیا۔

ہمارا ڈنکے کی چوٹ پر یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشریت کا انکار بھی کفر ہے نورانیت کا انکار بھی کفر ہے یعنی ہم حضور علیہ السلام کو نور بھی مانتے ہیں بشر بھی مگر اپنے جیسا بشر نہیں مانتے بلکہ سراپا نور اور مکمل بشر مانتے ہیں۔ بشر ایسے ہیں کہ کوئی بشر ان جیسا نہیں اور نور ایسے کہ جبریل امین بھی ان کی نورانیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ورنہ سدرہ پہ جا کر ساتھ نہ چھوڑ دیتا۔

صد ہزاراں جبریل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیا بشر نور نہیں ہو سکتا؟

جب حضور علیہ السلام کی نورانیت کی بات کی جاتی ہے تو فوراً انکار پہ انکار کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار کہتے ہوئے سُنے گئے کہ نور نہیں وہ تو بشر ہیں یہ تو بالکل ایسے ہے کہ کوئی کہے مثلاً پانی پیا نہیں جاتا بلکہ اس سے غسل کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ دونوں کام اس سے لیے جاتے ہیں ان میں منافات نہیں ہے نہ یہ کام آپس میں متضاد ہیں نہ کوئی ان میں منافات ہے یا یہ کہا جائے کہ زید ہنستا نہیں بلکہ لکھتا ہے تو ہنسنے کی نفیض رونا ہے نہ کہ لکھنا؟ ہو سکتا ہے ہنستا بھی ہو لکھتا بھی ہو جیسے اجتماع ضدین نہیں ہو سکتا اسی طرح ارتقا و نقیضین بھی نہیں ہو سکتا تو جو عالم ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر کہے حضور علیہ السلام نور نہیں بشر ہیں اس سے بڑا جاہل کون ہے؟ کہ نور کی ضد بشر نہیں بلکہ ظلمت ہے ایسا ظالم صرف نورانیت کا انکار نہیں کر رہا بلکہ آپ سرکار میں ظلمت ثابت کر رہا ہے۔

ظالمو! محبوب کا تھاق ہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے

ان سے پوچھو ایمان کیا ہے؟ کہیں گے نور۔ عقل کیا ہے؟ ہونو ذی بدن الادمی۔ ہدایت کیا ہے؟ نور۔ تمہاری آنکھ میں کیا ہے؟ نور۔ جانور کی آنکھ میں کیا ہے؟ نور یہاں تک کہ کتے اور خنزیر کی آنکھ کی روشنی کو نور کہتے ہیں لیکن انکار ہے تو نورانیت مصطفیٰ کا۔

شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اور افسوس کہ یہ لعنتیں ان کے حصے میں ہی آئی ہیں کہ جو اپنے آپ کو دار ثمان منبر و محراب کہتے ہیں۔ اچی ہم بھی بشر، حضور بھی بشر تو فرق کیا ہوا؟ انہیں کہو تم بھی بشر ہو جہل و بولہب بھی بشر، فرق کیا ہوا؟ یہی فرق وہاں بھی مان لو۔ کتے خنزیر کی آنکھ میں نور تمہاری آنکھ میں بھی نور فرق کیا ہوا؟

جانوروں کو بھی قرآن میں امم امثالکم ”کہ وہ بھی تمہاری طرح امتیں ہیں“ فرمایا گیا کیا کبھی کسی نے اپنے آپ کو جانور کی طرح کہا ہے حالانکہ وہی مثل کا لفظ وہاں بھی موجود ہے بلکہ اس کی جمع امثال ہے۔ ایک نبی کی ذات ہی رہ گئی مثل بننے کے لئے، جن کانبیوں میں بھی مثل نہیں، تو کس کھیت کی مولیٰ ہے۔

شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں اول ما خلق اللہ نوری حدیث کا صرف اس لیے

انکار کیا کہ صحاح ستہ میں نہیں ہے اور جس کتاب میں ہے وہ کتاب ہی نہیں ملتی یعنی مصنف عبدالرزاق جو کہ امام بخاری کے بھی استاد کی کتاب ہے اور آج کل ملتی بھی ہے عجیب بات ہے کہ شاگرد کی اتنی اہمیت کہ اس کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری شریف) ہو جائے اور استاد ایک حدیث بیان کرے تو صرف اس لیے انکار کیا جائے کہ کتاب نہیں ملتی پھر آپ نے حدیث کو تو نہ مانا بلکہ اپنی ضد کو منوایا اور شخصیت پرستی کی اور مولانا در لیس کاندھلوی نے سیرۃ المصطفیٰ میں شبلی کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کیا قرآن و سنت میں قانون ہے کہ جس حدیث کو صحاح والے لیں صرف وہی مانو اور اس کے علاوہ نہ مانو؟ کیا صحاح ستہ سے پہلے حدیث کا وجود نہیں تھا یا بیان کرنے والے نہیں تھے اس طرح تو وہ ہزاروں صحابہ کرام جو بقول امام بخاری احادیث لکھا کرتے تھے ان کے مجموعے بھی بے کار گئے۔ (نعوذ باللہ)

نور کے متعلق اہم نکتہ

کبھی ارشاد ہوتا ہے اول ما خلق اللہ نوری میں حضور علیہ السلام کے نور کی اولیت ہے تو اول ما خلق اللہ القلم میں قلم کی اولیت ہے اس طرح کچھ کتب میں اول ما خلق اللہ العرش ہے بعض میں اول ما خلق اللہ اللوح بھی ہے تو کس کو اول مانو گے میں عرض کروں گا ہاں اول ما خلق اللہ العقل بھی ہے اگر اللہ نے عقل دی ہے تو ان میں تطبیق دے دو کہ عنوان مختلف ہیں معنوں ایک ہے صفات مختلف ہیں موصوف ایک ہے یعنی لوح بھی حضور ہیں قلم بھی حضور ہیں عرش بھی حضور ہیں عقل بھی حضور ہیں۔ کیسے؟ تو سنئے! قلم کا کام فیض دینا ہے اور لوح کا کام فیض لینا ہے یعنی قلم لکھ کر فیض دیتی ہے اور لوح اپنے اوپر لکھوا کر فیض لیتی ہے تو حضور علیہ السلام اللہ سے لوح کی طرح فیض لیتے ہیں اور مخلوق کو قلم کی طرح فیض دیتے ہیں اور یہ بات تو علامہ اقبال کی سمجھ میں بھی آگئی جس نے کہا۔

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتب

مکبہ آئینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

اسی طرح عرش کا معنی اونچا اور عرش کو عرش اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمینوں سے اونچا ہے آسمانوں سے اونچا ہے۔ انسانی اعضا میں دل سب سے افضل ہے حدیث میں ہے کہ اگر دل ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے دل خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ پھر

مومن کا دل سبحان اللہ۔ جس کے بارے صوفیاء نے فرمایا قلب المومن عرش اللہ۔ کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے لہذا جب عرش وہ ہے جو ساری مخلوق سے اونچا ہے تو جب معراج کی رات عرش نیچے رہ گیا اور سرکار کے قدم عرش کے اوپر چلے گئے تو پھر عرش تو حضور ہو گئے کیونکہ عرش کو اونچا ہونے کی وجہ سے ہی تو عرش کہا جاتا تھا تو جب سرکار اس سے اوپر ہو گئے تو عرش کون ہوا۔

جبرائیل امیں رہ گئے راہ میں عرش اعلیٰ پہ پہنچا ہمارا نبی

اسی طرح عقلاء کے نزدیک عقل کل جبریل امین کو کہا گیا اور معراج کی رات وہ عقل کل حضور علیہ السلام کے قدموں کو بوسے دے کر عقل کل ہونے سے استغفیٰ دے رہا ہے اور یہ منصب بھی حضور ﷺ کے سپرد کر رہا ہے لہذا مذکورہ پانچوں احادیث مان لی جائیں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ سب حضور کی شانیں ہیں۔ یعنی لوح و قلم، عرش و عقل کے مسلمہ معانی کا انکار کیے بغیر بھی یہ تمام روایات عظمت مصطفیٰ کی آئینہ دار ہیں۔

ایک ہی بندہ باپ بھی ہو سکتا ہے بیٹا بھی۔ استاد بھی شاگرد بھی۔ پیر بھی مرید بھی مگر باپ اپنے بیٹے کا ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کا ہوگا۔ استاد اپنے شاگرد کا ہوگا اور شاگرد اپنے استاد کا ہوگا۔ جہتیں مختلف ہو جائیں تو کوئی تضاد نہیں رہتا کیوں کہ۔ در تناقض ہشت وحدت شرط داں۔ تو ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے اگر بزم خویش درس نظامی کے ماہرین نہ سمجھیں تو ان کو اللہ ہی سمجھائے۔

حضور علیہ السلام کو نور ہم اہل سنت نے نہیں بنایا بلکہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس نور آیا اور آیا بھی اللہ کی طرف سے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جو جہاں سے آئے وہاں کی صفات لے کر آتا ہے تو حضور اللہ کی طرف سے آئے اور اللہ کی صفات لے کر آئے۔ وہ بھی سمیع، یہ بھی سمیع، وہ بھی بصیر، یہ بھی بصیر، وہ بھی رؤف و رحیم، یہ بھی رؤف و رحیم، وہ بھی نور، یہ بھی نور۔

مگر وہ بنانے والا، یہ بننے والا، وہ بھیجے والا، یہ آنے والا، وہ بخشے والا، یہ بخشوانے والا، وہ جنت بنانے والا، یہ اپنی امت سے جنت کو بسانے والا، وہ جہنم بھڑکانے والا یہ اپنی رحمت سے جہنم کو ٹھنڈا فرمانے والا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد

تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم لگائے خدا اور بجھائے محمد

اسی آقا کریم کے نور کے جلووں سے ابوبکر، صدیق اکبر، بن رہا ہے۔ عمر، فاروق اعظم بن رہا ہے۔ عثمان، ذوالنورین بن رہا ہے۔ علی، حیدر کرار بن رہا ہے، بے ذریعہ بن رہا ہے اور بلال حبشی، رشک قبر بن رہا ہے۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پر نگاہ اٹھائی اسے نور کر دیا

پتہ اس دن چلے گا یوم یقول المنقون والمنفت للذین امنوا انظرونا
نقتبس من نور کم۔ (الحدید) قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں اہل ایمان کو (ملنے والا نور دیکھ کر) کہیں گے۔ ہماری طرف نگاہ کرو تھوڑا سا نور ہمیں بھی دو۔

(ایمان والے کہیں گے دنیا میں نبی کو نور نہیں مانتے تھے اور یا رسول اللہ انظر حالنا کو شرک کہتے تھے آج یہ دونوں باتیں ہمارے لیے مان رہے ہو) قبل ارجعوا وراہ کم
فالتمسوا نوراً۔ واپس جاؤ (دنیا میں اور صحیح عقیدہ اپنا کر) نور تلاش کرو۔

تو بھائیو! جہنم میں جل کر ذلیل ہو کر جو کہتے پھر دو گے انظرونا آج دنیا میں ہی کہہ لو

یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

کرم کی اک نظر ہم پر خدارا یا رسول اللہ

ہمیں تو آسرا بس ہے تمہارا یا رسول اللہ

لیکن وہاں سے واپسی ممکن نہیں اس لیے امام اہل سنت کی نصیحت پر عمل کرو اور۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آگے قرآن کی اسی آیت میں ہے باطنہ فیہ الرحمة کہ اندر رحمت ہوگی یعنی

جنت میں رحمۃ للعالمین ہوں گے ظاہرہ من قبلہ العذاب اور باہر عذاب ہوگا۔

خدا بھی نور اللہ نور السموات والارض۔ مصطفیٰ بھی نور قد جاء کم من اللہ

نور تیری نیت میں کیوں آ گیا نور۔

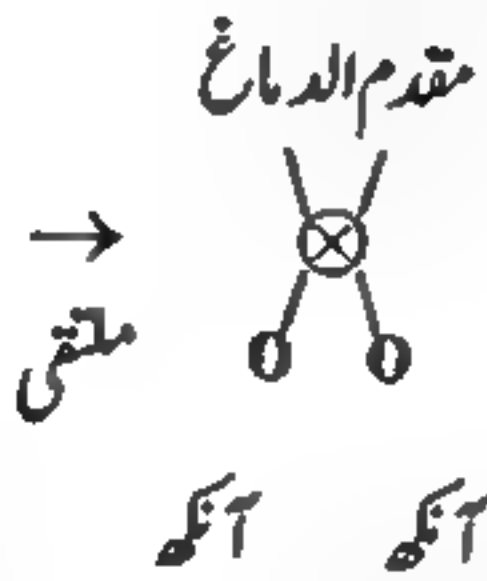
خدا بھی حق فتعلی اللہ الملک الحق۔ مصطفیٰ بھی حق قد جاء کم الحق۔

(القرآن) محمد حق (البخاری) یعنی بھیجنے والا بھی حق۔ آنے والا بھی حق۔ تو تمہیں کیوں پڑ گیا ہے شک

تیرے نور دی ویکھی جھلک چنے اونہے رب دا نظارہ ویکھ لیا
اونہوں بھل گئے سو ہیا غم سارے چنے تیرا دوارہ ویکھ لیا

ایک علمی نکتہ

میڈی بحث البصر فصل فی الحيوان ص ۱۱۲ پہ بصر کی تعریف یہ کی گئی ہے
هو قوة في ملتقى عصبين نا بتين من مقدم الدماغ یعنی قوت باصرہ کا مقام پیشانی کو
بتایا گیا جس کی شکل کچھ یوں بنتی ہے۔



اس ملتقی کو مجمع النور کہا جاتا ہے تو جب یہ روایات بائبل کے اندر بھی ملتی ہیں اور ہماری کتابوں میں بھی کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اولاً نور مصطفیٰ رکھا گیا پھر انہوں نے دعا کی یا اللہ! یہ نور ایسی جگہ ہونا چاہیے کہ میں اس کی زیارت بھی کر سکوں تو اللہ نے انگوٹھوں کے ناخنوں میں منتقل فرمادیا چنانچہ آپ نے نور مصطفیٰ اپنے انگوٹھوں میں جلوہ گردیکہ کر محبت سے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا اور آج بھی ان کی اولاد ان کی سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو ہم کیوں نہ کہیں کہ چونکہ حضرت آدم کی پیشانی اولاً نور مصطفیٰ کا ٹھکانہ بنی تو اللہ نے اس جگہ کو مجمع النور بنا دیا۔

کسی عاشق رسول نے کیا وجد آفرین اشعار فرمائے

اسم نور و جسم نور و جان نور ذکر نور و فکر نور، عرفان نور
دست نور و پائے نور و قد نور ولد نور و اب نور و جد نور
روئے نور و خوئے نور و بویئے نور سوئے نور و کوئے نور و موئے نور
باز گویم آل نور اصحاب نور اکل نور و شرب نور و خواب نور

اہل نور و بیت نور و بلد نور جائیکہ آمد محمد کرد نور
اور مولائے روم نے فرمایا

۔ ایں خورد گر پلیدی زو جدا واں خورد گرد دھمہ نور خدا

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ، الابریز میں فرماتے ہیں ان مجموع نورہ
صلی اللہ علیہ وسلم لو وضع علی العرش لذاب۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کا سارا نور
عرش پہ رکھا جائے تو عرش الہی (باوجود اس قدر شان و کمال کے) پگھل جائے (لوگوں نے جو دیکھا
وہ تو صرف ایک جزو تھا ورنہ کس میں تاب تھی کہ دیکھ سکے اسی لیے فرمایا جمالی مستور کہ میرا حسن
چھپا ہوا ہے اور رومی فرماتے ہیں۔

احمد ار بکشاید آں پر جلیل تا ابد بے ہوش ماند جبرائیل

مواہب لدنیہ، امام قسطلانی شارح بخاری، سیرت حلبیہ۔ نسیم الریاض۔ مدارج النبوة
تفسیر عزیزی اور اس کے علاوہ بہت ساری کتب میں ہے و لم یکن لہ صلی اللہ علیہ
وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ نور۔ کہ سرکارِ کائنات سورج کی روشنی میں سایہ تھا اور نہ
چاند کی چاندنی میں کیوں کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو حضرت عثمان غنی نے حضور
علیہ السلام کی بارگاہ میں یہی عرض کیا تھا کہ آقا! جب اللہ نے آپ کا سایہ نہیں بنایا تا کہ کوئی گستاخ
آپ کے سائے پہ اپنا پاؤں نہ رکھ دے تو آپ کے نکاح میں غلط عورت کیسے آنے دے گا اور
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مشہور فرمان ہے

کہ سایہ ہمیشہ جسم سے لطیف ہوتا ہے اور جسم سائے سے کثیف ہوتا ہے تو جب امام
الانبیاء علیہ السلام کے جسم مبارک سے لطیف شے ہے ہی کوئی نہیں تو آپ کا سایہ بھی نہیں۔

حضرت عمر فاروق ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے تو پیچھے ایک یہودی آپ کے
سائے کو اپنے پاؤں میں روند کر اپنی بھڑاس نکال رہا تھا (یہودی صفت لوگ آج بھی عمر رضی اللہ
عنہ کا نام سن کر جلتے رہتے ہیں) آپ فرماتے ہیں فوراً میرے ذہن میں آیا کہ اللہ نے اسی لیے
حضور علیہ السلام کا سایہ نہیں بنایا کہ کوئی گستاخ آپ کے سایہ کی بھی توہین نہ کر سکے۔

(ایک حدیث میں حتی رایت ظلی و ظلکم کے الفاظ سے غلطی نہیں نہ ہو کہ

وہاں ظل اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے کیوں کہ یہ دوزخ کی بات ہو رہی ہے اور دوزخ کی آگ حدیث کے مطابق سفید نہیں بلکہ سیاہ ہے لہذا سیاہی میں ظل (سایہ) کہاں؟ (ترمذی ج ۲ ص ۱۳، مشکوٰۃ باب صفۃ النار ص ۵۰۳)

یاد رہے: کہ قرآن مجید میں ہر جگہ بشر مثلکم کے ساتھ یوحی الی آیا ہے حالانکہ نماز زکوٰۃ حج وغیرہ احکام کی بات بھی ہو سکتی تھی مگر متعین فرمایا کہ مثلیت صرف عدم الوہیت میں ہے نہ کہ کسی اور شے میں وگرنہ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے ہر طرح کے قد والے شخص کو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھڑے دیکھا تو حضور ہمیں اونچے ہی نظر آئے حالانکہ سرکار کا قد درمیانہ تھا نہ کہ لمبا مگر یہ بھی معجزہ تھا۔

کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی میرے حبیب سے اونچا ہونے کی بات نہ کرے جب قد کی حد نہیں تو شان کی حد کیا ہوگی۔

مرزائی بد بخت کہتے ہیں ہمارا مرزا سبحان اللہ (لا بل علیہ لعنة اللہ) بس حضور علیہ السلام کی فوٹو کا پی ہی سمجھ لو (نعوذ باللہ) میں کہوں گا سمجھ تو لیں مگر پہلے یہ تو بتاؤ یہ فوٹو کا پی کرائی کہاں سے ہے پوری آنکھ ہی غائب۔ اور آنجہانی کا بیٹا کہتا ہے فوٹو گرافر آیا، بڑا زور لگایا آنکھ کھل جائے مگر نہ کھلی (شاید یہ معجزہ ہو کہ ہر کسی کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں)۔

ہمارے آقا کا حسن و جمال سبحان اللہ

نصف القمر بجماله عجز البشر بکماله

(اخبار الاخیار)

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اولیاء امت نے اپنے اشعار میں بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کا ذکر فرمایا حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا مبد البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

حضرت جانی نے کہا۔

و صلی اللہ علی نور کز و شد نورھا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک از عشق او شیدا
حضرت سعدی فرماتے ہیں۔

ہمہ نور ہا پر تور نور او (بوستان)

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عربی اشعار بمعہ اردو ترجمہ پر یہ موضوع مکمل کرتے ہیں یہ اشعار آپ نے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام کی اجازت سے پڑھے۔ اور آپ نے دعادی

و قال العباس: یا رسول اللہ انی أریدان أمدحک. فقال له:
قل لا یفضض اللہ فاک، فأنشا یقول:

من قبلھا طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر انت	ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد	الجم نسرا وأهله الفرق
وردت نار الخلیل مکتما	تجول فیها و لست تحترق
تنقل من صلبه الی رحم	اذا مضی عالم بدأ طبق
حتی احتوی بیتک المہیمن من	خندق علیاء تحتها النطق
و انت لما وردت اشرققت الارض	و ضائت بنورک الأفق
فنحن فی ذاک الضیاء و فی النور	و سبل الرشاد تخترق

(الوقاد باحوال المصطفیٰ، ۳۵:۱)

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اس وقت سے بہت پہلے آپ ﷺ مسرت و شادمانی کے ساتھ ذکر الہی میں مصروف تھے۔

ان کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد آپ بھی ان کے ہمراہ زمین پر

تشریف لے آئے جب کہ آپ ﷺ نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی گوشت اور علق کی حالت میں۔

(بشریت کے) ظہور کے بعد آپ احسن صورت میں محفوظ مقامات کے اندر ایک سوار کی طرح جلوہ فرما رہے۔ گھوڑے کو لگام لگا کر تیار رکھا ہوا تھا جس کی اگلی منزل پر پہنچتے اور پچھلی روپوش ہو جاتی۔

آپ ﷺ کا ہر مسکن (ہر قسم کی آلودگی اور خطرات سے) محفوظ تھا۔ جیسے خندقوں اور بلند چٹانوں سے گھرا ہوا ہو۔ لیکن آپ ان مقامات میں بھی اس کائنات کی زبان بنے رہے۔

آپ ﷺ مقدس اصحاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔

جب آپ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو تشریف آوری کے باعث زمین پر نور ہو گئی اور فضا جگمگا اٹھی۔

ہم آپ کی خیا پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

(سیرۃ الرسول۔ پروفیسر طاہر القادری ج ۲ ص ۲۱۷-۲۱۸)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ حدیث کے الفاظ انا من نور اللہ پہ بعض احباب بہت شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا مجر بنا دیا ہے اسی طرح درود تاج میں نور من نور اللہ پر بھی یہی اعتراض کیا جاتا ہے ایک بہت بڑے عالم صاحب کی میں نے تقریر سنی تو وہ اپنے سامعین کو اس طرح بے وقوف بنا رہے تھے کہ دیکھو دس فٹ اگر دھاگہ ہو اور اس سے چھانچ کاٹ لیا جائے تو باقی کتنا رہ گیا؟ انہوں نے جواباً کہا ساڑھے نو فٹ۔ تو فرمانے لگے کہ حضور کو نور من نور اللہ کہنے کا یہی تو مطلب ہے کہ جتنا حضور کا نور ہے اتنا اللہ کا نور کم ہو گیا اور حضور علیہ السلام اللہ کے نور کا جز بن گئے۔ ایسے نام نہاد، پڑھے لکھے جاہل کی خدمت میں غرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ نور کے اجزاء ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں اگر نور کے اجزاء ہو سکتے ہیں تو روح کے بھی ہو سکتے

ہیں دونوں کا تعلق مقولہ کیف سے ہے جب کہ روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و
نفخت فیہ من روحی کہ میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ تو کیا یہاں بھی
جزئیت ثابت کرو گے؟ کہ آدم علیہ السلام بھی اللہ کا جزو بن گئے۔ (نعوذ باللہ)۔

دوسری بات یہ ہے کہ بات نور کی ہو رہی ہے اور مثال دھاگے کی کیوں دی جا رہی
ہے؟ کیا یہ مثال نہیں ہو سکتی کہ ایک چراغ جل رہا ہو اس سے لاکھوں چراغ جلا لیں تو کیا پہلے
چراغ کی روشنی میں کی آئے گی؟ وہ لاکھوں چراغ کیا پہلے چراغ کا جزو ہو گئے؟ یا یوں کہا جائے گا
کہ اس کے فیض سے ہیں؟ تو کیا یہاں نور من اللہ یا انا من نور اللہ کا معنی یہ نہیں ہو سکتا کہ
حضور اللہ کے نور کے فیض سے ہیں۔ دیگر انبیاء صفاتی نور کے فیض سے ہیں ہمارے آقا ذاتی نور
کے فیض سے ہیں اور پھر کیا اس طرح کے الفاظ احادیث کی کتب میں جا بجا نہیں ملتے؟ کیا وہاں
بھی اس قسم کے سوال کرتے ہو یا صرف نور مصطفیٰ سے ہی چوہ ہے؟ مثلاً دیکھئے

۱۔ انا من اللہ والمؤمنون منی۔

(اسرار الرفع۔ علی القاری۔ کشف الخفا للجلوانی۔ الدرر المنيرة فی احادیث الشجرہ المسیوی۔

تذریۃ الشریعہ لابن عراق۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی)

۲۔ انا من نور اللہ والمؤمنون منی۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی)

۳۔ انا من المؤمنین والمؤمنون منی۔ (احادیث القصاص لابن تیمیہ)

۴۔ انا من حسین۔ (السلسلۃ الصحیحہ للالبانی)

۵۔ حسین منی و انا من حسین۔ (مشکوٰۃ)

۶۔ انا من عثمان و عثمان منی۔ (الجامع الکبیر۔ المخطوط الجزء الثانی)

۷۔ انا منک و انت منی۔ انا منکم و انتم منی۔ انا منه و هو

منی۔ انا منهم و هم منی۔

(مسند احمد۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ دلائل النبوة۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی۔

لسان المیزان لابن حجر۔ میزان الاعتدال۔ البدایہ النہایہ لابن کثیر)

چونکہ مذکورہ حدیث علماء اہل سنت محافل میلاد النبی میں اکثر بیان کرتے ہیں اور

منکرین میلاد اپنے ہر کام کو سنت اور عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی اور محفل میلاد کو بدعت کہہ کر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ جدید مصنوعات جن سے زیادہ استفادہ یہی حضرات کرتے ہیں یہ تو اس لیے بدعت نہیں کہ دین کا حصہ نہیں جب کہ جو کام دین سمجھ کر کیے جاتے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ تو یہ کیوں بدعت کے زمرے میں نہیں آتے؟ اس سلسلہ میں ہمارے ایک دوست انجم سعید صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:-

”ایک اور بات عرض کروں جس کے بارے میں لوگ بکثرت پوچھا کرتے ہیں وہ یہ ہے جب ہر نئی بات گمراہی ہے تو یہ پنکھا بھی گمراہی ہے یہ ٹیوب لائٹ بھی گمراہی ہے یہ بس بھی، یہ موٹر بھی گمراہی ہے اس لئے یہ چیزیں تو حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں ان کے استعمال کو بدعت کیوں نہیں کہتے؟ خوب سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے بدعت کو ہونا جائز اور حرام قرار دیا ہے یہ وہ بدعت ہے جو دین کے اندر کوئی نئی بات نکال لی جائے، دین کا جز اور دین کا حصہ بنالیا جائے کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔“ (بدعت ایک سنگین گناہ ص ۲۶)

موصوف نے یہ تو کہہ دیا کہ دنیاوی کاموں میں بدعت نہیں اور نہ گمراہی ہے دینی کاموں میں بدعت گمراہی کہلائے گی لیکن قرآن پاک کی کسی آیت مبارکہ کا حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدعت کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔ اور نہ ہی کسی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ ابلیس کی تمام روحانی اولاد کو چیلنج ہے کہ کوئی قرآن پاک کی آیت یا کوئی ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہی ہو دکھا دیں کہ کہاں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت نماز تراویح کو اچھی بدعت کہا۔ اب ان وہابیوں دیوبندیوں سے پوچھیں کہ کیا نماز تراویح دین کا کام نہیں؟ کیا نماز تراویح باجماعت پڑھنا بے دینی ہے؟ اور تم باجماعت نماز تراویح پڑھ کر بے دین ہوئے یا نہیں؟

مخالفین اہل سنت جب بدعت لے خلاف بولتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اب لفظ ”ہر“ میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی بدعتیں آ جاتی ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی شخص بضد

ہو کہ دینی کاموں میں کچھ ایسے کام بتاؤ جن کو لوگ دین کا کام سمجھ کر کرتے ہوں اور وہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی نہ ہوں تو ملاحظہ فرمائیں۔

۱- چھ کلمے: پہلا کلمہ طیب، دوسرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تہجد، چوتھا کلمہ توحید، پانچواں کلمہ استغفار، چھٹا کلمہ رد کفر یہ تمام کلمے، ان کے نام ان کی ترتیب بدعت، کہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں ثابت نہیں۔ تمام دیوبندی وہابی قرآن پاک کی کسی سورت سے یا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب سے مذکورہ چھ کلمے، ان کے نام اور ان کی ترتیب نہیں دکھا سکتے لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر اپنے بچوں کو یاد کرواتے ہیں۔

۲- ایمان کی صفات: ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ دونوں صفات، ان کے نام اور ان کی ترتیب بدعت، لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر یاد کی جاتی ہیں۔

۳- قرآن پاک کی موجودہ کتابی صورت، اس کے تمیں پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، اس کے رموز و اوقاف، اس پر اعراب لگانا اور آیات کے نمبر لکھنا، سب بدعت۔

۴- احادیث مبارکہ کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اقسام بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن ہے یہ ضعیف ہے پھر ان کے احکام مقرر کرنا، سب بدعت۔

۵- اصول حدیث اور اصول فقہ کے تمام قوانین بدعت۔

۶- فقہ اور علم کلام جن پر آج دین کا دار و مدار ہے یہ بھی تمام بدعت۔

۷- نماز کی زبان سے نیت کرنا بدعت، موجودہ طرز کی مساجد بدعت، موجودہ طرز کی جائے نماز اور مصلوں پر نماز پڑھنا بدعت۔

۸- شریعت کے چار طرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بدعت۔

۹- طریقت کے چار سلسلے قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی بدعت۔

۱۰- روزہ کی زبان سے نیت کرنا بدعت۔

۱۱- بیس تراویح باجماعت پڑھنا بدعت۔

۱۲- کاروں، بسوں اور جہازوں کے ذریعے حج کو جانا بدعت، میدان عرفات میں انہی سوار یوں پر آنا جانا بدعت، صفا و مروہ کے درمیان پیئر کنڈیشنڈ کورڈ ایریا میں سعی کرنا

بدعت۔

۱۳۔ ریال، ڈالر اور روپیہ وغیرہ میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنا بدعت کہ حضور ﷺ کے

زمانہ مبارک میں سونا، چاندی یا درہم و دینار میں زکوٰۃ ادا کی جاتی تھی۔

۱۴۔ تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت، حزب التحریر، الدعوة

والارشاد، جماعت اہل حدیث، سپاہ صحابہ، جمعیت علماء اسلام، جمعیت اشاعت

التوحید والنسب، لشکر جھنگوی سب جماعتیں بدعت۔

۱۵۔ رائے ونڈ کا اجتماع، جماعت اسلامی کا اجتماع، سیرۃ النبی کانفرنس، محمد رسول اللہ

کانفرنس، سید البشر کانفرنس، ختم بخاری، دورہ حدیث، دورہ تفسیر سب بدعت۔

۱۶۔ چالیس روزہ، سہ روزہ پر بستر باندھ کر لوٹا، مصلیٰ، چائے دانی، چولہا، اور نسوار کی ڈبیہ

لے کر اہل خانہ کے حقوق کو پس پشت ڈال کر، گھر سے نکلنا بدعت۔

ان بدعات کے علاوہ اور بہت سی بدعات ہیں جو ان حضرات میں یوں سرایت کئے

ہوئے ہیں جیسے کتے کے کالے کا اثر پورے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہو۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ

اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی ان کو دکھائی دیتا ہے جب کہ اپنی

آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بقول شاعر:-

مٹھر فقیرا کالہیا پھولیں عیب کسے دے فیر

پہلوں اپنی منہی دے پٹھ ڈنگوری پھیر

گزشتہ صفحات میں جتنے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے یہ حضرات انہیں دین کا کام اور دین

کا حصہ سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ یہ کام حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھے پھر یہ

خود بدعتی گمراہ اور جہنمی کیوں نہ ہوئے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

پھر اگر کوئی ابلیس کا چیلہ آپ کے ذہن میں یہ دوسرہ ڈالے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے زمانہ مبارک میں کوئی ایسی مثال ہے کہ حضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا، صحابہ کو معلوم

بھی تھا کہ یہ کام حضور ﷺ نے نہیں کیا پھر بھی صحابہ کرام نے وہ کام کیا ہو تو بخاری شریف کی

حدیث مبارکہ پیش کرتا ہوں کیوں کہ کچھ لوگوں کو معلوم نہیں کیا مسئلہ درپیش ہے کہتے ہیں کہ بخاری

سے دکھاؤ۔

احادیث در بیان بدعت

حدیث ۱

عن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس الامام على المنبر على عهد النبي ﷺ و ابي بكر و عمر فلما كان عثمان و كثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء قال ابو عبد الله الزوراء موضع بالسوق بالمدينة.

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعة باب ۵۷۵ الاذان يوم الجمعة جمعة کے روز اذان ص ۴۰۹)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں پہلی اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں لوگ بڑھ گئے تو زوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا گیا۔ امام ابو عبد اللہ (محمد بن اسماعیل بخاری) نے فرمایا مدینہ منورہ کے بازار میں زوراء ایک جگہ کا نام ہے۔

شرح

خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے یہ اذان اول ہے اس کے بعد اقامت کہی جاتی ہے یہ اذان ثانی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اذان پڑھی یہ اذان ثالث ہے۔ اذان عثمانی باعتبار وجود کے اول ہے یعنی آج کل جو جمعہ کی اذان ہوتی ہے یہ پہلی ہے اور خطبہ کی اذان دوسری ہے (اور اقامت تیسری) لیکن اذان عثمانی باعتبار اپنی مشروعیت کے تیسری ہے۔ (فیوض الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم پارہ چہارم ص ۶۱)

حدیث ۲

ان السائب بن يزيد اخبره ان التاذين الثاني يوم الجمعة امر به عثمان حين كثر اهل المسجد و كان التاذين يوم

الجمعة حين يجلس الامام۔

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعة باب ۵۷۸ المجلس علی

المنبر عند التاذین۔ اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کہنے کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ مسجد میں آنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ورنہ جمعہ کے روز صرف اسی وقت اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

حدیث نمبر اکو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے زمانہ مبارک میں جمعہ کی ایک ہی اذان (جو کہ خطبہ کے وقت دی جاتی ہے) ہوتی تھی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ مبارک میں جب لوگ متفرق مقامات پر آباد ہو گئے تو آپ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمادیا اور اس اضافہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کی موافقت کی اور اس پر اجماع ہو گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:-

امر عثمان يوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به علي

الزوراء فثبت الامر علي ذلك۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب

الجمعة باب ۵۷۹ التاذین عند الخطبة۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جمعہ کے روز تیسری اذان کہنے کا حکم فرمایا پس وہ زوراء کے مقام پر کہی جاتی اور یہی ہمیشہ کے لئے معمول قرار پا گیا۔

حدیث ۳

ان زيد بن ثابت رضي الله عنه قال ارسل الي ابو بكر مقتل

اهل اليمامة فاذا عمر ابن الخطاب عنده قال ابو بكر

رضي الله عنه ان عمر اتاني فقال ان القتل قد استحر يوم

اليمامة بقرآء القرآن واني اخشى ان يستحر القتل

بالقرآء بالمواطن فيذهب كثير من القرآن واني اري ان

تأمر بجمع القرآن قلت لعمر كيف تفعل شيئاً لم يفعله
رسول الله ﷺ قال عمر هذا والله خير فلم يزل عمر
يراجعني حتى شرح الله صدرى لذلك ورايت في
ذلك الذي راى عمر قال زيد قال ابو بكر انك رجل
شأب عاقل لا تهملك وقد كنت تكتب الوحي لرسول
الله ﷺ فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفوني نقل جبل
من الجبال ما كان اثقل على مما امرنى به من جمع القرآن
قلت كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو
والله خير فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى شرح الله صدرى
للذى شرح له صدر ابى بكر و عمر رضى الله عنهما.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب التفسیر باب ۹۷۵ جمع القرآن قرآن مجید کا جمع کرنا۔ ۹۸۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے بلا یا جب کہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی ان کے پاس تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ قاریوں کے مختلف مقامات پر شہید ہو جانے کے باعث قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم فرمائیں۔ میں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اس بارے میں برابر مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ متفق ہو گیا۔ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تم لو جوان آدمی اور صاحب عقل ہو اور تمہاری قرآن نہی پر کسی کو کلام بھی نہیں

اور تم رسول اللہ ﷺ کو وحی بھی لکھ کر دیا کرتے تھے پس سعی بلیغ کے ساتھ قرآن کریم کو جمع کر دو۔ پس اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسے اس سے بھاری نہ سمجھتا جو مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن مجید کو جمع کروں میں عرض گزار ہوا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس میں برابر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اسی طرح کشادہ فرما دیا جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

آپ حضرات نے غور فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جو کام اچھا ہوا اگرچہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ ہو، اگرچہ وہ کام حضور ﷺ نے نہ کیا ہو پس وہ کام کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی حق بات سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قل، تیجہ (سوئم)، ساتھ، چہلم، عرس، برسی، چھٹی، گیارہویں، رجب کے کوٹھے، محرم کا کھچڑا وغیرہ ایصال ثواب ہی کے مختلف نام ہیں اور ایصال ثواب از روئے قرآن و حدیث و اجماع و اثر جائز ہے اگرچہ ان ناموں سے حضور ﷺ نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا پھر بھی اللہ کی قسم یہ کام اچھے ہیں۔ دیگر اچھے کاموں کو بھی اسی طرح قیاس کریں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جب ثابت ہوا کہ فلاں عمل نیکی ہے پھر اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ فلاں نے فلاں وقت یہ نیکی کی تھی یا نہیں؟ جیسا کہ جب درود پاک پڑھنا نیکی ثابت ہے تو اب اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان سے پہلے درود و سلام پڑھا تھا یا نہیں۔ نیکی ہر وقت کی جاسکتی ہے سوائے ان اوقات میں جن سے شریعت مطہرہ نے منع کیا۔ جیسا کہ ستر کھلا ہو، رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہو یا نہار ہا ہو تو ایسی صورتوں میں ذکر کرنا منع ہے لیکن جب اذان پڑھنے لگے تو اب شریعت میں درود پاک پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ جو لوگ ایسے خیر کے کاموں سے روکتے ہیں وہ دین کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ لوگوں میں فساد و فتنہ کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک خاص فرق واضح فرمایا۔

اس مقام پہ مناسب ہو گا کہ بدعت کی حقیقت و اقسام اور اس کے بارے ایک مختصری

تحقیق قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دی جائے تاکہ تشکیلی باقی نہ رہ جائے۔

بدعت کا لغوی معنی

۱- لغت میں نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ (محققانہ فیصلہ مصنفہ مفتی جلال الدین احمد امجدی ص ۵)

۲- بدعت :- نیا دستور، نیا رسم و رواج، دین میں نئی بات یا نئی رسم نکالنا۔ (فیروز اللغات ص ۱۸۸)

۳- بدعت :- قال النووی البدعة کل شیء عمل علی غیر مثال سبق۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ) امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہر وہ شے جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو، اس کو بدعت کہتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

- ۱- اصطلاح شرع میں ہر اس چیز (عمل ہو یا عقیدہ یا کوئی اور شے) کو بدعت کہتے ہیں جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔ (محققانہ فیصلہ اور دیگر کتب)
- ۲- و فی الشرع احداث ما لم یکن فی عہد رسول اللہ ﷺ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) اور شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی شے کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔

بدعت کی اقسام

بدعت کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ اچھی بدعت اور بری بدعت۔

- ۱- اچھی بدعت :- اسے بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں اور بدعت محمودہ بھی۔
- ۲- بری بدعت :- اسے بدعت سیئہ بھی کہتے ہیں، بدعت مذمومہ بھی اور بدعت ضلالہ بھی۔

چنانچہ دونوں اقسام کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے اور دیگر مستند کتب میں بھی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

فقال رسول الله ﷺ من من في الاسلام سنة حسنة فله،
اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من
اجورهم شيء و من من في الاسلام سنة سيئة كان عليه
وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من
اوزارهم شيء۔ (رواه مسلم۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول کتاب العلم ص ۶۲)

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے گا تو
اس کو (اسے رائج کرنے کا) ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس
کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی
کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں کسی برے طریقے کو رائج کرے گا تو اس شخص پر (اس کے
رائج کرنے کا) گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد
اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔
اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
قال العلماء هذه احاديث من قواعد الاسلام و هو ان كل
من ابتدع شيئا من الشر كان عليه مثل وزر من اقتدى به
في ذلك و كل من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر
كل من يعمل الى يوم القيامة۔ (رد المحتار جلد اول ص ۴۰)

علماء نے فرمایا یہ احادیث اسلام کے قوانین میں سے ہیں۔ جو شخص کوئی بری
بدعت ایجاد کرے گا اس پر اس کام میں پیروی کرنے والوں کا سارا گناہ ہے اور جو
شخص کہ اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا
ثواب ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضها الله ورسوله كان عليه من

الاثم مثل اثم من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزانهم شيئا.

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الاعتصام ص ۵۴)

جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ (عزوجل) اور رسول (ﷺ)

راضی نہیں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے لفظ بدعت ضلالہ فرما کر بدعت حسنہ کو مستثنیٰ

فرما دیا۔ اب دیکھئے کہ مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام نے اچھی اور بری بدعت کی کیا تعریف فرمائی۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

ما احدث و خالف کتابا او سنتا او اجماعا او اثرا فهو

البدعة المذمومة و ما احدث من الخير و لم يخالف من

ذلك فهو البدعة المحمودة.

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲۹ ص ۶۴۹)

ایسی نئی بات جو قرآن و سنت اور اجماع و اثر کے خلاف ہو پس وہ بری بدعت ہے

اور جو اچھی بات اگرچہ نئی ہو ان چیزوں کے خلاف نہ ہو وہ اچھی بدعت ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:-

آنچه موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شد برآں، آں را بدعت حسنہ

گویند۔ و آنچه مخالف آں باشد بدعت ضلالہ گویند۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص

۱۳۵)

جو (نئی بات) کہ (حضور ﷺ کی) سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہو اور اس پر

قیاس کی گئی ہو اسے بدعت حسنہ (اچھی بدعت) کہتے ہیں اور جو بدعت کہ (حضور ﷺ کی)

سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالہ (گمراہ کرنے والی بری بدعت) کہتے ہیں۔

حضرات محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ اب

یہ بھی جان لیں کہ دو اقسام اچھی بدعت کی ہیں اور دو بری بدعت کی۔

اچھی بدعت کی اقسام

۲- بدعت مستحبہ۔

۱- بدعت واجبہ۔

۱- بدعت واجبہ

وہ نئی چیز جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو مثلاً قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے صرف و نحو کا علم سیکھنا اور گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا، اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا وغیرہ۔

۲- بدعت مستحبہ

وہ نئی چیز جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان ثواب کا کام جانتے ہوں۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ مثلاً مدرسے، ہسپتال، ڈسپنسری وغیرہ تعمیر کرنا، لوگوں کو پانی پلانے کے لئے کولر یا سمیل وغیرہ لگانا۔

بری بدعت کی اقسام

۲- بدعت مکروہہ

۱- بدعت محرمہ۔

۱- بدعت محرمہ

وہ نئی چیز جس سے دین کو نقصان پہنچے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے نئے عقائد کے مذاہب ہیں احادیث مبارکہ میں جن بدعتوں کی برائی بیان کی گئی ہے وہ یہی بدعت ہے۔ اور حضور ﷺ کا فرمان ”کل بدعة ضلالة“ کہ ہر بدعت گمراہی ہے اسی قسم کی بدعتوں کے متعلق ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۹، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۲۵) اور ایسے عقائد رکھنے والے کو ہی بدعتی کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

المبتدع من اعتقد شيئا مما يخالف اهل السنة۔ (فتح الباری)

شرح بخاری جز ثالث ص ۳۸۸)

بدعتی اسے کہتے ہیں جس کا کوئی عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہو۔

بدعتی کے متعلق وعید بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ رب العزّة نے ارشاد فرمایا:-

يوم تبيض وجوه وتسود وجوه۔ (سورة آل عمران آیت ۱۰۶)

جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں:-

تبيض وجوه اهل السنة والجماعة و تسود وجوه اهل

البدع والضلالة۔ (تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۶۳، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۹۰۔

تفسیر فتح القدیر (قاضی شوکانی غیر مقلد و ہابی) جلد اول ص ۳۷۱)

روشن چہرے اہل سنت و جماعت کے ہوں گے اور کالے منہ بدعتیوں اور

گمراہوں کے ہوں گے۔

موجودہ دور کی یہ حالت ہے کہ الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے۔ مخالفین اہل سنت خود بدعتی ہیں

اور فتوے بدعت کے اہل سنت پر لگاتے ہیں۔ لا حول ولا قوة الا باللہ۔

۲۔ بدعت مکروہہ

وہ نئی چیز جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ جیسے جمعہ وعیدین کا خطبہ غیر عربی میں

پڑھنا اور جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر دینا۔ اچھی اور بری بدعت کی اقسام کے درمیان ایک قسم ہے بدعت مباحہ۔

بدعت مباحہ

وہ نئی چیز جس کے کرنے یا نہ کرنے پر ثواب و عذاب نہ ہو جیسے کھانے میں کشادگی

اختیار کرنا یعنی اچھی قسم کے کھانے کھانا، ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بس، ویگن، رکشا، موٹر سائیکل،

سائیکل وغیرہ پر سفر کرنا۔ بدعت کی مذکورہ اقسام کا ذکر مستند کتب کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام في آخر كتاب القواعد

البدعة اما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله و رسوله و

کتدوین اصول الفقه والكلام فى الجرح والتعديل و اما
محرمه كمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمه
والرد على هوء لاء من البدع الواجبة لان حفظ الشريعة
من هذه البدع فرض كفاية و اما مندوبة كاحداث الربط
والمدارس و كل احسان لم يعهد فى الصدر الاول و كا
التراويح اى بالجماعة العامة والكلام فى دقائق الصوفية و
اما مكروهة كزخرفة المساجد و تزويق المصاحف يعنى
عند الشافعية و اما عند الحنفية فباح و اما مباحة
كالمصافحة عقب الصبح والعصر والتوسع فى لذائذ لما
كل والمشارب والمساكن و توسيع الاكمام۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۹)

حضرت شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا کہ
بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (ﷺ) کے کلام کو
سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا۔ اور
بدعت یا حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ اور مجسمہ کا مذہب اور ان مذاہب کا رد کرنا
بدعت واجبہ ہے اس لئے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ
ہے۔ اور بدعت یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر کرنا۔ اور ہر وہ
نیک کام جس کا رواج اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔ اور جماعت کے ساتھ تراویح
اور صوفیاء کرام کے باریک و دقیق مسائل میں گفتگو کرنا۔ اور بدعت یا مکروہ ہے جیسے
شافعیہ کے نزدیک مساجد کے نقش و نگار اور قرآن مجید کی تزئین اور حنفیہ کے نزدیک بلا
کراہت جائز۔ اور بدعت یا مباح ہے جیسے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ اور
لذیذ کھانے پینے اور رہنے کی جگہوں میں کشادگی اختیار کرنا۔ اور کرتے کی آسمیوں کو
لمبارکھنا۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

بعض بدعتیں ہیں جو کہ واجب ست چنانچہ تعلیم تعلیم صرف و نحو کہ ہاں معرفت آیات و احادیث حاصل کر دو و حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیز ہائیکہ حفظ دین و ملت بر آں موقوف بود بعض مستحسن مستحب مثل بنائے رباطہا و مدرسہا و بعض مکروہ مانند نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض و بعض مباح مثل فراخی در طعام ہائے و لباس ہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشند و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نہ شوند و مباحات دیگر کہ در زمان آں حضرت ﷺ نبودند چنان کہ غریب و مانند آں و بعض حرام چنان کہ مذہب اہل بدع و اہوا بر خلاف سنت و جماعت و آنچه خلفاء راشدین کردہ باشند اگر چہ ہاں معنی کہ در زمان آں حضرت ﷺ نبودہ بدعت ست و لیکن بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ در حقیقت سنت ست۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۵)۔

بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ علم صرف و نحو کا سکھانا کیوں کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کے مفہوم و مطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن و سنت کے غرائب کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین و ملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے۔ اور بعض بدعتیں مستحسن و مستحب ہیں جیسے سرائے اور مدرسوں کی تعمیر۔ اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسا کہ بعض کے قول پر مساجد کے نقش و نگار اور قرآن مجید کی تزئین۔ اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسا کہ عمدہ کپڑوں اور کھانوں میں کشادگی اختیار کرنا بشرطیکہ حلال ہوں تکبر و فخر کا باعث نہ ہوں۔ اور دوسری مباح چیزیں جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھیں جیسے چھلتی وغیرہ۔ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدے والوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب۔ اور جو بات خلفاء راشدین نے کی ہے اگرچہ اس طرح کی بات حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی بدعت ہے، لیکن بدعت حسنہ کی اقسام میں سے بلکہ حقیقت میں سنت ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں نقل فرماتے ہیں:-

قد تكون (البدعة) واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعليم النحو لفهم الكتاب والسنة و مندوبة كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول و مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتمتع بلذيد الماكل والمشارب والثياب كما

فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تہذیب النووی و
 مثله فی الطريقة المحمدیة للبر کلی۔ (رد المحتار جلد اول ص ۳۷۶)
 بدعت کبھی واجبہ ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا۔ قرآن و
 حدیث کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا۔ اور بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں
 اور مسافر خانوں کو تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔ اور
 بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے (بعض کے نزدیک) مسجد کو آراستہ کرنا۔ اور بدعت کبھی
 مباح ہوتی ہے جیسا کہ لذیذ کھانے پینے اور کپڑے میں کشادگی اختیار کرنا۔ جیسا کہ
 مناوی کی شرح "جامع صغیر" میں تہذیب النووی سے منقول ہے اور اسی کی مثل برکلی کی
 کتاب "طریقہ محمدیہ" میں ہے۔

گزشتہ حوالہ جات سے بدعت کی اقسام روز روشن کی طرح واضح ہوئیں۔ پھر بھی
 اگر کوئی شخص تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھے تو سمجھ لیجئے کہ ایسے شخص کی کھوپڑی میں دماغ
 نہیں بلکہ بھس بھرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کو ہوا دیتے ہوئے یوں فتویٰ
 دیتے ہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں ہوتی۔ مسلمانو! اللہ انصاف، کیا ہمارے لئے صحابی کا قول قابل
 حجت ہے یا وہابی کا؟ یقیناً اگر آپ کے سینے میں ایمان کی چھوٹی سی چنگاری بھی ہوگی تو آپ یہی
 جواب دیں گے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے
 لئے دلیل و حجت ہیں۔ چنانچہ اچھی بدعت کے متعلق بخاری شریف کی حدیث مبارکہ پیش کی جاتی
 ہے۔

عن عبد الرحمن بن عبد القاری انه قال خرجت مع عمر
 بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس او زاع
 متفرقون یصلی الرجل لنفسه و یصلی الرجل فیصلی
 بصلوته الرهط فقال عمر انی اری لو جمعت ہواء لآء علی
 قاریء واحد لکان امثل ثم عزم فجمعہم علی ابی ابن
 کعب ثم خرجت معہ لیلة اخری والناس یصلون بصلوة
 فارنہم قال عمر نعم البدعة هذه۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول)

کتاب الصیام باب ۱۲۵۲ فصل من قام رمضان - رمضان میں قیام کی فضیلت۔

(ص ۷۵۶)

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہے۔ پس حضرت ابی بن کعب کے پیچھے سب کو جمع کر دیا گیا۔ میں ایک دوسری رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی، خلیفہ راشد جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا (ابوداؤد، مشکوٰۃ) وہ باجماعت نماز تراویح کے بارے میں فرمائیں کہ یہ اچھی بدعت ہے اور بد مذہب کہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں پھر اپنی اپنی مساجد میں نماز تراویح باجماعت بھی پڑھیں تو ان سے بڑھ کر اور بدعتی بھلا کون ہوگا سچ فرمایا علماء کرام نے ولكن الوهابية قوم لا يعقلون وہابیوں کی قوم کو عقل نہیں ہوتی۔

پھر کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم کیوں کریں ایسا عمل بدعت کہلائے گا، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ اس سوال کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ تحقیقی جواب تو آپ نے ملاحظہ فرمایا ایک الزامی جواب بھی سنتے جائیے:-

کیا حضور ﷺ نے سائیکل، موٹر سائیکل، رکشا، کار، بس، ویگن، ریل گاڑی، بحری جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کوٹھیوں، بنگلوں اور پختہ مکانات میں رہائش اختیار فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے اپنے گھر میں فریج، ایئر کنڈیشنر، روم کولر، واٹر کولر، استری، ٹیوب لائٹ، بلب، پنکھے، واشنگ مشین، وغیرہ استعمال فرمائے تھے؟ کیا حضور ﷺ نے اسلامیات، عربی، فارسی، پنجابی، انگلش، ریاضی، نفسیات، صحافت، زوالوجی، ہائٹی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی وغیرہ میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی مدرسہ،

سکول، کالج، یونیورسٹی اور ٹریننگ سنٹر وغیرہ میں تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی سرکاری، نیم سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں کام کیا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا ہمارا تمہارا ان کاموں کو کرنا بدعت اور گناہ ہو گا یا جواز کے زمرے میں آئے گا۔ (ماخوذ از بدعت کیا ہے، انجم سعید)

قیام تعظیسی (کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا)

چونکہ قیام تعظیسی پر بھی مخالفین اہل سنت شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی تھوڑی سی بحث ہو جائے۔

عن ابی سعید بن الخدری رضی اللہ عنہ ان اناسا نزلوا علی حکم سعد ابن معاذ فارسل الیہ فجاء علی حمار فلما بلغ قریبا من المسجد قال النبی ﷺ قوموا الی خیر کم او سید کم۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۲۳۶ مناقب سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ص ۲۲۹-۲۳۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے — کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر (بنی قریظہ کے یہودی) قلعہ سے باہر نکل آئے پھر انہیں (حضرت سعد بن معاذ کو) بلایا گیا تو آپ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بہترین آدمی (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا اپنے سردار کے لئے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:-

قال رسول اللہ ﷺ قوموا الی سید کم۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب حکم الاسراء، قیدیوں کا حکم، ص ۳۵۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

مشکوٰۃ شریف ہی میں ہے:-

قال رسول الله ﷺ للانصار قوموا الى سيدكم - (امام

بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیام کھڑے

ہونے کا باب ص ۵۰۸)

رسول الله ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے

ہو جاؤ۔

ابوداؤد شریف میں ہے:-

فقال النبی ﷺ قوموا الى سيدكم او الى خيركم -

(ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم باب ۵۷۲ تعظیماً کھڑے ہونے کا بیان ص ۶۳۸)

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد کے لئے کھڑے

ہو جاؤ۔

اس حدیث پر حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا علمی نکتہ یاد آیا جو دورۂ حدیث شریف

کے دوران استاد محترم حضرت مفتی عبدالقیوم خان مدظلہ نے بیان فرمایا اور اس عاجز نے نہایت

مفید پا کر اس حدیث کے تحت حاشیہ پہ ہی نوٹ کر لیا۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں قیام

تعظیمی ہی مراد ہے۔

نمبر ۱ جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت سعد چونکہ بیمار تھے لہذا حضور علیہ السلام نے ان

کی بیماری کے پیش نظر کھڑے ہونے کا اور ان کو اٹھ کر سنبھالنے کا حکم دیا اگر ایسی بات

ہوتی تو قوموا جمع کا صیغہ بولنے کی ضرورت نہ تھی ایک بندے کو یا پھر زیادہ سے

زیادہ دو کو حکم دے دیا جاتا سب کو کھڑا ہونے کا حکم صرف تعظیم کی بنا پر دیا گیا۔

نمبر ۲ یہ کہ اگر بیماری کے باعث قیام کا حکم ہوتا تو سیدکم کی بجائے مریضکم زیادہ

مناسب تھا۔

نمبر ۳ منطق کا مسلمہ قانون ہے کہ جب موضوع اور محمول دونوں مشتق ہوں، قضیہ خواہ کوئی

بھی ہو تو محمول کا مادۂ اشتقاق، موضوع کے مادۂ اشتقاق کے لئے سبب بنتا ہے۔ یہاں

قوموا (موضوع) بھی مشتق ہے قیام سے اور سیدکم (محمول) بھی مشتق ہے

سیادت سے تو قیام کا باعث سیادت ہو نہ کہ مرض۔ جیسا کہ کل کاتب متحرک الاصابع ما دام کاتباً۔ کہ ہر لکھنے والا جب تک لکھتا رہتا ہے اس کی انگلیاں حرکت کرتی رہتی ہیں اس میں تحرک اصابع کا سبب کتابت ہے نہ کہ کوئی اور۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ تقریر اپنے استاد محترم کے سامنے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں فرمائی اور یاد رہے کہ طلباء کا تعلق اس فرقے سے تھا کہ جس فرقے کے لوگ قیام تعظیمی کو شرک کہتے ہیں اگرچہ ان سب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فیصلہ مفت مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں خود قیام کرتا ہوں اور لذت پاتا ہوں۔

و عن عائشة قالت ما رأيت احدا كان اشبه سمنا و هديا و دلا و في رواية حديثا و كلاما برسول الله ﷺ من فاطمة كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها في مجلسه و كان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبتلته واجلسته في مجلسها۔ (رواه ابوداؤد)۔
(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب المصافاة والمعاقة۔ مصافحہ کرنے اور گلے لگنے کا باب۔ ص ۵۰۷)

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے ہیئت، عادت اور صورت میں۔ ایک روایت میں ہے بات و گفتگو میں پورا مشابہ ہو سوائے فاطمہ کے آپ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے چومتے اور اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھالیتیں۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

گزشتہ چاروں احادیث سے پیارے آقا ﷺ کا قول اور فعل ثابت ہوا کہ آپ نے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم بھی دیا اور خود بھی کھڑے ہوئے۔ اس کے باوجود جن لوگوں کو بڑا شوق

ہے کہ امت مسلمہ کو مشرک کہا جائے وہ قیام تعظیسی کرنے والے پر بھی شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور بطور اعتراض یہ حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں:-

اعتراض

عن ابی امامۃ قال خرج رسول اللہ ﷺ متکئا علی عصا فقمنا فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضا۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیاس ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لائچی پر ٹیک لگائے تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے فرمایا ایسے کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجیبی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں۔
پس ثابت ہوا کہ تعظیماً کھڑے ہونا منع ہے۔

جواب

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ عجیبی تعظیماً کس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔
تاریخ پاک و ہند میں ہے کہ غیاث الدین بلبن کے دربار کا یہ عالم تھا کہ اس کے دربار میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ بادشاہ خود تو بیٹھا رہتا اور تمام درباری حتیٰ کہ وزراء امراء اور دوسرے ممالک کے سفیر اور شہزادے بھی کھڑے رہتے۔ ان کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ جب تک دربار لگا رہتا بادشاہ کے سوا تمام لوگ اس کی تعظیم کو باادب کھڑے رہتے۔
پس ایسی تعظیم سے پیارے آقا ﷺ نے منع فرمایا۔ اب قیام سے ممانعت والی حدیث مبارکہ کی شرح حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

عن معویۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبعوا مقعدہ من النار۔ (رواہ ترمذی و ابوداؤد مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم باب القیام ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سرود کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

ازیں جا معلوم شود کہ مکروہ منہی عنہ دوست داشتن برپا ایستادن مردم بخد مت بطریق تعظیم و تکبر و آنچه بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۹)

اس (حدیث شریف) سے معلوم ہوا کہ تعظیم و تکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ منع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو وہ مکروہ نہیں۔

اب دیکھئے کہ اکابر امت یعنی صحابہ کرام تابعین محدثین و مفسرین اور فقہا کرام کے نزدیک کون سا قیام منع ہے اور کون سا قیام جائز ہے۔

خلیفہ ہشام بن عبد الملک جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تمام صحابہ کرام انتقال فرما چکے ہیں۔ کہا کہ تابعین میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اندر جا کر جوتا اتارا اور کہا السلام علیکم یا ہشام! ہشام سخت غضب ناک ہوا اور انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جگہ حرم رسول ﷺ ہے اور یہ شخص اکابر علماء میں سے ہے۔ اس ارادے سے باز آ۔ اس نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے طاؤس! تم نے یہ کیا دلیری اور گستاخی کی؟ فرمایا میں نے کیا کیا؟ یہ سن کر ہشام اور بھی برا فروختہ ہوا اور کہنے لگا تم نے چار بے ادبیاں کی ہیں۔

۱- جوتا لب فرش اتارا۔ (ہشام کے نزدیک یہ امر معیوب تھا۔ بلکہ اس کے سامنے موزہ اور جوتا پہنے ہوئے بیٹھنا چاہیے تھا)۔

۲- مجھے امیر المومنین نہ کہا۔

۳- میرا نام لے کر پکارا۔ میری کنیت نہ کہی (اس بات کو بھی عرب معیوب سمجھتے ہیں)۔

۴- میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے چار باتوں کا یہ جواب دیا۔

۱- تیرے سامنے جوتا اتارنے کا سبب یہ ہے کہ میں ہر روز پانچ مرتبہ اس رب العزۃ کے

سامنے جو سب کا مالک اور احکم الحاکمین ہے، جوتا اتار کر ہی جاتا ہوں اور اس حرکت سے وہ کبھی مجھ سے خفا نہیں ہوتا۔

۲- تجھے امیر المومنین اس لئے نہیں کہا کہ تیری امارت پر سب لوگ راضی نہیں اسی لئے قول الزور سے محترز رہا۔

۳- تجھے نام لے کر پکارا اور کنیت سے نہیں پکارا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام لے کر پکارا ہے۔ یاد اود، یایچی، یاعیسیٰ وغیرہ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے پکارا ہے جیسے تبت ید آ ابی لہب۔

۴- تیرے سامنے جو بغیر اجازت کے بیٹھ گیا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے تو اسے کہہ دو کہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود تو بیٹھا ہو اور بندگان خدا اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ ہشام کو یہ باتیں بے حد پسند آئیں۔ کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں پہاڑ کے برابر سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں وہ سب ایسے امیر کی راہ دیکھا کرتے ہیں جو رعایا پر عدل نہ کرے۔ یہ فرمایا اور چلے گئے۔ (پچی حکایات حصہ سوم ص ۲۳۷ بحوالہ مغنی الواعظین ص ۳۱۷)

امام یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قوموا الی سیدکم کی شرح میں تحریر فرمایا:-

فیہ اکرام اہل الفضل و تلقیہم بالقیام لہم اذا قبلوا ہکذا احتج بہ جما ہیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی و لیس ہذا من القیام المنہی عنہ و انما ذاک فیمن یقومون علیہ و ہو جالس و یمثلون قیاما طول جلوسہ قلت القیام للقدام من اہل الفضل مستحب و قد جاء فیہ احادیث و لم یصح فی النہی عنہ شیء صریح۔ (نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۹۵)

اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے

ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ قیام، ممنوع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں احادیث ہیں لیکن ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ واگر وے محبت قیام نہ دارد قیام برائے وے مکروہ نبود۔ قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی عند حق کسے ست کہ نشستہ باشد وایتادہ باشند پیش وے مردم تاشستن وے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۸)

کھڑا ہونا مکروہ نہیں بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم كما يجوز القيام ولو

للقارى بين يدي العالم۔ در مختار

آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہونا جائز ہے۔

قيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيما لا يكره اذا كان ممن

يستحق التعظيم۔ (رد المحتار)

قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جب کہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

حاصل کلام یہ کہ پہلے دو درجے تعظیم کے (سجدہ اور رکوع) حرام اور دوسرے دو درجے (باادب بیٹھنا اور تعظیماً کھڑے ہونا) جائز بلکہ مستحب ہیں۔

الانحناء للسلطان او لغيره مكروه - (فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۳۲۱)

بادشاہ ہو یا کوئی اور اس کے لئے جھکنا مکروہ ہے۔

يكره الانحناء للسلطان و غيره - (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۳۶)

بادشاہ ہو یا کوئی دوسرا اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک بھی جاتے ہیں یہ جھکنا اگر حد رکوع تک ہو (یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں) تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت جلد دوم حصہ ۱۶ ص ۶۷ سلام کا بیان)

با ادب بیٹھنا

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:-

اتيت النبي ﷺ و اصحابه حوله كانما على رءوسهم الطير - (شفا شریف جلد ۲ ص ۳۱)

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کو دیکھا کہ وہ) گھیرا ڈالے ہوئے (حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح ادب سے) بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

اپنے ماحول پر نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں کہ مساجد و مدارس میں طلباء اپنے اساتذہ کے سامنے با ادب بیٹھے ہوتے ہیں اسی طرح مریدین اپنے مرشد کے آگے با ادب بیٹھتے ہیں یونہی اولاد کو والدین کے سامنے با ادب بیٹھنے کا حکم ہے۔

شُرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے



(۹۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي

میں اس (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ

مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۱ کتاب اللعان)

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ بمطابق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی غیرت والے صحابی ہیں جب حضور علیہ السلام نے زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کرنے کا حکم سنایا تو انہوں نے عرض کیا حضور کیا کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (حالت غیر میں) پائے تو اب وہ گواہ تلاش کرتا پھرے (یقیناً ایسے موقع پر بندہ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائے گا اور چاہے گنہگار ہی ہو جائے مگر برداشت نہ کرتے ہوئے اس کا کام تمام کر دے گا اور اگر میرے ساتھ یہ صورت حال پیش آجائے) میں تو تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دوں گا۔

فرمایا ہاں وہ گواہ لائے عرض کیا بلی والذی اکرمک بالحق جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ عزت دی میں تو اپنے جذبات پہ قابو نہ پاسکوں گا اور ایسا کر گزروں گا اس پر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا اسمعوا الی ما یقول سید کم سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں حضرت سعد نے حضور علیہ السلام کی بات کو معاذ اللہ رو نہیں فرمایا بلکہ انسانی فطرت کے تقاضے کی بات کی۔

اور ابن انبازی فرماتے ہیں کیوں کہ حضرت سعد اپنی قوم کے سردار تھے اور عرب کے ماحول کے مطابق انہوں نے ایسا عرض کیا اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ تم کو اپنے سردار کی بات پہ تعجب ہو رہا ہوگا۔ انہ لغیور و انا اغیر منه واللہ اغیر منی۔

اور اللہ نے غیرت ہی کی وجہ سے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام فرمایا ہے تو جب اللہ علی کمل شئی قدیر ہو کر اسی وقت نہیں پکڑتا بلکہ گواہ لانے کا حکم دیتا ہے تو بندے کو بھی حدود میں رہ کر کارروائی کرنا ہوگی۔ حالانکہ اگر اللہ اسی وقت بدکار کو پکڑ لے تو یہ اس کا عدل ہی ہو گا۔ فکذا لا ینبغی للعبد ان یبادر بالقتل اسی طرح بندے کو بھی قتل کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

غیرت نبوی

حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر غیرت دینی اور حمیت اسلامی سے نوازا کہ احکامات الہیہ میں آپ صبر و استقامت کے کوہِ وقار نظر آتے ہیں کہ اللہ کے فرشتے بھی منظر دیکھ کر عیش عیش کر اٹھتے ہیں سفر طائف میں بیان ہو چکا کہ طائف والوں کی حضور علیہ السلام سے بد سلوکی پر ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) حاضر ہوا اور عرض کیا آپ حکم دیں تو پہاڑوں کو اٹھا کر طائف شہر پر پھینکوں اور ان کا نام و نشان مٹا دوں فرمایا نہیں مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے (میں راہ حق میں اس سے زیادہ بھی برداشت کر سکتا ہوں)۔

اور ادھر جب مکہ کے کافر اکٹھے ہو کر جناب ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہا کرے تو میرے آقا نے ڈنکے کی چوٹ پر بانگ دہل اور علی الاعلان فرمایا چچا! اگر تو بھی میرا ساتھ چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے میرا اللہ میرے ساتھ ہے باقی اگر تیرا یہ خیال ہے کہ میں اپنا مشن کسی خوف یا لالچ میں آ کر چھوڑ دوں گا تو

۔ ایں خیال است و محال است و جنون۔

لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما ترک
هذا الامر حتی یظهره الله تعالیٰ او اهلك فی طلبه.

اگر میرے دائیں ہاتھ پہ سورج اور بائیں پہ چاند بھی رکھ دیں تو میں اپنا مشن جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا پھر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۲ ص ۱۸۷)

اس غیرت کے مظاہرے پر چچا کو بھی سرکار ہی کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کوئی

راستہ نظر نہ آیا۔ اور کہا "جو چاہے کر میں تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

ہم لوگ سیرت طیبہ کا یہ رُخ تو بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دشمن کے قدموں میں چادر بچھا دی، کوڑا پھینکنے والوں کو دعائیں دیں لیکن یہ تصویر کا ایک رُخ ہے دوسرا رُخ یہ ہے کہ میرے آقا نے میدان بدر میں ابو جہل کی ٹھکائی بھی فرمائی ہے اس کے بغیر سیرت مکمل نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جس اللہ نے حضور علیہ السلام کو رحمتہ للعالمین بنایا اور انک لعلی خلق عظیم کا تاج عطا فرمایا۔ اسی نے یہ بھی فرمایا جب ایک بار ابو جہل نے کہا کہ میں نے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (حرم میں) نماز پڑھتے دیکھ لیا تو لا طنن علی رقبته ولا عفرون وجہہ فی التراب اس کی گردن پچل دوں گا اور چہرے کو مٹی سے لٹھروں گا (العیاذ باللہ) چنانچہ ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے تو اپنے مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لئے ابو جہل آگے بڑھا تو ینکص علی عقبیہ و یتقی بیدہ۔ پچھلے پاؤں دوڑا اور ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا فقیل له مالک۔ اس سے پوچھا گیا کیا ہوا؟ تو بولا ان بیسی و بینہ لخنندقا من النار و ہولا و اجنحة۔ میرے اور ان کے (حضور علیہ السلام) کے درمیان آگ کی خندق تھی اور خوف اور ہر۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا لودنا منی لا ختطفہ الملائكة اعضوا اعضوا۔ اگر میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے اس موقع پر اللہ نے فرمایا

کلا ان الانسان لیطغی..... فلیدع نادیه سندع
الزبانية۔ (العلق)

ہاں ہاں بے شک آدمی (ابو جہل) سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو مالدار سمجھ لیا بے شک تمہارے رب کی طرف پھرنا ہے بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب وہ نماز پڑھے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ (ابو جہل) ہدایت پر ہوتا یا نیکی کا حکم دیتا (تو کیا خوب تھا)۔ بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا۔ کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی مکار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم اپنے سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص مکہ میں آیا اور ابو جہل نے اس سے اونٹ خریدا لیکن قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا وہ شخص مجبور ہو کر مسجد حرام میں کفار مکہ کی بھری مجلس میں جا کر دہائی دینے لگا یا معشر قریش من رجل یؤذینی اے مکہ والو! ہے کوئی اس بندے (ابو جہل) کو سمجھانے والا جو (میری رقم نہ دے کر) مجھے ستا رہا ہے۔ اہل مجلس نے ازراہ مذاق (تماشہ دیکھنے کے لئے) کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ وہ تجھے رقم لے دے گا۔

چنانچہ وہ شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں گیا۔ جا کر سارا معاملہ عرض کیا (یاد رہے کہ مکی زندگی میں ان دنوں حضور علیہ السلام کافروں کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے اور جواباً صبر کا مظاہرہ فرما رہے تھے مگر ایک مظلوم کی آواز پر اللہ کا نبی لبیک نہ کہے تو کون کہے) حضور علیہ السلام اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب ابو جہل کے گھر کے دروازے پر تشریف لے گئے (ادھر بھیجنے والے سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ ابھی پردہ ہٹے گا تو ہم کھل کھلا کر نہیں گے) حضور علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا فقال من هذا؟ ابو جہل نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

فأخرج الی (باہر آؤ) فخرج الیہ (وہ باہر آیا) (و ما فی وجہہ بائحة) ای و ما فی وجہہ قطرة دم (البدایہ) چہرے کا رنگ فک یعنی ایک قطرہ خون بھی چہرے پہ نہیں ہے اس حالت میں ابو جہل باہر آیا۔ فرمایا اعط هذا الرجل حقه۔ اس بندے کی رقم ادا کرو۔ ابو جہل اندر گیا رقم لا کر اس کو دی وہ شخص پھر واپس اس مجلس میں گیا اور حضور علیہ السلام کو دعا دی جزاہ اللہ خیرا فقد اخذ الذی لی۔ اہل مجلس نے ابو جہل سے پوچھا۔ یہ تو نے کیا کیا (آج تو تیرے پاس خوب موقع تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے عزتی کرنے کا) اس نے کہا (کیا بات کرتے ہو مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے) جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز کو سنا فملمت رعبا میں رعب سے بھر گیا میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ان کے سر کے اوپر ایک بہت بڑا اونٹ ہے میں نے کبھی کسی اونٹ کا نہ اتنا بڑا سر دیکھا نہ قد اور نہ دانت فواللہ لو ابیت لا مکن (دلائل النبوة للبیہقی) ذکرہ ابن اسحاق فی السیرة، وقلہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ۳/۲۵) اگر میں رقم دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔

غضب سے اُن کے خدا بچائے عتاب باری جناب میں ہے

غیرت ایمانی اور صحابہ کرام

ایک مرتبہ کفار نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو، آپ کے والد یا سر کو اور آپ کی والدہ سمیہ کو پکڑ لیا۔ انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں لیکن ان کی کوشش بے سود رہی۔ آخر انھوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابو جہل نے اُن کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا۔ یہاں تک کہ چر کر آپ کے بدن کے دو حصے ہو گئے۔ یہ پہلی شہیدہ ہیں جنھوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی۔ پھر حضرت یا سر کو پکڑا، ان کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خون پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی۔ اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انھیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والد کے لاشے سامنے تڑپ رہے تھے۔ انھوں نے بادلِ نخواستہ زبان سے کلماتِ کفر یہ کہہ دیئے۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کَلَّا اِنْ عَمَارًا مَلَنِیْ اِیْمَانًا مِنْ قَرْنِهِ اِلٰی قَدَمِهِ وَ اَخْتَلَطَ الْاِیْمَانُ بِلَحْمِهِ وَ دَمِهِ ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر قدموں تک ایمان سے لبریز ہے۔ ایمان اس کے گوشت اور خون میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سدا ماجرا عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا کیف و جدت قلبک اے عمار! اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی عرض کی مطمئنًا بالایمان وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس بندہ پرور آقا نے اپنے غلام کی اشک بار آنکھوں کو اپنے دستِ کرم سے پونچھا اور فرمایا اِنْ عَادَ الْکُفْرَ فَعَدَّ لَهُم لِمَا قُلْتَ۔ اگر پھر کبھی ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرنا (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کفر یہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کی اجازت ہے لیکن افضل اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے اور کلمہ کفر سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے وَالْاَفْضَلُ وَالْاَوَّلٰی اِنْ شِیْتَ عَلٰی دِیْنِهِ وَلَوْ اَفْضٰی اِلٰی قَدَرِهِ (ابن کثیر)

جس طرح بیشتر صحابہ کرام نے اپنی جان دے دی لیکن تختہ دار پر بھی اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن حذیفہ کا ایک ایمان افروز

واقعہ لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیے اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جان بازی اور سرفروشی کی داد دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کو رومیوں نے قید کر لیا۔ اور اپنے سردار کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو کہا کہ عیسائی بن جاؤ۔ میں تمہیں اپنی حکومت میں سے بھی حصہ دوں گا۔ اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ نے فرمایا لو اعطیننی جمیع مامملک و جمیع ما تملکہ العرب علی ان ارجع عن دین محمد طرفۃ عین ما قبلت یعنی تو مجھے اپنی ساری دولت اور جائیداد اور سارے اہل عرب کی دولت اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے دست کش ہو جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔ اس نے دھمکی دی کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا آپ نے فرمایا بصد خوشی۔ اس نے آپ کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ اور تیر انداز کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انھوں نے ایسا کرنا شروع کیا۔ اور اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیش کش کی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے سولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر تپایا گیا۔ اور ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا اور اس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس دھمکی کے بعد پھر اس نے کوشش کی کہ یہ عیسائیت کو قبول کریں۔ آپ انکار کرتے رہے۔ آخر انھیں دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب جلاد انھیں اٹھا کر اس تپتی ہوئی دیگ کی طرف لے جا رہے تھے تو ثبات و استقامت کے اس پہاڑ میں اضطراب کی ہلکی سی جھلک بھی نہ تھی۔ جب دیگ کے کنارے تک پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کر لیں گے۔ اس لیے واپس لانے کا حکم دیا۔ رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے رو پڑا تھا کہ میری ایک جان ہے جسے رضائے الہی کے لیے اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش! میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں، اور میں سب کو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس عذاب میں ڈال دیتا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کافی دن بھوکا اور پیاسا رکھنے کے بعد کچھ شراب اور کچھ خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا لیکن آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا حالتِ اضطراب میں اگرچہ اس کا استعمال حرام

نہیں۔ لیکن میں تجھے یہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ تو میرے ایمان کی کمزوری کے باعث اظہار خوشی کرے۔ بادشاہ نے کہا اس طرح کرو کہ میرے سر کو بوسہ دو اور میں تمہیں آزاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سارے مسلمان اسیروں کو آزاد کر دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے اُس کے سر کو چوم لیا۔ اُس نے آپ کو اور تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ سب حضرت فاروق اعظم کے پاس پہنچے اور آپ کو یہ ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا حق علی کل مسلم ان یقبل راس عبد اللہ بن حذیفۃ و انا ابدا فقام فقبل راسہ رضی اللہ عنہما۔ کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ عبد اللہ کا سر چومے اور ابتداء میں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر اُن کے سر کو بوسہ دیا۔

جن سے مل کر زندگی سے پیار آ جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں



(۹۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا بَيْنَ خَيْرَ تَيْنِ

میں دونوں کاموں میں اختیار رکھتا ہوں

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین ابن ابی مرثد اس کا بیٹا (جو کہ صاحب ایمان، صحابی رسول تھے) حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا اعطنی قمیصک اکفہ فیہ وصل علیہ واستغفرلہ۔

یا رسول اللہ! اپنی قمیص عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور نماز جنازہ آپ پڑھائیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے قمیص عطا فرمائی اور فرمایا کہ جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے مطلع کر دینا میں پڑھا دوں گا۔ جب حضور علیہ السلام جنازہ پڑھانے کے لئے بڑھے تو حضرت عمر فاروق نے سرکار کا دامن پکڑ کر عرض کیا ایس اللہ نہاک ان تصلى علی المنافقین کیا حضور کو اللہ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو سرکار نے فرمایا انا بین خیر تین کہ مجھے اللہ نے ہر دو کام کا اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے استغفر لہم اولاً تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لہم۔ کہ آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی تو اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ اگر منافقین میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر (دعا کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام ابن ابی کے دفن ہونے

کے بعد تشریف لائے اس کو نکالا۔ اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور قمیص پہنائی۔

(بخاری شریف)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں غزوہ بدر سے موقع پر جب قیدیوں کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا تو حضرت عباس پر کپڑا نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے ابن ابی سے قمیص لے کر حضرت عباس کو پہنائی۔ ابن ابی کے مرنے پر حضور علیہ السلام نے بدلے کے طور پر اس کو قمیص پہنادی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۲۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابن ابی کا طریقہ یہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام خطبہ ارشاد فرماتے تو کھڑا ہو جاتا اور حضور علیہ السلام کی خوشامد کرتے ہوئے کہتا ہذا رسول اللہ و اکرمہ اللہ و اعزہ و نصوہ۔ کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عزت و نصرت سے نوازے۔

اور جب احد کے بعد اس کی منافقت ظاہر ہو گئی تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جا اے دشمن خدا! تیرا کفر اب چھپ نہیں سکتا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کو ملامت کی چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔ راستے میں کسی نے اس کو کہا کدھر بھاگے جا رہے ہو، حضور کی بارگاہ میں جا کر اپنی بخشش کی دعا کراؤ۔ تو اس بد بخت نے کہا ما ابالی استغفر لی اولم یستغفر۔ مجھے پرواہ نہیں چاہے وہ میرے لیے بخشش چاہیں یا نہ چاہیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ استغفر لہم اولم یستغفر لہم الخ۔

منافقین نے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اب آپ بھی ان سے پہلی سی نرمی کا معاملہ نہ فرمائیں بلکہ ان کو ننگا ہونے دیں تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنیں۔ اسی لیے ان کو جہاد سے روک دیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا اور ان کی قبر پر تشریف لے جانے سے منع کر دیا گیا۔ ان کی گمراہی نے انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑا کہ رحمت خداوندی ان کی طرف مائل ہو چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حضور علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر

جائے تو حضور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لیے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور نے اوپر والی قمیص بھیجی اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا اے عمر! ان قمیصی لا یغنی عنہ من اللہ شیئاً فلعل اللہ ان یدخل بہ الفافی الاسلام (کبیر) اے عمر! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبد اللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہِ بے کس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں ان کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ ان پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہوا اسلم منہم یومئذ الف جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچا لیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرما دیں۔ اس پیکرِ عنود عنایت نے نہ نہ کی۔ اٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پھر گزارش کی یا رسول اللہ، اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور جبریلؑ نے حضورؐ کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا ولا تصل علی احد النخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے قمیص کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں (حضرت) عباسؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیص پھٹ گئی

تھی۔ حضور علیہ السلام نے انھیں قیص پہنانا چاہی کیوں کہ حضرت عباس دراز قامت تھے۔
 عبد اللہ بن ابی کاقد بھی بڑا لمبا تھا اس لیے اس کی قیص کے سوا اور کوئی قیص انھیں پوری نہ آئی۔
 اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے
 رسول کو یہ تعلیم دی کہ اما السائل فلا تنهر کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لیے حضور نے اس
 کے سوال کو رد نہ کیا اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور علیہ السلام نے خود بیان فرمائی کہ اس
 قیص کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
 اس سے بڑی برکت اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ بد
 نصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی
 اور اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن صاحب ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ
 ہو اس کے لیے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے ارشاد باری
 تعالیٰ ہے

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر
 لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

مناسب ہوگا کہ اس مقام پر چند مشہور اعتراضات جو علم نبوت پر کیے جاتے ہیں ان
 کے اختصار کے ساتھ جواب بھی دے دیے جائیں کیوں کہ علم نبوت پر اعتراض کرنا بھی منافقین
 ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

علم مصطفیٰ ﷺ نبوت کے بارے میں سوالات و جوابات

سوال: منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش
 کی تو نبی کریم علیہ السلام کئی دن تک اس معاملہ میں پریشان رہے تو اگر حضور علیہ السلام
 کو علم غیب ہوتا تو وہ اپنی بیوی کے معاملہ میں کیوں پریشان ہوتے؟

جواب: (بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی
 عصمت و پاک دامنی کے متعلق کملی والے آقائے قرآن پاک کی آیات نازل ہونے
 سے پہلے ارشاد فرمایا — فوالله ما علمت علی اہلی الا خیرا — کہ خدا
 کی قسم میں اپنی بیوی کے متعلق سوائے اچھائی کے اور پاک دامنی کے اور کچھ نہیں

جانتا۔ دیکھو حضور علیہ السلام تو قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میری بیوی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ مگر تم لوگ نبی کریم علیہ السلام کی قسم پر بھی یقین نہیں کرتے۔ اور نبی کریم علیہ السلام چند دن اس لئے خاموش اور پریشان نہیں رہے تھے کہ آپؐ کو حضرت عائشہ کے معاملے کا علم نہیں تھا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام نے تو آخر میں قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی پاک دامن ہے۔ بلکہ خاموش اور پریشان رہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ منافقین کتنے بد بخت اور ظالم ہیں کہ اپنی ماں پر بھی الزام لگانے سے نہیں ٹلے اور پھر بشری تقاضے کے ساتھ ایسا ہونا لازمی امر تھا۔ آخر وہ کون ایسا انسان ہے کہ جس کی بیوی کے متعلق اس قسم کی باتیں ہوں اور وہ پریشان نہ ہو۔ وہ تو ساری کائنات کا آقا تھا۔ اور وہ ساری کائنات کے مسلمانوں کی ماں تھی اور کملی والے آقا نے جب تک تمام صحابہ کرام کی اس معاملے کے متعلق رائے نہ لے لی اس وقت تک اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام خود ہی پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی کا اعلان کر دیتے تو بہت ممکن تھا کہ وہ لوگ یہ کہنے سے نہ رکتے کہ اپنے گھر کا معاملہ تھا اس لئے ایسا کہا جا رہا ہے، اسی لئے تو نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام کا باقاعدہ اجلاس بلایا اور سب کی رائے طلب کی۔

(تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳) — جب تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضور علیہ السلام نے ہر ایک کی رائے پوچھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی —

”لان الله تعالى عصمك من وقوع الذباب على جلدك

لانه يقع على النجاسة“ —

کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو آپؐ کے جسم مبارک پر بیٹھنے سے منع کر رکھا ہے۔ یعنی آپؐ کے بدن مبارک پر مکھی اس لئے نہیں بیٹھتی کہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔ تو نعوذ باللہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی بُرائی ہوتی تو خدا تعالیٰ اُن کو آپؐ کے نکاح میں کیوں دیتا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا

ان الله ما اوقع ظلك على الارض ان لا يضع انسان قدميه

على تلك —

کہ جب خدا تعالیٰ نے آپؐ کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں رکھا تا کہ کسی انسان کا قدم تیرے سائے پر نہ آجائے تو خدا یہ کیسے منظور کر سکتا تھا کہ ایسی عورت آپ کے نکاح میں دے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

ان جبریل اخبرک ان علی نعلیک قدرا و امرک
باخراج النعل عن رجلک بسب ما التفق بہ من القدر۔

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو نعلین مبارک پر نجاست لگنے کی خبر دی اور خدا نے فرمایا کہ اس نعلین کو اتار دو کیوں کہ اس میں نجاست لگ چکی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں کوئی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ طلاق دینے کا حکم فرما دیتا۔

غور کرو کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی پر تمام صحابہ کرام کی شہادتیں لینے کے بعد کملی والے نے بھی قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کملی والا خاموش نہ رہتا تو حضرت عائشہ کی شان میں اور آپؐ کی عصمت و پاک دامنی کے لئے قرآن پاک کی آیات کیسے نازل ہوتیں۔ اور پھر غور کرو کہ یہودیوں نے جب حضرت ہریم پر الزام لگایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دی اور حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو ایک چھوٹے سے بچے نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ مگر جب منافقین نے حضرت عائشہ کی عزت پر الزام لگایا تو آپؐ کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی خدا نے خود دی۔ اور قرآن پاک میں کئی آیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نازل فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ اس کے محبوب پاک علیہ السلام کی حرم پاک تھیں۔

سوال: فرشتے اللہ تعالیٰ کا شکر ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے — وما یعلم جنود ربک الا هو — کہ اللہ کے لشکر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جواب: ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی — اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتے اللہ کا شکر ہے اور تمام فرشتے نبی کریم علیہ السلام پر ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے لشکر کا درود شریف تو آپؐ سنتے ہوں مگر درود بھیجنے والے کا علم نہ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۶) حضرت کعب فرماتے ہیں — ما من يوم يطلع الا نزل مبعون الفامن الملكة — کہ کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کملی والے آقا کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر درود پاک پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ آگیا قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آئے گی۔

اک وار فرشتے روضے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نے جیہڑے مڑ مڑ کے بلائے جاندے نیں
مکدہ خضرئی خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

سوال: اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو خیر والے دن زہر والا گوشت کیوں کھاتے؟
(جیسا کہ مشہور واقعہ ہے)

جواب: معترض جس حدیث پاک کو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی کی دلیل پیش کر رہا ہے وہ حدیث پاک تو کملی والے آقا علیہ السلام کے علم غیب کی ایک روشن دلیل ہے۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیر کی فتح کے بعد یہودیوں نے ایک عورت کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کو گوشت میں زہر ملا کر دینے کی کوشش کی تو کملی والے نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں سچ بتاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا — من ابوکم قالوا فلان فقال کنتم بل ابوکم فلان — کہ تمہارے باپ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ فلاں فلاں مگر کملی والے نے فرمایا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تمہارے باپ فلاں فلاں ہیں غور کرو کہ جس نبی کو یہودیوں کے باپوں کا علم تھا اسے یہ علم نہیں تھا کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے ان کے باپوں کے نام بتائے تو انہوں نے کہا کہ صلیقت کہ تو نے سچ کہا ہے اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — هل جعلتم فی هذا الشاة سماً قالوا نعم — کہ کیا تم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں زہر ملایا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں — اس سے بڑی علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیا۔ مگر یہ بد عقیدہ لوگ اس کو علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اور دوسری بات یہ

ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس گوشت کو کھا کر اپنی نبوت کی صداقت پیش کر دی۔ کیوں کہ یہودیوں نے زہر ملا نے کی وجہ یہ بتائی۔

وان كنت نيا لم يضرک — کہ اگر تو سچا نبی ہوگا تو تمہیں یہ زہر کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ تو جب انہوں نے اس زہر والے گوشت کو کھانا نبوت کی صداقت کا معیار بنایا تھا تو کملی والا کھا کر اپنی نبوت کی دلیل کیوں نہ بناتا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۱-۵۲۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت نے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملا دیا اور نبی کریم علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب تمام کھانے لگے تو کملی والے آقا نے فرمایا ارفعوا ايديکم — کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ یعنی اس گوشت کو نہ کھاؤ۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے اس یہودیہ عورت کو بلایا اور فرمایا — سمعت هذه الشاة فقالت من اخبرک فقال اخبرتنی هذه فی یدی الذراع — کہ کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہوا ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس گوشت کے ٹکڑے نے بتایا ہے۔ کملی والے نے پوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا ان کان نبیا لن يضرک کہ اگر تو سچا نبی ہے تو تجھے یہ زہر کوئی نقصان نہ دے گا۔ تو امام الانبیاء علیہ السلام نے وہ زہر آلود گوشت کا ٹکڑا اس لئے کھایا کہ مخالفین کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔

سوال: مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان ناسا من اصحابی یؤخذ بهم ذات الشمال فاقول اَصِيْحَابِيْ اَصِيْحَابِيْ فَيَقَالُ اَنْكَ لَا تَدْرِي مَا اَحَدُ ثَوَا بَعْدَكَ — کچھ لوگ میرے صحابہ میں سے پکڑے جائیں گے اور فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب علیہ السلام! آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد یہ لوگ کیا کرتے رہے؟ تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ لَا تَدْرِي کہ تو نہیں جانتا۔

جواب: اعتراض کرنے والے جس حدیث پاک کو نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں وہی حدیث پاک کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ یہ جو سب کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کیا یہ واقعہ گزر چکا ہے یا آئندہ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن ہونے والا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جو واقعہ ابھی قیامت کے دن ہونے والا ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اب بتا رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے مثلاً

(تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۲۹) و علمک ما لم تکن تعلم کے تحت کہ تمام علوم غیبیہ کے ساتھ ساتھ و علمک احوال المنافقین و کیدھم کہ تجھے خدا نے تمام منافقین اور ان کے مکر و فریب کا علم بھی عطا کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ بخشش کے قابل کیوں نہیں تھے؟ تو یہ صرف اس لئے تھا کہ اگرچہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی رہتے تھے اور کملی والے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور خدا اور قیامت پر ایمان بھی رکھتے تھے مگر وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے بے ادب اور گستاخ تھے اس لئے وہ لائق بخشش نہیں تھے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے بیٹے کے فراق میں چالیس سال روتے رہے۔

جواب: (پارہ ۱۳ سورہ یوسف آیت ۹۶) قال انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے فرزندو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں بیان فرماتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۸) والمراد علمہ بحیات یوسف — کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا علم رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

بغرض محال ایک وقت کے لئے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا علم نہیں تھا تو پھر یہ ٹھیک ہی سہی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تو علم تھا کہ میرا باپ کنعان میں ہے۔ وہی کوئی خط لکھ دیتے یا کوئی قاصد ہی بھیج دیتے اور اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دے دیتے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود بھی اپنی خبر نہیں دی اس لئے کہ نہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اظہار کرنے کی اجازت تھی اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ و غلفت کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عن ابن عباس انہ تمثل له يعقوب فراها عاضا اصابعه و يقول له انت مكتوب في زمرة الانبياء.

کہ زلیخا کے محل کے ساتویں کمرے میں آدھی رات کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام پہنچ گئے اس حالت میں کہ انگلی منہ میں تھی اور (اشارہ) فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تو تو انبیاء کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے اگر زلیخا کی طرف دیکھا بھی تو نبوت جاتی رہے گی۔ اور اس کی تصدیق کرنے والے مندرجہ ذیل صحابہ کرام اور مفسرین عظام ہیں۔

حضرت ابن عباس۔ حضرت عکرمہ۔ حضرت مجاہد۔ حضرت حسن۔ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت قتادہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ تو اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہیں تھا تو پھر زلیخا کے محل میں کیسے پہنچ گئے۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۷) و قال يا بني لا تدخلوا من باب واحد کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہ علیہ السلام کان عالما بان ملک مصر و هو ولده يوسف الا ان الله تعالى ما اذن له في اظهار ذالك — کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اس کا بیٹا حضرت یوسف مصر کا بادشاہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور پھر جب فرزندوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کو شکار کے بہانے ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تھا — و اخاف ان ياكله الذئب — کہ مجھے خوف ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بھیڑیا کا لفظ اس لئے فرمایا کہ ان کو یہ علم تھا کہ بیٹوں نے شام کو آ کر یہی کہنا ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے

چنانچہ قرآن پاک گواہ ہے کہ انہوں نے یہی کہا۔

قالوا یا بانا انا ذہبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فا
کله الذئب۔

کہ اے ابا! ہم شکار کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑے اور
یوسف علیہ السلام کو چھوڑ گئے سامان کے پاس پس اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو وہ بات جو بیٹوں نے
بعد میں کہی تھی وہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے ہی بتا رہے ہیں۔ تو یہ غیب نہیں تو اور کیا
ہے۔

سوال: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کہ تم کہاں سے
آئے ہو۔ یا کہاں گیا تھا۔ مثلاً

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹ اور بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۲ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی کریم علیہ السلام سے
ملاقات ہو گئی اور کملی والے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا اور پھر نبی
کریم علیہ السلام بیٹھ گئے اور پس میں اٹھا اور غسل کر کے پھر واپس آ گیا تو حضور علیہ السلام نے
پوچھا این کنت یا ابا ہریرہ کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا۔ تو اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا
تو پوچھتے کیوں کہ تو کہاں گیا تھا۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب تو بعد میں بتا دیا جائے گا پہلے میں اعتراض کرنے والوں سے
پوچھتا ہوں کہ تمہیں اس حدیث پاک سے کملی والے آقا کے علم غیب کی نفی تو نظر آ گئی
مگر حضرت ابو ہریرہؓ کا ادب و احترام۔ توقیر۔ عقیدہ اور ایمان نظر نہ آیا جب حضور علیہ
السلام نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا تو انہوں نے عرض کی کہ کنت
جنباً فکرت ان اجالسک — کہ کملی والے آقا میں جنبی تھا اور ناپاکی کی
حالت میں تھا اس لئے میں نے پس نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں آپ کو ملوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات کا پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ پوچھنے والے کو اس کا
علم نہیں ہے مثلاً۔

(پارہ ۱۶ سورۃ طہ۔ آیت ۱۷) خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا و ما

نلک بیمینک یا موسیٰ کہ اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

پارہ ۲۳ سورۃ ص — آیت ۷۵ یا ابلیس ما منعک — خدا تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا کہ اے ابلیس! تجھے کس نے روکا ہے کہ تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی اچھی مجلس سے خدا کے فرشتے واپس آسمانوں پر جاتے ہیں تو خدا اُن سے پوچھتا ہے کہ من این جستم — کہ اے فرشتو! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور کیف ترکتم عبادی — کہ میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔

تو اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی چیز کا پوچھنا عدم علم کی دلیل ہے تو پھر نعوذ باللہ اللہ کے علم کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن و حدیث میں اکثر خدا تعالیٰ کا پوچھنا اور سوال کرنا ثابت ہے حالانکہ وہ علیم بذات الصدور ہے اور سمیع بصیر ہے۔

تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا کسی چیز کے متعلق پوچھنا بھی آپ کے علم کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ کسی وقت ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی کسی بات پر توجہ نہیں ہوتی تھی۔ پاکستان کا مولوی تو انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کو نہیں مانتا حالاں کہ علم غیب تو صحابہ کرام۔ اولیائے عظام۔ صالحین اور دوسرے بزرگان دین کو بھی عطاء الہی کے طور پر حاصل تھا۔ مثلاً

(مستدرک شریف جلد ۳ صفحہ ۴۱۸) حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور علیہ السلام سے ایک آدمی ملا۔ اس نے ہم سے پوچھا — او فیکم رسول اللہ علیہ السلام قالوا نعم — کہ کیا تم میں اللہ کا رسول ہے۔ تو تمام نے کہا کہ ہاں تو اس اعرابی نے کہا — فان كنت رسول الله فاخبرني ما في بطن ناقتي هذه — کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے تو مجھے بتا کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ ابن سلامہ جو کہ ابھی بچے تھے انہوں نے اس اعرابی سے کہا — لا تسئل رسول الله انا اخبرك. نزوت عليه ففی بطنها..... کہ تو حضور علیہ السلام سے یہ بات نہ پوچھ بلکہ میں بتاتا ہوں کہ تیری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ تو نے خود اس سے وٹلی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا ہی انطفہ ہے

۔ عالمِ علمِ دو عالم ہیں حضور
آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجیے

(تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۵) ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صعد المنبر

یوما فقال سلونی عما دون العرش

ایک دن حضرت علی منبر مبارک پر بیٹھ گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ آج علی سے جو پوچھنا ہو پوچھو۔ یہ اعلان کرنے والا نہ خدا ہے نہ نبی بلکہ یہ اعلان کرنے والا علی ہے اور پھر ولی ہے اور پھر ولیوں کا بھی ولی ہے۔ اور یہ اسی منبر پاک پر اپنے علومِ غیبیہ کا اعلان کر رہا ہے جس منبر پاک پر کھڑے ہو کر کملی والے آقا نے اعلان فرمایا تھا — سلونی عما شتم کہ آج مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو۔ آخر کار ایک آدمی نے پوچھا ہل رایت ربک یا علی — کہ اے علی! کیا تُو نے کبھی اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ ما کنت اعبدا رباً لم اری — کہ میں اس وقت تک نماز میں سجدہ نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو دیکھ نہ لوں۔ اگرچہ یہ روایت بصری تھی لیکن تھا تو غیب الغیب۔ آخر لوگوں کے پوچھنے پر کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں ایسا علم کہاں سے حاصل ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — هذا لعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فمی هذا — کہ یہ میرے کملی والے آقا کے لعابِ دہن کا فیض ہے۔

(اشعۃ الممعات جلد ۲ صفحہ ۳۳۱) حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ۔ پُر سیدہ خُدا از علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، از سبب فہم و حفظ وے گفت چوں غسل دادہ شد آنحضرت را جمع شد آب در پلکہائے وے پس داشت من بزبان خود آں را فرو بردم پس میدانم قوت حفظ از دوے۔

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پوچھا گیا کہ آخر آپؐ میں اتنا علم کہاں سے آگیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب میں حضور علیہ السلام کو آخری غسل دے رہا تھا تو پانی کے چند قطرے نبی کریم علیہ السلام کی پلکوں پر ٹھہر گئے اور میں نے ان قطروں کو چوس لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ علم و ادراک کا سمندر میرے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ تو جس نبی کے غسل کے پانی کے چند قطروں میں یہ کمال تھا کہ ان کو چوس کر حضرت علی کے سینے میں علم و ادراک کا سمندر موجزن

ہو گیا اس نبی کے علومِ غیبیہ کی انتہا کون جانے۔

مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباے زید را

کیف صحبت اے رفیق با صفا

کہ ایک صبح کو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زید سے فرمایا کہ تو نے آج رات کیسے

گزاری تو حضرت زید رضی اللہ نے جواب دیا۔

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا

شب نخفت اتم ز عشق و سوز ہا

کہ سارا دن تو روزہ سے رہا اور ساری رات آپ کے عشق کی آگ میں جلتا رہا تو حضور

علیہ السلام نے فرمایا اس کے صلے میں جو تجھے انعام ملا ہے وہ بیان کرتا تو حضرت زید نے عرض کی

گفت خلتاں چوں بہ بیند آسماں

من بہ بنم عرش را با عریشاں

کہ میں نے تمام مخلوقات کو ایسے دیکھا جیسے کہ آسمان کو بے حجاب دیکھا جاتا ہے اور میں

نے عرش اور عرش والوں کو بھی دیکھا۔ اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے است

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ اور

میں نے جان لیا کہ دوزخی کون ہے اور جنتی کون ہے؟ اور یا رسول اللہ بگوئم

”سر حشر“ کہ اے کملی والے آقا؟ اگر اجازت دو تو میں قیامت کے تمام راز کھول دوں۔ اگر

اجازت دو تو حوضِ کوثر کے تمام پردے ہٹا دوں۔

”لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس“

لیکن کملی والے آقا نے حضرت زید کو منع فرما دیا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زیدؓ

کی زبان سے یہ سب کچھ کہلوا دیا کہ میرے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو یہ پتہ چل

جائے کہ جس نبی کے غلاموں میں اتنا کمال ہے اس نبی کے علومِ غیبیہ کے کمال کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور مندرجہ بالا حقائق کو مولانا اشرف علی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

امداد المشتاق صفحہ ۱۱۹ — کہ عارف جنتی اور دوزخی کو اس عالم میں جان لیتا ہے۔

امداد المشتاق صفحہ ۷۶ — لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ کیا حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں کسی صحابی نے بھی آپ کے علم پر اعتراض کیا تھا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جواب نفی میں ہوگا۔ اور وہ اعتراض کر ہی کیسے سکتے تھے کیوں کہ ان کا ایمان تھا کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلی ہوئی ہر بات وحی الہی ہوتی ہے اور واجب الطاعت ہے اور آپ کی زبان مبارک سے کبھی جھوٹی بات نہیں نکلتی۔ اب اس عقیدے اور ایمان کے ہوتے ہوئے جب نبی کریم علیہ السلام نے فرمادیا — علمت ما فی السموت والارض — اور — سلونی عما شئتم — کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مجھے علم ہے اور مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو تو پھر وہ کملی والے آقا کے وفادار امتی اور جانثار ساتھی آپ کے علمِ غیب پر کیسے شک کر سکتے تھے۔ اعتراض یا شک کرنا تو درکنار صحابہ کرام کی تو عادت یہ تھی کہ حضور علیہ السلام جب بھی کبھی ان سے کسی بات کے متعلق دریافت فرماتے تو وہ عرض کرتے اللہ و رسولہ اعلم کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے علمِ غیب پر اعتراض کرتے ہیں وہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پہ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے نکلی ہوئی بات کو سچی ہی نہیں مانتے۔

وہ دھن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّا سَلَمٌ عَظِیْمٌ

کتبہ نقیضہ فیض الحسنی غفرلہ قزوین و شریعتیہ فی بدہ سکود و بستان
 الحاسنہ الاسلامیہ ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ
 بزمیت بابرکت مصلح بستان حضرت مولانا محمد شہیر صاحب

اِنَّا سَلَمٌ عَظِیْمٌ
 ۱۲۱۵

(۹۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أَنَا أَمِينٌ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبْرُ
السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً

میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے، میرے پاس صبح و شام آسمانی
 خبریں آتی ہیں
 (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۲۱)

حضرت قتیبہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمن بن ابی نعیم نے حدیث
 بیان کی اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علی ابن
 ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں یمن سے ایک رنگے ہوئے
 چمڑے میں سونا بھیجا جس سے ابھی تک مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں
 تقسیم فرما دیا۔ عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاشہ تھے یا عامر بن
 طفیل۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ ان لوگوں کی بہ نسبت اس مال کے ہم زیادہ حق
 دار تھے، حضور علیہ السلام تک یہ بات پہنچ گئی آپ نے فرمایا الا تسامنونی کیا تم مجھے امین نہیں
 سمجھتے حالانکہ میں تو اُس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے اور میرے پاس صبح و شام آسمانی خبریں
 آتی ہیں۔

فقال رجل غائر العينين مشرف الوجنتين ناشر الجبهة
 كثر اللحية مخلوق الراس مشمر الازار فقال يا رسول الله
 اتق الله فقال ويلك او لست احق اهل الارض بان يتقى
 الله قال ثم ولي الرجل فقال خالد بن الوليد رضي الله عنه يا

رسول اللہ الا اضرب عنقه فقال لا لعله ان يكون يصلى قال
 خالد و کم من مصل يقول بلسانه ما ليس في قلبه فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لم امر ان انقب عن
 قلوب الناس ولا اشق بطونهم قال ثم نظر الیه و هو مقف
 فقال انه يخرج من ضئضئی هذا قوم يتلون کتاب اللہ رطبا
 ولا يجاوز حناجرهم یمرقون من الدین كما یمرق السهم
 من الرمیة قال اظنه قال لن انا ادر کتھم لا قتلھم قتل
 ثمود۔ (مسلم شریف کتاب الزکوۃ)

ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنس گئیں اور دونوں گال
 پھولے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گھسی، سر منڈا ہوا تھا، اور تہہ
 بند پنڈلیوں سے اُونچا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے
 فرمایا تجھے عذاب ہو کیا روئے زمین پر میں اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حق دار
 نہیں ہوں؟

پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا شاید وہ نمازی ہو!
 عرض کیا حضور! کتنے ہی نمازی بھی ایسے ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں
 نہیں ہوتی آپ نے فرمایا مجھے اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر
 دیکھتا پھروں، یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں، پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا
 جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا اور فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ
 کی کتاب کو اچھی طرح پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی اور
 دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیرنٹا نے سے نکل جاتا ہے راوی کہتے
 ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

گستاخ رسول کو قتل نہ کرنے کی وجوہات

نبی اکرم علیہ السلام کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ کے قبول ہونے میں ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ، آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی صفات کے ساتھ، اور یہ توہین خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً، تعریضاً ہو یا تلویحاً۔ اسی طرح کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعادے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے، آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قاتل واجب القتل ہے چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں۔

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنقص له کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ له و حکمہ عند الامۃ القتل و من شک فی کفره و عذابه کفر۔ (الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۰)

محمد بن سحنون فرماتے ہیں علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام کی توہین کرنے والا اور آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے باوجود حضور علیہ السلام نے بعض گستاخوں کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا اس کی علماء نے متعدد وجوہات بیان فرمائیں مثلاً

نمبر ۱۔ لوگ اس کے قتل کو اسلام میں طعن کا ذریعہ نہ بنالیں اور تبلیغ اسلام میں رکاوٹ اور دشواری پیدا نہ ہو۔

نمبر ۲۔ امر مکرہ کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ اس گستاخ کی نپیل سے کچھ لوگوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے ان منافقین کو کیوں نہ قتل کیا جو عموماً آپ کو ایذا پہنچاتے رہتے اور اسی طرح اس یہودی کو قتل نہ فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا السام علیک (تم پر موت واقع ہو) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو بھی قتل نہ کیا جس نے مال غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ”اس تقسیم سے اللہ کی رضا مندی کا ارادہ نہیں کیا گیا اور ایک موقع پر کہا ”اے محمد! عدل کر“۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس وقت آپ لوگوں کے ایمان کی خاطر ان کی تالیف قلب فرماتے تھے اور اسلام کو ان کے دلوں میں حریں فرماتے اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی تبھی آپ صحابہ کو فرماتے تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو مشکلات کے لئے نہیں، اور فرماتے کہ لوگوں کو مالوف کرو، متنفر نہ کرو اور اس وقت اللہ کا حکم بھی یہی تھا ادفع بالتی ہی احسن۔ احسن طریقے سے مدافعت کیجیے۔

اور آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آ گیا تو آپ جن گستاخوں پر قادر ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے خون کو مباح کر دیا جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبیری۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا شمار بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اور ان کی گستاخیاں حضور کی بارگاہ میں جب پہنچتی تھیں تو کوئی ایک صحابی گستاخی کے کلمات سرکار تک پہنچاتا جس پر وہ قسمیں کھا کر اپنی برأت ظاہر کر دیتے تھے۔ علاوہ ازیں حضور علیہ السلام ان کے ایمان قبول کرنے کے خواہش مند تھے اس لیے صبر فرماتے یہاں تک کہ ان میں سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے دین کو تقویت پہنچی۔

یاد رہے کہ ان کی گستاخی کے کلمات کو نقل کرنے والے نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی پر پورا نہ اترتے تھے کبھی کسی بچے کسی غلام یا عورت نے آکر بتا دیا کہ فلاں شخص ایسی بات کر رہا تھا اور اسلام میں دو مردوں کی گواہی کے بغیر خون بہانا جائز نہیں ہے اور حضور علیہ السلام نے علم نبوت سے اس کا فیصلہ اس لیے نہیں فرمایا کہ بظاہر وہ مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے اس طرح منافقین و معاندین کو آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ

آپ جس کو چاہتے ہیں نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اس سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ پر اثر پڑتا۔ اسی لیے آپ نے (اغیل۔ عدل کر) کہنے والے کو قتل کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے ان محمد ایقتل اصحابہ ”کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔“

ابن معاذ اور ابن قسار کے مطابق کہ جب منافقین اپنا نفاق ظاہر کرتے تو حضور علیہ السلام ان کو قتل بھی کرتے باقی رہا (السام علیک) کہنے والے یہودی کو قتل نہ کرنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت میں تھا اور اسلام کی ابتداء تھی اور یہ بھی کہ آپ کو اس وجہ سے کچھ لوگوں کے ایمان لانے کی توقع تھی۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۲ امام ابو عبد اللہ دستانی مالکی بحوالہ شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عموماً یہ بات مشہور ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ اس وقت ہے کہ واقعی کلام میں متعدد احتمالات ہوں بعض کفریہ اور بعض غیر کفریہ ایسی صورت میں مفتی، قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے گا لیکن اگر متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک ہی معنی ہو اور وہ خدا نخواستہ کفریہ ہے تو اب مفتی کے لئے قائل کی تکفیر کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

چنانچہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۹ پہ ہے۔

و فی الدرر و غیرہا اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب
الکفر و احد یمنعہ فعلى المفتی المیل لما یمنعہ ثم
لونیۃ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی.

درر وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے، کہ اس کو منع عن الکفر پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو ورنہ مفتی کے منع عن الکفر پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح جو شخص گستاخانہ لفظ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جاتی ہے تو وہ اپنے دفاع کے لئے کہتا ہے کہ میری نیت اس سے تو ہین نہ تھی۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معانی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہ تھا بلکہ فلاں معنی تھا لیکن جس لفظ کا لغت، عرف یا شرع کے اعتبار سے ایک ہی معنی ہو اور وہ معنی گستاخانہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

مثلاً طلاق کا عرف و شرع میں ایک ہی معنی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق کہہ دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر کوئی شخص بیوی کو یہ لفظ بول کر کہے کہ میری نیت اس کا لغوی معنی تھا کہ ”وہ کھلی ہوئی ہے یعنی بندھی ہوئی نہیں ہے“ یا یہ کہ میں نے یہ لفظ یونہی کہہ دیا ہے اس سے میری نیت طلاق نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ صریح لفظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو یہ لفظ چونکہ طلاق کے لئے نہیں ہے لہذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اگر طلاق کا ارادہ کرے گا تو طلاق ہوگی اور اگر عزت و حرمت کا ارادہ تھا تو اس معنی کا اعتبار ہوگا اسی طرح اگر کوئی کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو پھر تاویل کرتا ہے کہ میری نیت مسجد حرام والے حرام یعنی حرمت و عزت کی تھی تو نیت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ کیوں کہ عرب میں یہ لفظ ناجائز اولاد کے لئے متعین ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے

ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به و ان لم يقصد

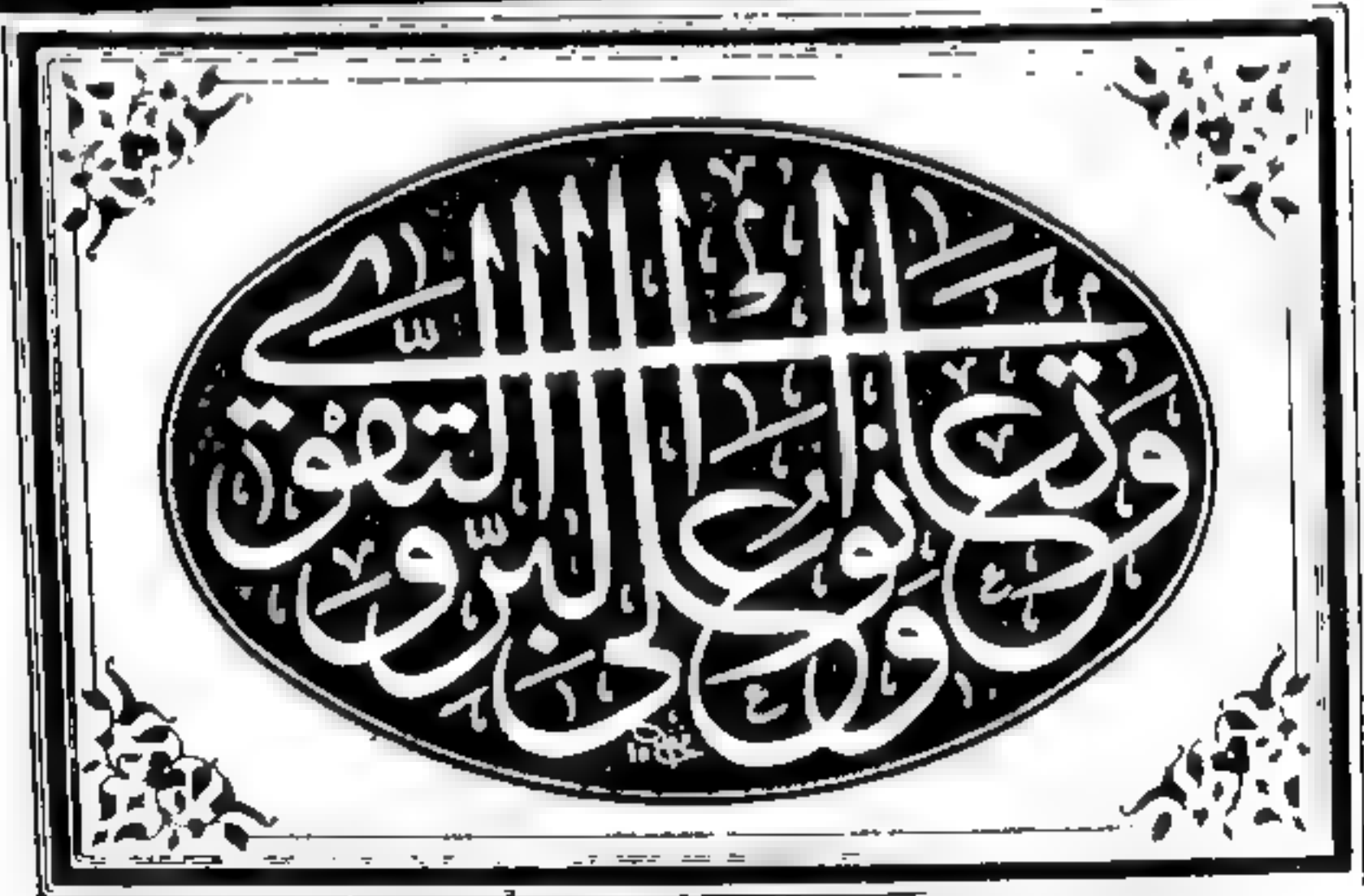
الاستخفاف۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۲)

جو چیز تو ہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے تو ہین کی نیت کی ہو یا

نہ کی ہو۔

اس سلسلہ میں آخری بات وہ ہے جو قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمائی اور پاک و ہند کے پانچ سو علماء نے فیصلہ فرمایا من قال لشعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعيرة يكفر۔ اگر کسی نے حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کو حقارت و تضحیک، استخفاف و اہانت کے انداز میں بطور تصغیر شعیرۃ (معمولی بال) کہہ دیا تو اس گستاخی کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (الشفاء ۲: ۳۶۱۶۔ عالمگیری)۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا



(۹۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَضَعْتُ الرُّكْنَ بِيَدِي

میں نے حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھا
(جب قریش اس کے رکھنے میں اختلاف کر رہے تھے)
(دلائل النبوة: امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ج ۱ ص ۵۶)

کعبۃ اللہ

کعبۃ اللہ ساری زمین کا افضل ترین ٹکڑا ہے جسے ساری زمین کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والارض بعد ذلك دحها۔ (النازعات)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کے بعد زمین کو بچھایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كان البيت قبل الارض بالفی سنة (و اذا الارض مدت)

قال من تحته مدت۔ (دلائل النبوة للبیہقی ۴: ۴۴)

بیت اللہ شریف زمین سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا فرمایا (قیامت کے دن

جب زمین کو پھیلایا جائے گا) اس کی ابتداء بھی اسی خطہ زمین کے نیچے سے ہوگی۔

یعنی یہ خطہ ابتداء ہی سے حج و زیارۃ کے لئے منتخب کر لیا گیا تاکہ انسانیت کو ایک مرکز

نصیب ہو جس سے وہ فیوض و برکات پائیں۔ سورۃ بقرہ میں اس کی مرکزیت کو یوں بیان کیا گیا۔

و اذ جعلنا البيت مثابة للناس و امنا۔ (۱۲۵:۲)

ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کا گہوارہ بنایا۔

اس عظمت و شان والے گھر کی تعمیر کس شان سے ہوئی اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہے۔

بعث الله جبريل الى ادم و حواء فقال لهما ابنيا في بناء
فخط لهما جبريل فجعل ادم يحفر و حواء تنقل حتى
اجابه الماء نودی من تحته حسبك يا ادم فلما بنياه
اوحى الله تعالى اليه ان يطوف به و قيل له انت اول الناس
و هذا اول بيت ثم تناسخت القرون حتى حجه نوح ثم
تناسخت القرون حتى رفع ابراهيم القواعد منه.

(دلائل النبوة للبيهقي، ۲: ۲۵، البدایہ والنہایہ، ۲: ۲۹۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور مائی حوا علیہما السلام کی طرف جبریل امین کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے لیے ایک گھر بناؤ چنانچہ حضرت جبریل امین نے حد بندی کر دی اور حضرت آدم علیہ السلام نے مٹی کھودنا شروع کر دی اور حضرت حواء مٹی کو دوسری جگہ منتقل کرنے لگیں، یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح تک پہنچ گئے، نیچے سے آواز آئی اے آدم! اب بس کرو اتنی گہری کافی ہے۔ جب انہوں نے تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اب اس کا طواف کرو۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ اس کے بعد صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا پھر صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنیادوں سے اٹھایا۔

پھر زمانہ گذرنا گیا اور یہ عمارت منہدم ہو گئی تو ”قوم عمالقة“ نے اس کو تعمیر کیا اس کے بعد ”بنو جرہم“ نے تعمیر کیا پھر جب عمارت بوسیدہ ہوئی تو قریش مکہ نے اسے از سر نو تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً ۳۵ سال تھی۔

ہوایوں کہ ایک عورت کی بے احتیاطی کی وجہ سے آگ بھڑک اٹھی جس کی وجہ سے نئی تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ پہلی عمارت کو ڈھانے کی کون جرات کرے، ہو سکتا ہے اللہ کو یہی عمارت زیادہ پسند ہو جو اگرچہ مٹی کا تو وہ ہے لیکن مرمر کی سلوں سے زیادہ پیارا

ہو، بقول اقبال ۔

میں نا خوش و بے زار ہوں مر مر کی سلوں سے

میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

تمام سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور مشورہ کرنے لگے ولید نے کہا ہماری نیت صحیح ہے لہذا کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر کا ہے نہ کہ شکست و تخریب کا، اس لیے کام شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کے اسباب یوں مہیا فرمادیے کہ روم کے ایک تاجر کا جہاز سمندر نے ساحل جدہ پر لا پھینکا اور وہ ٹوٹ پھوٹ گیا، پیش مکہ نے کعبہ پر چھت ڈالنے کے لئے اس کے تختے حاصل کر لیے۔ جب انتظام مکمل ہو گئے تو وہ نازک لہجہ آگیا جس سے سارے ڈر رہے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہیں کعبہ کو گراتے ہوئے ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے آخر حضور علیہ السلام کے والد ماجد کے ماموں حضرت ابو وہب نے جرأت کی جو بڑے پاک باز اور شریف تھے۔

فتناول من الكعبة حجرا فوثب من يده حتى رجع الى

موضعه۔ (الروض الانف، ۱: ۱۳۰)

آپ نے کعبہ کا ایک پتھر اُکھاڑا تو وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوبارہ اپنی جگہ پہ چالگا۔

سب کے رنگ فق ہو گئے، متوقع عذاب نے ان کے اوسان خطا کر دیے، کیوں کہ اسی بات کا انہیں ڈر تھا ابو وہب بڑے حقیقت شناس اور دور اندیش تھے انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا ”اے قریشیو! وعدہ کرو کہ کعبہ کی تعمیر پر تم بالکل پاکیزہ اور حلال کمائی ہی خرچ کرو گے، سود، غصب، غارت گری کا مال نہیں لگاؤ گے۔“

سب نے وعدہ کر لیا اور کعبہ معظمہ کے ایک ایک حصے کی تعمیر ایک ایک قبیلے نے اپنے ذمہ لے لی۔ اب جناب ابو وہب نے آگے بڑھ کر ایک پتھر اُکھڑا تو وہ آسانی سے اُکھڑ گیا اور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا، باقی قریش بھی بڑھے اور عمارت گرانے میں مصروف ہو گئے۔

جب ابراہیمی بنیادوں تک پہنچے تو انہیں بڑے بڑے پتھر نظر آئے جیسے اونٹوں کی کوبانیں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے تھے، ایک نوجوان نے انہیں اپنی جگہ سے اُکھاڑنا چاہا تو ایک بجلی کوندی جس سے سب کی نظریں چندھا گئیں سب کو ایک زبردست جھٹکا

جیسے زلزلہ آگیا ہو، وہ ڈر گئے اور مزید پتھر اُکھاڑنے کا ارادہ ترک کر کے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے خود بھی بنفس نفیس اس کام میں حصہ لیا آپ پتھر لالا کر دیتے رہے یہاں تک کہ قد آدم کے برابر دونوں دیواریں تعمیر ہو گئیں۔

اب وہ مرحلہ آگیا کہ جب کعبہ کی دیوار کے کونے میں "حجر اسود" نصب کرنا تھا اچانک اندھی عصبیت کے سوئے ہوئے فتنے انگڑائی لینے لگے۔ اور پُر سکون فضا بادِ سموم کے تند و تیز جھکڑوں میں تبدیل ہو گئی۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے حاصل ہو اور دوسرے قبائل اگر بخوشی یہ سعادت اس کے حوالے نہ کریں گے تو بزورِ شمشیر بھی وہ یہ اعزاز حاصل کر کے رہے گا۔ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں ہر قبیلے کے اجلاس ہو گئے اور خون نے بھرے پیالوں میں ہاتھ ڈبو کر قسمیں کھانے لگے کہ کٹ مریں گے مگر یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہونے دیں گے

فمكثوا على ذلك ليالى ثم تشاوروا فقال ابو امية ابن

المغيرة وهو راس قريش اجعلوا بينكم اول من يدخل من

باب هذا المسجد يقضى بينكم فيه۔ (الوقایا حوالہ المصطفیٰ ص ۱۳۶)

السيرة النبوية، ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۰)

چند روز تک یہی صورت حال رہی پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش کا سردار تھا، نے کہا تم لوگ آپس میں فیصلہ کر لو کہ اس مسجد میں جو سب سے پہلے داخل ہوگا اسے اپنا حاکم تسلیم کر لو گے اور وہ اس تنازعہ کے لئے جو بھی تجویز پیش کرے گا تم سب اس کو مانو گے۔

اگلی صبح سب سے پہلے حرم شریف کے اس دروازے سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا تھا حضور علیہ السلام حرم مسجد میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھ کر لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی ان میں جو بزرگ ترین تھا اس نے کہا۔

هذا الامين رضينا به حکما هذا محمد۔

(السيرة النبوية، ابن ہشام ج ۱ ص ۲۱۴)

یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

جب حضور علیہ السلام وہاں پہنچے تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا آپ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے فرمایا ہلم الی ثوبا۔ میرے پاس ایک چادر لاؤ۔

وہ چادر لائے آپ نے چادر کو زمین پہ بچھایا، اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر کے درمیان رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک ایک کو نہ پکڑا دیا اور فرمایا اس کو اٹھا کر لے چلو جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں حجر اسود نصب ہونا تھا تو میرے آقا نے اپنے نورانی اور گورے گورے ہاتھوں سے اس بابرکت کالے کالے پتھر کو اس کے مقام پر رکھ دیا۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے

یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا فخر بھی سب کو حاصل ہو گیا اور فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی اپنی موت آپ مر گئے اور سب کے دلوں میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ حسن تدبیر کی ایسی مثال اور حکمت و بصیرت کا ایسا مظاہرہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں کو حیران کر دیا اور عدل و انصاف پر مبنی اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے اور تسلیم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش نشاں کے دہانے پر کھڑی قوم کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی قلبہ الطاهر الذکی و یدہ الطاہرۃ الزکیۃ المیمونۃ و علی الہ و صحبہ و سلم۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا

انا وضعت الرکن بیدی۔

میں نے حجر اسود اپنے ہاتھ سے رکھا۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

جناب ابوطالب نے اس موقع پر کہا

ان لنا اولہ و اخرہ فی الحکم والعدل الذی لا ینکرہ

وقد جہدنا جہدنا النعمہ وقد عمرنا خیرہ واکثرہ

فان یکن حق ففینا اکثرہ

ہمارے پاس اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبۃ اللہ) کا پہلا اور پچھلا زمانہ حکمت و عدل میں ایسا ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

ہم نے کعبہ کی تعمیر میں پوری کوشش کی اور اس کا بہتر اور اکثر حصہ ہم نے تعمیر کیا۔
اگر یہ بات حق ہے تو اس کا دافر حصہ ہم (بنو ہاشم) کو ملا ہے۔

(ترجمہ اشعار: استاذی المکرم قاری محمد طیب نقشبندی)

حضور علیہ السلام کی حکمت و بصیرت اور راہنمایان عالم

عموماً نا سمجھی کی وجہ سے کبھی دوسروں کی نقلی چیز اپنی اصلی سے زیادہ اچھی معلوم ہونے لگتی ہے یا یوں کہو کہ غیروں کی مٹی میں کشش محسوس ہونے لگتی ہے اور اپنا خالص سونا بھی دل کو نہیں بھاتا آج کل کا پڑھا لکھا، دین سے دور نو جوان بھی اسی مرض میں مبتلا ہے، اس کو دین اسلام کی یا پیغمبر اسلام کی بات سناؤ تو بدکتا ہے اور بغلیں جھانکتا ہے کہ کوئی مجھے بنیاد پرست نہ کہہ دے قرآن سننے سے کتراتا ہے اور انگریزوں سے نہ شرماتا ہے نہ گھبراتا ہے۔

ان کی بات اللہ رسول سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے، وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فوراً حوالہ دیتا ہے، اجی دیکھو انگریز تو چاند پہ پہنچ گیا وہاں سے خاک لایا ہے تم نے کیا کیا؟ ارے خدا کے بندے! جو خاک سے اٹھا اور چاند پہ جا کر بھی خاک ہی لایا وہ تجھے کیا خاک دے گا ذرا اپنا گھر بھی دیکھ تیرے نبی نے اسی چاند کو ٹکڑے کر کے قدموں میں لا کر بتا دیا ہے کہ چاند پہ جانا کمال نہیں چاند کو قدموں میں لانا کمال ہے۔

امریکہ و یورپ والے اگر آج ٹیلی فون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے دور دور بات کرنے اور سننے کے قابل ہوئے ہیں تو ہمارے آقا نے تو اپنی والدہ ماجدہ کے لطن اقدس میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سنا ہے۔ دوسروں کے پیچھے تو وہ چلے جس کا اپنا ماضی تاریک و شرم ناک ہو، تیرا ماضی تو اتنا تابناک اور قابل رشک ہستیوں سے بھرپور ہے کہ دشمن بھی تیرے نبی کے قصیدے پڑھتے نظر آتے ہیں۔ پڑھ کے دیکھ لو انگریز کی کتاب "ہنڈرڈ اینڈ ون"، "ایک سوا ایک" اس میں پہلا نام ہمارے آقا کا ہے کہ انگریز ہو کر لکھتا ہے مجھے کائنات میں ان جیسا نظر ہی نہیں آیا

اس لیے میں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو بعد میں رکھا اور پہلے نمبر پہ محمد رسول اللہ کو رکھا۔

”وال ٹیر“ کہتا ہے محمد سے بڑا انسانیت نواز انسان دنیا کبھی نہ پیدا کر سکے گی (صلی اللہ علیہ وسلم) ”آرنلڈ ٹوائسن بی“ لکھتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا سے رنگ اور نسل کا طبقاتی امتیاز یکسر ختم کر دیا اور کسی مذہب نے اتنی کامیابی حاصل نہ کی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب نے حاصل کی آج کی دنیا جس ضرورت (مساوات، انصاف، جہالت و غربت کا خاتمہ وغیرہ) کے لئے رو رہی ہے اسے صرف اور صرف مساوات محمدی کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔

”ایچ پارنٹن“ نے لکھا کہ انسانی دنیا میں ایک وسیع خلا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو عالمی برادری کو پیغام دیا اس نے اس خلا کو پُر کر دیا، انسان انسان کے قریب آ گیا، آج ہم عالمی برادری کی جو اصطلاح استعمال کرتے ہیں اس کا تصور پیغمبر اسلام کی عطا ہے۔

(رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ از جنس محمد اقبال)

ہم پاگل نہیں ہیں جو تمہیں بار بار اسلام و پیغمبر اسلام کی طرف بلاتے ہیں اگر کسی عالم کا انداز گفتگو پسند نہیں تو اس وجہ سے اسلام سے دور تو نہ بھاگو خود پڑھو اسلام کو اور سیرتِ مصطفیٰ کو، ہم نہیں کہتے تم مازوئے تنگ، چرچل، ہٹلر اور لینن کو نہ پڑھو، پڑھو اور ضرور پڑھو لیکن پھر آمنہ کے لعل کو اور عبد اللہ کے درِ یم کو بھی پڑھو یقیناً کہو گے۔

اب میری نگاہوں میں چٹا نہیں کوئی

جیسے میری سرکار ہیں دیا نہیں کوئی

کیا یہ تھوڑا فرق ہے کہ ان سب کا استاد جتنا بھی بڑا ہو گا زمین پہ ہی ہو گا اور میرے

مصطفیٰ کا استاد عرش والا ہے ”الرحمن علم القرآن“۔

❖ — یہ مساوات کے دعوے دار بقول اقبال — پتے ہیں ابھو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

صرف نعرے کی حد تک ہے بڑے سے بڑا سرمایہ دار سوشلزم کی بات کرنے لگے تو ایسی احمق قوم ہے اس کی جائیداد و عیش پرستی کو نظر انداز کر دیتی ہے اور کوئی مساوات کا دشمن نظر آتا ہے تو مسجد کا مولوی بے چارہ ساری زندگی مسجد کے حجرے میں گزار دینے والا کیوں کہ یہی لوگوں کو

مساوات محمدی کی باتیں سنا کر نام نہاد مساوات کے دعوے داروں کو ننگا کرتا ہے۔ غریب کے حالات تو وہی جان سکتا ہے جو خود غربت کی چکی میں پسا ہوا اور جس کے کتے بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہوں اس کو کیا معلوم غریب بغیر بستر کے سردی کی رات سڑک پر کس طرح ٹھٹھک کر گزارتا ہے، مولوی تو تمہیں صرف یہی عرض کرتا ہے کہ مساوات دیکھنی ہے تو دیکھو آمنہ کا لعل کس طرح چند کھجوریں اپنے صحابہ کرام کو کھلا رہے ہیں اور خود پاس بھوکے کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

یادہ واقعہ پڑھو کہ دودھ کا ایک پیالا کس طرح ستر صحابہ کو پلایا جا رہا ہے اور اللہ کے نبی خود آخر میں نوش فرماتے ہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر جب کسی کے پاس تو شہ کم تھا کسی کے پاس زیادہ کسی کے پاس بالکل نہیں تھا آپ نے سب کو حکم دیا کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے لے آؤ سارا ملا کر سب کو اکٹھا بٹھا کے سب کا پیٹ بھر دیا اسی نبی کے غلاموں کے متعلق سورہ دھر کی آیت و يطعمون الطعام علی حبہ الخ اور سورہ حشر کی آیت و یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة اتریں ان کا شان نزول پڑھو اور پھر فیصلہ خود ہی کر لو اگر فیصلہ انصاف سے کرو گے تو اس کے سوا کچھ نہ کہو گے

سے یہ انتخاب ہمارا ہی انتخاب نہیں

خدا کے گھر میں بھی آقا ترا جواب نہیں

بدر کے سفر میں سواریاں کم ہونے کی وجہ سے ایک ایک سواری تین تین افراد کو ملی باری باری بیٹھتے ہمارے آقا نے اپنے آپ کو بھی اسی قانون کا پابند فرمایا آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما تھے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں ساتھیوں نے عرض کیا۔

یقولان لہ اربحتی نمشی فیقول انی لست باغنی عن

الاجر منکما ولا انتما باقوی علی المشی منی۔

(دلائل النبوة للشیخ ج ۳ ص ۳۹)

حضور آپ سوار ہو جائیں ہم پیدل چلتے جائیں گے فرمایا میں تم سے اجر و ثواب کا

زیادہ طالب ہوں اور تم مجھ سے چلنے کی زیادہ طاقت نہیں رکھتے۔

یعنی نہ ان کو اپنی برتری کا احساس دلایا بلکہ ان کے ذہن میں جو احساس پیدا ہوا تو اس کی بھی توجہ دوسری طرف پھیر دی۔ یہی جلوہ آپ کے غلاموں میں بھی نظر آتا ہے عمر فاروق بیت المقدس فتح کرنے گئے تو زمانے نے دیکھا۔

دیکھئے کس شان سے امت کا امام آتا ہے

خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

یہی توجہ ہے کہ جو محمد عربی کے سچے غلام ہوئے آج شاہانِ وقت بھی ان کے قدموں میں حاضری دیتے ہیں کون نہیں جانتا کہ پاکستان کے ہر حکمران نے داتا گنج بخش کی چوکھٹ کو بوسہ دیا ہے یقیناً یہ کمال ان کا نہیں بلکہ مدینہ والے کی سچی غلامی کا کمال ہے۔

محبوب دو عالم ہیں ادھر آ کے تو دیکھو

مشاق نگاہیں ہیں ادھر آ کے تو دیکھو

معمولی سی پذیرائی مل جائے تو اپنے خلاف بات سُننا گوارہ نہیں کیا جاتا لیکن ہمارے آقا پتھر کھا رہے ہیں گالیاں سن رہے ہیں اور اللہ کی پیش کش کے باوجود قوم کو تباہ کرانے کی بجائے دعاؤں سے نوازا رہے ہیں اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ والیل کی زلفوں پہ کوڑا پھینکنے والی مائی بیمار ہوتی ہے تو بمع صحابہ اس کی بیمار پرسی فرمانے جا رہے ہیں۔ اگر خود کو تکلیف میں ڈال کر کسی کو آرام ملتا دیکھتے ہیں یا کسی کی تکلیف ختم ہوتی دیکھتے ہیں تو اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں "میری خیر ہے تیرا کام ہو جائے" اے دور حاضر کے مغربی تعلیم کے دلدادہ نو جوان! تجھے کہاں سے ملے گا اس لیے میری التجا ہے۔

تم شوق سے کالج میں پلو پارک میں پھولو

جائز ہے غباروں میں اُڑو عرش پہ جھولو

اک بات بندہ عاجز کی رہے یاد

اللہ کو اور اپنی حقیقت کو۔ نہ بھولو

دوسرے لیڈر تو غریب آدمی سے الیکشن کے لالچ میں ہاتھ ملا لیں تو صابن سے ہاتھ

دھوتے ہیں ہمارے حضور کی عظمت یہ ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا استقبله الرجل فصافحه
لا ينزع يده من يده حتى يكون الرجل ينزع ولا يصرف
وجهه عن وجهه حتى يكون الرجل هو يصرفه.

کہ جب حضور علیہ السلام کے سامنے کوئی شخص آتا تو آپ خود اس سے مصافحہ فرماتے اور پھر ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا اور چہرہ اس سے نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ خود چہرہ نہ پھیرتا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)۔ (ترمذی ج ۱ ص ۷۵)

مدینہ کی ایک پاگل بوڑھی مائی حضور علیہ السلام کو لے کر مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہی ہے (اور زمانہ مائی کے مقدر پہ گھوم رہا ہے) حضور علیہ السلام اس کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے فرما رہے ہیں جہاں چاہے لے چل میں تیری باتوں سے تنگ دل نہیں ہوں گا (کہ اگر میں بھی تیری نہ سنوں گا تو پھر کون سنے گا)۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو ماننا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد

کبھی اے نوجواں مسلم! تذبر بھی کیا تونے؟

آپ مجھے بتائیں کسی کے پاس ایسا ہادی ہو سکتا ہے سوائے امت مسلمہ کے، ان کے قدموں کو چھوڑ کر ان کے دشمن کی غلامی پہ نازاں ہونا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ ہمارا نوجوان اپنی وضع قطع، اپنا لباس و حلیہ، اپنے طور طریقے، اپنی حرکات و سکنات انگریز کے مطابق بنا کر فخر محسوس کرتا ہے۔ ہماری حکومتوں کے قانون انگریز کے وضع کردہ ہیں جن میں نہ شرم و حیاء ہے اور نہ ادب و احترام ہے، ہماری عورتیں سیرت فاطمہ اپنانے کی بجائے مغربی عورتوں کی تقلید میں ہلکان ہو رہی ہیں یعنی پورا معاشرہ بجائے مکہ و مدینہ کی طرف جانے کے لندن و امریکہ کی جانب رواں دواں ہے جہاں سے ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہ ملے گا۔

دوستو! پیاسے شخص کے گھر کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو تو اس کا جنگل کو بھاگنا حماقت کے سوا کچھ نہیں، کلمہ اسلام کا پڑھ کر پروگرام سارا دشمنان اسلام کا اپنانا کہاں کی مسلمانی ہے؟ عزت چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو تو تمہیں امریکہ کی غلامی میں نہیں مدینہ کی خاک سے ملے

گی اور جس کو جو ملا ہے حضور کے قدموں ہی سے ملا ہے لہذا۔

درِ نبی پہ پڑے رہو تم "کیونکہ" پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا۔

ہر نعمت بار بار ملتی ہے دولت، تندرستی کبھی آتی ہے کبھی جاتی ہے لیکن زندگی صرف ایک بار ہی ملی ہے اور جو لمحہ گزر گیا قیامت تک نہ آئے گا اسی لیے اللہ نے زمانے کی قسم اٹھائی ہے اور جب زندگی کے لمحات ختم ہو جاتے ہیں تو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہیں ملتی ارشاد باری تعالیٰ ہے لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون۔ نہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں بچپن تو والدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ضائع ہو جائے تو والدین پر ہی افسوس کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے نہیں نبھایا، اور بڑھاپا ویسے ہی درِ دوسر اور بے کار ہوتا ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ آج کے ایک جوانی ہی رہ جاتی ہے اگر اس کو سنبھال لیا تو

سے درِ جوانی توبہ کر دن شیوہ پیغمبری

لیکن افسوس! ان جوانوں پر جو اپنی حسین جوانی کو چوکوں اور تھڑوں کی نذر کر دیتے ہیں اور ایک روپیہ ضائع ہونے پر تو افسوس کرتے ہیں مگر اتنی قیمتی چیز ضائع ہونے پر ذرا اندامت نہیں ہوتی۔

جوانو! تم نے بڑے بڑے نشے کیے، سوائے ذلت کے کیللا، آؤ! محبت رسول کے نشہ کا ایک گھونٹ بھی پی کر دیکھو، دنیا کے غلیظ نشوں نے تمہیں قوم پر بوجھ بنا دیا ہے سرکار کی محبت کا نشہ تمہیں قوم کا امام بنا دے گا

سے طیبہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر

بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

تم نے بڑے بڑے رنگوں کو اپنا یا اپنے آپ کو حسین بنانے کے لئے، ذرا سرکار کی سنت کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر دیکھو حسن خود تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو جائے گا، وہ لذت دنیا کے کسی نشہ میں نہیں جو سرکار کی محبت میں ہے اور وہ حسن دنیا میں کہیں نظر نہ آئے گا جو سرکار کی اداؤں میں چھلکتا ہے اگر خبر ہو جائے تو کہتے پھرو۔

سے غلام مصطفیٰ بن کر میں پک جاؤں مدینے میں

محمد نام پہ سودا سر بازار ہو جائے

اپنی مجلسوں کو ہنسی مذاق، گالی گلوچ، بے ہودہ گویوں سے پاک کر کے ذکرِ الہی اور درود شریف سے سجاؤ تا کہ وہ مجلس و بال جان بننے کی بجائے باعثِ نجات بن جائے کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے جس مجلس میں ذکرِ الہی، نہ ہو قیامت کے دن وہ مجلس، بیٹھنے والوں پر مردار، بد بودار گندھے کی طرح (حسرت و ندامت) ہوگی۔

یہی وہ نوجوان ہیں کہ جن کے ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے میں تلوار ہوتی تھی اور محمد بن قاسم کا کردار ادا کرتے ہوئے ملکوں کے ملک فتح کرتے چلے جاتے، آج انہوں نے ایک ہاتھ میں گیند اور دوسرے میں بلا پکڑ رکھا ہے اور گھروں میں ڈیک پر نقش گانے چل رہے ہوتے ہیں ماں بھی سن رہی ہے اور بہن بھی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہمارے آقا کا ایک ایک فرمان بالخصوص نوجوان نسل کے لئے ایسا بابرکت اور نافع ہے کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی سچ نظر آتی ہے، اگر ایک فرمان پر بھی کما حقہ عمل کر لیا جائے تو زندگی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی بن سکتی ہے۔ فضولیات میں وقت ضائع کرتے رہنا اور اللہ کی عبادت کے لئے وقت نہ ملنے کے بہانے بناتے رہنا جیسی لعنتوں سے دامن بچایا جاسکتا ہے۔ سینما اور وی سی آر کے آگے گھنٹوں بیٹھے رہنا اور خدا کی عبادت کو چند منٹ نہ دینا، بازاروں اور چوکوں پر دوستوں کے ساتھ وقت ضائع کرتے رہنا، کبھی فلاں ہوٹل میں کھانا کبھی فلاں جگہ کی سیر کبھی فلاں گیم کیا یہ پروگرام تیری زندگی کی قیمتی گھڑیوں کے لئے زہر قاتل نہیں ہیں کاش اے نوجوان! تیری زندگی کی یہ تمام فضول مصروفیات ختم ہو جائیں اور یہی وقت فرائض کی ادائیگی اور نبی علیہ السلام کی غلامی میں صرف ہونے لگے۔

حضور علیہ السلام نے چند لفظوں میں ہمیں کیا کچھ نہیں عطا کر دیا، ارشاد فرمایا

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر بے فائدہ کام چھوڑ دے۔

وقت ضائع کرنے سے صرف تیرا ایک فرد کا ہی نقصان نہ ہوگا بلکہ پوری ملت اور قوم کا نقصان ہوگا، ہزاروں نوجوان جو اپنا قیمتی وقت فضولیات میں ضائع کر رہے ہیں یہ پوری قوم کی

امانت ہے جو ضائع ہو رہی ہے افسوس کہ اتنی قیمتی متاع ضائع ہونے پر قوم بس سے کس نہیں ہو رہی، کیا دوسرے ملکوں کے نو جوان ہمارے ملک کے جوانوں سے زیادہ قائل ہیں یا ان کے دودل و دماغ ہیں کہ نئی نئی ایجادات کر رہے ہیں، بات صرف یہ ہے کہ ان کی زندگیوں میں انجماد نہیں وہ ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہمارا دین ہمیں نکما اور بے کار نہیں بناتا کہ ہڈ حرام بن کر گھروں میں پڑے رہیں بلکہ جہد مسلسل کا حکم دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جس کے دودن یکساں ہو (یعنی جہاں آج ہے کل بھی وہیں ہو اپنے اندر میں کوئی نیا کمال پیدا نہیں کیا یا اپنے علم میں اضافہ نہیں کیا) وہ سخت خسارے میں ہے۔ وہی ملک و قوم ترقی کرتے ہیں جس کے نو جوان اپنا قیمتی وقت ملک و قوم کی خدمت کے لئے لگائیں ان کو وقت ضائع ہونے پر اتنا ہی افسوس ہو جتنا کہ کسی کا جوان بیٹا مرنے پر افسوس ہوتا ہے

غافل یہ گھڑیاں تجھے دیتا ہے منادی

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

حکمت و دانائی جہاں سے ملے حاصل کرلو

حدیث شریف میں ہے انکلمۃ الحکمة ضالة المؤمن دانائی کی بات مومن کی گم شدہ پونجی جہاں سے ملے لے لے کہ مومن ہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ لہذا علم حاصل کرنا تو کمال ہی کماں ہے لیکن غیروں کا رنگ اپنے اوپر چڑھالینا یہ بڑی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے حضور علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی اللھم فقہہ فی الدین۔ اللھم علمہ الکتب یا اللہ! اس کو دین کی سمجھ دے، اے اللہ! اس کو کتاب کا علم دے۔

آپ نے لوگوں کو ایک مرتبہ فرمایا

یا معشر المسلمین کیف تستلون اهل الکتب عن شئی و کتابکم الذی انزل اللہ علی نبیکم احدث الاخبار محضالم یشب و قد حدثکم اللہ ان اهل الکتب قد بدلوا من کتب

اللہ و غیرہ افکتبوا بایدیہم الکتب قالوا ہو من عند اللہ
لیشتروا بہ ثمنًا قلیلًا اولا ینہا کم ما جاء کم من العلم عن
مسألتہم ولا واللہ ما راينا رجلا منہم یسألکم عن الذی
انزل علیکم۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۲۲)

اے مسلمانو! تمہیں کیا ضرورت ہے یہود و نصاریٰ سے سوال کرنے کی حالانکہ
تمہاری کتاب (قرآن مجید) جو اللہ نے تمہارے نبی پر نازل فرمائی جس کی باتیں سچی
ہیں (اہل کتاب کی طرح) اس میں خلط ملط نہیں ہوا اور اللہ نے تمہیں فرمایا بھی ہے کہ
اہل کتاب نے اپنی کتابیں بدل ڈالیں اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پیسہ کمانے کے لئے
کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہیں ان سے سوال
کرنے سے کیوں نہیں روکتا؟ حالانکہ خدا کی قسم وہ تو تم سے نہیں پوچھتے اس کے
بارے جو تمہارے اوپر نازل کیا گیا۔

اس فرمان پہ غور کرو کہ ہم نے اپنے ہر کام میں یہود و نصاریٰ کو شامل کیا ہوا ہے وہ لوگ
تو ہمارے نبی پر ایمان نہ لائیں اور ہم مکمل طور پر ان کی ہر بات اپناتے جائیں کبھی کسی انگریز نے
ہمارے نبی کا طریقہ نہیں اپنایا اور ہم ان کی تقلید میں داڑھیاں منڈا رہے ہیں پنٹیں پہن رہے ہیں
ٹائیاں لگا رہے ہیں۔ اللہ رسول کو ناراض کر لیں تو پرواہ نہیں مگر ان دین کے دشمنوں کی ناراضگی
برداشت نہیں ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو

حضور علیہ السلام نے فرمایا خالفوا الیہود والنصریٰ یہود و نصاریٰ کی (موافقت
نہیں) مخالفت کرو اور خود آپ نے عمل کر کے دکھادیا کہ ان رسول اللہ ﷺ اذا تبع

الجنازة لم يقعد حتى توضع في اللحد فعرض له حبر فقال هكذا نصنع يا محمد فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خالفوهم (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸) حضور علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو لحد میں میت رکھنے تک بیٹھتے نہیں تھے ایک دفعہ ایک اہل کتاب کے عالم نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، سرکار فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا ان کی مخالفت کیا کرو۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرنگ
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

امام ترمذی فرماتے ہیں فیہ اشارة الى ان کل سنة (ای طریقہ) تكون شعار اهل البدعة فترکھا اولیٰ۔

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے، کہ ہر وہ طریقہ جو اہل بدعت کی علامت ہو اس کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی شعار اور علامت ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے جیسے سکھوں کا کنگا، کیس، کرپان، کڑا جو یہ نہ رکھے وہ اس کو سکھوں سے نکال دیتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا اہل کتاب داڑھی منڈاتے ہیں مونچھیں بڑھاتے ہیں تم ان کا الٹ کرو اور اپنا شعار یہ بناؤ داڑھی بڑھاؤ مونچھیں پست کراؤ۔ افسوس کہ سکھوں۔ یہودیوں عیسائیوں نے اپنے شعار نہ چھوڑے مگر پچانوے فیصد مسلمان اپنے نبی کا عطا کیا ہوا شعار چھوڑ چکے ہیں کیا بوڑھے اور کیا جوان۔ پانچ پانچ عیسائی، یہودی کھڑے کر دو ساتھ پانچ مسلمان بھی کھڑے کر دو بتائیں سکو گے کہ مسلمان کون کون ہے اور عیسائی یہودی کون ہیں۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے میری بات
ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لتتبعن سنن من قبلکم باعا بباع و زراعا بذراع و شبرا
بشبر حتی لو دخلوا حجر ضرب لد خلتم فیہ قالوا یا رسول
اللہ الیہود والنصری قال فمن اذا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

تم ضرور ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی سن و عن پیروی کرو گے ایک بالشت بھی
آگے پیچھے نہ ہو گے یہاں تک کہ اگر وہ گاوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی (بے
سوچے سمجھے ان کی تقلید میں) بل میں گھس جاؤ گے عرض کیا گیا حضور! آپ کی مراد
ہے یہودیوں عیسائیوں کی پیروی؟

فرمایا اور کون؟ یعنی انہی کی کہہ رہا ہوں۔

افسوس کہ مسلمان آج کہہ رہے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے یہ تو سکھ بھی رکھتے ہیں، ارے
عقل کے اندھو! پھر کلمہ پڑھنا بھی چھوڑ دو کہ کلمہ تو یزید بھی پڑھتا تھا، نماز بھی چھوڑ دو کہ یہ تو منافقین
بھی پڑھتے تھے تو نے ضرور داڑھی سکھوں جیسی رکھنی ہے؟ تو نے ضرور نماز یزید جیسی پڑھنی ہے
تجھے تلواروں کے سائے میں امام حسین کی نماز نظر نہ آئی۔ ایک عمل نہ کرنا دوسرا اس طرح کی بات
کر کے خدا کے غضب کو دعوت دینا انہی باتوں کی سزائیں تو اس دور کا مسلمان بھگت رہا ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ

حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ!

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان الرجل لیتکلم بالکلمہ لا یری بہ باسا فیہوی فی نار

جہنم سبعین خریفا۔ (مشکوٰۃ)

بندہ کبھی ایسی بات کر دیتا ہے کہ جس میں اس کو کوئی حرج نہیں دکھائی دیتا مگر اس

بات کی وجہ سے ستر سال جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا ولیسکت هل

یکب الناس علی وجوہہم فی النار الا حصائد السنتہم۔

(مشکوٰۃ)

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے لوگوں کو فضول باتوں کی وجہ سے ہی جہنم کی آگ میں اوندھے منہ گرایا جائے گا۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے

پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے

میرا نور بصیرت عام کر دے

(اقبال)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے عرض کیا یا رسول اللہ حدثنی بامر اعتصم بہ قال قل ربی اللہ ثم استقم قلت یا رسول اللہ ما اکثر ما تخاف علی فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلسان نفسه ثم قال هذا۔

(مشکوٰۃ)

حضور! مجھے ایسی بات بتائیں کہ اس کو لازم پکڑ لوں (نجات کے لئے ایک بات ہی کافی ہو) فرمایا تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہو جا عرض کیا آپ میرے لیے زیادہ کس بات کا خطرہ محسوس کرتے ہیں (کیا عمل یا چیز میرے لیے زیادہ نقصان دہ ہے؟) آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا "اس کا"۔

اس کی تشریح ہے جس میں فرمایا تمام اعضاء زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک رہنا اچھا لفظ بولے گی تو لوگ ہماری عزت کریں گے اور ناجائز بولے گی تو تو بول کے چھپ جائے گی پٹائی ہماری ہوتی رہے گی۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج دل پریشان سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
(اقبال)

حضور علیہ السلام ہی معیار حق ہیں

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ

اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

حجر اسود کے نصب کرنے پر سردارانِ قریش کا نبی اکرم علیہ السلام کی ذات بابرکات پر متفق ہونا کتنی بڑی دلیل ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے سردارانِ قریش بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیار حق و صداقت قرار دیتے تھے اور جب اعلانِ نبوت کے بعد قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا تو قریش حسد کی آگ میں جل گئے اور انکار کرنے لگے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا من بطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اس پر کوئی اگر یہ کہے کہ رسول بنے یعنی جب اعلانِ نبوت فرمایا تو اس کے بعد معیار حق بنے نہ کہ پہلے، تو حضور علیہ السلام نے اس کا خود ہی جواب دیا فرمادیا۔

من اطاع محمد افقد اطاع اللہ و من عصا محمد افقد

عصى اللہ و محمد فرق بین الناس۔ (بخاری شریف)

جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں (حق اور باطل کا) فرق کرنے والے ہیں۔

لہذا جب سے محمد ہیں تب سے ہی معیار حق ہیں۔ نہ صرف پیدائش سے بلکہ اس سے بھی آپ محمد ہیں اور ”محمد حق“ ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کو سیرت ہی وہ عطا ئی جو ہر دور کے لئے حق کا معیار ٹھہری، اسی لیے تو جب اللہ کی وحدانیت کا آپ نے کوہِ صفا پہ ن فرمایا تو دلیل کے طور پر اللہ نے نہ چاند کے ٹکڑے ہونے کا اس وقت حکم دیا نہ ہی ڈوبا سورج

واپس کرنے کا حالانکہ یہ معجزات بعد میں جب دکھائے جاسکتے ہیں تو اس وقت بھی دکھائے جاسکتے تھے لیکن دلیل کے طور پر اپنی سیرت ماقبل اعلان نبوت پیش کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے فرمایا۔
فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔

گویا اللہ کے ایک ہونے پر میرے آقائے اپنی یکتائی اور بے مثالی کو دلیل کے طور پر پیش کر دیا۔

فرمایا لاؤ میری زندگی کی سی کوئی زندگی اگر پیدا ہونے سے لے کر آج تک میری زندگی میں تمہیں کوئی عیب یا نقص نظر آئے تو نہ مانو میری بات، یہ بہت بڑی بات تھی اور اس طرح کی بات کرتے ہوئے بڑے بڑے پاکباز بھی لرز جاتے ہیں، ہر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور جوانی میں وہ کن کن حالات سے گزرتا ہے لیکن جو حریم قدس کے سائے میں پلا بڑھا ہوا ہو وہ ایک ایک لمحہ کی ضمانت دے سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات تو کہہ دیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک بچہ ایسے ماحول میں پیدا ہو جہاں شراب کا دور دورا ہو، کھانے کے دوران شراب ہر محفل میں شراب اور وہ شراب کی بو بھی نہ سونگھے۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے معاشرے میں بچیوں کے حقوق کی بات کرے۔ بازار عکاظ اس کے دور میں ہر سال سچے اور یہ اس کی تابانیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ بے جان خر بوزہ بھی کہتے ہیں خر بوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیتا ہے مگر انسان ہو کر اس پر معاشرے کا رنگ نہ چڑھ سکا بلکہ پورے معاشرے کو اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا، شرابی صحابی بن رہے ہیں، راہزن راہنما بن رہے ہیں، تو ایسے ماہرین کی خدمت میں عرض ہے کہ جس نے معیار حق بننا ہو وہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے اس کی جوانی اور بچپن ایشیے کی طرح صاف و شفاف ہوتا ہے۔

پھر یہ تو وہ زندگی ہے جو اعلان نبوت سے پہلے کی ہے ابھی آپ نے چاند توڑا نہ ڈوبا ہوا سورج موڑا، پتھروں کو کلمہ پڑھایا نہ درختوں کو چلایا، جب یہ زندگی اتنی پاکیزہ ہے تو عرش معلیٰ سے واپس آکر جو زندگی گزاری اس کی لطافتوں اور پاکیزگیوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

اندھیرا مٹا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

محمد جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیِ اکرم
امام الانبیاء خیر البشر پیغمبرِ اعظم
(حفظ)

دین اسلام کسی کامرہون منت نہیں ہے

اسلام سے بڑھ کر انسانیت کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے کہ دس لاکھ مربع میل یعنی پورے یورپ کے آدھے آدھے حصے کے برابر یا یوں کہہ لیں کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور پورے ہندوستان کے برابر علاقے کو اہل اسلام نے فتح کیا اور صرف دو سو مسلمان شہید اور سوا دو سو کا فر مارے گئے، یہ سرکار کی مدنی زندگی کے دس سالوں کی بات ہے، اسلام کی ترقی اور اس کے خلاف غیر مسلموں کی سازشوں اور پھر پیغمبر اسلام کے نفوذ و کرم کا مطالعہ کرو تو معلوم ہو گا کہ آج احترامِ انسانیت کے دعوے دار اور حقوقِ انسانی کے نام نہاد محافظ ایک ہی بم سے لاکھوں انسانوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں اسلام کا پیغام یہ ہے کہ کسی بچے، بوڑھے، عورت، مریض پر ہاتھ نہ اٹھاؤ اور دشمن ہونے کے باوجود جو تمہارے مقابلے میں نہیں آتا اس کو کچھ نہ کہو بلکہ درختوں کو بھی بلا ضرورت نہ کاٹو حضور علیہ السلام سے لے کر ماضی قریب تک آنے والے تمام نیک سیرت حکمرانوں نے انہی زریں اصولوں کو اپنایا تبھی تو آج ہر جگہ اسلام کے گلشن کھلے ہوئے ہیں وگرنہ بزعمِ خویش نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے اسلام کو مٹانے کی کون سی کسری باقی چھوڑی۔

کون نہیں جانتا کہ کمال پاشا نے ترکی کے مسلمانوں پر دین میں مداخلت کرتے ہوئے بلا جواز پابندیاں لگائیں کہ اذان، نماز، قرآن عربی میں نہ پڑھا جائے لیکن اسلام کوئی نوالہ نہیں ہے کہ اس کو ہزپ کر لیا جائے گا یہ اپنے بدخواہوں کے لئے لوہے کے پنے بن جاتا ہے اس کو نگلنا اتنا آسان نہیں جتنا آج امریکہ اور برطانیہ نے سمجھ رکھا ہے اس کو مٹاتے مٹاتے کئی خود مٹ گئے اور آئندہ بھی مٹتے رہیں گے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دیکھ قرآن، اذان، نماز آج بھی عربی میں ہے بلکہ اس کو ختم کرنے والے کی قبر کے

سرہانے بھی آج عربی میں ہی قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس کی روح کو جھنجھوڑ کر کہا جاتا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

دین اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے اور اس کو کوڑوں، سزاؤں اور ہاتھ کاٹنے کا مذہب قرار دینے والے اسلام کے نظامِ عفو و درگزر سے ناواقف ہیں، دین اسلام کی سزائیں بھی برائی کے خاتمے کے لئے ہیں ڈاکٹر اگر مریض کا آپریشن کرے تو اس کو ظالم کہنا نا انصافی ہے وہی تو اصل میں اس کا سچا خیر خواہ ہے۔ ایک چور، ڈاکو یا زانی کو قرآنی حکم کے مطابق مجمع عام میں سزا دی جائے تو ہزاروں مجرم موقع پر توبہ کر جاتے ہیں پھر سزاؤں سے تو وہ ڈریں جو خود چور ڈاکو ہیں کہ ان کو خطرہ ہوتا ہے ہم چوری کریں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے جو شریف ہے وہ کیوں ڈرے گا کیوں کہ اس نے چوری کرنی ہی نہیں۔

بڑے بڑے پاپی اس شمع کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے، ہلا کو جیسا ظالم اسلام کے لئے پیغام موت بن کر آیا بغداد کی سرزمین پہ تین لاکھ پچاس ہزار مسلمان شہید کر دیے گئے۔ دجلہ کا دریا خون کا دریا بن گیا اور اس نے ظالمانہ حکم نافذ کیا کہ کہیں بھی قرآن کا نسخہ ملے تو میرے پاس لے آؤ ورنہ خیر نہیں ہوگی لاکھوں نسخے اکٹھے کر کے آگ لگا کر خاک و جملہ میں بہا دی اور متکبرانہ انداز میں کہنے لگا اب میں دیکھوں گا کون قرآن پڑھتا ہے اور کون اسلام کا نام لیتا ہے؟ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ انہی شہیدوں کی لاشوں میں سے ایک چھ سال کا زخمی بچے اٹھا اور اس نے زبانی قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور کہا تو کاغذوں سے قرآن مٹا سکتا ہے دلوں سے کیسے نکالے گا۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

ہلا کو ہلاک ہو گیا اسلام اب بھی زندہ ہے اور خدا کی شان کہ ذرا یہ بھی دیکھیں کہ اللہ اپنے دین کی حفاظت کس کس انداز سے فرماتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کوٹھ زندریش بسوزد

تاریخوں کا قبولِ اسلام

تاریخوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں، کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ تاریخوں کے غلبے کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر

اس درویش کو دیکھ کر باندازِ تمسخر و حقارت کہنے لگا کہ ”اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟“ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ ”میں بھی اپنے مالک کا کٹتا ہوں۔ اگر میں اپنی جاں نثاری و وفاداری سے اُسے خوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمان برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔“ تگودار خان پر اس اندازِ گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپؐ کو اپنا مہمان رکھ کر آپؐ کی تعلیم و تبلیغ کے زیر اثر در پردہ اسلام قبول کر لیا۔ مگر اسے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگار حالات کے پیش نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُنکو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لائیے گا تاکہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چونکہ وقت پورا ہو گیا تھا۔ اس لیے بقضائے الہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمصداق ہرچہ پدر نتوانست، پسر تمام کند“ کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسب وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ باقی سردارانِ قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرتؐ نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، میں ایک سپاہی ہوں، جس کی ساری عمر جنگ میں گوری ہے۔ میں صرف طاقت پہ ایمان رکھتا ہوں، اگر آپ میرے پہلوان کو گشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سُن کر آپؐ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اس سردار کا چیلنج منظور کر لیا اور مقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماعِ ناظرین کے خیال سے اعلان عام کرادیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ نا انصافی اور قتلِ عمد کے مترادف ہے، مگر مخالف سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اول تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قسم کے دوسرے دخل و معقولات کرنے والوں کو عبرت ہوگی اور دوم اس لیے کہ خانِ اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرتؐ نے جاتے ہی ایک

طمانچہ اس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے منہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ منحنی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؑ

چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسب وعدہ میدان میں نکل کر آپؐ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام ”احمد“ رکھا۔ تاریخ میں اس کا یہی نام (۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۳ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اس نے سلاطین مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعموم اُس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی۔ احمد باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مورخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا کہ باپ، یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا احمد (یعنی تگودار خان) اُسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔

اگرچہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعت اسلام کی رفتار قدرے سُست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچا زاد بھائی ”برکہ“ (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد (یعنی تگودار خان) کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۳ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمود کے خلاف بھی اس کے جرنیلوں نے تبدیل مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے۔

ہر بنائے کہنہ کا باداں کندہ اول آں بیدار ویراں کنند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور: یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح

ٹغیزی لشکر کے سروں پر سایہ فگن یہ کہتی نظر آئی ہیں ایہا الکفرة اقتلوا الفجرة (اے کافرو! نافرمانوں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوت ید الہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تارویں کو حلقہ بگوش سلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں بمشیت ایزدی، حسب تقاضائے وقت و احوال اسی تجلی کی شان مذہب کا فرما تھی۔ سچ ہے۔ 'از ماست کہ بر ماست' آیات ذیل:-

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم۔ (رعد: ۱۱)
بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون۔

(ہود: ۱۱۷)

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

اولم يهد للذين يرثون الارض من بعد اهلها ان لو نشاء

اصبهم بذنوبهم۔ (الاعراف: ۱۰۰)

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں۔

و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى و هي ظالمة ان

اخذه اليم شديد۔ (ہود: ۱۰۴)

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔

اس کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم بد اعمالیوں کے باعث صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لا

کھڑی کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہور کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ایک ارکان دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب "لکھ داتا" مشہور ہوتا ہے۔ سلطان شمس الدین التمش جناب قطب الدین بختیار کاکی کے حسب وصیت اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر عصر کی سنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمود سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابت قرآن کو اپناتا ہے اور اپنے اہل خانہ کا ذریعہ معاش بناتا ہے۔ امراء و سلاطین تبلیغ اسلام میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، خواجہ غریب نواز، حضرت گنج شکر اور غوث بہاؤ الحق کے احکام کی خدام خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہندو چین جیسے کفر ستانوں کے تخت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کر لیتے ہیں۔ (مہر منیر)

انہی کی اولاد سے شاہ جہاں اور اورنگزیب آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کلام الہی لکھا، کوئی جلا رہا ہے، کوئی لکھ رہا ہے۔ ولید بن مغیرہ دشمن اسلام اور گستاخ رسول ہے اور اس کا بیٹا خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ ہے۔ ابو جہل، فرعون هذه الامة ہے اور اس کا بیٹا عکرمہ صحابی رسول بن رہا ہے، ادھر جلال الدین اکبر کو دیکھ لیں ابتداء اچھی تھی مگر بعد میں ایسا بگڑا کہ ہلا کوئی پوری تصویر بن گیا مجدد الف ثانی کی نظر اس پر بجلی بن کر گری فرمایا اگر تو ہلا کوئی اولاد ہے تو میری رگوں میں بھی فاروق اعظم کا خون ہے تیرا علاج میں کروں گا، خدا ہی جانتا ہے اگر فاروقی کی شان یہ ہے تو فاروق اعظم کا جلال کیا ہوگا اور اسی کا بیٹا جہانگیر اس کی ابتداء اچھی نہ تھی کہ اکبر کے دین الہی کا اثر ہو گیا مگر انتہا اچھی ہو گئی کہ مجدد پاک کا دامن مل گیا۔ نظر ایک ہے باپ یہ بجلی بن کر پڑھی ہے اور بیٹے کے لئے رحمت کا جھونکا بن رہی ہے

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے

اُٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کر دے

انگریز نے دی گریٹ اکبر کو کہا ہے شاہ جہاں، اورنگزیب کو نہ کہا کہ وہ انہی کا نمائندہ تھا

اور یہ کفر کے لئے پیغام موت تھے۔

اسلام کے دشمن کا حشر دیکھنا ہے تو یزید کو دیکھ لو اور اسلام کے حامی کا انجام دیکھنا ہے تو حسین کا روضہ دیکھ لو، فرق صاف ظاہر ہے۔ اسلام کا دامن رحمت چھوڑ کر جن کی طرف ہم لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں وہاں تو والدین کو اولاد کا پتہ نہیں اور اولاد کو والدین کا علم نہیں، بیوی بیٹی اور بہن کی تمیز اٹھ چکی ہے ان سب رشتوں کو تقدس دیتا ہے تو اسلام، اور ان کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے تو اسلام۔

چند مسلمان بادشاہ

— اورنگزیب عالمگیر نماز عید میں دیر سے آیا۔ جگہ جوتیوں میں ملی، لوگ بٹنے لگے تو کہا میں یہیں پہ نماز پڑھوں گا کہ یہ کسی دنیا کے بادشاہ کا دربار نہیں دربارِ خداوندی ہے جہاں گدا و بادشاہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

— دہلی کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا تھا اعلان کیا گیا وہ آگے آئے جس کی عصر و عشاء کی سنتیں نہ قضا ہوئی ہوں اور نماز تہجد نہ قضا ہوئی ہو کوئی آگے نہ بڑھا آخر کار خود شاہ جہاں آنسو پونچھتا ہوا آگے آیا اور سنگ بنیاد رکھا اور کہا مجبوری تھی ورنہ قیامت تک یہ راز فاش نہ کرتا۔

— خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عصر و عشاء کی سنتیں اور نماز تہجد قضا نہ ہوئی ہو کوئی آگے نہ ہوا، شمس الدین التمش جو آپ کا ہی مرید تھا تیسری مرتبہ اعلان کے بعد اٹھا اور پیر کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا حضرت آپ نے تو راز فاش کر دیا ہے اور پیر کا جنازہ پڑھایا۔ ان کے نیک ہونے کی وجہ کیا تھی کہ نیکوں سے تعلق و نسبت رکھتے۔ شمس الدین التمش، خواجہ قطب الدین کا مرید اور اورنگزیب پہ میاں میر کی نگاہ تھی۔ کسی کے سر پہ مجدد الف ثانی کا سایہ اور اللہ کو اپنے محبوبوں کی نسبت کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بہ پا کاں بستہ ام۔

اسی شمس الدین التمش کو حضرت خواجہ معین الدین نے دیکھ کر شہاب الدین غوری سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا غلام زادہ ہے، حمید الدین غوری نے کہا قطب الدین ایک کی فوج کا سپاہی ہے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میری نظر دکھ رہی ہے یہ پورے ہندوستان کا بادشاہ بننے والا ہے،

جس کے غلاموں کی نگاہ یہ ہے ان کے آقا کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔

— شاہ جہاں نے تخت طاؤس بنایا سترہ کروڑ کا خرچہ آیا افتتاحی تقریب میں بیسے بڑے شاہان وقت آئے، سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ شاہ جہاں تخت کے اوپر وضو کر رہا ہے اور وضو کا پانی سیڑھیوں سے بہہ رہا ہے انجینئر پریشان ہو گئے کہ ہماری محنت پہ پانی بہہ رہا ہے آپ نے تسلی دی کہ تمہارا کام بنانا تھا تم نے بنادیا گھبراؤ نہیں وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ سلام پھیرا اور کہا مجھے یہ تخت دیکھ کر فرعون و نمرود کا تخت یاد آ گیا کہ انہوں نے تخت کے نشے میں کہا تھا انا ربکم الاعلیٰ میں نے بعدے میں عرض کیا ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔ یہ شاہ جہاں میر کے حجرے میں آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ جتنا سکون مجھے اس ٹوٹی چھت والے حجرے کی ٹوٹی صفوں پہ آتا ہے سترہ کروڑ کے تخت پر نہیں آتا

۔ شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود خاص بود و خاصہ اللہ بود

۔ تخت کو تھا نازان پر مفتخران پر سر

تخت پہ شاہ تھے مصلائے عبادت پر فقیر

— ہمایوں بادشاہ محل سے اتر رہا ہے اذان کی آواز آئی اور ادا بادہیں بیٹھنے لگا کہ چھڑی پھسل گئی اور گر کر شہید ہو گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

— خاندان مغلیہ کا درویش صفت شہزادہ اور نگزیب عالمگیر تاریخ میں راسخ العقیدہ مسلمان

بادشاہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شہزادے کو بچپن میں جواتالیق ملا وہ

ایک نہایت دین دار اور پاکیزہ صفات درویش تھا جب شہزادے کی عمر چار سال، چار

ماہ، چار دن ہوئی تو شاہ جہاں نے بعد از تلاش بسیار جناب ملا عبداللطیف سلطان پوری

(ریاست کپور تھلہ) کو دہلی طلب کیا تا کہ ان کو شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا جائے۔

جناب ملا نے جواب دیا کہ ”تشنہ، بزد چاہ می رود نہ چاہ بزد تشنہ“ (پیا سا کنویں کے

پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس) شاہ جہاں استاد کا مقام پہچان گیا اور شہزادہ

کو سلطان پور بھجوا دیا۔ شہزادے کے لئے تعلیم کا کوئی علیحدہ انتظام نہ تھا۔ ایک دن سبق

نہ سنا سکا تو ملا صاحب نے زور سے طمانچہ جڑا تو شہزادے کی نکیہ بھوٹ پڑی، ڈاری

نویس نے خون آلود اور اق شاہی محلات میں پہنچا دیے، بیگمات اور ہمشیرگان تڑپ اٹھیں اور ملا کو سزا دینے کے لئے شاہ جہاں پر زور دیا بادشاہ نے سزا کا حکم نامہ یوں لکھا "بعوض طمانچہ زدن ہزار بیگمہ زمین از رقبہ سلطان پور بنام ملا عبداللطیف تفویض نمودیم" ہزار بیگمہ زمین موضع سلطان پور کے رقبہ سے ایک طمانچے کے عوض ملا عبداللطیف کے نام ہم نے لگا دی جناب ملا صاحب کی بے نیازی ملاحظہ ہو کہ اسی حکم نامہ پر یہ شعر لکھ کر واپس لوٹا دیا

شاہ مارا دیہہ منت نہد رازق ما رزق بے منت دہد

بادشاہ مجھے جاگیر دے کر احسان جتا رہا ہے حالانکہ میرا رب مجھے بے طلب اور بے احسان بتائے رزق دے رہا ہے، بالآخر بادشاہ کو وہ اراضی درس کے نام لگانی پڑی۔

✽ — ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شہزادہ آیا اور چند اشرفیوں کی تھیلیاں نذر گزاریں کہ یا حضرت میں نے دنیا ترک کر دی ہے۔ اور میری دنیا کی یہ سب پونجی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اور مجھے اپنا طالب بنا کر اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھائیں اور اس محبوب حقیقی تک پہنچائیں۔ شیخ صاحب نے وہ تھیلیاں اس شہزادہ کے سر پر لا کر ایک اپنا درویش ساتھ کر کے فرمایا کہ جاؤ اسے دریائے دجلہ میں ڈال آؤ۔ جب وہ تھیلیاں دریا میں ڈال کر شیخ صاحب کے پاس واپس آئے اور عرض کیا کہ حضرت وہ اشرفیاں ہم دریا میں ڈال آئے ہیں۔ اب مجھے حضور حلقہ ارادت میں داخل فرمائیں اور اپنی غلامی میں منظور فرمائیں۔ شیخ صاحب نے اپنے درویش سے دریافت فرمایا کہ شہزادہ نے اشرفیاں کس طرح اور کیوں کر دریا میں ڈالیں۔ درویش نے عرض کیا کہ جناب شہزادہ ایک ایک تھیلی کا منہ کھولتا جاتا اور مٹھیاں بھر بھر کر دریا میں ڈالتا جاتا تھا۔ اس طرح سب دریا میں ڈال دیں۔ آپ نے شہزادے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر بجائے اشرفیوں کے ان تھیلیوں میں گندگی بھری ہوتی تو انہیں کس طرح دریا میں ڈالتا۔ شہزادے نے کہا کہ جناب سب کو تھیلیوں سمیت یک دم دریا میں پھینک دیتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تیرے دل میں ابھی تک دنیا کی محبت جاگزیں ہے۔ اس لیے تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ

ایک دم تجھ سے جدا ہو۔ تو مٹھیاں بھر بھر کر اس واسطے انہیں دریا میں ڈالتا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے تیرے پاس اور بھی رہے۔ اور جب وہ تجھ سے جدا ہوتی جائے۔ تیرا ہاتھ آخری بار محبوبہ دنیا سے چھوٹا جائے تیرے لئے یہ سزا مقرر کرتا ہوں کہ ایک سال تک بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگتا پھر۔ چنانچہ شہزادہ زنبیل لے کر بغداد میں گداگری کرتا رہا۔ تقریباً ایک سال گزرا ہوگا کہ شہزادہ ایک روز خالی زنبیل لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب آج سارا بغداد پھرا ہوں۔ کسی نے ایک ٹکڑا نہیں ڈالا۔ سب یہی کہتے رہے کہ تو بڑا بے حیا اور کم چور ہے ہٹا کٹا موچھ ڈنڈا ہے۔ کام نہیں کرتا۔ ہر روز دروازے پر آدھمکتا ہے۔ سارے شہر کو گندہ کر رکھا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ بس اب تیرا امتحان پورا ہو گیا ہے۔ اب تجھے دنیا والوں کی بے مروتی بھی معلوم ہو گئی ہے۔ کہ اللہ کے نام پر روٹی کا ایک ٹکڑا بھی دینا گوارا نہیں کرتے۔ اب امید ہے کہ اگر تیرے پاس اللہ کے نام کی دولت آگئی تو تو اس کی قیمت جانے گا۔ اور اس دُزر گراں مایہ کو آوارہ کتوں کے منہ میں نہ ڈالے گا۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے اس شہزادہ کو حلقہ ارادت میں داخل کر لیا۔ اور واصلاں حق میں سے ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت میاں میر صاحبؒ ایک دن اپنے درویشوں کے ساتھ اپنے حجرے کی چھت پر صبح کے وقت رونق افروز تھے۔ اُس وقت آپ ایک درویش کی ران پر سرمہ زک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اور باقی درویش اپنی گودڑیوں میں سے جو میں نکالنے میں مصروف تھے کہ اتنے میں آپ کے ایک درویش نے شہنشاہ ہندوستان یعنی شاہ جہان بادشاہ کو مع اُن کے بڑے فرزند دارا شکوہ کے حضرت میاں میر صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتے دیکھا تو ہنس دیا۔ آپ نے اس درویش سے ہنسی اور خوشی کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے عرض کیا۔ کہ جناب بادشاہ شاہ جہان اور دارا شکوہ آپ کی زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ارے نادان! میں تو یہ سمجھا کہ تجھے اپنی گودڑی میں کوئی بڑی موٹی جوں مل گئی ہے۔ جس سے تو خوش ہو رہا ہے۔ بے وقوف تو بادشاہ کے آنے سے دانت دکھا رہا ہے۔ غرض ان لوگوں کی نظروں میں بادشاہ دنیا کی حقیقت جوں اور پٹو سے بھی کم تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت اور حشمت اور

عزت و عظمت اُن کے وجودِ مسعود میں اس قدر تھی کہ بادشاہ ان کے رُعب و جلال سے
تھر تھر کانپتے تھے اور اُن کی کفش برداری کو اپنے لیے سعادت اور فخر سمجھتے تھے۔ کہتے
ہیں کہ اس وقت حضرت میاں میر صاحبؒ کی قدم بوسی سے فارغ ہو کر جب شاہجہان
اور دارا شکوہ ایک طرف کونے میں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گئے تو حضرت میاں میر
صاحب اس وقت الایچی خورِ دمنہ میں چبا رہے تھے۔ اور اس کا فہلہ اپنے منہ سے
نکال کر تھوکتے جاتے تھے اور شاہ جہان بادشاہ اُسے بطور تبرک اپنی شاہی چادر کے
ایک کونے میں ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھ کر جمع کرتے جاتے تھے۔

قدم بروں مگدر از سرائے درویشی
کہ مار گنج بود بوریائے درویشی
اگر زیلِ حوادث جہاں شود ویراں
خلل پذیرِ نگر دو بنائے درویشی
زباں درازی تیغ و سناں بود چنداں
کہ از نیام نیاید عصائے درویشی
بکار ہر کہ قندِ عقدہ دریں عالم
شود کشادہ ز دستِ دُعائے درویشی
بہشت اگرچہ مقاماتِ دلشیں دارد
نئے رسد بمقامِ رضائے درویشی
ہمائے فقر بہر کس نے کند اقبال
وگر نہ نیست سرے ہوائے درویشی
دو عالم از نظرش چوں دو قطرہ اشک قند
بدیدہ ہر کہ کشد توتیائے درویشی

منہ چوں مرکز ازیں حلقہ پا بروں صائب
کہ دل بوجد در آرد نوائے درویشی

(عرفان)

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک رات خلیفہ ہارون الرشید نے فضل برکی سے کہا کہ آج ہمیں کسی مردِ خدا کے پاس لے چلو۔ کیوں کہ اس دنیوی طمطراق اور سلطنت کی سروردی سے دل بے زار ہو گیا ہے۔ شاید قلب کو ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ فضل انہیں سفیان بن عیینہ کے دروازے پر لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو سفیان نے پوچھا کون ہے؟ کہا! امیر المومنین دروازے پر تشریف لے آئے ہیں۔ سفیان نے کہا۔ مجھے کیوں نہ پہلے اطلاع دی۔ کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔ جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو کہا یہ وہ مرد نہیں ہے جسے میں طلب کرتا ہوں۔ سفیان نے یہ سن کر کہا کہ اگر مردِ خدا کی طلب ہے تو انہیں فضیل بن عیاض کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ہر دو وہاں سے شیخ فضیل بن عیاض کی کتیا پر گئے۔ شیخ صاحب اس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ ام حسب السدین اجترو حوا السیات ان نجعلہم کالذین امنوا۔ ہارون نے کہا! کہ اگر میں پسند چاہتا تو یہی آیت میرے لئے کافی تھی۔ اس آیت کے معنی ہیں۔ ”جن لوگوں نے بدکاری کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ کیا انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں نیکو کار مومنوں کے برابر کر دیں گے“ اس آیت نے ہارون کے دل پر تازیاۃ عبرت کا کام کیا۔ پھر دروازے پر دستک دی تو شیخ صاحب نے پوچھا کون ہے! کہا امیر المومنین! جواب دیا۔ امیر المومنین کا میرے پاس کیا کام اور مجھے اس سے کیا مطلب؟ مجھے اپنے کام سے نہ نکالو۔ اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر فضل برکی نے کہا کہ بادشاہ اسلام کا بھی لوگوں پر کچھ حق ہوا کرتا ہے۔ فرمایا مجھے پریشان نہ کرو۔ فضل برکی نے کہا اور اصرار کیا کہ اجازت سے اندر آئیں یا حکم سے۔ فرمایا! اجازت نہیں ہے حکم سے آؤ تو تم جانو۔ ہارون اندر آئے تو شیخ صاحب نے اپنا چراغ گل کر دیا تاکہ ہارون کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ ہارون اندھیرے میں آگے بڑھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شیخ

صاحبؑ کے ہاتھ پر جا پڑا۔ تو آپؐ نے فرمایا ما الین هذا الکف لو نجا من النار۔ ”یعنی یہ ہاتھ کس قدر نرم ہے۔ کاش دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔“ یہ فرما کر نماز کی نیت باندھ لی اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ ہارون رونے لگ گیا۔ اور عرض کی کہ آخر کچھ تو ارشاد فرمائیے۔ شیخ صاحب نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ تمہارے دادا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی علاقے کی امارت طلب کی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنے نفس پر حاکم اور امیر بننے کی تلقین کرتا ہوں۔ یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا امر کرتا رہ، یہ ہزار سال تک خلقت کی امارت اور عدالت سے تیرے لئے بہتر ہے۔ ان الا مارة ندامة يوم القيامة یعنی امیری اور حکومت قیامت کے روز جملہ حاکموں اور امیروں کے حق میں موجب ندامت اور باعث شرمندگی ثابت ہوگی۔ ہارون نے کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ جب عمر بن عبدالعزیز تخت پر بٹھائے گئے۔ تو انہوں نے سالم بن عبداللہ اور اخیاء بن حیوۃ اور محمد بن کعب وغیرہ کو بلا کر کہا کہ میں ایک سخت آزمائش اور برے امتحان کے معاملے میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتا ہوں۔ مجھے نجات کا کوئی مختصر سارا ستہ اور اس پر چلنے کی آسان ترین تدبیر بتاؤ۔ ان میں سے بوڑھے بزرگ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! تدبیر یہ ہے کہ اپنی رعیت کے بوڑھوں کو اپنے باپ اور جوانوں کو مثل بھائیوں کے اور چھوٹوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو۔ ہارون زار زار رونے لگا اور کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔ فرمایا! میں تیرے اس خوب صورت چہرہ پر ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز بُرے اعمال کے سبب بدنما اور خراب نہ ہو جائے۔ کیوں کہ بہت سارے امیر وہاں اسیر ہو جائیں گے ہارون چلا چلا کر رونے لگا۔ اور پھر عرض کیا۔ کہ کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور روز قیامت کے حساب کے لئے مستعد اور تیار رہو۔ کیوں کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ تم سے ایک ایک مسلمان کی بازپرس کرے گا۔ اور ہر ایک کا انصاف طلب کرے گا۔ اگر رات کو تیری اس طویل اور عریض سلطنت کے اندر ایک بوڑھی عورت بھی بھوکے سوئے گی۔ تو کل تیرا دامن پکڑے گی۔ ہارون روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اس پر فضل برکی نے عرض کیا کہ

اے شیخ! بس کرو۔ آپؐ نے امیر المومنین کو مار ڈالا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے ہامان! خاموش رہ۔ کہ تُو نے اور تیرے ہم نواؤں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ہارون کا گریہ ان الفاظ سے اور زیادہ ہو گیا۔ بعد ازاں کہا کہ سچ ہے۔ اے فضل! تُو ہامان ہے اور میں فرعون۔ پھر ہارون نے پوچھا۔ کہ میں نے سنا ہے آپؐ پر کچھ قرضہ ہے۔ جواب دیا کہ ہاں! اپنے مالک کا میں بڑا مقروض ہوں۔ اگر اس قرضے سے میں زندگی میں سبکدوش نہ ہوا تو مجھ پر افسوس ہے۔ ہارون نے کہا۔ میں مخلوق کے قرضے کی بابت پوچھتا ہوں۔ آپؐ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اس کی نعمت اور دولت میرے پاس بہت ہے۔ ہارون نے ہزار دینار کی تھیلی سامنے رکھ کر عرض کی کہ یہ چیز مجھے بطور میراث ماں سے ملی ہے۔ یہ حلال طیب ہے۔ اگر آپؐ اسے اپنے اخراجات میں استعمال فرمائیں تو حرج نہ ہوگا۔ شیخ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ افسوس! میری اتنی نصیحت اکارت گئی اور تجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ یہاں بھی تم نے ظلم شروع کر دیا ہے اور بے دادگری کرنے لگ گئے ہو۔ میں تجھے نجات اور مغفرت کی طرف لاتا ہوں۔ اور تُو میری ہلاکت اور تباہی کے سامان تیار کر رہا ہے۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو تم رکھتے ہو وہ اپنے حق داروں کو دے دو۔ اور تم پر ایسا مال ایسے آدمی کو دے رہے ہو جس کے لینے کا وہ کسی طرح حق دار نہیں ہے۔ اے ہارون! کچھ شرم کر! اور خدا سے ڈر۔ یہ کہہ کر شیخ صاحب ہارون کے سامنے سے اٹھے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ہارون روتے ہوئے روانہ ہوئے اور فضل برکی سے کہا۔ کہ مردانِ خدا اس طرح ہوا کرتے ہیں جس طرح فضل بن عیاض ہیں۔ ابیات جمائی

لنگنی زیر و لنگنی بالا نے غم رزق و غم کالا

گز کے بوریا و پوستکے دِلکے پُر زرد و دوستکے

اِس قدر بس بود جمالی را عاشق رنبد لا اُبالی را

ترجمہ:- درویش کے لئے احرام کی صورت میں صرف ایک چادر اوپر اور ایک چادر نیچے چاہیے۔ اس کا دل روزی اور کپڑوں کے غم اور فکر سے فارغ ہو۔ بچھونے کے لئے ایک چٹائی یا چمڑے کا ٹکڑا کافی ہے۔ اور اس کا دل دوست کے درد سے پُر ہو۔ یعنی

خانہ ویران اور دل معمور ہو۔ جمائی کے لئے اور ہر عاشق رند لا اُبالی کے لئے دُنیا میں اسی قدر سرمایہ اور ساز و سامان کافی ہے۔

اسلام کا دامنِ رحمت ہی ہمارا آخری سہارا ہے

ہم نے جب سے اسلام کو اپنے کردار سے جدا کیا ہے نقصان ہی ہوا ہے مصر والوں نے اسلام کو چھوڑ کر اور "ازم" اپنایا ان کے ہاتھوں سے صحرائے سینا گیا ہزاروں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی، مصر کی ٹاک کٹ گئی شام والوں نے اسلام کا جنازہ نکالا ان کا اپنا نکل گیا۔ اردن والوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ان کے ہاتھوں بیت المقدس گیا۔ 1971ء میں پاکستان میں اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے گئے، قرآن جلّائے گئے، علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں، آدھا پاکستان ہاتھوں سے نکل گیا، ہماری ستر ہزار بہنوں کا کلکتہ کے بازاروں میں نیلام ہوا اور ہندو ڈھول پہ رقص کر کے اعلان کرتے کہ مسلمانوں کی بہنیں ستر ستر روپے میں خرید لو، چار لاکھ بچے یتیم ہو گئے، اگر باقی آدھے پاکستان میں بھی اسلام کا مذاق اڑایا جائے گا تو یہاں بھی ہماری عزتیں محفوظ نہیں رہیں گی۔

یہ اسلام ہی ہے جس کے دامن میں سب کی عزتیں محفوظ ہیں، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بادشاہ تک اپنی حکومتوں کو بچانے کے لئے پیغمبر اسلام کے قدموں کا سہارا لیتے رہے۔ صحیح بخاری کے شروع میں ہے، ہر قل شاہ روم کے پاس جب حضور علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے تمام ارکانِ سلطنت کو بلا کر کہا! اگر فلاح و ملک کی بقا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے فباعیعوہ اس خط والے کی غلامی کر لو۔ (اگر عیسائیوں کا ملک بھی حضور کا غلام بنے بغیر نہیں بچ سکتا تو ہم عیسائیوں کی غلامی کر کے اپنا ملک کیسے بچا سکتے ہیں)۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے

ان کا دامن تمام لو جن کا محمد نام ہے

اسلام کو بُرا کہنے والو! تمہیں کیا معلوم کہ تیرا دادا پر دادا اسلام کی عظمت کو بچانے کے لئے ہندوؤں سکھوں کے ساتھ ٹکراتا رہا ہو اور تو جب اسلام کے خلاف زبان کھولتا ہے اس کی قبر کانپ جاتی ہوگی۔

جو حکمران آتا ہے اس کے چاہنے والے شور مچا دیتے ہیں اسلام آگیا اسلام آگیا۔ اسلام آئے گا تو سینے اور ہیرا منڈیاں یوں آباد اور مسجدیں اور مدرسے یوں برباد نہ ہوں گے، یہ اسلام محمد مصطفیٰ والا نہیں ہے کیوں کہ محمد رسول اللہ کے اسلام سے چور، ڈاکو، شرابی یوں بھاگتے ہیں جیسے سورج کی شعاعوں سے اندھیرا بھاگتا ہے اسلام صرف یہ نہیں کہ بس نماز پڑھ لی اور ساتھ یزید کی طرح ظلم بھی جاری رہے اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے مسلمانوں کو دیکھنے سے پتہ چل جائے کہ یہ مصطفیٰ کا غلام آ رہا ہے غیر مسلم تیرے کردار کو دیکھ کر کلمہ پڑھتے نظر آئیں۔ جو حکمران اپنے چہرے پر سنت مصطفیٰ کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ پورے اسلام کا کبھی تحفظ نہیں کر سکتا ایسا حکمران ملک کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا پھر وہ کبھی عیسائیوں کے آگے کاسہ گدائی پھیلاتا ہے تو کبھی یہودیوں کے قرضوں پہ خوش ہوتا رہتا ہے۔ کسی عربی شاعر کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں جو ہماری غیرت ایمانی کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہوں گے۔

کن غنی القلب واقنع بالقلیل

مُت ولا تطلب معاشا من لئیم

لا تکن للعیش مجروح الفؤاد

انما الرزق علی اللہ الکریم

”دل کا غنی ہو جا اور تھوڑے پر قناعت کر

مر جانا گوارا کر لے مگر کسی کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا

زندگی کی آسائش کے لئے اپنی عزت نفس کو مجروح نہ کر

رزق کا ذمہ تو اللہ کریم نے لیا ہوا ہے۔“

✽ — آخر مرنا ہے جو رات قبر میں آنی ہے باہر نہیں آئے گی تو کیوں یزید کی موت مرا جائے

حسین کے غلام بن کر مرو۔ موت کا پیالہ ہر ایک نے پینا ہے ہر سفر ملتوی ہو سکتا ہے،

بیٹ ریز رو کی ریز رو رہ سکتی ہے لیکن موت کے پل کو ہر ایک نے عبور کرنا ہے، اللہ

کے ہاں ظالم کا انجام بہت بُرا ہے اور ظلم و بغاوت کا آغاز دولت و حکومت سے ہی عموماً

ہوتا ہے نمرود خلیل اللہ کے مقابلے میں کیوں آیا؟ کہ ان اب، اللہ الملک۔ کہ

اس کو حکومت مل گئی تھی۔ قارون خدا کا باغی کیوں ہوا؟ کہ و اتینہ من الکنوز کہ اس کو خزانے مل گئے تھے یزید نے نو اسہ رسول کے خون سے ہاتھ کیوں رنگے؟ کہ حکومت ہاتھ آگئی تھی۔ اس لیے غریب پھر خوش نصیب ہے کہ ان کے پاس غریبی تو ہے لیکن نبی کا دامن بھی ہاتھ میں ہے حدیث میں ہے بذا الاسلام غریبا و سيعود غریبا و طوبی للغرباء (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام غریبوں سے نکلا غریبوں میں رہے گا اور غریبوں کو مبارک ہو۔ بادشاہ نے بھی مرنے کے بعد زمین کا لقمہ بننا ہے غریب نے بھی، ہم اپنی خوراک زمین سے لیتے ہیں زمین ہمیں اپنا لقمہ بناتی ہے، ہم اپنی غذا کی فکر میں ہیں زمین ہمیں ہضم کرنے کی فکر میں، حقیقی امیر وہ ہے جس کا جسم قبر کے کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رہے گا اگر چہ دنیا میں غریب ہی رہا ہو اور جو بادشاہ ہو کر قبر کے کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے اس سے بڑا غریب کون ہو سکتا ہے حدیث میں ہے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے پوچھا مفلس کون ہے عرض کیا ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس نہ درہم ہو نہ دینار فرمایا نہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس نیک اعمال کے انبار لے کر جانے والا جب دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتا رہا ہوگا تو اس کے نیک اعمال مظلوموں میں بانٹ دیے جائیں گے اور جب نیک اعمال نہ رہیں گے تو پھر جن کے دنیا میں حقوق مارے تھے وہ اللہ کی بارگاہ میں درخواست گزار ہوں گے یا اللہ! ہمارا حق بھی ملنا چاہیے تو اللہ فرمائے گا حق داروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈالتے جاؤ تو نیکیوں کے انبار لے کر آنے والا اب گناہوں کے پہاڑ میں دب گیا ہے اور کوئی پُرسان حال نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا یہ ہے درحقیقت "مفلس" ثم طرح فی النار پھر اس کو جہنم میں

پھینک دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۳۵)

۔ اے غم گسار ان شب، خدا حافظ - دن نکل آیا اب، خدا حافظ

فرصت کے یہ لحظات غنیمت ہیں - کون کہہ جائے کب؟ خدا حافظ

